مطبوعات مؤتمر المصنفین (۱)

دعواتِ حق

افادات

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

بانی دارالعلوم حقانیہ

جلد دوم

ضبط و ترتیب

مولانا سمیع الحق

مُوتمر المُصنّفین
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)
پاکستان

نام کتاب ——— دعواتِ حق (جلد دوم)

افادات ——— شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رح

مرتب ——— مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضخامت ——— ۵۲۰ صفحات

مطبع ———

طبع بار سوم ——— جولائی ۲۰۰۰ء

ناشر ——— مؤتمر المصنفین، دار العلوم حقانیہ

قیمت ——— ۱۶۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لمن هو اهله والصلوٰة علیٰ من لا نبی بعده

ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ میں دعواتِ حق جلد اوّل کی اشاعت سے مؤتمر المصنفین نے محض خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم کے بھروسہ پر اپنے اشاعتی کام کا آغاز کیا۔ اگرچہ وسائل ناپید تھے اور رفقا کار عنقا مگر کسی منصوبہ بندی اور پیشگی سکیم اور ارادے کے بغیر خداوند تعالیٰ نے مؤتمر المصنفین کو اس عرصہ میں کئی اہم اور مفید چھوٹی بڑی تصانیف کی اشاعت کی توفیق بخشی جسے ملک وقوم کے دینی، علمی اور صحافتی حلقوں میں سراہا گیا، اس سلسلہ کی آخری کڑی، "قادیان سے اسرائیل تک" کا بھی افادیت، جدت، جامعیت اور ضرورت واہمیت کے لحاظ سے زبردست خیر مقدم ہُوا جس پر ہم خداوند قدوس کے شکرگزار اور آئندہ کے لیے بھی توفیقِ ایزدی کے خواستگار ہیں کہ جو کچھ کہ ہُوا، ہُوا کرم سے اُس کے ۔ اور ۔ جو کچھ کہ ہوگا اُسی کے کرم کا منّت پذیر ہوگا۔ دعواتِ حق کی جلد اوّل کے فوراً بعد جلد ثانی کی ترتیب واشاعت کا اندازہ تھا مگر کلّ امرٍ مرہون باوقاتہٖ کی بنا پر کئی عوارض ومشاغل اور رکاوٹوں سے یہ کام اب تک مؤخر ہوتا گیا اور اس سلسلہ کے سارے عزم اور ارادے ٹوٹ ٹوٹ کر مشیتِ ایزدی کی برتری اور بالادستی کی شہادت بنتے رہے۔ عرفت ربی بفسخ العزائم۔

دعواتِ حق کی سادہ اور بے تکلف زبان، علمی دقیق لطائف ونکات اور بھاری بھرکم اصطلاحات سے اس کا یکسر عاری ہونا اور بامحاورہ عبارات اور جملوں کی ناپیدگی یہ سب چیزیں بظاہر اس بات کی غماز تھیں کہ اسے علمی ودینی حلقوں میں پذیرائی نہ مل سکے گی مگر درحقیقت یہی باتیں اس کی دلپذیری اور دلآویزی کا موجب بن گئیں اور علم وادب، دین وشریعت، اخلاق وتصوّف سے شغف رکھنے والے ہر طبقے نے ان سادہ مواعظ کو از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق قرار دیا اور اصلاح وتاثیر کے لحاظ سے زبردست اثرات کا حامل، اس طرح ہمارا حوصلہ بڑھتا گیا کہ ایسے اور مواعظ بھی تلاش کرکے مرتب اور جمع کیے جائیں گو اس خیال سے نہ کبھی جتنا مواعظ

دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا کہ کبھی یہ مرتب ہو کر ایک وسیع حلقہ کو مخاطب بنانے کا ذریعہ بنیں گے اور نہ کبھی ضبط و ترتیب کا التزام ہوا۔ عموماً اپنی مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل ایک محدود حلقہ، سیدھے سادے دیہاتی مخاطب، گھنٹہ اور عموماً پون گھنٹہ کا قلیل وقت، نہ کسی خاص موضوع اور مبحث پر خطاب مقصود، مگر اب جب اسکی افادیت سامنے آئی تو رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے کہ کاش اس طرح کے سارے مواعظ محفوظ ہو سکتے تو کتنا بڑا ذخیرہ سامنے آجاتا۔ اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قیامِ پاکستان پر گزرے ہوئے ۳۳ برس میں دو تین سال نکال کر (جو حضرت کے ضعف و کمزوری کا عرصہ ہے) تقریباً ۳۰ سال مسلسل ہر ہفتہ نمازِ جمعہ سے قبل تو خطاب فرماتے ہی تھے۔ اس کے علاوہ ہر ہفتہ میں کسی نہ کسی اجتماع، جلسہ، مجلس وعظ، جنازہ وغیرہ میں ایک آدھ دفعہ خطاب بھی کرنا پڑتا۔ اس طرح ایک سال میں کم از کم ایک سو مرتبہ تقریر و خطاب کی نوبت آتی۔ گزشتہ تیس ۳۰ سالوں میں یہ تعداد تین ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ پیشِ نظر دونوں جلدیں سو سو کے لگ بھگ چھوٹے بڑے ارشادات کو سمیٹی ہوئی ہیں تو اس حساب سے صرف قیامِ پاکستان کے بعد کے افاداتِ وعظ کے لیے دعواتِ حق کی موجودہ ضخامت کی تیس ۳۰ جلدیں درکار ہوتیں یعنی ۱۵، ۲۰ ہزار کے لگ بھگ صفحات، قیامِ پاکستان سے قبل کے دس بیس سال کا عرصہ اس کے علاوہ ہے۔ گو مخاطبین کی استعداد اور اصول دعوت و موعظت کی بنا پر ان مواعظ و خطبات کے مرکزی مباحث میں تکرار و تصریف محسوس ہوتا ہو مگر ہر وعظ میں کوئی نہ کوئی جدت اور نئی افادیت بھی محسوس ہو جاتی ہے ــــ افسوس کہ جلدِ اول کی طرح اپنے گوناگوں مشاغل اور پراگندہ مصروفیات کی وجہ سے مرتب کتاب کو اس جلد پر بھی تحقیقی کام کرنے کا موقع نہ مل سکا کہ احادیث و آثار اور احوال و وقائع کی مراجعت ہو سکتی نہ صاحبِ مواعظ دامت برکاتہم کو نظرِ ثانی کا موقع ملا، مگر مزید تاخیر و تعویق نہ شائقینِ کتاب کو گوارا تھی نہ مجھے، یہی حال عبارت کی روانی، بندش اور تذکیر و تانیث کو ملحوظ رکھنے کا ہے کہ اس طرح کی تصنع اور تکلف سے قصداً گریز کیا گیا ہے تاکہ حتی الامکان صاحبِ خطبات کے الفاظ و کلمات اپنی اصل شکل میں قارئین و سامعین تک پہنچ سکیں۔ آخر میں ہم اپنے قارئین کو یہ مژدہ سنائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت مدظلہ کے کچھ مزید مواعظ و خطبات بھی جو ابھی زیرِ ترتیب و تسوید ہیں جسے ہم تیسری جلد کی شکل میں انشاء اللہ پیش کر سکیں گے۔

سمیع الحق۔ ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

فہرست مضامین

☆

☆

چند تقاریظ و آراء کے اقتباسات

حکیم الاسلام قاری محمد طیّب صاحب مدظلہٗ دارالعلوم دیوبند، کتاب کے پیش لفظ میں فرماتے ہیں :

" کتاب کی قدر وقیمت کے لیے یہ حجۃ کافی ہے کہ مولانا ممدوح کے افکارِ عالیہ کا ذخیرہ ہے قدر الشّہادۃ قدر الشّہود ۔ مولانا کے کمالاتِ باطنی کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہیں۔ احقر نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا تو خاص اثر قلب میں محسوس کیا "۔

علّامہ شمس الحق افغانی مدظلہٗ دیباچہ میں فرماتے ہیں :

" یہ مجموعۂ خطبات، اسرارِ عبادات و اخلاص و نوامیس، اصلاح معاشرہ و اصلاح ظاہر و باطن و نکاتِ سیاست اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے، صحیح مسلمان اور بندۂ خدا بننے کے لیے اس مجموعہ کا مطالعہ ضروری ہے، خواص ہوں یا عوام "۔

روزنامہ " مشرق " ۱۸ ، اپریل ۱۹۷۶ء کے طویل تبصرہ کا اقتباس :

" زیرِ نظر کتاب میں مولانا کے ممتاز عالمِ دین، مبلّغ اور معلّم کی حیثیت سے شخصیت تینوں زاویوں سے بھرپور نظر آتی ہے۔ کتاب میں ایسی دلکشی پیدا ہو گئی ہے کہ قاری وعظ و تلقین کی اس مجلس میں اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ شوق و توجہ سے اخذِ مطالب کرتا جاتا ہے۔ عالموں، واعظوں، خطیبوں اور مبلّغوں کے علاوہ عام آدمی بھی اس کتاب سے احکامِ دین کو عملی زندگی میں بروئے کار لانے میں مدد لے سکتا ہے "۔

" چٹان " لاہور، ۷ ، جون ۱۹۷۶ء

" اسلامی مسائل پر اگرچہ صدیوں سے بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے اور عصرِ حاضر میں بھی، لیکن مولانا عبدالحق کا انداز منفرد و یگانہ ہے وہ عوام سے عوام کی زبان میں نہایت دلنشیں انداز میں بات کرتے ہیں۔ ان کی باتیں دل

میں ترازو ہوتی جاتی ہیں اور دینی موقف سمجھ میں آجاتا ہے۔"

"خدام الدین" لاہور، ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء

"یہ کتاب ملت کے ہاتھوں اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ باید شاید مختلف عنوانات سے اتنا کچھ ملے گا کہ آپ کئی ضخیم کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں گے۔"

"سیارہ ڈائجسٹ" لاہور، جون ۱۹۷۶ء

"دعواتِ حق" ایک بڑے عالم اور بڑے انسان کے خیالات و افکار کا مجموعہ، دینی کتب میں ایک اہم اضافہ اُن تمام موضوعات پر اسلام کی روشنی میں خیالات کا اظہار جو نہ صرف مذہب کی بنیادی رُوح بلکہ انسانی بہبود سے گہرا واسطہ رکھنے والے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"البلاغ" کراچی، رجب ۱۳۹۶ھ

"اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف کو دلوں پر اثر انداز ہونے کی خاص توفیق عطا فرمائی ہے، ان کے مواعظ سے قلب میں سوز و گداز، ایمان میں پختگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں دین کی تعلیمات و ہدایات اور ان کے اسرار و حکم ملتے ہیں۔

"المعارف" لاہور، جون ۱۹۷۶ء

"یہ کتاب نصیحت آموز اور بہترین تذکار و موعظت کا دلآویز مجموعہ نہایت سلیقہ سے بکھرے ہوئے جواہر پارے پیش کیے گئے ہیں، عبادات و معاملات وغیرہ سب چیزیں بڑی اچھی ترتیب کے ساتھ۔

"قومی زبان" کراچی، جون ۱۹۷۶ء

"اسلامی افکار و تعلیمات کا ایسا خزانہ جس کی مثال موجودہ دور میں اُردو زبان میں نظر نہیں آتی۔ افادیت کا حلقہ اور فیضانِ عام مسلمانوں سے لے کر طلبہ، اساتذہ، ائمہ مساجد، خطباء علماء مصلحینِ اُمت، ارباب سیاست و حکومت تک پھیلا ہوا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے قلب کے سوزِ ملت کی دردمندی، اصلاحِ اُمت کے جوش و ولولہ مزاج و مسلک کے اعتدال نے اس مجموعہ کو اور بھی پُر تاثیر بنا دیا ہے۔

باب ۱

حقیقتِ ایمان، جامعیّت و محاسنِ اسلام

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ
اِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِىْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (حٰمٓ السجدۃ۔ ۳۲)

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا
يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط
وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (قصص۔ ۸۳)

اسلام کی عمارت عقیدہ اور اعمال

خطبہ جمعۃ المبارک ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ او کما قال علیہ السلام)

یہ حدیث ایک کسوٹی ہے

محترم بزرگو! یہ حدیث مبارک بخاری شریف کی حدیث ہے اور اس میں اسلام اور ایمان کے بنیادی امور بیان ہوئے ہیں۔ ایک شخص کہے کہ میں مسلمان ہوں مومن ہوں اور میں نے اسلام کا محل اسلام کا قصر اپنے لئے بنا رکھا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو اس حدیث کے معیار پر رکھ لے کہ اس حدیث میں جو امور ذکر ہیں اس میں موجود ہیں یا نہیں۔؟ اگر یہ امور نہ ہوں تو سمجھو کہ برائے نام اور رسمی مسلمان ہے۔ اور اگر یہ امور ہوں تو خدا کی حمد و شکر ادا کر دے کہ الحمد للہ کہ اسلام تو ہے ——— اور آج یہ حقیقت ہے کہ ہم اسلام کے بنیادی امور سے اور اسلام کے الف باء سے بھی خبر نہیں ہیں اسلام کسے کہتے ہیں؟ اسلام کیا چیز ہے۔ اسلام کن اعمال و افعال سے انسان میں موجود اور متحقق ہوتا ہے۔؟ ان باتوں سے ہم بالکل غافل ہیں۔

اسلام کی ایک قصر سے تشبیہ

حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ ——— بنی الاسلام علی خمس اسلام کو ایک خیمہ سے ایک مکان سے ایک قصر سے تشبیہ دی کہ جیسے خیمہ میں مکان میں انسان باد و باراں گرمی سردی سے محفوظ رہتا ہے۔ باہر کے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ تو حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ دنیا میں مکان ہے تو جب اسلام کے قصر میں داخل ہو گئے اسلام کا مکان بنوالیا تو دنیا میں بھی کامیاب و محفوظ

اور آخرت کے عذاب سے جہنم کے عذاب سے وہاں کی سردی و گرمی سے اس مکان کے ذریعہ سے بچ جائیں گے ــــــ اور گویا یہ بھی فرمایا اس تشبیہ کے ذریعہ کہ جیسا کہ خیمہ کے درمیان ایک ستون عمود کہلاتا ہے، جس پر وہ سارا خیمہ کھڑا ہوتا ہے اور چاروں اطراف خیمے کی رسیاں کنڈے اور میخ ہوتے ہیں جس سے وہ بندھا رہتا ہے۔ اس طرح ہمارے مکانات میں ایک درمیانی ستون اور شہتیر ہوتا ہے۔ اور دوسرے چاروں طرف کی دیواریں۔ تو اگر ایک دیوار نہ ہو تو وہ جانب گر جائے گا۔ چاروں طرف کی دیوار نہ ہو تو ویسے سائبان اور خیمہ تو ہو گا مگر انتفاع کے قابل نہ ہو گا۔ اگر ایک طرف کسی گوشہ میں نقص ہو گا۔ باقی درست بھی ہوں مگر وہ جانب ناقص رہے گا۔

عمارت اسلام کی تکمیل کا فکر اور حسن بصریؒ

تو ہم اور آپ تو دنیا کے مکانات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ کسی گھر کا ایک کونہ بھی ٹوٹ جائے تو پھر آرام نہیں آتا کہ بارش آندھی آ جائے تو اس کونہ سے نقصان پہنچے گا۔ اور جب تک وہ شگاف اور نقص ٹھیک نہ ہو تو ہم آرام نہیں کرتے۔ اسی طرح اسلام کا بھی ایک تو بنیادی اصول ہے جس پر اسلام کا نفس وجود قائم ہے۔ اور چاروں طرف چار ایسے امور ہیں اور اعمال ہیں جس پر سارا خیمہ ایستادہ ہو گا۔

حضرت حسن بصریؒ کی مشہور شاعر فرزدق سے ایک جنازہ میں ملاقات ہوئی تو بات چیت ہوئی حضرت حسن نے اس سے پوچھا بھائی موت تو حق ہے۔ تم بھی مرو گے، یہ تو بتلا دو کہ تم نے آخرت کے اس سفر کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔ یہ دن تو سب پر آنے والا ہے۔ آج کسی کے جنازہ میں شریک ہیں تو آج بالکل یہی حالت ہماری بھی ہونے والی ہے۔ تو اس کے لئے کچھ تیاری کی ہے۔؟ فرزدق رحمۃ اللہ نے عرض کیا کہ ــــــ شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ ــــــ تو ہے مگر اور تو کچھ نہیں یہ کلمہ شہادت حاصل کر لیا ہے ــــــ تو حسن بصری نے کہا ــــــ ھٰذا العمود ــــــ یہ تو خیمہ کا درمیانی ستون ہو گیا۔ اس کے اوتار اور رسیاں کدھر گئیں۔؟ خیمہ تو اس پر کھڑا نہیں رہ سکتا اس سے تو فائدہ تب حاصل کر سکو گے کہ چاروں طرف رسیاں ہوں کیلوں سے باندھی ہو، مضبوط ہو تب اندر جا کر آرام

حاصل کرنے کے قابل ہوگا۔ فرمایا: فما الاوتاد وما الاطناب؟ ـــــ اس عمارت کی رسیاں اور کیل کہاں گئے۔ صرف شہادت تو عمود ہے۔ مگر اس سے تو گھر قابل انتفاع نہیں ہو جاتا، چاروں طرف سے کمرہ اٹھاتا ہوگا، تو فرزدق خاموش ہو گئے۔

عمود ایمان کلمہ شہادت کی حقیقت

میرے بھائیو! یہ بنیادی عمود تو کلمہ شہادت ہے مگر اس میں اتنا یاد رکھیئے کہ کلمہ شہادت کا بھی کم از کم معنی اور مفہوم ہمیں معلوم ہونا چاہئے۔ دیکھو یہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ یہ شہادت یہ ترجمانی ہے دل کی اور مافی الضمیر کی۔ تمہارے دل کے اندر کیا ہے، کون سا ایمان اور کونسا یقین کون سا تسلیم وانقیاد تیرے دل میں ہے، تو اس شہادت میں اس یقین کا اظہار ہے کہ اللہ معبود برحق ہیں اس کا کوئی شریک نہیں، دل میں یقین ہے۔ کہ حضورؐ اللہ کی جانب سے رسول برحق ہیں اور دل میں ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی غلامی اور بندگی نہیں کروں گا۔ اور اسی طریقہ پر چلوں گا جو طریقہ اور تدبیر عبادت کا محمد الرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بتلا دیا ہے ـــــ یہ دل کی بات ہے دل کا عقیدہ ہے۔ اگر دل میں یہ نہ ہو تو ایمان نہیں اب دل کے اس مخفی مضمون کی تعبیر اس کلمہ شہادت سے کلمہ طیبہ سے کرتے ہیں۔ اشہد میں اعتراف کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں، میرا دل اس کا قائل ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں وہی میرا خالق ہے وہی رازق ہے وہی مالک ہے وہی نفع دیتا ہے، وہی عزت اور وہی ذلت دیتا ہے وہ سب کچھ کرتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ایک خدا ہی خالق ہے، کارساز بھی وہی ہے، عزت و دولت دینے والا بھی وہی ہے، اور دل میں یہ ہے کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ نے بھیجا ہے۔ اور خدا نے ان کو اپنی طرف سے قانون ہدایت بندوں کے لئے دیا ہے اور میں ان کے ہر حکم کا فرمانبردار ہوں۔ ہر حکم بلا چوں وچرا مانوں گا۔ شریعت کی رسّی اور میری گردن ہوگی۔ دل کا یہ سبق کلمہ کے ذریعہ زبان سے ظاہر کرتا ہے۔

سچی اور جھوٹی شہادت

تو بھائیو! جس کے علم میں یہ بھی نہ ہو کہ میرے دل میں ہے کیا اور میں کلمہ شہادت سے کس مفہوم کی ترجمانی کرتا ہوں۔ یا دل میں کچھ اور ہے زبان سے شہادت ان لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس زبانی دعوی سے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا۔

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكذبون۔

جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسولؐ ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق اپنے اس دعویٰ اور گواہی میں جھوٹے ہیں۔

یہ منافق آکر بڑے بڑے دعوے اور واضح کلمات اور فصاحت و بلاغت سے کلمہ پڑھتے تھے۔ مگر نشہد انک لرسول اللہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ دل کی بات کا اظہار کرتا ہو اب ان کے دلوں میں تو یہ بات تھی نہیں منافق تو اسلام کو دل سے حق نہیں سمجھتا وہ تو کہتا ہے کہ کمیونزم حق ہے۔ سوشلزم حق ہے، اشتراکیت حق ہے، دل میں تو ان چیزوں کو حق سمجھتا ہے اور زبان سے اگر کلمہ پڑھتا بھی ہے تو اس لئے کہ مسلمانوں کی جماعت سے نہ نکال دیا جاؤں۔ مدینہ کے منافق یہ سمجھتے تھے کہ مدینہ میں مسلمانوں کا زور اور غلبہ ہے، پھر تو ہمیں کوئی غنیمت میں حصہ نہیں دے گا۔ شہر سے نکال دیئے جائیں گے۔ تو اس وجہ سے ظاہراً کلمہ پڑھتے تھے، ان کا دل زبان سے موافق نہیں تھا، اور زبان دل کی ترجمان نہیں تھی۔ تو اللہ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شہادت کا معنی تو زبان کی موافقت دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور منافقوں کی زبان دل کے موافق نہیں، اور نفس الامر میں حقیقت میں قلب میں وہ اعتراف و یقین اور تسلیم نہیں، تو لکذبون بیشک یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔ تو جب مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں تو دل میں یہ مفہوم اور یہ معنی لائیں کہ اے اللہ میں گواہ ہوں کہ دوسرا معبود لائق عبادت سوائے تیرے کوئی نہیں۔ تو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور محمد الرسول اللہ آپ کے رسول ہیں اور میں ہر حکم کی تابعداری اور انقیاد کروں گا۔ تو ایمان قائم ہو گیا۔ اب جن غریبوں کا یہ حال ہے کہ انہیں کلمہ شہادت بھی نہ آئے یا ان الفاظ کا مطلب و مفہوم بھی معلوم نہ ہو، تو تم بتلاؤ کہ ان کی بنیاد اور عمود ہی سالم ہے یا نہیں۔؟

اور تجربہ کر لو گلی کوچوں میں دیہات میں بازاروں میں یا جب کبھی نکاح پڑھواؤ اور اس سے کلمہ سنواؤ تب پتہ چلے گا کہ کلمہ کیسے پڑھتے ہیں۔؟ تو یہ بات کہ کلمہ شہادت ہے

کیا اور اس سے کس بات کی ترجمانی ہوتی ہے۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے ـــــ تو اسلام کی پہلی بنیاد کلمہ شہادت ہے۔ اسے سیکھ لو اور صرف الفاظ نہیں بلکہ تمہاری زبان تمہارے دل کی تعبیر کرنے والی بن جائے۔ اب یہ تعبیر زبانی شہادت کہلائے گی اور اس کلمہ شہادت کا مقصد اظہار عقیدہ ہے، ترجمانی ہے عقیدہ کی ـــ

خدا اور رسول میں تفریق

اور اتنا یاد رکھئے کہ عقیدہ کے لحاظ سے ایک شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے، مگر محمد الرسول اللہ کا عقیدہ نہیں تو کافر ہے اور جو محمد الرسول اللہ کہہ دے مگر لا الہ الا اللہ نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ دونوں باتوں پر ایک ساتھ یقین و اذعان کرو گے تب اسلام آئے گا ـــــ اللہ واحد اور لاشریک لہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور آخری نبی ہیں۔ ان دونوں کا اعتراف ایمان ہے۔ پچھلے زمانہ میں حضورؐ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ان میں سے ایک بات کو مانتے دوسری کو نہیں۔ تو اللہ نے فرمایا:۔

والذین یفرقون بین اللہ ورسولہ و یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض۔ | جو لوگ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض پر نہیں۔

حدیث من قال لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت

جیسا کہ آج بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب دین کو تنگ کر بیٹھے ہو، بس جو لا الہ اللہ کہہ دے اُسے مسلمان کہا کرو۔ محمد الرسول اللہ مانے یا نہ مانے انہیں خاتم النبین سمجھے یا نہ سمجھے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔؟ دین کا دائرہ اتنا کیوں تنگ کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ـــــ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ بس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا جنت میں داخل ہوگا ـــــ تو طلباء سے عرض کردوں کہ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ لا الہ کہہ دیا محمد الرسول اللہ کی ضرورت بھی نہیں لا الہ کہہ دو اور جنت داخل ہو جاؤ تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے خود فیصلہ دے دیا ہے۔ کہ والذین یفرقون بین اللہ ورسولہ ـــــ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول میں تفرقہ تفرقہ پیدا کرتے ہیں کہ اللہ کو مانیں گے رسول کو نہیں ـــــ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ایک پر ایمان ایک پر کفر ـــــ بعض کو مان لیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو تو خدا

کہتا ہے: اولٰئک ھم الکٰفرون ـــــ یہ تو ایسا ہے کہ پاکستان کو تو مانیں گے مگر اسکے وزیر اعظم کو نہیں مانیں گے وزیر اعلیٰ نہیں مانیں گے آئین و دستور نہیں مانیں گے تو ایسے شخص کو گولی سے مارو گے یا نہیں تو یہ کہنا کہ خدا کو مانیں گے اور اس کے رسول کو نہیں مانیں گے جنہیں اس نے بھیجا ہے، تو اس طرح جب خدا کی کتاب خدا کا حکم خدا کا قانون نہیں مانو گے۔ تو اللہ کو کس طرح مان لیا۔ یہ عجیب ہے کہ صرف خدا کو ماننا کافی ہو جائے، جبکہ خدا تو کہتا ہے کہ ھم الکٰفرون حقاً بیشک اللہ اور رسول میں تفریق کرنے والے بلاشبہ کافر ہیں اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ حدیث میں ہے کہ ــــ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ ــــ کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے جنت کا داخلہ مل جائے گا۔

شہادت اور ذکر میں فرق

تو ایک نقطہ یاد رکھیں کہ توحید کا جہاں بھی عنوان اور تعبیر شارع نے لفظ شہادت سے کیا وہاں محمد الرسول اللہ بھی ضرور یا لضرور ذکر ہے۔ اس لئے کہ شہادت کا معنی اظہار عقیدہ ہے، باطن کی ترجمانی کرنا یہ معنی ہے شہادت کا اور باطن میں جب تک خدا اور رسول دونوں پر ایمان نہ ہو تو وہ کافر ہے۔ تو تمام احادیث دیکھ لو۔ جہاں عنوان اشہد اور شہادت کا ہے تو وہاں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ بھی ہے، عقیدہ ہے تو اس میں دونوں لازمی ہوتے ہیں اور جہاں عنوان شہادت کا نہیں اور شارع نے کلمۂ شہادت سے تعبیر نہیں کی وہاں مقصد صرف ذکر ہے وہ عقیدہ نہیں اگرچہ احتمال عقیدہ کا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر وہاں اجمالی ذکر الٰہی ہی کافی ہے من قال لا الٰہ الا اللہ میں لا الٰہ الا اللہ ذکر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ خدا کی یاد ہے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام زبان سے بار بار لیں کہ اس نام کی برکات و انوار دل میں سما جائیں یہ تم جو سو دفعہ ہزار دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہو اذا تکرر تقرر، تکرار سے ایک بات دل میں قرار پکڑ لیتی ہے، بار بار دہراؤ تو دل میں راسخ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ اللہ اللہ ہزار دفعہ کہو تو زبان کی تکرار کی وجہ سے اس کی نورانیت اور اللہ کی عظمت دل میں راسخ ہو جائے گی ــــ تو ذکر کا مطلب یہ ہے کہ ذاکر اپنے دل کو غیر اللہ سے منقطع کر دیتا ہے۔ پس ایسا شخص جنت میں کیوں نہیں داخل ہوگا۔ بہر حال

عقیدہ کے بعد اعمال ہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ، رمضان کے روزے، زکوٰۃ کی ادائیگی اور فریضۂ حج
اداکرنا ان سب باتوں پر اسلام کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ صرف عقیدہ بھی کافی نہیں نہ
صرف اعمال بموجب نجات بن سکتے ہیں دونوں لازمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل اسلام پر
عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نقض میثاق کا وبال

خطبہ جمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ الآیۃ
يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ

بنی اسرائیل پر رحمتوں کی بارش

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالےٰ ایک قوم کا ذکر فرماتے ہیں جو نہ صرف اپنے زمانے میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں بے نظیر تھی۔ خداوند کریم کا اس کے بارے میں ارشاد ہے وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اس وقت کی روئے زمین پر رہنے والی اقوام پر ان کو فضیلت دی گئی تھی۔ میری مراد بنی اسرائیل سے ہے۔ بنی اسرائیل کا لفظی ترجمہ" اولادِ یعقوبؑ" ہے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ ان کو خداوند تعالیٰ نے بڑی ترقی دی تھی۔ قرآنِ مجید میں ان کی تاریخ موجود ہے اور ایک قوم تب ترقی کر سکتی ہے جب وہ اپنے مالک اور خالق کے راضی کرنے والے کاموں میں لگ جائے۔ اسے خداوند تعالیٰ زندگی دیتا ہے اور ترقی بھی۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کی ابتداء بھی بڑی تکلیفوں سے ہوئی۔ جب انہوں نے خدا تعالیٰ کے قوانین کی پیروی کی اور انبیاء کا اتباع کیا تو خداوند تعالیٰ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بادشاہت اور دولت ان کے ہاتھ میں آئی۔ انبیاء ان کے خاندان میں مبعوث ہوئے علماء ان کے ہاں پیدا ہونے لگے۔ ہر طرح کی دولت و شوکت انہیں حاصل ہوئی۔ جسم اور صحتیں تندرست و توانا ان کو عطا ہوئیں۔ مگر جب حکومت و دولت کے غرور و نشہ میں احکام خداوندی سے روگردانی

اختیار کی۔ گلی بازار شہروں اور آبادیوں میں شر فساد پھیلانے لگے۔ میلے، ٹھیلے، تماشے عیاشی دنگا فساد، قتل و قتال ان کے محبوب مشغلے بنے تو خداوند تعالیٰ نے اس قوم سے اپنی رحمت ہٹا دی۔ اولئك لھم اللعنۃ ان لوگوں کے لیے عذاب نار ہے۔

اُن کی نافرمانی اور سرکشی

بنی اسرائیل نے اپنے مذہب سے انکار نہیں کیا تھا، مرتد نہیں ہوئے۔ مذہب مانتے تھے۔ پیغمبر مانتے تھے۔ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ کا کلمہ بھی پڑھتے تھے مگر کام مذہب کا نہیں کرتے تھے۔ قوانین شرعی نہیں مانتے تھے ان کے تمام افعال خواہشات کے تابع تھے۔ دل میں آیا تو زکوٰۃ دی۔ نماز پڑھی ورنہ نہیں دل میں آیا مسلمان کی ہمدردی کی ورنہ اسے قتل کر دیا اور جب خواہش ہوئی تو زنا کاری، سود خوری، چوری، ڈاکہ زنی کو اختیار کیا۔ انہوں نے مذہب سے کفر دارانہ نہیں اختیار کیا مگر عہد خداوندی کی ایفا نہ کی۔

الذین ینقضون عھد اللہ من	جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے
بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ	کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ
بہ ان یوصل ویفسدون فی	نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک
الارض اولئك ھم الخاسرون۔	میں وہی ہیں ٹوٹے ہوئے۔ (موضح القرآن)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے ساتھ ملو تو یہ شیطان سے ملے خدا نے فرمایا پیغمبر سے ملو یہ خواہشات کے تابع ہوئے۔ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں سے ملو تو وہ کفار سے ملے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بھائی سے حسن سلوک کرو۔ انہوں نے اسے دشمن بنایا۔ غرض خدا نے جن چیزوں کو جوڑنے کا حکم دیا انہوں نے منقطع کیا۔ اور جن سے انقطاع کا حکم دیا اسے جوڑ دیا اور خدا سے کئے ہوئے سب وعدے توڑ ڈالے تو جب ایک قوم کی یہ حالت ہو تو خدا کی رحمت کب ساتھ دے سکتی ہے کیا تم اس خادم اور غلام کو روٹی دے سکتے ہو جو تمہارا حکم توڑتا ہو تم اسے ایک کہو وہ دوسری کہتا رہے نہیں بلکہ آپ اسے نوکری سے الگ کر دیں گے۔ گھر سے نکال دیں گے تو ایک قوم کو بادشاہت کیوں نہ ملی ہو مگر جب وہ اپنے ایمان و اعتقاد کے خلاف عمل کے میدان میں جھوٹی ہو تو خدا اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ ہم ہر نماز کی ہر رکعت میں ایاک نعبد پڑھتے ہیں اور گویا کہ

وعدہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بندگی کا کرتے ہیں اور پھر اسی نماز ہی میں اس عہد کو توڑ رہے ہیں۔ اگر موقعہ ملا تو کسی کا رومال کسی کا جوتا بغل میں دبا کر لے جائیں گے۔

اسلام کا معنی

میرے بھائیو! اللہ کا قانون یہ ہے کہ جب ایک قوم مسلمان کہلائی تو لازماً اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور تابعدار رہے گی۔ اسلام کا معنی ہی تابعداری اور انقیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لائے گی تب اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ ہوگا۔

ویرزقہ من حیث لایحتسب (الآیۃ) اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو۔ (موضح القرآن)

نصرتِ خداوندی کے ثمرات

جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ہو جائے تو پھر دریاؤں پر ان کا حکم چلتا ہے اور وہ انہیں راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ بادل سے صاف آسمان کو اشارہ کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش برسنے لگے۔ سمندر تک کے سینے پر قدم رکھ بحفاظت گذر جاتے ہیں۔ تاریخ اس کی شاہد ہے غالباً قیرص[1] کے علاقہ میں مسلمانوں کی راہ میں ایک جنگل حائل تھا۔ اسلام کے پھیلانے کے لیے یہاں سے فوجوں کے گزرنے کی ضرورت تھی مگر جنگل شیر، درندوں اور سانپوں سے بھرا ہوا تھا۔ لوگوں نے انہیں جنگل سے گزرنے سے منع کیا مگر صحابہ کرامؓ کے امیر نے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی اے سانپ اور درندو اور بھیڑیو! آگاہ ہو جاؤ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے یہاں آئے ہیں۔ تم اپنی مرضی سے اس علاقہ کو خالی کر دو ورنہ پھر جو خدا کا حکم ہو ہم وہی کریں گے۔ روایت ہے کہ سانپ، شیر اور سب درندے ریوڑ کے ریوڑ جنگل سے بھاگ نکلے اور راستہ صاف کر دیا جنگل خالی ہوگیا۔ یہ تھے مسلمان، حضرتِ حق کی حمایت و نصرت جن کے ساتھ تھی۔

رضائے خداوندی کیلئے محنت کی ضرورت

میرا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کے بندوں پر مصائب نہیں آتے۔ خدا کے بندوں

---

[1] یہ واقعہ افریقہ کا ہے حاکم عقبہ بن نافع فہری صحابی تھے۔ (س)

پر تکالیف بھی آتی ہیں مگر وہ تکالیف تکالیف نہیں ہوتیں درحقیقت وہ مسلمانوں کے لیے ترقی کا ذریعہ بنتی ہیں اور اللہ کے بندوں کو ان تکالیف سے صدمہ نہیں ہوتا بلکہ خوشی ہوتی ہے۔ یہ کارخانے ہیں مزدور اس میں آٹھ آٹھ گھنٹے مزدوری اور زحمت اٹھاتے ہیں۔ تب تنخواہ ملتی ہے اور کبھی کبھی وقت سے زائد بھی کام کرتے ہیں تاکہ مزید تنخواہ مل جائے۔ پسینہ چھوٹا ہوتا ہے۔ محنت و مشقت میں لگا رہتا ہے مگر اسے اس حالت میں خوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی اسے دیکھ کر دعا کرے کہ خدا تجھے اس مصیبت سے نجات دے تو وہ خوش ہونے کے بجائے اس کا دشمن ہو جائے گا کہ مجھے اتنی محنت سے نوکری ملی ہے اور یہ اس کے چھوٹنے کی دعا کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب کل مجھے چار سو روپے تنخواہ ملے گی اور تمہاری جیب میں خاک ہوگا تب تمہیں اس محنت اور مشقت کی قدر آئے گی۔ گویا قیامت کے دن ان بے کار اور بداعمال لوگوں کو اپنے خسارے اور بربادی کا اندازہ ہوگا جب دنیا میں محنت اور مزدوری کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ انعام و ثواب سے مالا مال کرے گا۔ اضعافاً مضاعفاً اجر دے گا۔ ایسی مصیبتیں جو درحقیقت راحتیں ہوتی ہیں افراد پر آتی ہیں، ساری قوم پر نہیں۔ ساری قوم پر مصیبت تب آتی ہے جب قوم کی اکثریت بے دین ہو جائے پھر اجتماعی آفات اور مصائب آجاتے ہیں۔ نعمت چھن جاتی ہے اس لیے کہ قوم نے رب سے وعدہ توڑ دیا ـــــ جیسا کہ بنی اسرائیل نے وعدہ توڑ دیا تو ذلیل کر دیئے گئے۔ بڑے بڑے انبیاء اور لقمان حکیم جیسے حکماء اطباء سب ان سے چھن گئے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ۔ (الآیۃ)	بنی اسرائیل کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی۔ (موضح)

حیّی بن اخطب امدادِ خداوندی کی ایک مثال

بھا ہوا تم لا الٰہ الا اللہ کہہ کر ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے وعدے کرتے ہو اور اسے روزانہ توڑتے ہو تو خدائے تعالیٰ نے بھی اپنی رحمت اور مدد تم سے روک دی۔ اب دنیا میں کوئی علاج ہمارے زوال اور بیماری کا نہیں رہا۔ کل ایک حدیث پڑھ رہا تھا۔ حیّی بن اخطب جرار اور لسّان آدمی تھا مسلمانوں کے خلاف اس نے قریش کو ابھارا غطفان قبیلہ کو آمادہ کیا جو عرب بھر میں بہادر اور جنگجو قبیلہ تھا یہود کو ابھارا جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے جنگ نہ لڑنے کے وعدے بھی کئے تھے مگر حیّ جادوگر شخص تھا۔ ایک پاؤں پھرا اور لوگوں کو اکٹھا کیا۔ ایک روایت کی بناء پر ۲۴ ہزار کفّار مسلمانوں کے خلاف اس نے جمع کئے اور کم از کم روایت دس ہزار کی تعداد کی ہے۔ مدینہ منورہ جو اس وقت ایک چھوٹا سا قصبہ تھا کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہر طرف سے محاصرہ ہوا۔ ان لوگوں کا یہ تھا کہ مسلمانوں کا نشان ہی نہ رہے۔ مسلمانوں پر ایسی حالت کہ زندہ درگور خندقوں میں گھسے پھرتے اور اتنے گہرے خندق کہ زمین کی تری تک کھودے گئے تھے۔ اور ۲۴ ہزار تیر انداز اردگرد سر پر جمع ہیں۔ چونتیس پینتیس دن کفار نے محاصرہ رکھا مسلمان مورچوں سے مدافعت کرتے اور تیروں سے انہیں روکتے۔ کفّار تنگ آ گئے ان میں بعض بہادر بھی تھے جو تیروں سے بے پرواہ ہو کر گھوڑوں پر بیٹھ کر خندق پر چڑھ آتے مگر حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ جیسے بہادر خندقوں ہی میں گھوڑوں سمیت ان کا کام تمام کر دیتے۔ غرض رحمت خداوندی شامل ہوئی آندھی آئی اور کفار بھاگ اٹھے۔ محاصرہ ختم ہوا اب مدینہ کے اطراف کے یہود وعدہ خلافی کی سزا بھگتنے لگے۔

حیّ بن اخطب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اس نے کہا میں دو باتیں عرض کرتا ہوں ایک یہ کہ میں نے جو کچھ کیا اور تمام لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اس پر پشیمان نہیں ہوں۔ اور نہ معافی کا خواستگار ہوں۔ خیر یہ تو اس نے ضد اور عناد کی بات کی ——— دوسری بات یہ کہی کہ یا رسول اللہ اگر خدا تعالیٰ کسی کی مدد نہ کرے تو کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا اور جن کی مدد خدا کرتا ہے تو کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے سارے کافروں کو اکٹھا کیا مگر آج خود تمہارے سامنے قیدی بن کر کھڑا ہوں۔

آج کے یہود — آج وہی یہودی ہیں جن سے ساری دنیا تنگ ہے سمٹ سمٹا کر ایک نقطہ فلسطین پر جمع ہیں وہ بھی اوروں کی مدد اور سہارے سے۔ خدا نے مسلمانوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے انہیں مہلت دی ہے کہ مسلمان عبرت پکڑیں، ہوش میں آئیں ورنہ فلسطین کے علاوہ ان کا سارا طنطنہ اور دبدبہ ختم ہو گیا۔

ہوشیار قوموں کا شیوہ — میرے بھائیو! غلطی تو سب کرتے ہیں مگر تنبیہ کے بعد ہوشیار قومیں فوراً خدا کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ معافی مانگتی ہیں۔ نافرمانیوں سے تائب ہو جاتی ہیں کہ اے اللہ آج کے بعد تیرے دین کی پیروی کریں گے اور پھر خداوند تعالیٰ

انہیں معاف فرما دیتے ہیں اور ترقی دوبارہ عطا فرماتے ہیں لیکن جو قوم بدقسمت ہو ان کے دل پتھروں کی طرح سخت اور مسخ ہو جاتے ہیں خدا کی تلوار ان کے سر پہ لٹکتی ہے اور یہ اور بھی متمرد اور سرکش ہو جاتے ہیں۔

ترکی میں پچھلے سال بعض وزیروں کو پھانسی پر لٹکایا گیا ایک وزیر کا فوٹو اخبار میں چھپا تھا کہ پھانسی سے چند منٹ قبل داڑھی منڈانے (شیو کرنے) میں مشغول تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور گناہ ترک کرنے کی توفیق نہ ملی۔ ——— الغرض جو قوم آفات و مصائب کے باوجود اپنی حالت نہ بدلے وہی خباثت وہی بدخلقی اور بد دینی اختیار کیے ہوئے تو سمجھے کہ اب یہ قوم نہیں پنپ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بدقسمت اقوام میں ایک بھی ایسی قوم نہ تھی کہ عذاب دیکھ کر توبہ کر لیتی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے گڑگڑاتی الا قوم یونس مگر قوم یونس تو یہ حالت بہت خطرے کی ہے۔

عبرت کے تازیانے

اس وقت پاکستان میں بہت خطرے ہیں۔ عذاب خداوندی کے آثار نمایاں ہیں۔ مشرقی پاکستان میں طوفان اور بارش سے تباہی ہوئی۔ بیس بیس فٹ سمندر کا پانی اٹھا۔ اور ایک ضلع میں ۱۰ ہزار افراد غرق ہوئے۔ لاکھوں مویشی ہلاک ہوئے۔ ہزاروں ایکڑ زمین تباہ ہوئی۔ یہاں ہمارے علاقے کی فصلیں تیار ہیں مگر بارشوں سے تباہ ہو رہی ہیں۔ آندھیاں چل رہی ہیں۔ آسمانی آفات کا نزول ہے ابھی پرسوں قاہرہ کے قریب پاکستان کا جہاز گر کر تباہ ہو گیا قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ ادھر دشمن ہماری سرحدات پر کھڑا ہے۔ امریکہ وغیرہ سارے اہل کفر سے ہمارے خلاف اسلحہ جمع کیا جا رہا ہے یہ سب ہمارے لیے تازیانۂ عبرت ہیں مگر لوگوں کو احساس ہی نہیں رہا۔ تمام بے نمازوں میں ایک فیصد بھی اپنے گناہ سے تائب نہیں ہوئے۔ کتنے ہیں جنہوں نے جوا، قتل، ظلم وغیرہ گناہ چھوڑ دئے ——— آخرت سے سب غافل ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ یہ سب اتفاقات زمانہ ہیں ——— وہی رقص و سرود، وہی تھیٹر اور سینما چل رہے ہیں۔ وہی جنگ و جدل، قتل و اغوا ———

انابت عملی کی ضرورت

اللہ کے بندو کچھ تو اللہ سے ڈرو۔ سختی اور مصیبت میں خدا کی جانب لوٹ آؤ۔ اپنی گندگی کو آنسوؤں سے دھو لو کہ اللہ کی

رحمت ہمارے اوپر متوجہ ہو۔ جو بغیر انابت اور توبہ کے ہوتا نہیں ——— صرف زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا کہ مولوی کو رفع آفات کے لیے دعا کا کہہ دیا تم خود تو اللہ کی دعوت قبول نہ کرو نہ حسد چھوڑو، نہ بے حیائی اور بے عملی اور صرف مولوی صاحب کی دعا سے کام چلے ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس لیے خدا کا ارشاد ہے فلیستجیبوا کہ تم سب اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کرو تو تب تمہاری دعائیں بھی قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کو مان کر اس کے دربار میں آجاؤ تب رحمت بھی آئے گی، بد دینی کے تمام کام ترک کرنے ہوں گے۔ تب ملک کو ترقی اور بقا ملے گی ورنہ اور بھی دل مسخ ہو جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مایوس ہو کر دعا کی کہ اب ان لوگوں کے دل پتھر کی طرح سخت کر دیجئے کہ توبہ نہ کر سکیں ——— جس قوم کے دل سخت ہوئے تو سمجھو کہ یہ جہنمی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اس امت میں صحیح مسلمان نہ رہیں تو سمجھو کہ قیامت قائم ہونے والی ہے بے شک قوم میں جو دیندار ہیں انہیں اس کا اجر قیامت میں ملے گا مگر دنیا کا قانون مکافات اکثریت کی تابع ہے۔ دنیاوی عذاب میں سب شامل ہوتے ہیں۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ — اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر (موضح)

آج کل ووٹوں کا زمانہ ہے اس میں تو اکثریت کا اعتبار کرتے ہو اور دین میں نہیں اگر آج ہم سب مرد و عورت گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے تائب ہوں تو دیکھئے کہ حالات کیسے بدلتے ہیں۔ نہ یہ عذاب ہوں گے نہ طوفان اور سیلاب کی آفتیں ———

اب اخلاص سے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفار کے شرور سے محفوظ رکھے اور آسمانی و ارضی آفات دور فرمائے ——— اے اللہ تیری رحمت ہمارے گناہوں سے بڑھ کر وسیع ہے۔ ہمارے گناہوں اور اعمال کی وجہ سے ملک پر عذاب نازل نہ فرما اور اسلام کی پائیدار دولت و نعمت ہمیں نصیب فرما۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نعمتِ اسلام کے تقاضے

(خطبہ عید الفطر ۱۳۸۷ھ عیدگاہ اکوڑہ خٹک)

محترم بھائیو! رمضان المبارک کا مہینہ ہزارہا برکات کے ساتھ گذر گیا۔ کتنے لوگ تھے جنہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ رمضان کا مہینہ کسے کہا جاتا ہے۔ ابھی ابھی کسی نے ایک شخص کے بارہ میں کہا کہ وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کونسا مہینہ ہے۔

آج مسلمان سگریٹ پی کر بازار میں جاتا ہے، یہ دین کی توہین کہاں ہو رہی ہے؟ اس ملک میں جس کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے لئے حاصل کیا گیا تھا آج ۲۰ برس کے بعد آوازیں اٹھتی ہیں کہ، ہم نے پاکستان اسلام کے لئے حاصل نہیں کیا ہم نے تو اس لئے حاصل کیا تھا کہ ہم ہندو اور سکھ کے اقتصادی اور معاشی دباؤ سے چھوٹ جائیں، مطلب یہ کہ ہمیں تو پیسے کی ضرورت ہے، ہمیں تو روٹی کی ضرورت ہے ہم مذہب کو کیا کریں گے، ہم لامذہب ہیں، ہماری اقتصادی حالت درست ہو، معاشی حالت درست ہو۔

خدا کے قانون کی نافرمانی

بھائیو! اگر آج دفعہ ۱۴۴ نافذ ہو تو ہے کوئی بہادر جو اس کی مخالفت کرے؟ اور اگر کسی نے کی تو حکومت کے تمام قوانین، پولیس اور فوج اس کے پیچھے لگ جاتی ہے یا کہ نہیں؟ کہ تم نے کیوں اس کو توڑا، اس کے لئے ہتھکڑیاں بھی ہیں، زہریلی گیس بھی ہے، گولی بھی اس پر چلائی جاتی ہے۔

مگر آج مسلمان برملا روزے کی توہین کر رہا ہے کیا آدھے کے قریب لوگوں نے برملا روزے نہیں کھائے؟ دن بھر کھانا پکتا رہا اور چائے پکاتے رہے بھلا ان کے لئے

آج کے دن کیا اجر ہے، ایسے لوگوں کی وجہ سے قوم کے غرق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے ، یہ طوفانِ نوح ؑ کا نمونہ خدا نے آخری عشرہ میں دکھا دیا، ہم جیسے گناہ گاروں کی وجہ سے قوم غرق ہو رہی تھی، ایسے لوگ تو قوم کے لئے تباہی کا باعث بنیں گے، جیسا کہ فرعون کے بارے میں ہے :۔

یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردھم النار وبئس الورد المورود ﴿
(سورۃ ھود آیت ۹۸)

آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچادے گا ان کو آگ پر اور برا گھاٹ ہے جس پر پہنچے۔ (ترجمہ موضح القرآن)

خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ کفراً واحلوا قومھم دار البوار۔
(سورۃ ابراھیم آیت ۲۸)

تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت اور تباہی کے گھر میں اتار دیا۔

ہر قوم کے اندر دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں بعض تو وہ ہیں کہ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں وہ قوم کو زندہ کرتے ہیں اور قوم کو ترقی دیتے ہیں۔

قوم کو تباہ کرنے والے

بعض ایسے ہیں کہ خدا کی نعمت کو ناشکری کے ساتھ بدل دیتے ہیں، دیکھئے مکہ معظمہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، قرآن مجید نازل ہوا، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم جیسے بزرگ بھی موجود ہیں، لیکن اس میں ابوجہل بھی ہے خدا کی نعمت کی ناشکری اس نے کی، قوم کا لیڈر تھا، حکومت کا مالک تھا ابوجہل ، اس کو ابوالحکم کہتے تھے نہ صرف سرمایہ دار بلکہ حکومت کرنے والا، قوم کو کہا نکلو میرے پیچھے، جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ بدر کے کنارے پہنچ کر خود بھی جہنم میں گرا اور قوم کو بھی لے ڈوبا۔ فاوردھم النار وبئس الورد المورود۔

محترم بزرگو! آج ہم اس شکریہ کی ادائیگی کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوئے ہیں کہ خدا نے ہمیں بندگی کی توفیق دی، یہ دن معمولی دن نہیں اس کو سمجھ کر یہاں سے جانا چاہیئے، آج کے

دن سے پہلے رمضان کا مہینہ تھا جس میں قرآنِ پاک اتارا گیا اور اس سے قبل مسلمان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا، مسلمان کا نام ونشان نہ تھا۔ دنیا میں اگر ڈنکا تھا، شہرت تھی، سیاست اور عظمت تھی، حکومت اور سلطنت تھی تو کس کی تھی؟

بنی اسرائیل سے نصیحت بنی اسرائیل کی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد کی، دو ہزار برس بنی اسرائیل نے زمین پر حکومت کی سلطنت کی، ان میں بڑے بڑے فلاسفر، بڑے بڑے حکیم گذرے۔ وہ شام کے رہنے والے تھے، وہ سرسبز باغوں کے مالک تھے، دولت کے مالک تھے، لیکن اللہ جل مجدہٗ نے ہر قوم کو کامیابی اور تباہی کے اصول بتلا دیئے ہیں۔ خدا کا کسی کے ساتھ رشتہ نہیں، وہاں کوئی صرف یہودی کے نام سے یا کوئی صرف مسلمان کے نام سے یا کوئی مولوی یا تاجر ہونے کے نام کچھ کما نہیں سکتا۔ وہاں عمل سے، ایمان سے کمائی ہوتی ہے۔ ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں اور تعلق کا ذریعہ صرف ایمان اور عمل ہے۔ تو یہ دن اور مہینہ مسلمان کی تاریخ بننے کا دن اور مہینہ ہے، یہ اُسی ایمان اور عمل کے جلاء اور ترقی کا ذریعہ ہے جس سے ہماری تاریخ بنتی ہے۔ ہمارے سے پہلے اس دنیا پر کس کس قوم نے حکومت کی؟ بنی اسرائیل سے خطاب تھا:۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی	میں نے تمہارے اوپر کتنے انعامات کئے اور
انعمت علیکم وانی فضلتکم علی	میں نے اپنے زمانہ کے تمام باشندوں
العلمین ﴿بقرہ ۴۷﴾	پر تمہیں فضیلت دی۔

بڑے بڑے پیغمبر گذرے اور ہر ایک نے انہیں تلقین کی کہ اے قوم اپنی دولت اور فلسفوں پر غرور مت کرنا، اقتصادیات کے فریب میں نہ آنا۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر	ہم نے زبور میں بھی لکھ دیا تھا کہ یہ زمین
ان الارض یرثھا عبادی الصلحون	نیک لوگوں کے لئے ہے گندے لوگوں
﴿الانبیاء ۱۰۵﴾	کے لئے نہیں۔

کچھ مہلت مل بھی جائے مگر بالآخر اس کو ختم کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سبزہ زار کے اور ریگستان کے باشندے برابر ہیں، شام کی سرسبز و شاداب اور آباد زمینوں کو بنی اسرائیل اور دوسری قوموں نے گندہ کر دیا۔ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ ھُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ ھُوَ خَیۡرٌ۔

عباد صالحین کی وراثت تو اللہ جل جلالہٗ نے اعلان کر دیا کہ اس سبزہ زار سے یہ نعمت ختم اب ریگستان کی باری ہے، وادیٔ غیر ذی زرع کی باری ہے کہ آج تک اس میں غلہ نہیں اُگا۔ وہ سرزمین عرب، وہ کوہ فاران وہاں پر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف نازل کیا اور اسی رمضان کے مہینہ میں، شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ اس رمضان کے مہینہ میں اللہ نے زمین کی وراثت اپنے عباد الصالحین کو منتقل کر دی، جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے نام سے مشہور ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر تم اس نعمت کی قدر کرو گے اس کو مانو گے، اگر تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں ہو گے تو یاد رکھو کہ فرشتے تمہاری امداد کریں گے، حیوانات تمہارے اشاروں پر چلیں گے، ہوائیں تمہارے ہاتھ میں ہوں گی یہاں تک کہ چاند اور سورج اور ستاروں کی طرف اگر تم اشارہ کرو گے تو وہ اللہ کے فضل اور امداد سے تمہاری خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اور یہ ایک واعظانہ بات نہیں اپنی تاریخ کو دیکھئے، اور ابھی قریب ہی میں جنگ ستمبر میں ہمارے مجاہدین نے اور اونچے محلات سے لے کر جھونپڑیوں تک سب نے اللہ تعالےٰ کا نام لیا اور لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا تو خدا کی امداد شامل حال ہوئی، بادل ساتھ رہے، ہوائیں ساتھ رہیں۔

قرآن مجید کا حقیقی مطالبہ تو یہ اس قرآن کریم کی برکت تھی کہ اس ریگستان کے باشندوں نے جن میں سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمانؓ، سیدنا علیؓ جیسے اولو العزم بزرگ صحابہ گذرے ہیں، جہاں خاندانِ بنو اُمیہ نے حکومت کی جہاں خاندانِ بنو عباس نے حکومت کی، یہ اسی نزولِ قرآن اور اس پر عمل کا کرشمہ تھا۔

مگر آج تو ہم سیاست کے لئے قرآن کو استعمال کرتے ہیں، ووٹ کے زمانہ میں ہم

اس کا نام لیتے ہیں، مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہم اس کا نام لیتے ہیں، گویا جب قوم پر نزع کی حالت طاری ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کہ مولوی کو بلاؤ کہ سورۃ یٰس پڑھ لے۔

بھائیو! یاد رکھیں اگر یہ قرآن ہمارے اخلاق کو بدلے گا، ہماری سیاست، ہمارا کریکٹر، ہمارا تمدن اگر اس کے ماتحت آئیں گے تب ہم قرآن کے ماننے والے ہوں گے۔
قرآن کا ماننا کوئی آسان بات نہیں،

مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ ایک توحید کا مسئلہ ہے کوئی مسلمان جب تک موحد نہیں ہوگا اس کی کوئی نیکی اسے کام نہیں دے گی۔

عقوق والدین اور جہاد سے گریز

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس میں تین کام ہیں سے کوئی ہو تو اس کو نیکی کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ (۱) جس شخص سے اس کے ماں باپ ناراض ہوں اور وہ والدین کا عاق ہو۔
آج ہر گھر میں بیٹا باپ کا اور لڑکی ماں کی دشمن ہے، ملعون ہے وہ شخص جو اپنے باپ پر لعنت کرتا ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی کی زبان بند ہوگئی جبکہ ماں اس سے ناراض تھی، امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کی زبان کھل گئی جبکہ ماں نے اسے معاف کردیا، تو فرمایا کہ جس سے ماں باپ ناراض ہوں اس کی نیکی قبول نہ ہوگی۔

توحید

(۲) دوسرا وہ شخص جو میدانِ جہاد سے بھاگتا ہے کفار کا سامنا نہیں کرتا اسکی نیکی قبول نہیں (۳) اور جو مشرک ہوا اس کی نیکی بالکل قبول نہیں ہوگی، دن بھر خیرات کرتا رہے، کپڑے روٹی دیتے رہیں، سڑکیں اور پل بناتے رہیں، لیکن جب ایمان اور توحید نہیں تو کچھ فائدہ نہیں۔ اگر کوئی کہہ دے کہ توحید تو کلمہ پڑھنا ہے آسان بات ہے مگر ایک جاہل کی توحید آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اکبر بادشاہ یا کوئی اور مغل بادشاہ شکار کو گیا، اس دوران ایک دیہاتی گنوار کے گھر پہنچا اُس نے دیکھا کہ کوئی ثقہ آدمی ہے تو اس نے اس کی بڑی خدمت کی، اکبر نے بعد میں اس سے کہا کہ میرا نام ہے اکبر، میں تمام ہندوستان کا بادشاہ ہوں تمہیں جب کبھی ضرورت

پڑے تو وہیں آنا، گویا تعارفی کارڈ بھی دے دیا۔ چند دن کے بعد وہ گنوار دیہاتی آیا تو دیکھا کہ بادشاہ نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کے بعد اس نے دعا مانگی، یہ بدو گنوار دیکھ رہا ہے نماز کے بعد اُس نے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے تھے؟ اُس نے کہا میں تو اللہ جل مجدہٗ سے اپنی حاجتوں کو مانگ رہا تھا، اس گنوار نے کہا کہ اچھا جب اللہ تعالیٰ تمہاری شاہانہ حاجتوں کو پورا کر رہا ہے کیا وہ مجھ غریب کی غریبانہ حاجتوں کو پورا نہیں کرے گا؟ مجھ پر لعنت ہو کہ میں تجھ سے مانگوں، بس واپس روانہ ہو گیا۔ بھائی توحید ایسی چیز ہے اور جس میں توحید نہ ہو اس کا کوئی عمل قبول نہیں، تو ایک توحید کے کتنے تقاضے ہیں۔

ترقی کا حقیقی معیار

بھائیو! آج ہم بڑی آزمائش کے مقام پر ہیں دُنیا آج یہ سمجھتی ہے کہ جہاں کارخانے زیادہ، جہاں سڑکیں زیادہ ہوں، جہاں دولت و طاقت زیادہ ہو وہی کامیاب، نہیں! یہ حقیقی کامیابی نہیں۔ دیکھو اُندلس، جہاں ہم نے سینکڑوں سال حکومت کی، ابن عربی، ابن رشد اور ابن خلدون جیسے حکماء و علماء وہاں پیدا ہوئے۔ زراعت، معدنیات، صنعتوں کی جتنی چیزیں ہیں انہی لوگوں کی ایجاد تھیں، لیکن وہ جب عیاشی میں لگ گئے تو اسی قصر الحمراء اور الزہراء میں انہی عمارتوں اور محلات میں ان کی تباہی ہوئی اور قبروں سے مُردوں کی ہڈیوں کو بھی نکالا گیا، دولت اور خوشحالی نے انہیں نہ بچایا۔

مشرقِ وسطیٰ

دیکھو مشرقِ وسطیٰ کی حالت ہمارے سامنے ہے، ہمارے عزیز عرب بھائیوں پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک تھپڑ اُنہیں دی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزادی دی اور انہوں نے اس کی بے قدری کی، آج دُنیا کی ذلیل ترین قوم، بدترین قوم یہود جو ہے اُنہیں عربوں پر غلبہ ملا، یہ ٹھیک ہے کہ اُن کی پشت پر انگریز ہے، امریکہ ہے، اور پشت پر ہونے دو، اگر ہم خود ٹھیک ہوتے تو یہ مل کر بھی کچھ نہ کر سکتے۔ ہمارے لئے تو رونے کا مقام ہے کہ ہماری مسجدِ اقصیٰ پر انہوں نے فتح کا جھنڈا گاڑ دیا، ہمارے لاکھوں عرب بھائی یہود کے تسلط میں آ گئے۔ ہمارے پاس میزائل بھی ہیں، بم اور راکٹ بھی ہیں، مگر ایمان اور روح کی زندگی پر قرآن سے

غور کرو کہ ہے یا نہیں ۔

اس ہندوستان پر ہم نے آٹھ سو برس تک حکومت کی مگر ہمارے لال قلعہ پر کیوں ہندو کا جھنڈا کھڑا ہے؟ آگرہ کا تاج محل کیوں ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے؟ ہم جب بارہ فیصدی تھے تو ہم نے آسام سے لے کر ہرات تک اسلام کا جھنڈا لہرایا، اور آج ہم سمٹ گئے، سارا ہندوستان چھوڑ کر ایک تھوڑے سے خطے میں سمٹ گئے۔

اسلام ترقی سے نہیں روکتا

الحمد للہ مسلمانوں کے پاس آج مادی طاقت بھی ہے اور مادی طاقت سے ہم منع نہیں کرتے، یہ جو بدنام کرتے ہیں کہ مولوی مادی طاقت اور ترقی سے منع کرتا ہے، تو یہ غلط ہے، خدا کا حکم ہے کہ :۔

واعدوا لھم ما استطعتم جتنی بھی ہو سکے ان کے مقابلہ میں تیاری کرو۔ (الآیۃ)

پریکٹس، ٹریننگ کرو، مشقیں جاری رکھو، تم مجاہد اُمّت ہو، تمہارا ہر قدم جہاد ہونا چاہیئے۔

اسلام کہتا ہے کہ تم متفق رہو مگر ہمارے اندر افتراق و انتشار ہے، گھر گھر مخالفت ہے، باپ بیٹا مخالف، محلہ اور گاؤں اختلاف کا شکار ہے، شہروں میں آدھا شہر رونے کھا رہا ہے، یہ کہاں سے شیطان آگیا کہ اوپر سے نیچے تک دین کا ایک ایک شعبہ ختم کر رہے ہیں، ظاہری نمائش اور ٹیپ ٹاپ کے پیچھے ہم لگ گئے ہیں حالانکہ اصل چیز ایمان ہے، روحانی قوت ہے، عمل ہے۔

آج کا مبارک دن بھی ان چیزوں کے مظاہرہ کا دن ہے کہ خدا تعالیٰ نے عبادت کی توفیق دی اس کا شکریہ ہم عیدگاہ میں ادا کرنے جمع ہوئے ہیں ہم کو

سوچنا ہے کہ ہمیں اپنے گھروں میں اسلام پھیلانا چاہیئے، اپنی بیوی بچوں کی اصلاح کرنی ہے، آپس میں جو برائیاں ہیں، جھگڑے ہیں منّت سماجت کے ساتھ ان کو ختم کرنا چاہیئے تاکہ اللہ تبارک وتعالےٰ اس نعمتِ قرآن میں اور ترقی عطا فرماوے، ورنہ

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ۔ اگر تم نے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالےٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا۔

کے مصداق بن جائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حسنۂ دنیا و آخرت

ایک غیر مطبوعہ خطبۂ جمعۃ المبارک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

محترم بھائیو! اسلام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ایک جامع مذہب ہے، دنیا میں ہم پر اللہ تعالیٰ کی لامتناہی رحمتیں ہیں اور آخرت میں بھی اللہ جل جلالہ کا کرم اور رحمت مسلمانوں اور مومنوں پر ہوگا ——— یہ دعا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً۔ ہم اور آپ ہر نماز میں قاعدہ آخیرہ میں سلام پھیرنے سے قبل کرتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے رب آپ کے ہم پر احسانات ہیں، آپ نے ہمیں پیدا کیا ہے، آپ نے روزی دی ہے، آپ نے کپڑا دیا ہے۔ آپ نے جسم اور اعضاء و جوارح دئے ہیں، آپ نے غیر متناہی احسانات ہم پر کئے۔ اور ہماری پرورش بھی اے خدا آپ ہی کرتے ہیں۔

حسنۂ دنیا کی حقیقت اے خدا ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آتنا فی الدنیا حسنۃً۔ اے خدا دنیا میں بھی ہمیں حسنہ دے اور آخرت میں بھی حسنہ سے نواز، اس کا ترجمہ تو آج کل لوگ بڑی دولت بڑی دنیا سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے نا اسلام نے دنیا کی ترغیب دی ہے ——— تو بھائیو! اس آیت میں پہلے دنیا کا ذکر ہے، اس لئے کہ زندگی کے مراتب میں دنیا کی زندگانی آخرت پر مقدم ہے تو ترتیب ذکری ترتیب وضعی کے تقاضا کے مطابق ہے۔ آج ہم کسی کا تعارف کراتے ہیں تو پہلے دادا کا نام لیتے ہیں، پھر والد کا۔ تو دادا مقدم ہے، پھر باپ پھر پوتا۔ اسی طرح دنیا ہر شخص کے لئے مقدم ہے۔ اور آخرت اس کے بعد۔ اور بھائیو! دنیا ذریعہ ہے کمال کا اگر ایک شخص کامیابی چاہتا ہے، نجات و فلاح مانگتا ہے، جنت مانگتا ہے۔ اللہ کی رضا کا طالب ہے، قرب خداوندی چاہتا ہے تو ان سب کی کمائی کا زمانہ بھی یہی دنیا ہے۔ لیکن اس آیت کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں کہ اے اللہ مال و دولت بہت دیدے۔ اس لئے کہ ربنا آتنا الدنیا۔ نہیں ہے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً ہے۔ یہ دنیا کی زندگی آپ نے دی ہے اس میں جو چیز مانگتے ہیں وہ دنیا اور دولت نہیں بلکہ حسنہ مانگتے

ہیں۔ حسنہ عربی میں نیکی کو کہتے ہیں۔ اے خدا دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے ہم اور آپ جب ہر نماز کے اختتام میں یہ دعا پڑھتے ہیں تو ہم کو اس وقت یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اے اللہ ہمیں دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے۔ یہ نہیں کہ مال و دولت بلکہ حسنہ کا سوال ہے۔ دنیا کی زندگی ہر ایک کی جو ہے اے اللہ اس میں عبادت بندگی نیکی کی توفیق دیدے۔ سنت کی پیروی کریں، دین کی کچھ خدمت کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو جائے، ایسے اعمال و افعال جو اللہ کی رضا اور قرب کا باعث بن جائیں کہ جب اس مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلیں تو یا اللہ بھلائی کی توفیق نصیب ہو اور میرے ہاتھوں سے کسی پر ظلم نہ ہو، میرے ہاتھ پاؤں زبان کسی کی اذیت کا باعث نہ بنیں ایسا کوئی کام مجھ سے سرزد نہ ہو جو آپ کے حکم کے خلاف ہو۔ یہ سیئۃ ہے ــــ تو اے خدا ہمیں سیئۃ سے حسنۃ اور بدی سے نیکی کیطرف پھیر دے۔ دنیا کی یہ زندگی نیکی میں خرچ کر دے اور آخرت میں اُن نیکیوں کی زندگی کو قبول فرمانے کی مہربانی کر دے۔

بھائیو! ہمارے اپنے قبضہ میں کوئی شئے نہیں۔ یہ اپنی جان بھی ہمارے قبضہ میں نہیں میری یہ اپنی روح جسے میں اپنی روح اپنا جسم اپنے ہاتھ پاؤں کہتا ہوں یہ بھی میرے نہیں اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کی رضا اور مرضی سے زندگی ہے۔ اور اسی کی مرضی سے موت ہے وہ چاہے تو بیمار کر دے۔ اللہ کی مرضی سے غنا ہے اور فقر ہے وہ چاہتا ہے تو غنی کر دیتا ہے۔ نہیں تو فقیر۔ اگر ہماری مرضی پر ہوتا تو کون فقر چاہتا ہے۔ کون بیماری اور موت پسند کرتا ہے۔ اگر ہم کچھ نیکی اور عبادت کر بھی لیتے ہیں تو اپنے سے کیا دیا، اُسی کی دی ہوئی توفیق، اسباب، اور قوت عمل تھی تو اے اللہ اب تو محض اپنے کرم سے ہمارے اس عمل نماز روزہ حج کو قبول فرما دے۔ وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

دنیا اور آخرت کی ملازمۃ | بھائیو! آخرت اور دنیا کے درمیان بالکل ملازمۃ ہے۔ اور ہم اور آپ سب آخرت کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیسا رہے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایمان بین الخوف والرجاء ہونا چاہیئے اور ایک شخص کو ہر وقت خوف میں رہنا چاہیئے۔ کہ انجام کیا ہوگا۔؟

مدار مآل پر ہے حال پر نہیں | میں نے پچھلے جمعہ عرض کیا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مسلمان ہے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں کافر سے بہتر ہوں۔ یعنی ایک تو یہ بات، مطلق مسلمان مطلق کافر سے بہتر ہے یہ تو ٹھیک بات ہوگی مگر یہ کہ ایک مسلمان کسی کافر کو مشخص کر کے کہے کہ میں اس سے بہتر ہوں تو ایسا کہے یا نہ کہے۔؟ تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اس وقت تم مسلمان اس کافر سے بہتر ہو، حال تو بہتر ہے مگر اعتبار مآل (انجام) اور خاتمے کا ہے کیا معلوم کہ ایک شخص موت سے پہلے عیسائی ہو جائے یا قادیانی یا پرویزی ہو جائے، یہودی ہو جائے یا کوئی اور

بلا ہو جائے تو پھر کیا ہوگا۔؟ کیا کوئی اعتبار اور یقین ہے انما الاعتبار للخواتیم۔ خاتمہ کے لئے اعتبار ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ فلاں کافر موت سے قبل مسلمان ہو جائے تو ایک شخص اپنے بارے میں خوش فہمی اور غرور میں ہرگز مبتلا نہ ہو اور اس میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان میں کبر و غرور نہیں آئے گا۔ اپنے کو کمتر سمجھے گا تو نیکی اور بھلائی میں اور بھی بڑھنے کی سعی کرے گا۔ دیکھئے ہر دنیادار، دکان دار، تاجر (الا ماشاء اللہ) دن رات اس کوشش میں ہے کہ اوروں سے بڑھ جاؤں، کسی کے دس بنگلے یا باغات ہیں تو میرے بیس ہو جائیں۔

دنیا اور دین میں مطمح نظر کیا ہونا چاہیئے | اس لئے ہمیں کہا گیا اور علاج کے طور پہ کہ دنیا کے معاملات میں حرص اور لالچ بہتر نہیں بلکہ اپنے سے کم شخص سے اپنا موازنہ کرتے رہو اور دین کے معاملہ میں اپنے سے زیادہ صالح اور بہتر سے موازنہ کرو تم کو جو مکئی کی روٹی ملی ہے تو کہتے ہو کہ مجھ پہ اللہ کی کونسی نعمت ہے۔؟ اس شخص کو دیکھو جو بیچارہ ایک ہفتہ سے بھوکا ہے۔ کچھ بھی نہیں کھایا غالباً حافظ شیرازیؒ کے بارہ میں ہے کہ جوتے نہیں تھے جمعہ کی نماز کے لئے، باہر آنے سے جھجک رہے تھے کہ بغیر جوتوں کے کیسے جاؤں۔ باہر آئے تو دیکھا کہ ایک فقیر سیڑھیوں پہ بیٹھا ہے، اور دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں، دیکھ کر تائب اور نادم ہو گئے۔ کہ یا اللہ میرے جوتے نہیں تو کیا ہؤا اسکی تو ٹانگیں ہی نہیں۔ تو تیرا مجھ پہ کرم ہے۔ تو دنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھا کرو۔ اور موجود نعمتوں کے شکر گذار بن جاؤ اور دین کے معاملات میں اپنے سے کم کو نہیں بلکہ اپنے سے بہتر اور برتر کو دیکھا کرو تم سمجھتے ہو کہ میں عالم ہوں۔ تو ارے بھائی تم کیا عالم ہو، صاحب ہدایہ عالم تھے امام ترمذی عالم تھے امام بخاریؒ عالم کہلانے کے مستحق تھے، قاضی اور صدرا کے مصنفین عالم تھے پھر سمجھو گے کہ ہم میں تو علم کی بو بھی نہیں علم اور دین میں اعلیٰ معیار کو مطمح نظر رکھو۔ تب پتہ چلے گا کہ میں تو بالکل خالی ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایمان تب کامل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہوں مگر مطمئن بھی نہ ہو اپنے حال سے بلکہ خوف و رجاء دونوں کی حالت ہونی چاہیئے، تب ایمان پائدار اور مضبوط ہوگا۔

مکافاتِ عمل کا قطعی اصول | مگر یہ یاد رکھو کہ دنیا اور آخرت کے درمیان ملازمہ ہے۔ بالکل جیسے کاشتکار گندم بوتا ہے۔ تو چند ماہ بعد وہ کھیت سے گندم ہی کاٹے گا۔ اور اگر کسی نے جو بویا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جو کی بجائے گندم کاٹ لے اگر کانٹے بوئے ہیں تو کانٹے ہی کاٹے گا

از مکافاتِ عمل غافل مشو　　　گندم از گندم بر آید جو ز جو

دیکھئے عمل کے بدلے کے اصول سے غافل مت بنیں وہی خدا ہے۔ جو اس دنیا کو چلاتا ہے وہی خدا آخرت کو بھی چلائے گا۔ تو اگر یہاں نیکی اور حسنہ میں زندگی گذاری تو وہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔

حسنہ کا مطلب | اس لئے نماز میں دعا کرتے ہیں کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ــــ الآیۃ نیکی کی توفیق

دنیا میں دیدے نہ یہ کہ بہت مال و دولت ہی اس دعا سے مراد لیا جائے ۔ فی الدنیا ظرف ہے ، خدا سے دنیا نہیں بلکہ دنیا میں حسنۃ مانگتے ہیں ۔ پھر حسنۃ بھی عجیب لفظ ہے ۔ ہر امر شرعی ، کہ موافق شرع ہو وہ حسنۃ ہے خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا اور ہر امر جو شریعت کے خلاف ہے وہ سیئۃ ہے ۔

——— تو بھائیو ! اگر ہم نے بویا گناہ کا تخم زندگی ظلم رشوت جوابازی فساد حرام خواری میں گذاری نہ پیغمبرؐ سے تعلق رہا نہ خدا سے نہ خدا کی کتاب سے تعلق رہا بس اپنی جوانی اپنی عزت اور وقار اپنی پیشہ اپنی قومیت اور انانیت ہی میں لگے رہے ، بھئی عزت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق وقار اور پیشہ اور غیرت وحمیت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق ———۔

ہم تو شرع کے پابند نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پابند ہیں ۔ تو بوتے عمر بھر کانٹے ببول اور زعم ہے کہ آنکھیں بند ہوتے ہی سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے ۔ تو کیسے جنت جا سکو گے ۔ ؟ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک انڈا اندر سے خراب ہے باہر چھلکا بہت صاف اور ستھرا ہے ۔ سفید خول ہے جب توڑ دو تو گندہ بدبو دار غلیظ پانی اس سے برآمد ہوگا ۔ اگر دنیا کی زندگی گندی ہے ۔ بددینی اور بدی سے بھری ہوئی ہے تو جب زندگی کا یہ انڈا جو کتنا ہی صاف ستھرا کیوں نہ تھا جب ٹوٹ جائے گا تو وہی خون پیپ بدبو اور غلاظت اس سے برآمد ہوگی ۔ سانپ ، بچھو نکل آئیں گے ۔ کانٹے بوتے تھے کانٹے کاٹو گے ۔ لیکن اگر یہاں دنیا کی زندگی قانونِ خداوندی اور شریعت کے مطابق بسر کر دی ہے ۔ تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب ایمان پہ خاتمہ ہو جائے گا تو وہاں پھول ہی پھول ہوں گے ۔ جنت اور باغات ہوں گے ۔ اور برا کرو گے تو بُرا بدلہ پاؤ گے ۔ اگر حسنۃ اور بھلائی شیوہ بنا لیا ہے ۔ تو خدا کی رحمت اور اجر و ثواب سے پھر مایوس مت ہونا جو تخم کاشت کیا ہے وہی کاٹو گے ، اور بڑے بڑے اضافوں کیساتھ ۔

دین اور دنیا کا باہمی تعلق

بھائیو ! اتنا یاد رہے کہ اسلام دنیا کے خلاف نہیں ایک حدیث میں آتا ہے ۔ کہ دنیا کی مثال دریا اور پانی کی طرح ہے ۔ پانی نہ ہو تو کشتی اور جہاز کیسے چلے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد اب تک اور موت تک سفر حیات جاری ہے قبر تک موت تک ہر مرد و عورت مسافر ہے ۔ تو یہ مسافر یہ سفر پانی پر کرتا ہے جسے دنیا کہا جاتا ہے اور یہ دل ایک کشتی ہے ۔

تو بھائیو ! اسلام دنیا کا مخالف نہیں مگر وہ دنیا جس سے دین کو مجروح کر دیا زخمی کر دیا دین کو گنوا دیا اور خراب کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم دریا میں کشتی میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہوں اور کشتی کو نیچے سے توڑ دیا اس میں سوراخ کر دیا ، پانی اندر آ گیا ۔ تو ظاہر ہے کہ نتیجہ ڈوبنے ہی کا نکلے گا ۔ تو بھائیو ! جس نے اس سفر میں دین کی کشتی کو چھلنی کر دیا دنیا کے ذریعہ اور دنیا کو دل کی کشتی میں بھر دیا تو جیسے قوم نوح غرق ہو گئی ، عاد و ثمود تباہ ہو گئے اور دنیا

میں بہت سے امراء اور دولتمند دنیا پرست اسی طرح تباہ ہو گئے جس نے دنیا کو دین کے مقابلہ میں زیادہ معزز سمجھ لیا وہ غرق ہو گیا —— ہاں اگر کشتی محفوظ ہے اندر پانی نہیں آرہا پھر حفاظت سے اطمینان سے پانی پر سفر کرتے رہو، کراچی اور جدہ تک اس پانی کو سفر کا ذریعہ بنا کر۔ دولت ہے مگر دین کو اس سے زخمی نہ کیا دل کی کشتی کو اس سے نہیں چھیدا، دل میں آخرت ہے خوف خدا ہے، اللہ اللہ ہے —— تو بغیر خوف وخطر اور فکر کے سفر حیات جاری رکھو یہی پانی آپ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

پس دنیا ہو یا آخرت، عبادات ہوں یا معاملات مسلمان کے تمام کام دین کے ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ خیال رکھے کہ یا اللہ تو نے تجارت اور سعی رزق کا حکم دیا ہے تو نے کہا کہ دھوکہ اور فریب مت کرو۔ تو نے کہا کہ ضرورت کی اشیاء خلق خدا کے لئے فراہم کر کے خرید وفروخت کیا کرو۔ تو یہ سب ثواب ہوگا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً۔ اے اللہ دنیا میں نیکی کی توفیق دے اور آخرت میں ہماری اس نیکی کو قبول کر دے اس پہ ثواب اور اجر دے۔ وقنا عذاب النار۔ اور اے اللہ ہمیں عذاب نار سے بچا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دین کی جامعیت

اسلام ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب چاہتا ہے

خطبۂ عید الاضحیٰ ۱۳۹۷ھ ۔ عیدگاہ اکوڑہ خٹک ۔ حاضرین تقریباً ۱۵ ہزار

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما نقصت صدقۃ من مال وما زاد اللہ عبداً بعفوٍ الا عزاً وما تواضع احدٌ للہ الا رفعہ اللہ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔

محترم بزرگو! میری آواز سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں، قلب کی کمزوری اور عام ضعف کی وجہ سے بھی، پھر نا اہلیت و اہلیت بھی ایسی نہیں کہ پھر آپ کے سامنے بیان کر سکوں البتہ ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث شریف تبرکاً پیش کر دی ہیں ۔

دین کی جامعیت الیوم اکملت لکم دینکم ۔ الآیۃ انبیاء کی بعثت کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور خاتم الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال تک پہنچ گیا ۔ جیسا کہ یہ سورج طلوع ہوا ہے تو ستارے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں مگر ان کی روشنی ماند ہو چکی ہے ۔ چراغ جلا دو، لالٹین جلا دو، بجلی جلا دو مگر دن کو روشنی نہیں کر سکتے رات کو کر سکتے ہیں دن کو ضرورت ہی نہیں رہی ۔ ایسا ہی سمجھ لیں کہ دین کو خدا نے کمال تک پہنچانا تھا، اس دین میں عبادات بھی موجود ہیں، اس دین میں معاشرت بھی ہے، اس میں معاشیات بھی موجود ہیں، اس دین میں حکومت کرنے کا بھی طریقہ ہے اور رعایا پروری کا بھی رعیت پر سلطان کا کیا حق ہے؟ یہ بھی ذکر ہے، والد کا بیٹے پر کیا حق ہے، بیٹے کا والد پر کیا حق ہے

بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے اور شوہر کے بیوی پر کیا حقوق ہیں۔
الحمدللہ آج مسلمانوں کا اتنا ربط اور تعلق تو ہے کہ کبھی عید یا جمعہ کے موقع پر مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، عبادات کا ایک حصہ روزہ یا نماز، اس تھوڑے حصہ پر عمل کچھ نہ کچھ تو مسلمانوں میں ہے، مگر دیکھئے صرف عبادات مکمل دین نہیں، مکمل دین اس وقت ہوگا کہ ہمارا معاشرہ بھی اسلام کے مطابق ہو جائے۔ شادی، خوشی، موت، غم، صنعت و حرفت، تجارت، معیشت سب قانونِ شرع کے ماتحت ہو جائیں تب دین آئے گا۔

دین مخدوم اور دنیا خادم

اور میرے بھائیو! جب دین ایک مرتبہ آجائے کسی جگہ پر وہاں دنیا بھی آجاتی ہے، دین مخدوم ہے اور دنیا خادم ہے۔
دیکھئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آپ ایک دن مسجد میں تشریف لائے ایک ہاتھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی کا ہاتھ ہے اور دوسرے میں حضرت عمر رضی کا ہاتھ ہے اور فرمایا یہ دست بدست جیسے میرے ساتھ مسجد میں آئے ہیں ایسے ہی جنت میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ حدیثِ پاک میں ہے ابوبکر رضی فی الجنۃ، عمر رضی فی الجنۃ، عثمان رضی فی الجنۃ، علی رضی فی الجنۃ۔ اور وہ پندرہ سو صحابہ رضی جنہوں نے بیعتِ رضوان کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارہ میں اعلان فرمایا کہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ رضی اللہ عنھم ورضو عنہ (سورہ ۴۸ آیت ۱۸) اللہ ان صحابہ رضی سے راضی ہے اور صحابہ رضی تو خود اللہ سے خوش اور راضی ہیں دین بھی آگیا اور دنیا بھی آگئی۔

نصرتِ دین کی برکات

جس جگہ پر دین موجود ہوگا اور لوگوں میں نصرتِ دین کا مادہ ہوگا صرف انسان ہی نہیں پانی اور ہوا بھی اس کے مسخر ہو جاتے ہیں، عناصر اربعہ اس کے مسخر ہو جاتے ہیں، دین آیا تو دنیا بھی آئی، دین آجائے تو قیصر و کسریٰ کا تاج و تخت قدموں میں ہوگا اور اگر دین پر عمل کیا تو یہ زمین اور یہ بادل اور یہ دریا بھی مسخر ہوں گے۔ اپنے طور پر نہیں کہہ رہا آپ کو معلوم ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو دریائے نیل سال میں ایک بار خشک ہو جاتا پانی اتر جاتا جس کی وجہ سے کھیت سیراب نہ ہو سکتے، تو لوگوں کی یہ رسم تھی کہ ایک جوان لڑکی کو شادی کا لباس پہنا دیتے ایک جلوس کی

شکل میں اسے لاکر ایک خونی گرداب پانی کی گہرائی میں اتار دیتے تو دریا جوش میں آجاتا۔ مسلمانوں کی حکومت آئی تو حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو اس رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ یہ رسم روک دو، میں امیر المؤمنین سے دریافت کروں گا کہ کیا اسلام میں اس کی گنجائش ہے؟

رسوماتِ جاہلیت

بھائیو! آج کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں اعلان فرمادیا تھا کہ جاہلیت کی تمام رسومات اور طریقے میرے قدموں کے نیچے پامال ہو گئے ہیں میں نے انہیں کچل دیا ہے۔ آج ہمارے محلہ کی رسومات ہیں، علاقائی رسومات ہیں، پشتون قوم کی رسومات ہیں، یہ ساری رسومات جو جاہلیت کی ہیں ناروا ہیں اسلام سے فیصلہ مانگو گے جنہیں حضور علیہ السلام نے پاؤں میں کچل دینے کا اعلان فرمایا یہاں تک کہ فرمایا امام الانبیاء نے کہ اے مسلمانو! ایک دوسرے سے قتل مقاتلے کے انتقام اور بدلے سارے آج سے معاف، خواہ جاہلیت کے دور میں ہوئے یا اسلام کی آمد کے بعد، جاہلیت کے انتقامی طریقے کہ ایک کے قتل کا بدلہ دوسرے سے اور کئی کئی نسلوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اسے اسلام نے ختم کرادیا ہے فرمایا: الا لا یجنی جان علی ولدہ۔ یاد رکھو کہ اگر والد مجرم ہے تو بیٹا نہیں پکڑا جائے گا، باپ نے قتل کیا تو بیٹے کے پیچھے پستول نہیں اٹھائے پھروگے اور اگر بیٹے نے جرم کردیا تو بوڑھا والد گنہگار نہیں کہ اسے قتل کردو، قاتل باپ کے معصوم بچے کو راستہ میں پکڑ کر قتل کردیا اور فخر کیا کہ بدلہ لیا ہے؟ یہ بدلہ نہیں یہ ظلم ہے، یہ جاہلیت کی باتیں ہیں۔

گھر سے اصلاح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے گھر سے اصلاح شروع کرتا ہوں، حضور علیہ السلام کے خاندان میں بنو ہاشم میں ربیعۃ بن الحارث کے خون کا بدلہ باقی تھا، فرمایا میں نے اسے معاف کردیا۔ اور جب واعظ اور مبلغ خود عمل شروع کردے تب اور بھی عمل کریں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان اپنے بنو اعمام کا خون معاف کردیا تو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ رضؓ اور حاضرین نے بھی معاف کرنے کا اعلان کردیا۔ پھر والد کا قاتل، بیٹے کا قاتل شانہ بشانہ چلتا رہا۔ ابو جہل کو آپ جانتے ہیں، بدر میں مردار ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں، مگر اس کا

بیٹا حضرت عکرمہؓ مسلمان ہوتے ہیں تو نمازوں میں صحابہؓ کے شانہ بشانہ شریک ہیں، جہاد
میں صحابہؓ کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ یہ پشتون والی کے خلاف ہے۔
میرے خیال میں پشتون والی اور جہنم والی مترادف ہیں، کچھ مناسبت تو ہے ان میں
یہ ہم پٹھان ہیں؟ فلاں نے ہمیں گالی دی، اس نے مجھے اونچا دیکھا؟ کیا میں اب اتنا بے غیرت
ہو جاؤں کہ بدلہ لئے بغیر مونچھ اونچی رکھوں گا؟ نہیں میں بدلہ لوں گا، تو کہئے کیا یہ اسلام
ہے یا یہ جہنمیت ہے؟ اور بدلہ بھی مجرم اور قاتل سے نہیں بلکہ اس کے خاندان سے

سُود کی تباہ کاری

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان
فرماتے ہیں کہ سود حرام ہے: یمحق اللہ الربٰوا و یربی
الصدقات: (سورۃ ۲ آیت ۲۷۶) دیکھئے سود خور مٹتا ہے پانچ سال، دس سال
اس کے باغات بنگلے اور جائداد کی رونق روبہ ترقی رہتی ہے۔ اللہ تعالےٰ حلیم ہے
جلدی گردن نہیں دبوچتے، اس کے سامنے سزا کے لئے قبر ہے، دوزخ ہے، قیامت
ہے، پھر اس دنیا میں بھی کچھ نہ کچھ سزا مل کر رہتی ہے۔ تو سود خواروں کو دیکھا ہے کہ خود تو
کچھ عرصہ مزے اڑا لیتا ہے پھر بڑھاپے میں دربدر پھرتا رہتا ہے، اس کی اولاد اور پوتے
پڑپوتے دربدر کی بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ برطانیہ کی سلطنت میں سورج نہیں
غروب ہوتا تھا، آج برطانیہ ایک جزیرہ میں بند ہو گیا یمحق اللہ الربٰوا، سود کو
خدا مٹا کر چھوڑتا ہے۔

صدقات کی برکات

ویربی الصدقات: صدقات کو خدا بڑھاتا ہے آج جنہوں
نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق قربانی کے جانور خریدے ہیں
کسی نے دو سو روپے کا کسی نے پانچ سو روپے کا، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے
قربانی کی اس کا بدلہ اللہ تعالےٰ دیں گے، اسے اللہ تعالےٰ بڑھاتا ہے قربانی جس نے
اللہ کی رضا کے لئے کی وہ کل پرسوں دیکھ لے کہ اس کے جیب بھر گئے ہیں یا نہیں، اول تو
یہ دنیا دار الجزاء ہے نہیں لیکن ہمارے جیسے ضعفاء اور کمزوروں پر اللہ تعالےٰ رحم فرماتے
ہیں اور دنیا میں بھی ثمرات دکھلا دیتے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ایک

دوسرے سے سود نہیں لوگے نہ قرض پر منافع لوگے۔

آج یار لوگ اسے منافع کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سود کو چھوڑ دینا آسان کام نہیں بڑا مشکل کام ہے، بہ ہم اسمبلی میں تھے تو سود کے خاتمہ کے بارہ میں بل پیش کر دیا لیکن اکثریت کی وجہ سے رد ہو گیا۔ اور جو قوم سودی کاروبار کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا اس قوم کے ساتھ اعلان جنگ ہے فأذنوا بحرب من اللہ (الآیۃ) یہ یورپ آج تباہ ہے اس قوم کی ظاہری نمائش کو نہ دیکھیں اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔

تجدید عہد آج کے دن کے لئے یہ اعلان بھی اخبارات میں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ہم ان سب باتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے تجدید عہد کریں جو ہم نے پہلے بھی کیا تھا کہ ہم پاکستان اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اسلامی حکومت کا ایک نمونہ ہوگا اور ہم یورپ کو بتلا سکیں گے کہ اسلامی نظام ایسا ہوتا ہے، ایسا آرام و اطمینان ہوتا ہے ہم ایسا معاشرہ قیام پاکستان کے وقت مانگ رہے تھے جہاں بھوکا نہ ہو، جہاں پیاسا نہ ہو، جہاں ننگا نہ ہو، جہاں زنا نہ ہو، جہاں فحش نہ ہو، جہاں برائیاں نہ ہوں، جہاں جوا نہ ہو، وہ سب کام جو جان و مال کے لئے نقصان دہ ہوں وہ نہیں ہونے دیں گے، پاکستان نہ ہوتا تب بھی ہم نماز روزہ کر سکتے تھے، ہندو اور انگریز ہمیں نماز سے نہیں روکتا تھا، کلمہ طیبہ پڑھنے سے نہیں روکتے تھے، حج سے بھی اور اب بھی نہیں روک رہے۔ پاکستان اسلئے مانگا تھا کہ اس میں اسلامی معاشرہ قائم کرکے دنیا کو ایک نمونہ دکھا سکیں گے کہ اس معاشرہ میں کتنی عافیت اور سہولت ہے۔ معاشرہ کی تفصیلات بیان کرنے کا وقت نہیں، البتہ وہاں روٹی، کپڑے، مکان کا کوئی محتاج نہیں رہے گا، کیا ایسی سلطنت ہو سکتی ہے؟ ہاں! حضرت عمرؓ خلیفہ ہیں، حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین ہیں، یہ کابل تک حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلامی فتوحات پہنچیں، تو انکے دور میں پیدا ہوتے ہی معصوم بچوں کی تنخواہ اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ کیسے اب اسلام جہاں آیا معاشرہ جہاں کا بہتر ہوا وہاں پریشانی اور حاجتمندی باقی رہ سکتی ہے؟ آج ہم یہاں عیدگاہ میں ۳۰ سال قبل کے عہد و میثاق پر غور کریں کہ پاکستان کا معنیٰ کیا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا کلمہ پڑھ لیا کریں کہ پاکستان کا معنیٰ یہ ہے کہ یہاں سب کچھ

خدا اور اس کے رسول کی مرضی پر ہوگا۔ آج میں عیدگاہ میں پھر اقرار کرتا ہوں کہ میرا چلنا پھرنا، تجارت و معیشت سب کچھ اسلام کے ماتحت ہوگا۔ یہ تجدید کرنا اور کرانا تو کام ہی ہے مسلمانوں کا، تو آج بھی اس کی تجدید ہونی چاہیئے۔

الغرض حضور علیہ السلام نے سود کی حرمت کا اعلان کیا تو ساتھ عملاً حضرت عباسؓ اپنے چچا کے بارہ میں اعلان کر دیا کہ اس کا سود اور اصل سرمایہ بھی سوختہ ہوگیا ہے۔ فرض کیجئے کہ ۵ کروڑ روپے ہوں ۵ لاکھ روپے سود ہوں وہ سب سوختہ کر دیئے گئے، اسلئے کہ اللہ تعالے نے اس کی حرمت کا اعلان کر دیا ہے۔ اللہ تعالے اس ملک میں بھی اقتصادیات کا ایسا نظام لے آئے جو سود سے خالی ہو، کوششیں جاری ہیں چونکہ دنیا بھر میں ایک سمندر سودی نظام کا بہہ رہا ہے اس لئے اس نظام سے ہٹنا کچھ مشکل لگ رہا ہے ورنہ اللہ تعالے کی مدد ہو اور عزم ہو تو مشکل بھی نہیں۔

دین ہر شعبۂ زندگی پر حاوی

تو اللہ تعالے نے اعلان فرما دیا: الیوم اکملت لکم دینکم (الآیۃ) اور دین صرف نماز کا نام نہیں، وہ بھی دین ہے جس نے نماز پڑھ لی اس کے لئے حجت بھی ہوگا، روشنی بھی ہوگا اور برہان بھی اور جس نے نماز چھوڑ دی ہے اس کو نہ روشنی ہوگی نہ دلیل اور نہ برہان اس کے پاس ہوگا۔ وہ فرعون وہامان، قارون اور ابی ابن خلف کے ساتھیوں میں ہوگا۔ اللہ تعالے ہمیں محفوظ رکھے آمین۔ نماز تو ضروری اور لازمی چیز ہے لیکن صرف اس نماز سے چھوٹ نہیں سکتے کہ مسجد سے نکلے تو تکبر شروع کیا، ایک دوسرے کے دست و گریبان ہوگئے، قتل و قتال ہونے لگا۔ یہ دین نہیں دین پہ بے عمل نہیں۔

عند اللہ معیارِ قبولیت

حضور علیہ السلام حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے وجعلنکم شعوبًا وقبائل۔ قبیلے اور خاندان اس لئے پیدا کئے کہ معاملات و معاشرت میں ایک دوسرے کی جان پہچان قائم رکھی جاسکے۔ اللہ تعالے دولت کے قدردان نہیں نہ وہ شکل و صورت کی قدر کرتے ہیں نہ حکومتوں اور خزانوں کی قدر کرتے ہیں، خدا نے پاک تقویٰ

کی قدر فرماتے ہیں: اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰہِ اَتقٰکُم "تم میں سے مکرم اور محترم وہ ہیں جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہوں"، جو جتنا زیادہ متقی ہے، پرہیزگار ہے وہ اللہ کے نزدیک معزز و مکرم ہے۔ ابولہب کیسے خاندان سے تھا مگر نمازیں پڑھتے ہو کہ تبت یدا ابی لھب و تب ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں، وجہ کیا تھی؟ یہ کہ ایمان اور تقویٰ نہیں تھا۔ رنگ اچھا تھا، شکل اچھی تھی، دولت بھی تھی، عزت بھی تھی، مگر تقویٰ نہیں تھا اور حضرت بلال‌ؓ کا چہرہ انور حبشی، سیاہ ہونٹ، ناک بھی حبشیوں جیسی، مگر امیر المومنین حضرت عمرؓ جن سے قیصر و کسریٰ کانپتے تھے وہ فرماتے تھے کہ ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار (حضرت بلالؓ) کو آزاد فرما چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کو سید کہتے ہیں وجہ یہی تقویٰ اور ایمان کی فضیلت تھی۔

یہ آج جو ہم حضرت ابراہیمؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں، تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ہاتھ میں فوج نہ تھی دولت نہ تھی مگر آج ہم جان کی قربانی دے رہے ہیں اور ان کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے جان کے بدلے جانوروں کی قربانی دے رہے ہیں، اگر خدا نے جان کی قربانی سے روکا نہ ہوتا تو آج ہم جان پیش کرتے، یہ عزت کس بات کی ہے؟ یہ تقویٰ کی عزت ہے ولِلّٰہِ العِزَّۃُ وَلِرَسُولِہٖ وَلِلمُؤمِنِینَ وَلٰکِنَّ المُنٰفِقِینَ لَا یَعلَمُونَ (پ ۲۸ آیت ۸) عزت اللہ اور رسول اور مومنین کی ہے منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ان کی نظر ظاہری باتوں پر ہوتی ہے — فرمایا اے مسلمانو! تم ایک دوسرے کو معاف کرتے رہو۔

حرمتِ بنی آدم

تمہارے اموال تمہارے خون اور جان و عزت ایک دوسرے پر ایسے محترم اور حرام ہیں جیسے آج کے دن آج کا مہینہ اور یہ مقام مقدس ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان کا خون، مسلمان کا مال اور مسلمان کی آبرو، جان اور عزت یہ تم سب پر ایسے واجب الاحترام ہیں ایسے عزت مند ہیں ایسے محترم ہیں جیسے یہ سب چیزیں مقدس ہیں۔

ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ کا اور ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا اے خانۂ کعبہ تم بلاشبہ بے حد محترم ہو، مبارک ہو، مقدس ہو مگر ایک مومن کی حرمت تم سے بھی بڑھ کر ہے کسی نے ایک مسلمان کو تباہ کر دیا

گویا اس نے خانہ کعبہ کو آسمان اور زمین سب کچھ تباہ کر دیا۔

تو بھائیو! کسی نے عبادات پر نماز پر عمل کیا تو عبادت ادا ہو گئی، مگر آپ کا معاشرہ کیسا ہو گا؟ ایسا نہیں کہ تلوار چھری اور بندوق اٹھائے مسلمانوں کو قتل کرتے پھرو گے۔

اسلامی معاشرہ

جبرائیل علیہ السلام امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر فرماتے ہیں صل من قطعك: ایک شخص آج تم پر سلام کہہ دے اور تم اس سے منہ پھیر لو تو یہ اسلام نہیں، جو تم سے کاٹتا ہے تم اس سے جوڑو گے، اس نے تجھے کسی موقع پر یاد نہیں کیا مگر تم اسے یاد کر لو، وہ تیری دعوت اور خوشی و غمی میں شریک نہیں ہوا مگر تم اسے یاد کر لو شریک ہو جاؤ: صل من قطعك جو تم سے قطع صلہ رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔ واعف عن ظلمك جو تم پر ظلم کرے، زیادتی کرے تم اس سے درگذر کرو، اسے معاف کرو، بدلہ انتقام کے پیچھے مت پڑو۔

حضور علیہ السلام کا دشمنوں سے حسن سلوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۳ سال بعد بیت اللہ پر مکہ معظمہ پر اور جزیرۃ العرب پر حکومت آئی، سب مخالف قیدیوں کی شکل میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اب حضورؐ ہماری گردنیں کاٹ دینے کا حکم دیں گے، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر فرمایا انتم الطلقاء تم سب آزاد ہو جو راستہ اپنا چاہو اپنا لو۔ جو مذہب اختیار کرنا چاہو اختیار کر لو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ دیکھئے یہ تھا واعف عن ظلمك، یہ تو قریش تھے جن سے معافی کا معاملہ فرمایا۔

اور ابو جہل کو جانتے ہو، وہ تو سب سے بڑھ کر آپ کا دشمن تھا اسے ہر موقع پر آپ کو ایذا رسانی کی فکر رہتی۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے اسے یہ سوجھی کہ گھر بلا کر (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کر دیا جائے۔ یہ اُسے معلوم تھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی شخص کی بیمار داری اور بیمار پرسی ضرور فرماتے ہیں، تو جھوٹا بہانہ اپنی بیماری کا بنا لیا، بستر پر دراز ہو گیا اور راستہ ہی میں ایک گڑھا کھود دیا اوپر سے چٹائی اور گھاس وغیرہ سے اسے ڈھانپ دیا، یقین تھا کہ حضور علیہ السلام میری بیماری کا سن کر عیادت کے لئے

تشریف لائیں گے۔ باہر اپنی بیماری کی شہرت کرا دی کہ حضورؐ آجائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا،
حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں ابوجہل کی عیادت کرنے آتے ہیں، دروازہ میں داخل
ہوئے تو حضرت جبرائیلؑ نے ابوجہل کی سازش کی اطلاع دے دی کہ بستر کی راہ میں اس نے گڑھے
کو ڈھانپ دیا ہے کہ آپ اس میں گر پڑیں اور اوپر سے یہ پتھر مارے تو جب حضورِ اقدسؐ واپس ہونے
لگے ادھر ابوجہل سمجھ گیا اور گھبرا کر اٹھا کہ ہاتھ آیا ہوا شکار اب بچ کر جا رہا ہے اکیلے میرے گھر پر آئے ہیں
گڑھے کے قریب ہیں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے، اب دوڑ کر دروازہ بند کرنے لگا کہ آپ کو
گھیر لیا جائے اسی جلدی میں خود اپنے ہی کنوئیں میں گر پڑا — چاہ کن را چاہ درپیش — خود گڑھے میں
پھنس گیا، اب جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ ابوجہل گر پڑا ہے تو واپس ہو گئے
کوئی دوسرا ہوتا تو بھاری پتھر اٹھا کر دے مارتا کہ یہ تو میرے ختم کرنے کے درپے تھا، مگر حضورِ اقدسؐ
نے یہ کیا کہ اپنی پگڑی اور چادر مبارک باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دی کہ اسے پکڑ لو کر کھینچ کر نکال دوں،
اسے نکال دیا تو پھر اس کی تیمارداری کی۔ فرمانے لگے سر پر پاؤں پر تو چوٹ نہیں لگی۔

یہ تھا عملی نمونہ صِل من قطعک کا کہ جو تم پر دشمنی کرے تم پر ظلم کرے، تم دشمنی مت کرو
ظلم مت کرو، جیسا کہ امام الانبیاءؐ نے فرمایا: واحسن الی من اساء الیک! کسی نے تیرے سے
بُرا کیا، اب تمہارے ہاتھ میں حکومت آگئی، تجارت آگئی، طاقت آگئی تو یہ مت کرنا کہ اس سے
فلاں فلاں اوقات کے سلوکِ بد کا بدلہ لینے لگ جاؤ۔ یہ تو ایسا ہے کہ کوئی کتا کسی کو کاٹ کھائے
تو وہ انسان بھی کتے کو کاٹنے کے درپے ہو جائے، ایسا نہیں کرنا چاہیئے بُرے کے مقابلہ میں اچھا کرو۔

بہر تقدیر یہ دو چار جملے اس خطبۂ مبارک کے بیان کر دیئے۔ ایک تو یہ کہ اے لوگو! تم سب
ایک والد کی اولاد ہو، ذات اور نسب پر فخر مت کرو، اور خدا کے نزدیک حضرت بلالؓ کی حیثیت
ابوجہل اور ابولہب سے بہت بڑھ کر ہے، اس لئے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

دوسری بات یہ ہے کہ ان ایام کے احترام کی طرح ایک دوسرے کی جان و مال، عزت و
آبرو کا سارا سال احترام کرو گے۔

تیسری بات یہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی باپ عزت دار ہوگا، معزز ہوگا تو اولاد
کی برائیوں سے، رسوائیوں سے اسے ضرور تکلیف ہوتی ہے۔ والد بزرگ ہیں اور بیٹا جوئے باز اور

قاتل اور مجرم ہے، پولیس اس کے درپے رہتی ہے تو باپ ذلت محسوس کرتا ہے۔

تو حضور علیہ السلام کی جو شفقت و محبت ہے ہمارے ساتھ، ہزار باپ اور ماں کی شفقت و محبت اس پر قربان ہو جائے وہ ہمارے روحانی والد ہیں، تو وہ فرماتے ہیں کہ اے قوم اے میری اُمت ایک بات کا خیال رہے کہ میدانِ محشر میں ساری اقوام جمع ہوں گی، ہر شخص کی گردن پر اعمال کا پلندہ ہوگا ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی گردن پر حج روزے، زکوٰۃ، نماز اور عبادات کی گٹھڑیاں ہوں اور تم میری امت ہو کر کسی کا چرایا ہوا اونٹ، کسی کی چرائی ہوئی بکری اور زمین سر پر لادے پھرو۔

صرف دُنیا کی زندگی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے لئے لوگ آخرت کے اعمال لائیں گے ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ کچھ نہ ہو صرف دنیا کے اعمال ہوں۔

بہر تقدیر وقت مختصر ہے، آپ کا عزیز وقت لیا۔ اب ہم عہد کرتے ہیں کہ انشاءاللہ ہم پورے اور مکمل اسلام کی پیروی کریں گے اور ہماری زندگی معیشت، تجارت، سیاست، تمدن، ہماری موت زندگی کے سب رسم و رواج شریعت کے ماتحت ہوں گے، قرآن کی پیروی کریں گے، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے، اگر ایسا کر لیا تو جیسا کہ حضرت عمرؓ کے دریائے نیل میں خط ڈال دینے سے وہ تعمیلِ حکم کرنے لگ گیا اور آج تک جاری ہے، تو انشاءاللہ اسی طرح کائنات پر آپ کی بات بھی چلے گی اور دُنیا خدا تمہاری تابع کر دے گا۔ ورنہ اگر وہی رواجی اور رسمی اسلام ہی رہا تو پھر ہمارے لئے اعلانِ خداوندی یہ ہے کہ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم: تم نے روگردانی کر لی تو تمہاری جگہ کوئی اور آجائے گا۔ اور ایمان سے کہئے کہ اس پاکستان میں اس ۳۰ سال کے عرصہ میں کتنی کرسیاں اُلٹ دی گئیں، کیسے کیسے انقلابات آئے، تو اللہ تعالےٰ ہمیں محفوظ فرمائے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

اسلام میں اتحاد اور اجتماعیت کی اہمیت

(خطبہ عید الفطر ۱۳۹۶ھ عید گاہ اکوڑہ خٹک)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔

محترم بزرگو! وقت بہت کم ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں کے انتظار میں چند منٹ دو چار باتیں عرض کرتی ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں معذور اور بیمار ہوں، لیکن شریعت کے احکام پر عمل کے لئے معذور اور بیمار کے لئے طریقے تو بدل جاتے ہیں حکم نہیں بدلتا۔ وضو پر مکلف شخص اگر معذور رہے تو نماز معاف نہیں ہوگی بلکہ تیمم کرے گا۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے معذور رہے تو نماز معاف نہیں بلکہ بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ عذر کی وجہ سے حکم کی نوعیت اور طریقہ بدل جاتا ہے۔

دین کی تبلیغ

محترم بھائیو! دین کی تبلیغ اور دین کی نصرت اور کوشش پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مکلف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد دوسرا پیغمبر آنے والا نہیں تو اللہ ہم اور آپ سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد بنا دے۔ اب ہمیں اپنے روحانی والد کے فرائض ادا کرنے ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکے جاتے، طائف سے واپسی میں جوتے مبارک خون سے بھر گئے مگر نصرت دین کے لئے وہ تکالیف برداشت کرتے فوج ان کے ساتھ نہ تھی اور بظاہر قوت اور طاقت نہ تھی۔

نبی کی طاقت

اور یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ پیغمبر کی طاقت خدا کے بعد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اگر نبی کے پاس فوج اور پولیس نہیں، دولت نہیں مگر ان

کی زبان کا ہلنا ایٹم بم سے زیادہ ہے اور میں یہ اپنے طور پہ نہیں کہتا نہ تفصیل کا وقت ہے عزرائیل علیہ السلام جو ہر شخص کا مہمان بنے گا، سب کی ارواح قبض کرے گا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس تشریف لائے مگر قانون کے مطابق نبی کے پاس آنا خیال میں نہ رہا، آکر کہا کہ ابھی آپ کو مارنا ہے، جیسے دشمن کسی شخص سے کہہ دے کہ تجھے قتل کر رہا ہوں۔ تو حضرت موسیٰؑ اس وقت مراقبہ میں تھے، انہوں نے ایک چپت رسید کر دی۔ تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ نکل گئی، بخاری شریف کی حدیث ہے۔ تفصیلات اس کے درس میں بیان ہوتی ہیں۔

تو نبی پر بظاہر دشمنوں کے پتھر برستے ہیں۔ مگر یہ بے دست و پا ہونا نہیں، طاقت کا استعمال پیغمبر نہیں فرماتے فرشتہ کی آنکھ ایک چپت سے نکال سکتے ہیں، حضرت موسیٰؑ سے حضور اقدسؐ درجہ و مرتبہ میں زیادہ ہیں تو آپ کی طاقت تو ان سے بھی بڑھ کر تھی مگر اس اسلام اور اس دین کے لئے حضورؐ گلیوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور اوباش لوگ پتھر مارتے ہیں۔ مگر جواب میں آپؐ دعا فرماتے ہیں: اللّٰھمّ اھد قومی فانھم لا یعلمون اے اللہ یہ مجھ پر پتھر پھینکنے والے جو ہیں ان کو تو ہدایت فرما کہ مجھے پہچان لیں۔ یہ مجھے جانتے نہیں نا سمجھ ہیں ان کی سفارش فرماتے کہ اللہ کا عذاب اور قہر جوش میں نہ آجائے۔

اسلام جمیت جاہلیہ مٹاتا ہے

بھائیو! اسلام ملانے کے لئے آیا ہے۔ اسلام دو فریقوں دو مسلمانوں، باپ اور بیٹے، میاں اور بیوی، دو بھائیوں دو حکمرانوں، رعایا اور راعی کے درمیان ملاوٹ پیدا کرتا ہے۔ آمیزش چاہتا ہے، اسلام جوڑنے کے لئے ہے توڑنے کے لئے نہیں، اسلام توڑتا نہیں، اسلام کا کام ملانا اور بنانا ہے۔ جسے خاص طور سے آپ عید کے دن آج یہاں جمع ہیں۔ جو قوم بے اتفاقی کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے، وہ قوم جہنم اور ہلاکت کے کنارے پہنچ جاتی ہے اور میں نہیں خدا ئے پاک فرماتے ہیں: واذکروا اذ کنتم اعداء — اے مہاجرین اور انصار اے نبی کریمؐ کے امتیو یاد کرو وہ وقت جب تم آپس میں دشمن تھے اور دشمنی بھی ہم پٹھانوں کی طرح معمولی معمولی بات پر ایک شخص ایک میلہ میں اپنے خیمے سے باہر نکل کر اپنے پاؤں راستے میں پھیلا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور چیلنج دیتا ہے کہ ہے کوئی بہادر کہ میرے یہ پاؤں سمیٹ سکے، ایک دوسرا جاہل آیا تلوار

ساتھ ہی پاؤں پر دے ماری اور ٹانگیں کاٹ کر کہا کہ چلئے میں نے سمیٹ دیں، اب تم اسے پھیلا دو۔ اس پر فریقین میں مدتوں قتل و قتال جاری رہا تو ایسی جہالتوں میں مبتلا لوگ جب اسلام لائے تو خدا نے فرمایا کہ باہمی دشمنیوں اور رنجشوں کا وقت یاد کرو پھر تمہارے دلوں میں محبت اور الفت کس نے ڈال دی؟ خداوند کریم ہی نے پیدا فرما دی۔

صحابہؓ کا باہمی معاشرت

بھائیو! پھر ایسی محبت آ گئی کہ ایک شخص بھوکا ہے، اس کے گھر کھانے کی کوئی چیز آ جاتی ہے تو وہ خود نہیں کھاتا پڑوسی کے گھر لے جاتا ہے، ایک شخص میدانِ جنگ میں زخموں سے چور ہے، پیاس سے مر رہا ہے، پانی اس کی طرف بڑھایا گیا تو دوسرے کسی زخمی کی آواز کان میں پڑی — واعطشا — ہائے پیاس تو یہ مسلمان منہ بند کر لیتا ہے کہ نہیں پہلے دوسرے پیاسے کو اس طرح سات زخمیوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور جب پہلے کے پاس پانی آ جاتا ہے تو وہ وفات پا چکا ہوتا ہے، اس طرح ساتوں پیاسے شہید ہو جاتے ہیں۔ یا تو یہ حالت تھی کہ ڈاکے قتل و قتال اور لوٹ مار ہی پر زندگی چل رہی تھی، اور اب یہ قرآن مجید کی برکت دیکھئے۔ کہ باپ کے قاتل بھائی کے قاتل سے بھی بغلگیر ہو گئے ——— حضرت عمرؓ کا اپنے ماموں سے کوئی معاملہ تھا؟ حضرت ابو عبیدہؓ اپنے بھائی سے کیسا سلوک کرتے؟ حضرت صہیبؓ کا اپنے بھائی سے کیسا معاملہ رہا؟ مگر پھر ایک دوسرے سے نثار اور نثار ہو رہے ہیں۔ یہ الفت کس نے پیدا فرمائی؟ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا احسان جتلاتے ہیں۔ قرآن کی ایک برکت کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔ اور کروڑوں برکات میں سے یہ ایک برکت تھی، برکات تو آپ نے رمضان میں انشاء اللہ حاصل کر لیں۔

معاشرہ کا حقیقی انقلاب

ایک برکت یہ کہ آپ کی یہ قومیت، عصبیت، خاندانی، امتیازات، عربی اور عجمی کے جھگڑے اور فضیلت کے معیار ختم کرا دیئے۔ یوم عرفہ میں حج کے میدان میں صحابہؓ کے سامنے حضورؐ فرماتے ہیں:

لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلکم بنو آدم و آدم من تراب۔ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے۔ آپ کے فتنے اور فسادات اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مٹا دئے۔ والف بین قلوبکم خود پیاسے بھوکے رہ کر دوسرے مسلمانوں کو کھلاتے پلاتے

اور پہناتے ہیں۔ حالت بدل گئی۔ انقلاب زندہ باد۔ یہ ہے حقیقی انقلاب آج بھی لوگ انقلاب انقلاب کرتے ہیں مگر وہ جھگڑے فسادات وہ بدخلقی وہ عداوتیں یکسر ختم ہوگئیں اور الفت و محبت حسن خلق اور ایثار کا انقلاب آیا۔ فاصبحتم بنعمته اخوانا اسلام کی برکت سے بھائی بھائی اور آپس میں شیر وشکر ہوگئے، ورنہ اس سے قبل تو بے اتفاقی نے تمہیں تباہ کر ڈالا تھا جہنم کے کنارے پہنچا دیا تھا۔ کنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها مگر قرآن کریم کی برکت سے ملاوٹ آئی بھائی بن گئے اجتماعیت آگئی، اسلام ہمیں جوڑنا چاہتا ہے۔ توڑتا نہیں۔

عبادات اور اجتماعیت

اسلام کی عبادات کو دیکھیں یہ نماز ہے یہ روزہ ہے یہ حج ہے۔ بھائیو! یہ نماز تو گھر میں بھی پڑھی جاسکتی تھی۔ مگر ہم سب کو عیدگاہ میں اکٹھا کر دیا گیا جہاں آج سفید کپڑوں والے بھی ہوں گے۔ خاکی کپڑوں والے بھی، نئے کپڑوں والے بھی اور پرانے کپڑوں والے بھی ہوں گے، بھوکے بھی ہوں گے پیاسے بھی ہوں گے، صدر بھی ہوگا، وزیر اعظم بھی، گورنر بھی اور ایک عام شہری اور فقیر بھی ہوں گے۔ اور مجھ جیسا خوار غریب شخص بھی ہوگا، سب ایک جگہ کھڑے ہیں، اس اگلی صف میں گن لیجئے، اس میں فقیر و امیر قوم اور پیشے کی تمیز نہیں سب کو کاندھے سے کاندھا ملا کر جمع کر دیا ہے۔ کہ باطل کے مقابلہ میں حق کی خاطر ایک مٹھی کی طرح ہوجائے۔ پارٹی بازیاں جماعت بندیاں تعصبات اور فسادات چھوڑ دو یہ تو اس قوم کا خاصہ ہے جسے خدا ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، ہماری نمازیں پانچ ہیں، پانچ وقت مسجدوں میں جمع ہو کر ہم اہل محلہ اور پڑوسیوں کے حالات سے باخبر ہوجاتے ہیں۔ فلاں بیمار ہے۔ اس لئے نماز میں شریک نہیں ہوتا۔ جمعہ کو سارے گاؤں کے حالات سے باخبر ہوجاتے ہیں۔ عید کے دن سارے شہر اور گردونواح کی خبر گیری ہوجاتی ہے۔ کل اگر کسی نے روزہ نہ رکھا تو شیطانی عمل تھا آج اگر کوئی روزہ رکھتا ہے تو شیطانی فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ کل امساک اکل و شرب عبادت تھی آج معصیت ہے۔ تو اسلام اس حد تک ملاوٹ اور اجتماعیت چاہتا ہے۔ کہ عبادات میں بھی برابری ہے۔ تمہارا روزہ بھی ایک اور تمہاری عید بھی ایک ہونی چاہئیے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے طور پر شرعی قانون اور شرائط کے مطابق علماء عید کرائیں گے، آج کسی نے عید کرائی تو وہ بھی شرعی طور پر کرائی گئی۔ اور کل کوئی منائیں گے تو وہ اپنے طور پر شرعی آداب و شرائط کے مطابق

ایسا کریں گے۔ بازاروں میں اس مسئلہ پر عوام کے بحث مباحثوں کو جانے دیجئے ایسی صورتوں میں عید پر اختلاف کوئی مضر نہیں۔

بہر تقدیر اسلام کہتا ہے کہ ایک مٹھی ہو جاؤ، ایک جسم بن جاؤ اگر سر میں درد ہے تو پاؤں تکلیف محسوس کرے پاؤں میں تکلیف ہو تو سر اسے محسوس کرے۔

چنانچہ معاملات سیاسیات جتنے ہیں انہیں چھوڑ کر عبادات کو دیکھئے نماز کو لیجئے، حج کو، روزہ کو، سب میں اجتماعیت اور یکجہتی، اتفاق ملحوظ ہے۔

حج میں ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی حالت میں جمع ہوں گے۔ اگر ملک کے سربراہ جنرل ضیاء الحق ہیں تو وہ بھی کفنی لباس میں ہوں گے ملک کے سربراہ اور بادشاہ بھی وہاں شلوار قمیض نہیں بلکہ دو چادروں میں ملبوس ہوں گے اور مجھ جیسے فقیر بے نوا بھی اسی حالت میں ہوں گے۔ وہی کفن کا لباس دو لنگیاں لباس ہوگا۔

حضورؐ کی نظروں میں اجتماعیت کی اہمیت

خدا تو ہر جگہ موجود ہے مگر مسلمانوں کی یہ اجتماعیت اور اتفاق خدا کو اتنی ملحوظ ہے۔ کہ حضور اقدسؐ نے ایک دفعہ نماز باجماعت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نماز باجماعت کے وقت گھروں میں حاضری لوں۔ اور جو لوگ بلا عذر جماعت میں شریک نہیں ہوتے ان کے گھروں کو میں جلا ڈالوں مگر گھروں میں عورتوں اور بچوں کی موجودگی کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہے۔ حضورؐ نے کسی کے گھر کو نہیں جلایا کہ وہاں خواتین اور بچے بھی تھے اور ان پر جماعت میں حاضری لازم نہ تھی پھر بھی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکین جماعت کے بارہ میں اپنا غصہ ظاہر فرمایا اور غصہ بھی معمولی غصہ نہیں تھا۔

آپ اپنی اولاد کے والدین ہیں مگر کبھی یہ نہ سوچیں گے کہ اپنے گھر یا اولاد کو جلا ڈالیں مگر جو ذات ساری کائنات کی رحمت اور ہزار باپ اور ماں سے زیادہ شفیق ہیں۔ مگر رحمۃ للعالمینؐ اجتماعیت اور جماعت سے گریز کرنے والوں کے بارہ میں جب اتنا سخت لہجہ اختیار کرتے ہیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کی نظروں میں اتفاق اور اجتماعی زندگی دین

کی خاطر کتنی پسندیدہ اور اہم ہے۔ میں بہت افسوس کرتا ہوں کہ وقت کم ہے۔

خرابی کا منشاء تکبّر

مگر ایک بات بتلا دوں کہ اس ساری خرابی کا منشاء تکبّر ہے۔ ہر محلہ بگڑا ہوا ہے، باپ بیٹا دشمن ہے۔ عزیزداریاں ختم ہیں، ان سب کی وجہ عدم تواضع اور تکبّر ہے ہر ایک مونچھ پر تاؤ دیتا ہے۔ کہ بس میں ہی ہوں ہندوستان میں ایک ہندوستانی پٹھان نے مونچھ رکھے تھے ہر ایک تاؤ دیتا، ایک دن ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ دونوں کیا تاؤ پر تاؤ دیتے رہیں گے چلئے جس نے اپنے بیوی بچے ذبح کر ڈالے وہ بہادر ہوگا۔ اور اس کی مونچھ اونچی رہے گی دوسرا مونڈھ دے گا۔ پٹھان تو کم عقل تھا بھاگ دوڑا، بچے ذبح کر ڈالے باہر آکر ہندوستانی کو کہا کہ اپنی مونچھوں کو اب نیچے کر دو۔ میں نے بچوں کو ذبح کر ڈالا۔

ہندوستانی نے فٹ اپنی مونچھیں نیچے کر دیں کہ چلئے تم بہادر سہی مجھے نہیں چاہئے یہ بہادری۔ دیکھئے جہالت اور تکبّر کا کرشمہ کہ کس کا سر اونچا رہے گا؟ کس کا کوٹ اور لباس اونچا ہوگا۔؟ ہمیں اسی تکبّر نے غرق کر دیا۔ میں پٹھان ہوں، میں مالدار ہوں، میں امیر ہوں، میں صاحبزادہ اور سیّد زادہ ہوں، میں طاقت والا ہوں، دوسرا کون ہے، جو میرے سامنے آتا ہے۔؟ دوسرے کی کیا حیثیّت ہے؟ اسی چیز نے ہمیں ڈبو دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں: لایسخر قوم من قوم —— ایک قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے ایک محلہ دوسرے محلہ کا ٹھٹھا نہ اڑائے —— لا یغتب بعضکم بعضاً دیکھئے ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں۔ ہم مسجدوں میں آجاتے ہیں، تو ہمارے مساجد غیبت سے بھر جاتے ہیں۔ فلاں کی ہنسی اڑائی۔ فلاں کا تمسخر کیا، تو خدا ہر حالت میں مسلمانوں کو ایک رکھنا چاہتا ہے کہ حج بھی نماز بھی ایک ہو تو جیساکہ عبادات میں کرتے ہو تو معاملات میں بھی اتفاق و اتحاد قائم رکھو۔

خودنمائی اور ہوس

دوسری چیز تکبّر غرور خودنمائی اور ہوس ہے کہ مال بڑھ جائے۔ طاقت بڑھ جائے، دیکھئے ایاز قدر خود بشناس۔ ایاز محمود کا محبوب تھا۔ محمود غزنوی ولی گذرے ہیں وہ ایاز کو بے حد عزیز رکھتے۔ تو ایک دن اور وزیروں نے شکایت کی کہ بادشاہ ایک غلام سیاہ فام کو اتنا محبوب رکھتے ہیں۔ اس میں کون سی ایسی

خوبیاں ہیں اس وقت بادشاہ نے جواب نہ دیا۔ دربار ختم ہوا تو ایاز جاتے ہیں اپنے کمرے میں اور یہ طریقہ تھا اصلاح نفس کا کہ وزیر اعظم کی حیثیت سے ہیں مگر تنہائی میں جا کر شاہانہ لباس اتار دیتے ہیں، لعل و جواہر اور شاہی تمغے ہٹا دیتے اور اپنے ابتدائی زمانہ میں پانڈی قلی تھے بوریوں سے بنا ہوا لباس پہن لیتے، شیشہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے کہ ایاز قدر خود بشناس یہ ایک جملہ ہے مگر کافی ہے۔ تم آج جو کچھ بھی ہو تمہارے مقام کے برابر محمود غزنوی کی نظروں میں کوئی نہیں۔ تو یہ اللہ کا کرم اور محمود کی مہربانی ہے۔ تمہارا کوئی کمال نہیں، تم تو خود ایک قلی اور مزدور تھے، تمہاری حیثیت کیا تھی۔ یہ اس لئے کرتے کہ تکبّر نہ آ جائے۔ تو ہم میں نفاق بوجہ تکبّر کے ہے۔

فتح مکّہ کے وقت حضورؐ کی شان تواضع

دیکھئے جناب نبی کریمؐ کو اہل مکّہ نے اپنی قوم نے تین سال تک شعب ابی طالب میں محبوس رکھا۔ ہر طرح کی اذیتیں دیں مگر جس وقت مکّہ مکرمہ فتح ہوا اور مکّہ کی بادشاہت ہاتھ آ گئی تو اہل مکّہ، سردار اور رؤساء نے درخواستیں پیش کیں کہ حضورؐ ہمارے مکان میں قیام فرمائیں، جیسا کہ آجکل بادشاہ اور حاکم کو ہر شخص اپنے گھر مہمان بنانے کی کوشش کرتا ہے تو فتح مکّہ کے قبل کے رؤساء نے خواہش ظاہر کی کہ آپ کو مہمان بنائیں ہمارے مکان کو مشرف فرمائیں حضورؐ نے فرمایا نہیں میں اس جیل خانہ میں قیام کروں گا، جہاں تین سال تک قید رہا یعنی شعب ابی طالب میں۔ اور نکتہ یہی تھا کہ آس پاس نظر ڈالوں تو مشکلات کا وہ دور، سامنے رہے گا۔ کہ ہم تو وہی قیدی لوگ تھے۔ آج اگر ہم مکہ مکرّمہ کے فاتحین ہیں تو یہ محض خداوند کریم کی مہربانی ہے تو صحابہؓ نکلے اور محلّات چھوڑ کر شعب ابی طالب میں ٹھہرے کہ وہاں بھوک پیاس تکالیف کا دور نگاہوں میں رہے کہ آج کی بادشاہت رب کریم کی مہربانی اور کرم ہے۔

اتفاق کے برکات

تو دو باتیں عرض کیں کہ جس قوم میں نفاق پیدا ہوا وہ ہلاکت کے قریب ہو گئی، اور جس میں اتفاق آیا وہ قوم کامیاب ہو گئی اور ایسی کامیاب کہ ہوا بھی پانی بھی اس کے لئے مسخر ہو گا۔ حضرت عمرؓ دریائے نیل کے نام فرمان

جاری کرتے ہیں کہ اے نیل خدا کی مرضی سے چلتا ہے تو چلتے رہو ورنہ ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ اس وقت سے نیل رواں دواں ہے، تو آج تک اسی حالت میں ہے۔ خدا کی قسم اطاعتِ رسولؐ اگر اختیار کر لی تو یہ بادل یہ ہوا یہ زمین یہ آسمان یہ سورج یہ ستارے سب آپ کے مسخر ہوں گے، تم اشارہ کرو گے اور خدا اُسے پورا فرمائے گا۔

گناہوں سے استغفار

شیطان تمہیں ورغلاتا ہے کہ تم کیا گنہ گار ہو تمہاری کیا حیثیت اور پریشان ہے۔ مگر اتنا یاد رکھو کہ اللہ سے زیادہ رحیم کوئی نہیں، اللہ باپ سے مہربان ہے، دادا سے زیادہ مہربان ہے، ماں سے زیادہ مہربان ہے وہ فرماتا ہے: یٰعبادی الذین اسرفوا علٰی انفسھم اے میرے بندو! کہ آج عیدگاہ میں جمع ہو گئے ہو۔ اے اکوڑہ اور گرد و نواح کے باشندو! اے حضورؐ کے امتیو! دوسرا در تمہارا نہیں سوائے میرے در کے، تم نے جو اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ گناہ کئے ہیں۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ میری رحمت سے ناامید مت ہو۔ انہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ آج اگر ہم نے توبہ کی کہ یا اللہ اس میدان میں آج آپ کے دربار میں توبہ تائب ہیں تو حدیث میں آتا ہے کہ پورے رمضان میں اللہ نے جتنے جہنمی بخش دئے تھے ان سب کے برابر عید کی رات بخش دیے جاتے ہیں۔ تو آئیے آج اللہ کے سامنے روئیں، توبہ کریں۔ اور اس کی رحمت کے مستحق اور طلب گار بن جائیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

اجتماعی مرض اور اس کا علاج

علالت کی وجہ سے ایک عرصے کے بعد یکم شوال ۱۳۹۶ بروز ہفتہ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۷۶ء عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں نمازِ عید سے قبل حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حسب ذیل خطاب فرمایا۔ پورے اکوڑہ خٹک میں مدت مدید سے صرف ایک ہی جگہ نمازِ عید ہوتی ہے۔ اس وقت بھی شہر اور آس پاس سے حاضرین کی تعداد ۱۵ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ ۔

میرے بزرگو! بیماری اور ضعف کی وجہ سے میری آواز شاید آپ تک نہ پہنچ سکے ہم اور آپ سب ایک ایسی کشتی میں سوار ہیں کہ اس کا نہ ملاح ہے نہ چپو درست ہیں نہ رسیاں ٹھیک ہیں۔

میرے بھائیو! آج ہماری ہر ادا ایک مرض ہے۔ یعنی سنت کے خلاف شریعت کے خلاف، ہماری ہر ادائے ہمیں باطل کی طرف کھینچ رہی ہے۔ تو اب ہم روئیں تو کس کس بات پر؟ اور شکوہ کریں تو کس کس بات کا۔؟ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

باہمی عناد اور دشمنی کی وباء

آج اپنوں سے ہمارا مقابلہ ہے، پرایوں سے ہماری دشمنی ہے۔ کیونکہ ہم بڑے بہادر ہیں جتنا بھی کوئی

اپنا ہے اتنی اُس سے دشمنی ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ پھر چچازاد بھائی دشمن ہے۔ پھر عزیز و اقارب دشمن ہیں، پھر محلہ والوں سے دشمنی ہے۔ پھر گاؤں کے باشندوں سے دشمنی ہے۔ پھر ملک کے مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ بڑے پشتون بنے پھرتے ہیں اور پشتون پشتون کا دشمن ہے۔ پشتون ہونے کی بات پر یاد آیا حضرت موسیٰ کوہ طور پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ سے راز و نیاز کرنا ہے تو ایک جگہ ابلیس سامنے آیا۔ کہا صاحب آپ تو نبی ہیں ——— بھائیو! پیغمبر کا وجود نور رحمت ہوتا ہے۔ خصوصاً رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو ایک بہت بڑی رحمت ہیں امت کے لئے، امت کی دو قسمیں ہیں، ایک امت دعوت ہوتی ہے۔ ایک امت اجابت امت اجابت وہ جس نے نبی کی دعوت قبول کی۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم نے قبول کر لی۔ تو اسے امت اجابت کہتے ہیں اور امتِ دعوت وہ ہے جس کی پیغمبرؐ نے رہنمائی فرمائی دلالۃ علی الخیر کیا ہدایت اور نصیحت اور وعظ اسے ہوئی اسے دعوت کہتے ہیں، کوئی ملنے یا نہ مانے مگر آپ انہیں مخاطب کرتے ہیں۔ وہ ساری امت دعوت ہے۔

رحمۃ للعالمینؐ کی شانِ رحمت

اور بھائیو! پیغمبرؐ ہم سب کے روحانی والد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وازواجہٗ امھاتھم حضورؐ کی بیویاں حضرت عائشہؓ حضرت خدیجہ ام المومنینؓ حضرت زینب ام المومنینؓ یہ ہم سب کی مائیں ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت میں ہے وھو اب لھم اور نبی کریمؐ امت کے والد ہیں تو میرے محترم بھائیو! پیغمبرؐ کا سینہ محبت سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ کسی مسلمان کو دوزخ میں جانے نہیں دیتا۔ مگر کافر کو بھی نہیں لے جانا چاہتا۔ کافر کے بارے میں بھی ہمارے نبی نہیں چاہتے کہ دوزخ میں چلا جائے۔ ایک دو واقعے آپ کو معلوم ہیں ایک اُس وقت کا ہے جب کہ نبی کریمؐ کا جسدِ مبارک اُحد میں زخمی ہو گیا۔ دانت مبارک شہید ہو گئے رخسار مبارک پر زخم آئے۔ اور پیغمبرؐ سے قربان جائیں کہ ہاتھ میں رومال ہے جہاں سے خون نکلتا ہے، جلدی سے اُسے رومال میں جذب فرماتے ہیں، پیشانی کا خون رخساروں کا

خون۔ اس لئے کہ یہ خون کہیں زمین پر گر کر اُمت کے لئے عذاب کا باعث نہ بن جائے
صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان لوگوں کے ہاتھوں ہمارے ستّر صحابہؓ شہید ہو گئے۔
ستّر زخمی ہو گئے۔ کوئی بھی تندرست نہ رہا، آپ زخمی ہو گئے۔ آپ ان کے بارہ میں بددعا
فرمائیں اور نبی کی بڑی طاقت ہوتی ہے بظاہر وہ بغیر دولت کے ہوتا ہے، بغیر فوج و
پولیس کے ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت ان کے پاس اتنی طاقت ہوتی ہے کہ ایٹم بم اور
ہائیڈروجن بم بھی مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ ہمارے اور آپ کے جدّامجد حضرت نوح علیہ السلام
نے دعا کی: رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً یہ ایک لفظ تھا ایک بول تھا
تو نہ بم پھینکا نہ ہائیڈروجن بم، نہ توپ چلائی، مگر طوفان آیا اور ایسا طوفان کہ بڑے سے بڑے
پہاڑ پر بھی ۴۰، ۴۰ گز پانی چڑھ گیا۔ تو نبی کمزور نہیں ہوتا۔ بڑی طاقت خدا نے دی ہوتی ہے۔
اور ایک بات سے دوسری بات یاد آئی ــــ حضور اقدسؐ کی طاقت بتلا دوں
ہر نبی کی ایک دُعا امت کے بارہ میں مقبول ہوتی ہے تو قیامت کے دن جب محشر میں ساری
قومیں جمع ہوں گی جیسے ہم یہاں عیدگاہ میں جمع ہیں۔ تو ساری اقوام عرصۂ محشر میں جمع ہوں گے
ان میں انبیاء بھی ہوں گے اولیاء بھی اور ہر قسم کی قومیں ہوں گی۔ تو اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب
نبی کریمؐ کی شان دکھانی منظور ہو گی، تو ایک وفد اقوام سے مرتب ہو کر انبیاء کرام کے پاس
جائے گا کہ ہول محشر سے نجات ملے اور جلد حساب شروع ہو۔

خزی یوم القیامۃ

اور یہ ایسا ہے کہ کسی کو تنہائی میں مار پیٹ لو، گالی گلوچ بھی دیدو
تو برداشت کر لیتا ہے۔ مگر کسی مجمع میں بازار میں لوگوں کے
سامنے اس کا جرم ظاہر ہو تو ذلیل ہوتا ہے کہ اب لوگوں کے سامنے عزت گئی تو اب سارے
لوگوں کے سامنے مجرموں کا پردہ اُٹھے گا، چور نے چوری کا مال اٹھایا ہو گا۔ بکری چوری کی تو سر
پر ہے، کپڑا چرایا تو اس کا جھنڈا پشت پر لہرا رہا ہے۔ جیسے آجکل عدالت میں چوری کا سامان
بھی چور کے ساتھ کبھی کبھی پیش کیا جاتا ہے۔ تو یہاں دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے ہر شخص پر پردہ
ڈالا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں کتنا گنہگار ہوں۔ پردہ اللہ نے ڈالا ہے
تو مولوی اور مولانا کہتے ہیں وہاں ایسا نہ ہو گا۔ یوم تبلی السرائر چوری کا مال ظاہر ہو گا

ترین غضب کی تو وہ گلے کا طوق ہوگی۔ ووجدوا ماعملوا حاضرا اگر زنا کیا تو زانیہ سر پر بیٹھی ہوگی ووجدوا ماعملوا حاضرا۔ جو کچھ عمل کیا ہوگا اُسے وہاں حاضر پائیں گے۔ — تو قیامت کا دن بہت سخت ہے۔ کافروں کو بھی معلوم ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک دوسرے کی حقیقت سب پر ظاہر ہوجائے گی، شیخی ملائی سب وہاں ختم ہو جائے گی۔ یہ چور ہے۔ یہ زانی ہے۔ یہ جوا باز ہے۔ اس نے گالی گلوچ کی ہے۔ تو سب کے سامنے یہ رسوائی سب کے لئے ایک بہت بڑا عذاب ہوگا، اور سب چاہیں گے کہ جلدی حساب شروع ہو اور اس مجمع سے الگ ہوجائیں۔

شفاعت کبریٰ

تو وفد جاکر ہر نبی سے درخواست کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب شروع کرنے کی سفارش کردے، مقدمہ چل پڑے یہ شفاعت کبریٰ ہے، تو ہر نبی کہے گا کہ — ان ربی غضب الیوم غضبا آج ہمارا رب جلال اور غضب میں ہے اور اتنے جلال میں ہمیں شرم آتی ہے کہ سفارش کریں۔ جیسا کہ دنیا میں کسی کے پاس جرگے جائیں کسی قاتل مجرم کے حق میں سفارش کے لئے تو وہ بھی کہے گا کہ مولوی صاحب ذرا تو سوچ لیجئے کہ یہ معاملہ کیسا ہے۔ آپ کیسے جرگہ میں آئے ایسے ظالموں کے حق میں تو عقلمند کے لئے اتنا جملہ بھی کافی ہوتا ہے تو قیامت کے دن ان اقوام میں فرعون بھی ہوگا، نمرود بھی ہامان بھی اور شداد بھی۔ اور اس طرح اولیاء بھی ہوں گے، نیکوکار اور بزرگ بھی اور اللہ کے مقرب بھی، تو اللہ کا ہر نبی یہ خیال کرے گا کہ اللہ ہمیں یہ نہ کہہ دے کہ بھلا ایسے لوگوں کیلئے سفارش کرنے آئے ہو، اللہ کا اتنا کہنا اور شکوہ بھی بڑی چیز ہے۔ تو ہر نبی کے لئے خوف کا باعث ہوگا۔ ہر نبی کہے گا۔ کہ میں معذور ہوں۔ ان ربی غضب الیوم غضبا میرا رب آج نہایت غضب میں ہے، ایک کے بعد دوسرے نبی کے پاس تمام انبیاء کے پاس لوگ چلے جائیں گے سب معذرت ظاہر کردیں گے۔ کہ ہمیں اس کی ہمت نہیں، اب آپ اپنے نبیؐ کا مقام دیکھیں کہ یہ اقوام مل کر حضورؐ کے پاس جائیں گے۔ اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے دنیا میں وعدہ کیا ہے کہ لیغفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ کہ آج صلح حدیبیہ اور اس میں آپ کے تحمل کے صلہ

میں یہ سرٹیفکیٹ مل رہا ہے۔ کہ ماتقدم بھی تمام معاف اور ماتاخر بھی جس میں قیامت کا دن بھی ہے۔ تو ہر نبی کے لئے ماتقدم من ذنبک کا اعلان تو ہے۔ مگر حضور اقدس کے لئے ماتاخر کا بھی اعلان ہے۔ اور تراویح میں تلاوت میں منبر و محراب پر لوگ یہ آیت پڑھتے اور سنتے آئے ہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ اللہ آئندہ بھی حضور اقدس سے خفا نہیں ہوں گے۔ تو حضور کے پاس جائیں گے اور آپ ایک طویل عرصہ کے لئے جو اللہ کے علم میں ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو جائیں گے۔ اور جو حمد و ثناء اللہ القاء کریں گے اُس سے اللہ سے مناجات کریں گے اور دعا کریں گے کہ یا اللہ اب حساب کتاب شروع فرمادے۔

—— تو آپ اکیلے اپنی اُمت کے لئے رحمت نہیں ساری اُمتوں کے لئے رحمت ہیں۔ طائف کے پہاڑوں میں اُحد کے میدان میں زخمی زخمی ہیں، حضور بددعا کردیں، آپ دعا کرتے ہیں اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون ہم ایسے نبی کے اُمتی ہیں۔ اللہ ان کی راہ پہ ہمیں چلادے۔

کارلائل ایک انگریز کہتا ہے کہ میں حیران ہوں ایک طرف پتھر برستے ہیں۔ مگر دوسری طرف سے جواب میں پھول برسائے جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کہیں جا رہے تھے انہیں گالیاں دی گئیں انہوں نے جواب میں دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخشدے۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔

غرور و نخوت ابلیس کی پیروی

آج جتنا بڑا پشتون ہوگا کہے گا ہمچو من ڈنگرے نیست۔ میرے جیسا دوسرا جانور کوئی نہیں میں خوددار ہوں، میری بھی کوئی پوزیشن ہے تم نے تو مجھے گرا دیا میری حیثیت سے خبر نہیں ہو تم نے تو مجھے نیست و نابود کر دیا۔ تو ایسے جملے ابلیس کا سکھایا سبق ہے۔ اُس نے بھی کہا تھا انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ آج ہم بھی ذراسی بات کا جواب گولی سے دیتے ہیں۔ عجیب مسلمان ہیں کسی نے گالی دی اور تھپڑ کا جواب پستول سے دیا گیا تو وہ بڑا غیرتی ہے۔ وہ بڑا پٹھان ہے۔

الغرض پشتون ہونے کی بات چلی تو اس ضمن میں یہ باتیں آگئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں

حضورؐ کی اُمت میں محسوب فرما دے اور حضورؐ کی شفاعت سے مشرف فرما دے۔
نبی کسی کا بدخواہ نہیں ہوتا۔ ابلیس ہمارا بڑا دشمن ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو سلام کیا اور پھر کہا کہ آپ تو اللہ کے بڑے مقرب ہیں۔ تیری ہر درخواست قبول ہوتی ہے تو میرے لئے بھی دعا کرو خدا مجھے بھی بخشدے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا بہت بہتر کوہ طور گئے تو کہا کہ ابلیس کی ایک درخواست بھی لایا ہوں کہ خدا اسے بخشدے۔ فرمایا بہت اچھا وہی پرانی بات ہے اب آدم علیہ السلام کو سجدہ کردیں، یعنی رُخ اس کی طرف کرلے سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا تعمیل حکم کرانا تھا۔

تکبّر یا خودداری

تو ہائے اکوڑہ خٹک کے پشتون۔ ابلیس کتنے بڑے پٹھان نے یہ بات سُنی تو کہا کہ یہ مونچھ مجھ سے نیچے نہیں ہو سکتے، جنّت نہیں درکار، انانیت نہیں چھوڑ سکتا، اس کو تیار نہیں ہوں۔ تو آج ہم سمجھتے ہیں کہ پٹھانیت عبارت ہے تکبّر سے اور اسے نام دیتے ہیں خودداری کا۔ ہاں یہ خودداری اچھی ہے۔ کہ بھوکے بھی ہو تو کسی سے سوال مت کرو۔ مگر یہ کہ میں بنگلہ اور جائداد کا مالک ہوں میرے پاس علم ہے میرے پیچھے قوم ہے، پولیس ہے فوج ہے تو ایسی خودداری اور تکبّر شیطان کی شان ہے۔ شیطان بڑا عالم تھا قارون بڑا دولت مند تھا۔ فرعون بڑا بادشاہ تھا۔ کہاں گئے یہ سب لوگ؟ کدھر گئے؟

تو آج ہماری ہر ادا مرض، ہمارا ہر خیال باطل، رات سو کر سوچتے ہیں کہ دوسرے بھائی کو کیسے کنواں کھود دیں گے، فلاں نے وہ زمین خریدلی یہ کام کیا وہ کام کیا میں کیسے نیچا دکھا سکوں گا۔

الغرض کس کس بات کا رونا رویا جائے۔ ہر بال شکوہ کرتا ہے۔ ہر حرف رو رہا ہے؟
(ایک پرچی میں جوا کی بات کی گئی تھی کہ عید کے دن لوگ جوا کھیلتے ہیں۔)

پاکستان اور منکرات

بھائیو! پاکستان اور جوا۔؟ پاکستان اور کھیل تماشے؟ پاکستان اور رقص و سرود؟ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر ایمان سے کہہ دو کہ قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں قوم کا نعرہ یہ تھا یا نہیں کہ پاکستان

کامطلب لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور یہ کہ ہم ایک اسلامی مملکت قائم کریں گے۔ شریعت کا نفاذ کریں گے۔ قال اللہ او رقال الرسول کا چرچا ہوگا۔ اور دنیا کو بتلائیں گے کہ حضور اقدسؐ کے قدموں کے گرد و غبار کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

عید اور لہو و لعب

مگر آج تو عبادت کا دن ہے۔ جتنے مجرم اللہ تعالیٰ رمضان میں بخشتا ہے اتنے ہی عید کی رات بخشتا ہے۔ اور جب نماز عید سے فارغ ہوکر جاؤ گے تو اعلان ہوگا کہ جتنے بھی بُرے تھے آج دعاؤں اور توبہ کے بدلے معاف کردئے گئے۔ مگر آج اس پاک دن میں تم ایمان سے کہہ دو کہ انگریز کا زمانہ ہندو کا زمانہ آپ نے اور ہم نے دیکھا ہے۔ اور الحمدللہ اب پاکستان بنے ۲۰ سال ہوگئے ایمان سے کہہ دو کہ عیدگاہ سے باہر ہندو اور انگریز کے دور میں جو ہوتا تھا وہ زیادہ تھا، یا اب زیادہ ہے۔ یہ ڈھول تماشے پہلے بہت تھے یا اب بہت ہیں۔ (آوازیں اب بہت بڑھ گئی ہیں)

اس وقت مسلمان میں کچھ غیرت ہوتی تھی کہ انگریز سے مقابلہ ہے، ہندو سے مقابلہ ہے۔ ایسے کام کرنے میں شرم محسوس ہوتی تھی۔ مسلمان کو ہندو سے کچھ رقابت اور غیرت ہوتی تھی۔ ہم کچھ نہ کچھ دینی اقدار کی حفاظت کرتے تھے، اب رہ گئے ہم اور آپ سارے مسلمان ہی مسلمان۔

حقوقِ نسواں کمیٹی کی رپورٹ

آزادی کا دور آیا، عورتوں کی آزادی، ہر چیز کی آزادی اب عورتوں کے حقوق کا مسئلہ سامنے آرہا ہے سال دو سال بعد پتہ چلے گا جب عورتیں تمہارے گلے میں رسیاں ڈال کر جب چاہیں گی طلاق دیں گی۔ یہ عورتوں کے حقوق ہیں۔ یہ فلاں کے حقوق ہیں۔ یہ فلاں قوم کے حقوق ہیں حقوق کا یہ دَور ایسا چلا ہے۔ کہ اس میں اسلام بیچارے کے سارے حقوق تلف کردیے گئے ——— اتنا عرض کروں کہ اسلام کسی سے جبراً بلامعاوضہ کوئی چیز غصب کرنے کا روادار نہیں، کسی سے زیادتی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

جمہوریت کی لعنت

مگر آج کل ہم جمہوریت کی لعنت میں ہیں یہ لعنت کیسے ہے.؟ اسلام کہتا ہے کہ دو فریق ہیں ایک کے دلائل مضبوط اور صحیح ہیں دوسرے کے صحیح نہیں تو قوی دلائل کے مطابق فیصلہ کرنا ہے رات ہمیں اطمینان ہُوا دلائل اور گواہوں سے (صوبہ سرحد کے اکثر علاقوں میں جمعہ کی شام کو رویت ہوئی اور ہفتہ کے دن عیدالفطر ہونے کا اعلان کیا گیا۔) تو حکم عید کا ہُوا۔ مگر آج وہ دور ہے جمہوریت کا کہ دو ہزار دلائل ہوں قرآن کیوں پیش نہ کریں حدیث کیوں نہ ہو۔ فقہ کیوں نہ ہو مگر کہیں گے کہ مولوی صاحب نمائندے تو ادھر کے ہیں۔ آپ تو ۵، ۶ ہیں۔ اکثریت کا ووٹ کدھر ہے ۵۔ ۶ کیا کریں۔ تو ہمارے قوانین کا جو مبنیٰ اور مدار ہے وہ یہ جمہوریت ہے اس نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ۲۵ سال تو قانون اور آئین نہ بنا۔ اور اب جو بنا ۱۹۷۳ء میں تو جس طرح ہم روز روز ترمیم کرکے اس کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ اس کی نظیر نہیں ——— ورنہ مسلمان اور زنا۔؟ مسلمان اور جُوا۔؟ مسلمان اور چوری۔؟ مسلمان اور استحصال اور غریبوں کی تحقیر؟۔ یہ کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔

لیکن آج ہم جمہوریت کے دور میں ہیں دس آدمی ایک طرف دلائل ان کے پاس دو دن بحث مباحثہ میں بے کار ضائع کر دو پھر ادھر دس آدمی ہیں اُدھر ایک سو دس فیصلہ اُدھر والوں کا ایسے میں بحث مباحثے اور دلائل پر وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔؟

اسلام اور حقوق

عورتوں کے حقوق بھی وہی صحیح حقوق ہیں جو خدا اور رسول نے دیے اور مردوں کو بھی دئے، یتیموں کو بھی دئے، فقیروں کو بھی دیئے اور محتاجوں کو بھی دیئے، خدا اور رسول نے تو چیونٹی کو بھی حقوق دیئے کہ راستہ چلتے چیونٹیوں کو قدموں میں نہ روندا جائے، اونٹنی کا بھی حق ہے۔ اسلام میں تو سارے حقوق جمع ہیں بات ان حقوق کو پورا کرنے اور اسلام پر عمل کرنے کی ہے ہم کبھی اسمبلی میں کہا کرتے ہیں کہ ہمارا آئین اسلامی ہے ہمارا مذہب اسلام ہے تو یہ بنکوں کا سسٹم سود پہ کب تک چلے گا۔ یہ فحاشی کب تک رہے گی۔

اجتماعی وعدہ خلافی اور اس کی تلافی

مگر ہم تو ۳۰ سال تک من حیث القوم وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو قوم وعدہ خلافی کرتی ہے۔ خدا اس پر مصیبت لے آتا ہے۔ تو آج یہ روز روز کے مصائب اسی وعدہ خلافی کا ظہور ہے۔ ساری قوم وعدہ خلافی میں مبتلا ہے تو کبھی آفات سماوی ہیں کبھی ارضی، کبھی مہنگائی، ایک مصیبت اور ایک تکلیف تو نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المومنون کہ سب کے سب اللہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ سارے کے سارے مسلمان جمع ہو کر توبہ کریں۔ یہ علاج ہے ۱۹۶۵ء میں ساری قوم اللہ اکبر کے نعرہ پر متفق ہوگئی تو خدا نے کامیابی دی۔ اب بظاہر سب مسلمانوں کا توبہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ تو شریعت نے اس مشکل کا حل پیش کر دیا ہے۔ کہ یہ لاکھوں لوگ جو جوا میں مبتلا ہیں، لہو ولعب میں مشغول ہیں، معاصی میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر یہ دس پندرہ ہزار جو عیدگاہ میں جمع ہیں جو نماز جمعہ میں جمع ہوتے ہیں، ان میں سے ہر ایک صدق دل سے اللہ کے سامنے روئے توبہ کرے اور کہے کہ یا اللہ میری قوم مجرم ہے اور میں ان سب سے بڑا مجرم ہوں مگر یا اللہ میں ان کا نمائندہ بن کر آیا ہوں اپنے لئے بھی اور اپنی قوم کے لئے بھی نادم ہو کر تائب ہوتا ہوں۔ یا اللہ یہ جو بدعملی میں، جوا میں گناہوں میں مبتلا ہیں۔ خدایا ان کے گناہ بھی معاف کر دے اور ان کی حالت بھی بدل دے۔

اللہ کی شان رحیمانہ

اللہ تعالیٰ سے قربان جائیں عجیب رحیم وکریم ہستی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے فرمایا فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم اللہ کی رحمت سے آپ صحابہؓ کے لئے اتنے نرم دل ہو گئے ہیں۔ ایک موقع پر صحابہؓ نے مشورہ دیا۔ اس پر عمل ہوا تو کامیابی نہ ہوئی تو خدا نے فرمایا۔ فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر خدا کتنا مہربان ہے۔ اپنے حبیب سے فرماتے ہیں کہ اس امت سے خفا نہ ہونا، عفو ودرگذر کرنا۔ میرے در سے ان کی بخشش کی درخواست کرتے رہنا اور آئندہ بھی ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مشورہ ان سے کرتے رہنا۔

اجتماعی استغفار

آج ہماری ایک مصیبت ایک تکلیف اور مشقت نہیں ایک مرض نہیں ہے جتنے بھی امراض باطنی ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ تم لوگ یہاں سب کے لئے کفارہ بن جاؤ۔ صرف اپنے لئے نہیں سارے اکوڑہ کے لئے سارے علاقہ خٹک کے لئے سارے پاکستان کے لئے جتنے بھی مصیبت زدہ ہیں جتنے بھی معصیت زدہ ہیں۔ ان سب کے حق میں دعائے استغفار کرو اگر ہر شخص قوم کا نمائندہ بن کر ان کے حال پر روئے سحری کے وقت روئے استغفار کرے، فرض نماز کے بعد روئے جمعہ کی نماز کے بعد دعا کرے، اصلاح کی دعا کرے۔ تو انشاء اللہ انشاء اللہ انشاء اللہ خدا سب پر رحمت کر دے گا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

گناہ اور معصیت کے بُرے اثرات

خطبہ جمعۃ المبارک

خطبہ مسنونہ کے بعد!

عن عبادۃؓ بن صامت قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرجت لاخبرکم بلیلۃ القدر فتلاحیٰ فلانٌ وفلانٌ فرفعت (او کما قال علیہ السلام)

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں لیلۃ القدر کے بارہ میں خبر دینے نکلا مگر فلاں اور فلاں کے جھگڑے کی وجہ سے اس کا علم اٹھ گیا۔

محترم بزرگو! انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت اس وقت اپنی طرف کھینچ سکتا ہے جب اس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور تابعداری ہو اور ہر لحظہ اور ہر سیکنڈ اس کی بندگی کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے۔ بسا اوقات انسان سے غلطی ہوتی ہے اور وہ اسے معمولی سمجھ کر اس کی پرواہ نہیں کرتا مگر وہی بات اس کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ معمولی زکام میں بے احتیاطی کی تو دق بن کر جسمانی طور پر موجب ہلاکت ہو جاتی ہے ایسے ہی گناہ کا معاملہ ہے گناہ صغیرہ پر دوام اور لاپرواہی جہنم میں داخلہ کا سبب بن جاتی ہے۔

زبان کو قابو رکھنے کی ضرورت

حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک شخص منہ سے مذاق یا خوش طبعی یا بے پرواہی میں ایک کلمہ نکال دیتا ہے، اور اس کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقہ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ایک بات اور جملہ سے جنت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ مسلمان جمع ہوں دین کے لیے باتیں ہو رہی ہوں مثلاً کسی نے مسجد بنانے کی تحریک کی، مساکین کی امداد کی طرف رغبت دلائی دینی مدرسے کے طلبہ کی کفالت کرنے کی طرف توجہ دلائی اب کسی نے ازراہِ مذاق یا بے پرواہی میں کہا کہ ان امور سے لوگوں کا کیا فائدہ۔ اور یہ دین کے طلبہ دنیا کے کس کام

گئے ہیں قوم پر بار ہیں جیسا کہ آجکل کہا جاتا ہے۔ تو گویا اُس شخص نے ایک بات سے سب کے دل توڑ دیئے اور دوسرے شخص نے ان کاموں کی حوصلہ افزائی کی کہ ان کی امداد بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ قیامت تک ان کے ذریعہ دین کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

رازق تو درحقیقت خدا ہے ان کی امداد سے ہم پر کوئی خاص بوجھ نہ ہوگا۔ وغیرہ اب اس کی چند باتوں سے سب کے دل مضبوط اور دین کے کام پر آمادہ اور پختہ ہو جائیں گے تو ایک بات سے دل ٹوٹ جاتے ہیں اور ایک بات سے سنبھل جاتے ہیں۔

اطاعت و ایمان سے لبریز کلمات بدر کے موقعہ پر صحابہ کرام بے سروسامان نکلے جنگ کا ارادہ نہ تھا مگر پیش آیا حضور اقدس ﷺ نے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا کہ جنگ کی جائے یا نہ۔ بظاہر تو دشمن کی طاقت تعداد اور اسلحہ ہر چیز میں زیادہ تھی ——— ایک صحابی حضرت مقدادؓ نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ اس سے بہتر موقعہ لڑائی اور جہاد کا کب نصیب ہوگا۔ قربانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے نہ معلوم پھر ایسا موقعہ ملے یا نہ ملے اگر ہم یہ جان و مال جان آفریں کو سپرد کر دیں تو اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہوگی۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم اور قوموں کی طرح نہیں اور نہ بنی اسرائیل کی طرح کہ آرام اور راحت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی رہے اور جب عمالقہ سے جہاد کا موقع آیا اپنے نبی کو کہا کہ (اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون تو اور تیرا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے) انا نقاتل عن يمينك ويسارك وقدامك وخلفك (ہم آپ کے دائیں بائیں آگے اور پیچھے لڑتے رہیں گے) ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں کہ سمندر میں کود جائیں تو ہم تعمیل حکم کریں گے۔ ——— تو اس صحابیؓ[1] کی اس ایک بات سے تمام صحابہ کا ایمان اور عزم مضبوط ہوا کہ اگر پیغمبر کی رائے اور مرضی ایک بات کی ہو اور امت کم ہمت ہو ساتھ نہ دے تو ایمان نہ رہے گا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش میری ساری عبادت ایک طرف اور حضرت

---

[1] حضرت سعد بن معاذؓ سے بھی زادالمعاد میں اطاعت و جانثاری کے ایسے ہی کلمات منقول ہیں کہ فرمایا بخدا اگر آپ برک غماد تک بھی چلے جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑیں گے اور خدا کی قسم اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے۔ (سمیع الحق)

حضور اقدسؐ کے یہ کلمات میرے اعمال نامہ میں ہو جاتے تو میرے لیے یہ باعثِ فخر و سرخروئی ہوتا۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ان کو کتنا اجر ان چند کلماتِ ایمانی سے ملا ہوگا۔ کہ جس سے مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا ــــــ تو زبان کو قابو میں رکھنا اور ہر جملہ ہر لفظ پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کسی کی تخفیف یا اہانت یا دل آزاری اس سے نہ ہو جائے۔ کوئی بات اسلام کے ضعف کا باعث نہ بن جائے اور مسلمانوں کے حوصلے اس سے نہ ٹوٹیں اور آپ کے چند کلمات آپ کے لیے وبالِ آخرت نہ بن جائیں۔ اس وجہ سے حضور اقدسؐ نے زبان پر قابو رکھنے کی بار بار تاکید کی حضور اقدسؐ نے فرمایا جو شخص کم گو ہو اس میں کمال اور خیر ہوگا ورنہ نہیں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ لبسا اوقات النسان حصائدُ السنہ (زبان کی کٹائی) کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے مجلس آرائی اور لوگوں کی تفریح طبع اور ان کو مشغول رکھنے کے لیے باتیں بنانا تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا فکرِ آخرت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، محدث بہت بڑے صوفی گذرے ہیں۔ راستہ پہ چلتے تو ایسے غم زدہ معلوم ہوتے۔ جیسے قتل کے جرم میں پکڑے گئے ہوں اور پھانسی کے لیے جائے جا رہے ہوں ــــــ ساتھیوں نے اس سوچ و فکر کی وجہ پوچھی فرمایا کہ تم تو میرے ظاہری اعمال دیکھتے ہو کہ حدیث کا درس دیتا ہے ذکر و عبادت کرتا ہے مگر کیا معلوم اگر کوئی ایسی بات منہ سے نکلی ہو جس کے وبال میں خدا تعالےٰ فرما دے کہ اس بات کی وجہ سے "اے حسن تیرے سارے اعمال غارت ہو گئے ہیں۔ کوئی عمل قبول نہیں رہا" پھر اس وقت میری ناکامی و بربادی کا کیا حال ہوگا۔

تو بھائیو! یہ حسن بصریؒ کی حالت ہے تو ہم جیسوں کا کیا حال ہے جو کسی بات کا موقعہ و محل نہیں دیکھتے جو باتیں لوگوں کی اذیت اور تکلیف کے لیے زبان سے نکلتی ہیں اور جنگ و جدال اور سب و شتم کا باعث ہوتی ہیں۔ ان کے ذکر سے اللہ تعالےٰ کی رحمت دور ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث مبارک جو میں نے بیان کی اس پر غور کیجئے کہ ایک دفعہ حضور اقدسؐ اپنے مکان سے باہر تشریف لائے۔ صحابہ کرامؓ منتظر تھے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد ہی میں تھے۔
حضور اقدسؐ خوشی خوشی گھر سے باہر آئے کہ خدا تعالےٰ نے اس وقت ایک خاص بات

رحمت کی ظاہر فرمائی تھی اور وہ تھی لیلۃ القدر کی رات کا علم کہ اس رمضان میں لیلۃ القدر فلاں رات کو واقع ہوگی۔

لیلۃ القدر کی عظمت اور فضیلت

علم تو ویسے بھی بڑی نعمت ہے پھر یہ علم تو بڑی نعمت تھی کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے یعنی چوراسی سال کی عبادت ایک طرف اور لیلۃ القدر کی ایک طرف پھر اتنی عمر کس کو ملتی ہے۔ اگر مل بھی جائے تو زمانہ قبل از بلوغ اور دیگر ضروریات کا وقت وضع کرنے کے بعد عبادت کے لیے ایک تہائی سے بھی کم مدت رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر۔ (لیلۃ القدر ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے) پھر بہتر ہونے کی بھی کوئی حد نہیں اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے کہ کتنا "خیر" ہے۔ دنیا کا خیر تو اس کے علاوہ ہے کہ اس رات جو دعا کی جائے وہ مقبول ہوتی ہے"۔

قبولیت دعا کی چند مثالیں

کئی بزرگوں اور خوش نصیبوں کی اس رات کے علم کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے جو دعائیں کیں وہ قبول ہوئیں۔ بے شمار واقعات منقول ہیں۔ ہمارے شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مصر میں ایک بوڑھی عورت کسی ضرورت کے لیے رات کو باہر نکلی باہر اس نے علامات و قرائن سے لیلۃ القدر کو پہچان لیا اور دعا کی کہ یا اللہ میری عمر اور مال و اولاد میں برکت دے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کی اولاد اتنی پھیل گئی کہ تین میل کے اندر اندر ان کے باغات و مکانات پھیلے ہوئے تھے۔

ابھی پرسوں مدینہ طیبہ کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ اس سال ایک عمر رسیدہ بزرگ[1] حج کرنے گئے غالباً گلگت کے رہنے والے ہیں۔ عمر ان کی ۱۴۵ سال ہے۔ اور یہ ان کا چھپنواں حج تھا۔ انہیں لیلۃ القدر ملی اور انہوں نے عمر میں برکت کے لیے دعا کی یہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے خلفاء اور مریدین میں سے ہیں۔ اس خط میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت حاجی صاحب مرحوم کے سامنے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا۔

---

[1] حضرت مولانا عبدالمعبود ثانی ایک بزرگ کی طرف اشارہ ہے جو بعد میں پاکستان آئے۔ اخبارات وجرائد میں ان کا ذکر آتا رہا۔ (ادارہ)

ہمارے استاد اور شیخ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مالٹا میں قید تھے۔ حضرت شیخ مدنیؒ نے اس زمانے کا ایک واقعہ سنایا کہ مفتی دوبران آفندی اپنے ایک استاد جو بڑے عالم تھے کے منہ سے حسرت میں بار بار ترکی زبان میں یہ کلمات سنتے کہ "چوبانلر وردی چالدی" جس کا مفہوم یہ تھا کہ "چرواہے نے بانسری بجائی اور چل دیا" تو اس مفتی صاحب کے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ ایک رات مجھے اور ایک چرواہے کو لیلۃ القدر کا احساس ہوا۔ چرواہے نے اور میں نے دعا کی۔ چرواہے نے ایمان کی سلامتی کی دعا کی کہ دنیا کے مصائب سے نجات ہو اور ایمان سے خاتمہ ہو ——— گویا اس نے ایمان کی دولت مانگی جو سب سے بڑی دولت ہے دنیا و مافیہا سب فانی اور ہیچ ہیں۔

اصل کامیابی

اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ اگر کسی کو دس ہزار برس عمر بھی ملی اور پھر معاذ اللہ اسے ایک غوطہ بھی جہنم میں دیا گیا تو یہ دنیا کی تمام زندگی کو بھول جائے گا اور فرشتوں سے کہے گا کہ میں نے ہرگز کوئی خوشی دیکھی ہی نہیں گویا کہ یہ ایک لحظہ بھی دنیا میں خوشی سے نہیں رہا تھا۔ دنیا کی آگ پر وہاں کی آگ قیاس نہ کرو ——— حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ "جہنم کی آگ دنیا سے سو گناہ زیادہ (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر) ہے" اگر بالفرض تمہیں دنیا کی بادشاہی بھی مل جائے اور موت کے بعد لحظہ کے لیے بھی جہنم میں گئے تو سب کچھ بھول جاؤ گے۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرا۔ — جن چیزوں کا علم مجھ کو ہے۔ اگر تم اسے جان جاؤ تو بہت تھوڑا ہنسو اور اکثر روؤ۔

اور فرمایا کہ میرے سامنے جو کچھ ہے اگر تم اسے دیکھ پاؤ تو آبادیاں چھوڑ کر دشت و صحرا اور جنگلات کی طرف بھاگ نکلو گے۔

بھائیو! جب ہمارے سامنے ایک مقدمہ ہوتا ہے اور اس میں ہماری پیشی ہو تو پیشی کا وقت جتنا جتنا قریب آتا ہے اتنی عدالت میں جواب دہی کے لیے ہم تیاری کرتے ہیں اور فکر میں رہتے ہیں تو اللہ کی عدالت تو سب سے بڑی عدالت ہے۔ پیشی اس ذات کے سامنے ہے جس سے کوئی بات چھپی نہیں ایک معمولی عدالت اور مقدمہ کے لیے تو ہر وقت فکر مند ہوتے

ہیں اور آخرت سے اتنی غفلت۔

تو اس چرواہے نے ایمان کی دعا مانگی جو اصل چیز ہے۔ چنانچہ صبح نماز پڑھ کر اس کا انتقال ہوا۔ اس کی دعا قبول ہوئی آثار ایمان اس کے چہرے نمایاں تھے ——— اور اس عالم نے دعا کی کہ استنبول میں میرا حلقۂ درس سب سے زیادہ ہو تو اس کی دعا قبول ہوئی اور اس عالم نے کہا کہ استنبول میں میرا اتنا حلقۂ درس ہے کہ کسی اور عالم کا نہیں۔ مگر آخرت کا حال معلوم نہیں کہ خاتمہ کس حال میں ہوگا۔ اس لیے روتا ہوں کہ چرواہے نے مجھ سے بہتر دعا کی ——— جیسا کہ ہر طالب علم کی تمنا ہوتی ہے کہ تدریس میں مجھے کامیابی ہو بلکہ صرف اسے ہی مقصد عظمیٰ بنا لیا گیا ہے۔

علم کا مقصد رضائے الٰہی

حالانکہ علم کا مقصد صرف تدریس ہی نہیں کہ بس اسے ہی مقصد علم بنا لیا جائے علم میں تدریس زمینداری، زراعت، کسب معاش، سیاست، جہاد سب کچھ آجاتا ہے۔ اور مابہ الاشتراک سب میں رضائے الٰہی ہے۔ اگر خدا نے تمہیں جہاد کا موقع دیا تو وہاں اپنے عمل سے کتاب الجہاد کا نقشہ پیش کردو۔ زمینداری کا موقع ملے تو باب الزراعت کا عملی نمونہ بن جاؤ اور تجارت و سیاست میں ہوں اس میں دین کے احکام پیش کرو۔ زندگی کے جس شعبہ میں بھی خدا تمہیں کام کرنے کی توفیق دے اسی شعبہ ہی میں دین کی اشاعت کو اپنا مقصد بناؤ اس میں دین کے مبلغ بن جاؤ صرف درس و تدریس ہی منتہائے حیات نہیں اور نہ صرف یہی خدمت دین ہے۔ گو یہ بھی بہترین شعبہ ہے کہ اگر اخلاص و للہیت سے تعلیم و تعلم میں لگا رہے تو مچھلیاں اور چیونٹیاں بھی علماء کے حق میں استغفار کرتی ہیں۔

عود الی المقصود

الغرض لیلۃ القدر بڑی فضیلتوں کی رات ہے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لیلۃ القدر سارے سال میں دائر ہے۔ کبھی رمضان اور کبھی دوسرے مہینوں میں ہوتا ہے اور پوشیدہ ہے۔ جیسے کہ جمعہ کے دن ایک خاص مخفی وقت ہے جس میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ایسے باہمت لوگ تو بہت کم ملتے ہیں کہ سال بھر ساری رات بیٹھ کر عبادت کریں البتہ علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص سے سال بھر عشاء

اور فجر کی نماز باجماعت قضا نہ ہوئی ہو تو اس کو لیلۃ القدر کا ثواب اور اجر مل جائے گا۔

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کے علم سے بڑی خوشی ہوئی مسجد میں تشریف لائے کہ صحابہؓ کو بھی یہ نعمت معلوم ہو جائے۔ باہر اتفاق سے دو مسلمان آپس میں کسی معاملہ پر گرم تھے۔ تیزی تک بات پہنچی ایک دوسرے پر آوازیں اونچی ہوئیں اور جھگڑے کی ایک شکل بن گئی تھی۔ حضورؐ نے ان کو حسن معاشرت کی تلقین کی۔ معاملہ رفع دفع ہوا ———— اب جب فارغ ہو کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے کہ لیلۃ القدر کو بیان کر دیں تو بھول گئے اور فرمایا کہ وہ دولتِ علم اس جھگڑے کے بُرے اثر کی وجہ سے سینہ سے اٹھ گئی اور فرمایا کہ اس میں خیر ہو گا۔ تو گویا بُرے عمل کے اثرات معصوم اور بے گناہ حضرات پر بھی ہو جاتے ہیں۔

گناہ کے اثرات

روایات میں آتا ہے کہ حجر اسود پہلے دودھ کی مانند سفید تھا طوافین کے گناہوں کے جذب کرنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تو اس نے گناہ کوئی نہیں کیا۔ مگر گناہوں کے اثر بد سے پتھر محفوظ نہ رہ سکا —— امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم دین کے طالب کے لیے گناہ کی نحوست سے اجتناب ضروری ہے اور بجا فرمایا کیونکہ

فان العلم فضل من الله　　　وفضل الله لا یعطی لعاص

ترجمہ۔ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے　　　اور خدا کا فضل گنہگاروں کو نہیں ملتا

تو یاد رکھو جہاں دو مسلمان باہمی جنگ و جدال اور جھگڑے میں لگے ہوں خدا تعالیٰ ان سے ناراض ہوتا ہے اور رحمتِ خداوندی ہٹ جاتی ہے۔ گناہ اور رحمت خداوندی دونوں جمع نہیں ہوتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص کا سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے کسی بات پر جھگڑا ہوا حضرت صدیقؓ خاموش رہے اور حضورؐ مسکراتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت ابو بکرؓ کو بھی غصہ آیا اور جواب دینا شروع کیا تو حضورؐ نے چادر لی اور اُٹھ کر مجلس سے روانہ ہوئے۔ ابو بکر صدیقؓ نے اس کی شکایت کی حضورؐ نے فرمایا کہ جب تک تم خاموش تھے فرشتے آپ کی طرف سے جواب دیتے رہے۔ جب تم نے خود مدافعت شروع کی شیطان بیچ میں آ گیا۔ اس لیے میں اٹھ کر چلا گیا۔

بعض اعمال بد کا تباہ کن خاصہ

ایک حدیث میں ہے۔ سباب المسلم فسوق وقتالہٗ کفرٌ۔ (مسلمان کو گالیاں دینا فسق اور اس کے ساتھ لڑائی کفر ہے) اس حدیث کے بارہ علماء مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ جو بھی ہو امام بخاریؒ نے اس سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے کہ گناہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس سے بچتے رہنا چاہیئے۔ اس حدیث کی ایک توجیہ حضرت شاہ صاحبؒ (مولانا انور شاہ صاحب علیہ الرحمتہ) نے کی ہے کہ ایسا شخص تکوینی طور پر کفر پر مرنے کے خطرہ میں ہے یعنی اس عمل کا خاصہ ایسا ہے کہ اس کا خاتمہ بالکفر ہونے کا خطرہ ہے۔ اور یہ خطرہ کے مقام پر کھڑا ہے۔ گویا تشریعی طور پر حکم کفر نہیں مگر تکوینی طور پر رفتہ رفتہ کفر کی طرف جا رہا ہے اور تکوینی کفر پر اس کے خاتمہ کا امکان ہے۔

امام غزالیؒ نے بھی دو چار چیزیں ایسی بیان کی ہیں کہ جن کی وجہ سے کفر پر خاتمہ ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

بدعت

بدعت ــــــ کہ ایک شخص ایسی چیزوں کو دین اور ثواب سمجھ کر کرتا ہے۔ جو درحقیقت دین میں نہیں ہیں۔ ایسے لوگ بدعتی ہیں کہ بدعت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ خود تو علم حاصل نہیں کرتے کہ دین اور غیر دین سمجھ لیں۔ ایسے شخص کا خاتمہ ایمان پر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بوقت نزع وہی اعمال اس کے سامنے بشکل عذاب سامنے آجاتے ہیں۔ جو اس نے بنیت عبادت کئے تھے۔ اس نے تعزیئے اٹھائے تھے۔ امام باڑے بنائے تھے۔ سینہ کوبی کرتا رہا۔ جسے بظاہر عبادت سمجھتا تھا۔ اسی طرح جلوس نکالے تھے۔ محرابوں، کاغذی جھنڈیوں، قمقموں اور بجلیوں سے راستے اور گلیاں سجائی تھیں اور سب کچھ نیک خیال سے کیا تھا۔ اب وہاں یہ انجام بد دیکھ کر سمجھ بیٹھتا ہے کہ میرے تمام اعمال غلط تھے۔ اس وقت اسے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت حضور اقدس صلعم کی رسالت اور اصول دین میں تردد اور شک پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید یہ بھی درست نہ ہوں تو خاتمہ بالکفر ہونے لگتا ہے۔ اس لیے عبادت اور دین کے ارادے سے جو بھی کام کرو علماء حق سے پہلے پوچھ لیا کرو تاکہ صحیح اعمال اور عبادت اختیار کر سکو۔ شیطان انہی راہوں سے اکثر گمراہ کرتا ہے، اور تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ آج لوگ خود علم حاصل نہیں کرتے اور علماء کے پاس جانے میں بھی شرم محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ کیا دین اور احکام شرعیہ صرف علماء کا ٹھیکہ ہیں؟

حبِّ مال — ایسا شخص جس کا مال و دولت سے فرطِ محبت ہو حرص ہو گویا مال متاع اس کی معشوق اس سے چھن رہی ہو اور دنیا میں ہی سب کچھ رہنے والا ہو تو اس وقت معاذ اللہ اس کے دل میں خدا سے بغض اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ محبوب یعنی دنیا کو اس سے جدا کر رہا ہے تو اس کا خاتمہ خدا سے بغض کی حالت میں ہوتا ہے العیاذ باللہ مگر جن لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت جاگزیں ہو ان کو یہ خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ و من ابغض لقاء اللہ ابغض اللہ لقاءہ[1] - بلکہ اسے تو اللہ تعالیٰ سے وصال کی خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔

معاصی — اہل معاصی کے لیے بھی خاتمہ بالکفر ہونے کا خطرہ ہے کہ بوقت نزع جب انہیں ان کا اعمالنامہ دکھایا جاتا ہے تو ایک لائن گناہوں کی لگی رہتی ہے۔ سارے اعمال بد ایک ایک کر کے ان کے سامنے آجاتے ہیں ایسے وقت میں یہ (نعوذ باللہ) خدا سے ناامید ہو جاتا ہے اور اسے انہیں بھی نفرت ہونے لگتی ہے (نعوذ باللہ) اور ناامیدی کی حالت پر مرنا بھی کفر ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء[2]۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو ذرا سی تکلیف اور مصیبت میں اللہ سے مایوس ہو جاتے ہیں اور کلماتِ نفرت منہ پر لانے لگے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا مرا وہ روتا اور کہتا کہ "یا اللہ اگر تیرا بیٹا ہوتا اور کوئی اسے مارتا تب تجھے پتہ چلتا"، تو ایسے جاہل بھی تو ہوتے ہیں۔ آج بھی کہتے ہیں کہ بس مجھے ان تکلیفوں اور مصیبتوں کے لیے خدا نے منتخب کیا ہے۔ اور کسی کو خدا نے نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے ——— تو گویا یہاں جھگڑنے کو تیار ہیں تو نزع کے وقت جب سب کچھ سامنے آجائے گا تو بغض اور ناراضگی پیدا ہو جائے گی اور اس کا خاتمہ کفر پہ ہو جائے گا۔

خلاصۂ بحث — خلاصۂ بحث یہ ہے کہ علم جزئی (لیلۃ القدر) جیسی بڑی نعمت حضورؐ جیسے پاک ذات جو سید الانبیاءؑ ہیں کے معصوم سینہ سے نکل گئی اور یہ اثر تھا بعض کے باہمی شور و تکرار کا، نیز ارشاد خداوندی ہے۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ

---

[1] جو اللہ کی ملاقات پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جسے اللہ سے ملنا ناپسند ہو اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں کرتے۔

[2] ایمان اللہ سے ڈرنے اور امید مغفرت کے درمیان ہے۔

باب ۲

عقیدۂ آخرت، فتنۂ دنیا، فکرِ آخرت

انسان امانت خداوندی کو فانی دنیا پر ضائع نہ کرے

(خطبہ جمعۃ المبارک)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق [1]

اللہ جل جلالہ نے یہ سارا عالم اور مخلوقات انسان کے فائدے کے لیے پیدا فرمایا۔ عرش سے فرش تک جتنی اشیاء ہیں سب سے ہماری حاجات وابستہ ہیں۔

مخلوقات کو امانت الٰہی کی پیشکش خداوند کریم نے اس کارخانہ کائنات کی پیدائش کے بعد اس کی تمام مخلوقات یعنی آسمان و زمین پہاڑ دریا سب پر اپنی امانت پیش فرمائی اور ان تمام مخلوقات کو اس کارخانہ کے سنبھالنے اور ٹھیک ٹھیک انتظام چلانے کی پیش کش کی مگر آسمان و زمین اور پہاڑوں نے اپنی کمزوری پر نظر کرکے اپنی معذوری ظاہر کی کہ اس عظیم عالم کے نظام کو صحیح طریقے سے سنبھالنا مشکل کام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔

ہم نے امانت الٰہی آسمانوں اور زمینوں کو پیش کی اور پہاڑوں کو پھر کسی نے اس کے اٹھانے کو آمادگی ظاہر نہ کی اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا۔ اس کو انسان نے بے شک یہ بڑا بے ترس اور نادان ہے

امانت الٰہی سنبھالنے کی یہ پیش کش اس وجہ سے بھی تمام مخلوقات کو کی گئی کہ بعد میں مخلوقات میں سے کسی کو شکوہ و شکایت کی مجال نہ رہے کہ صرف انسان کو یہ عظیم بار امانت کیوں سونپ دیا گیا اور اسے کیوں تمام مخلوقات پر فضیلت و برتری عطا کی گئی۔ مگر محکوم اور رعایا بننا آسان

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

ہے۔ اور منتظم وحاکم بننا بڑا مشکل کام ہے اگرچہ امانت الٰہی کی عظیم ذمہ داری قبول کرنا بہت بڑی عزت ہے مگر اس کی رعایت نہ رکھنے اور اس امانت میں خیانت کرنے کی سزا بھی بہت سخت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں کو بھیجا کہ زمین کی سطح سے مشت بھر مٹی اٹھا لائیں۔ اللہ کے مقرب فرشتے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام یکے بعد دیگرے آئے اور زمین سے مشت بھر خاک اٹھانے کی اجازت چاہی زمین نے بڑی منت سماجت کی کہ مجھ سے خاک نہ لیں اور اللہ تعالےٰ کی عظمت کا واسطہ دیا۔ زمین نے کہا کہ اگرچہ اس مٹی سے بہترین اور اشرف مخلوق (انسان) بنایا جائے گا۔ لیکن اگر اس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور سرکشی اختیار کی تو پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ سب فرشتے زمین کی معذرت سن کر واپس چلے گئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل آئے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل سب سے مقدم ہے۔ اور مٹی اٹھا کر لے گئے۔ تو جب یہ مشت خاک زمین سے عزرائیل نے اٹھائی اب اس کا واپس کرنا بھی حضرت عزرائیل علیہ السلام ہی کے ذمہ ہوا یعنی اس کے ذمہ ارواح قبض کرنے کا کام ہے۔ کہ جسد عنصری جو خاک سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو زمین کی طرف لوٹانا بھی عزرائیل کے ہاتھوں ہو۔ تو امانت کی ناقدری بہت بڑی گرفت کی چیز ہے۔ اس وجہ سے آسمانوں اور زمینوں نے معذرت کی، اور اس بوجھ کے برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔

ظلوم وجہول کا مطلب

[1] ظلوم وجہول۔ ظالم وجاہل کا مبالغہ ہے۔ ظالم وجاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل وعلم سے خالی ہو۔ مگر استعداد وصلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ پس جو مخلوق بدفطرت سے علم اور عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی یہ اوصاف اس سے جدا نہیں ہوتے (مثلاً ملائکۃ اللہ) یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی (مثلاً زمین وآسمان پہاڑ وغیرہ) ظاہر کہ وہ دونوں اس امانت الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے (افادات مولانا عثمانی ؒ)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر آسمان وزمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے۔ اور حکم خلاف اس کے اس پرائی چیز یعنی (حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تقاضا بڑا زور چاہتا ہے اس کا انجام یہ ہے کہ منکر دل کو قصور پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کرے تو بدلہ (ضمان) دینا پڑے گا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں (موضح القرآن)۔ سمیع الحق ۱۲

امانت اور اس کی ذمہ داریاں

وحملها الانسان "انسان نے اس بارِ امانت کو اٹھایا" اسے

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام دیوانہ زدند

اور انسان اس عظیم بار کو اٹھانے کے لیے تیار ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی سرشت اور خمیر میں عشق و محبت کی چنگاری رکھی گئی تھی۔ اور جب ایک عاشق کو معشوق کی طرف سے کوئی حکم ملے، چاہے اشارۃً ہو۔ عاشق اسے کر سکے یا نہ اس کام کو سنبھال سکے یا نہیں مگر تعمیل حکم میں ٹال مٹول اور پس وپیش نہیں کرتا۔ تم نے مجازی عاشق کے واقعات پڑھے ہوں گے۔ فرہاد کو کہا گیا کہ پہاڑ کھود ڈالو۔ وہ عاشق تھے نہ سوچا نہ سمجھا کہ پہاڑ کس طرح کھودا جا سکتا ہے اور دودھ کی ندیاں کیسے بہائی جا سکتی ہیں۔ بلکہ فوراً تعمیل حکم میں لگ گیا اور پہاڑ کھودنے لگا۔ جب عشق مجازی اور فانی محبت کی یہ تاثیر ہے تو عشق حقیقی محبتِ الٰہی میں تو اس سے ہزار درجہ تاثیر اور قوت ہوگی۔

انسان نے اپنے محبوبِ حقیقی یعنی خداوند تعالےٰ کی یہ پیش کش خوشی خوشی قبول کی اور اس طرح خلافت اور نظامت کا تاج، انتظام و نیابت کا لباس فاخرہ پہن لیا۔ تنظیم کا مطلب یہ کہ ہر ایک چیز کو اپنے موقع اور محل میں استعمال کرے گا۔ ہر کام کو ٹھیک طرح اندازہ کے مطابق تحلیل و ترکیب دے گا اور اس امانت اٹھانے کے بدلے میں اللہ تعالےٰ نے اس کو تمام مخلوقات کی حاکمیت عطا فرما دی اور تمام اشیاء بر و بحر کو انسان کے لیے مسخر بنا دیا۔

اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض	اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے
وانزل من السماء ماء فاخرج بہ	پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے اور مسخر کیا تمہارے
من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم	لیے کشتی کو اس کے حکم سے دریا میں چلے اور کام میں لگایا
الفلک تجری فی البحر بامرہ وسخر لکم	تمہارے لیے ندیوں کو اور سورج اور چاند کو ایک خاص
الانہار وسخر لکم الشمس والقمر	دستور و نظام کے مطابق اور کام میں لگا دیا تمہارے
دائبین وسخر لکم الیل والنہار واتاکم	لیے رات اور دن کو اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم
من کل ما سألتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا	نے مانگی اور اگر گنو اللہ کے احسانات نہ پورے کر سکو۔
تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار۔ الآیۃ	بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

کائنات کی تسخیر

آج سمندروں اور ہواؤں پر انسان کا تسلّط ہے سمندروں کی لہریں انسان چیر رہا ہے اور ہواؤں میں اس کی پرواز ہے۔ یہاں تک کہ خلا کو بھی عبور کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ پہاڑوں کے جگر انسان شق کر رہا ہے۔ اور زمین انسان ہی کے قدموں سے لرز اٹھی ہے۔ یہاں تک کہ ترقی انسانیت کا نکتہ عروج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے معراج کی شکل میں ظاہر ہوا کہ حضور اقدس شب معراج کو عرش تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر تشریف لے گئے اس سے انسانی شرافت و عروج کا ظہور ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خلا کے اندر یا خلا کو چیر کر آگے گذرنا ناممکن نہیں ——— ہمیں اللہ تعالےٰ نے موقع دیا کہ اس شرافت اور قوت اور تسخیر و تسلّط کو آخرت اور اس امانت کے صحیح استعمال کا ذریعہ بنا دیں عقل و سمجھ دی اور دنیا بھر کی اشیاء کا ایک بازار انسان کے امتحان و آزمائش کے لیے لگا دیا۔ مگر افسوس کہ موجودہ زمانہ کا انسان صرف ان اشیاء کی ترقی ہی میں کوشاں ہے۔ اسی بازار ہی کو منتہائے حیات اور مقصدِ زندگی سمجھ بیٹھا ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ فانی اور چند روزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق۔

دنیا کی حقیقت اور بے ثباتی

تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہے خواہ زمین ہے یا بنگلہ سلطنت ہے۔ یا قوت و سطوت۔ تجارت ہے یا ملازمت حسن ہے یا مال و متاع وہ سب کچھ ختم ہونے والا ہے اور اللہ کے ہاں جو کچھ ہے وہ باقی اور دائم ہے۔ یہاں اگر بڑھاپا ہے یا جوانی بچپن ہے یا شباب غرض علم ہے یا کم و کیف ہے سب کچھ زائل ہونے والا ہے بادشاہت ساتھ جائے گی نہ وزارت نہ زمین نہ زر و زن۔ سب کچھ یہاں رہ جائے گا جو چیزیں فانی ہونے والی ہیں اس کے لیے کہیں خدا کو نہ بھول جاؤ۔ رسول اللہ اسلام اور مذہب سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہاں کی کوئی چیز پائیدار نہیں سب کچھ بے وفا ہے۔ عزت و منصب عارضی ہے۔

مناصب دنیوی ہیچ ہیں

پچھلے دنوں اخبار میں نظر سے گذرا کہ صدر پاکستان جب لاہور آئے تو ہوائی اڈہ پر بہت سے لوگ استقبال کے لیے موجود تھے مگر پرانا وزیر ایک بھی نہ تھا کسی نے ان سے پوچھا تو کہا [illegible] ہے کہ ہم ان کی صف [illegible] استقبال کے لیے کھڑے رہیں کیونکہ وزارت کے بعد ہمیں [illegible] کے ساتھ کھڑا ہونے

کی رعایت نہیں تو بھائیو یہ حال ہے۔ دنیا کی وزارت و مناصب کا۔ یہ دنیا کی بادشاہت اور صدارت
ہے جس کے لیے ہم شب و روز لڑ رہے ہیں۔ ہماری مثال ان بچوں کی طرح ہے۔ جو آپس میں مل
کر گائے بھینس کا گوبر اکٹھا کرتے ہیں جب ڈھیر بن جاتے تو بچے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگتے ہیں
پھر تھوڑے تھوڑے گوبر کے لیے باہم دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔ ہر روز تم یہ تماشا دیکھ سکتے
ہو یہی حال مال و دنیا کے لیے شر و فساد کا ہے ـــــ اگر ایک شخص نے یہاں اکوڑہ میں جائیداد
بنائی بنگلہ بنایا، اس میں باغیچہ لگوایا۔ مگر جب لاہور یا جدہ جاتا ہے تو اپنے ساتھ انہیں نہیں لے
جا سکے گا۔ وہاں کرایہ پر کمرہ یا ہوٹل یا سرائے میں رہے گا۔ البتہ روپے پیسے ساتھ لے جا سکتا ہے
مگر وہ بھی محدود مقدار میں ہندوستان جائے گا تو صرف پچاس روپے اور اگر مکہ معظمہ یا مدینہ جانا
ہو تب حکومت کا منظور کردہ مقدار ساتھ لے جا سکے گا۔ اگر اس کے پاس کروڑوں روپے ہوں
تو دنیا کی بے وفائی کا جب یہ حال ہے کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور ایک ملک سے دوسرے
ملک تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکی تو اس عالم سے دوسرے عالم تک کب وفاداری کر سکے گی۔ بلکہ
مرنے کے بعد جب اسے برزخ اور دوسرے عالم میں تنہا جانا پڑتا ہے۔ تو کپڑے تک بھی اتار دیئے
جاتے ہیں۔ یہ پگڑی کوٹ اور جوتے بھی الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح ماں سے پیدا ہوئے اسی
طرح جانا ہوگا ـــــ ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق

رازق و مسبب حقیقی کون ہے

اسلام ہمیں دنیا کے کاروبار سے نہیں منع کرتا۔ بلکہ یہ
زندگی کیسے گذاری جائے۔ اس کی تعلیم دیتا ہے کہ دنیا
کا کام کرتے رہو۔ مگر اللہ کے بتلائے ہوئے راستوں اور رسول اللہ کے طور طریقوں پر چل
کر۔ مگر جو لوگ اللہ اور رسول کا حکم نماز روزہ میں نہ مانیں تو دنیاوی امور میں ان سے کیا توقع
ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ اگر جوا، رشوت خوری، ظلم اور کھانے پینے کی اشیاء میں دھوکا اور ملاوٹ
نہ کی گئی تو کھائیں گے کہاں سے تو ماں کے پیٹ میں کس نے رزق دیا۔ کیا وہاں بھی جوا، رشوت
اور چوری کی جاتی تھی؟ جس رب نے وہاں بغیر حرام و چوری کے حلال اور پاکیزہ رزق دیا کیا وہ
یہاں ہمیں حلال رزق نہیں دے سکتا۔ کیا اس کے ربوبیت عامہ سے عقیدہ ہٹ گیا ہے۔
پیدائش کے متصل بعد ماں کے سینہ سے دو چشمے دودھ کے جاری کروائے اب بھی وہی ہے

ہے اور کوئی تو نہیں ہے؟ ہم اپنا مقصد بھول گئے اپنے رب کو بھول گئے۔ توکل اور بھروسہ اللہ پر نہیں رہا۔ حالانکہ رزق کا کفیل وہی ہے یہ چیز اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے، جب تک انسان اس کے فرائض اور احکام کو بجا لاتا رہے گا۔ گویا اسباب پر اتنا بھروسہ ہے کہ اگر قبر میں فرشتے سوال کریں کہ من ربک تیرا رب کون ہے تو جو زمیندار قانون خداوندی کا پابند نہ ہو وہ جواب میں زمینداری ہی یاد کرے گا۔ دکاندار اور ملازم ملازمت کا ذکر کرے گا کہ انہی اشیاء کو دنیا میں اپنا رب سمجھا تھا۔

یہاں تو منافقت سے کام چل جاتا ہے۔ واللہ العظیم منافقت و چالاکی وہاں قبر میں نہ چل سکے گی۔ اگر یہاں عقیدہ نہ ہو کہ اللہ ہی پالنے والا ہے تو وہاں ہرگز نہ کہہ سکے گا۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور جس کا عقیدہ بن جائے کہ اللہ ہی رب ہے تو پھر وہ ملازمت، تجارت، زراعت میں اللہ کی مرضی کی تعمیل کرے گا۔ اس کے احکام کی رعایت رکھے گا۔ اور مخالفت شرع اس سے ناممکن ہوگی۔

اللہ کی ربوبیت عامہ پر اعتماد کی ایک مثال اور اسکی برکات

خداوند کریم کی خوشنودی کے لیے جس نے کام کیا اس نے بقا حاصل کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بچے جو اس وقت اکلوتے بیٹے تھے۔ اور اپنی وفاشعار بیوی کو ایک ویرانہ اور جنگل میں چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ کہ وہاں اللہ کا گھر اور مسجد آباد ہو جائے نماز شروع ہو تو مالک الملک کے حکم کی تعمیل میں اپنا بچہ اور بیوی جنگل میں چھوڑ آیا۔ جب بیوی نے دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ ہمیں چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں تو ہاجرہ پکار کر پوچھتی ہیں کیا ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ رہے ہو ——— ؟ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے کہ جذبات محبت و شفقت غالب آ کر تعمیل حکم میں کمزوری نہ آجائے صرف یہ کہا کہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ایسا کر رہا ہوں حضرت ہاجرہؓ نے مطمئن ہو کر فرمایا۔ اذا لا یضیعنا۔ تب ہمیں اللہ ضائع نہ کرے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی قربانیوں کا صلہ

آج اسی قربانی اور حضرت ہاجرہ کے ایمانی استقامت کا ثمرہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ کو نماز و عبادت کی صحت کا موقوف علیہ بنا دیا گیا ہے اور اب تک دنیا بھر کے مسلمان نمازی فرائض، نوافل اور سنن پڑھ رہے ہیں۔ اور جہاں بھی نماز پڑھی جائے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا جاتا ہے۔

وہی زمزم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے جاری ہوا دنیا میں بھی پیا جاتا ہے ۲۰،۲۵ لاکھ افراد کے رزق کا انتظام اس وادی غیر ذی زرع میں ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا ثمرہ ہے اور اللہ تعالےٰ کی شان ربوبیت کا ظہور ہے اور ہر نماز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر صلواۃ و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اللہ پر اس اعتماد اور تعمیل حکم کا نتیجہ ہے اور سب کچھ وہاں کے فیوض و برکات ہیں کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ اس وقت عورتوں کی ایمانی طاقت اتنی مضبوط تھی جس کا حضرت ہاجرہ نے ثبوت دیا۔

میاں بیوی ایک دوسرے کی اصلاح کریں

آج اگر مرد دین کا کچھ کرنا چاہے تو عورت اسے نہیں چھوڑتی۔ پہلے اگر ایک مرد یا عورت میں سے ایک دین میں کمزور ہوتا تو دوسرا ایمان دار ہو کر اسے راہ راست پر لانے لگتا۔ مگر اب دونوں ایک دوسرے سے بد دینی میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک بادشاہ کی لڑکی کا قصہ سنایا تھا کہ بادشاہ نے چاہا کہ اپنی لڑکی کی شادی دیندار آدمی کے ساتھ ہو۔ دیندار آدمی تلاش کے بعد میسر ہوا مگر غریب و مفلس تھا اس سے نکاح شاہزادی کا ہوا۔ رخصتی کے بعد غریب شوہر کے گھر شہزادی نے روٹی کا باسی ٹکڑا دیکھا۔ خاوند سے پوچھا کیا ہے۔ اس نے کہا افطاری کے لیے روٹی کا ٹکڑا رکھا ہے۔ بیوی ناراض ہو کر اس کے گھر سے جانے لگی، اس بیچارے نے کہا مجھے پہلے سے اندازہ تھا کہ ایک شہزادی فقیر کے گھر نہیں رہ سکے گی۔ مجھ سے غلطی ہوئی مگر تمہارے والد بادشاہ نے مجبور کیا تھا۔ لڑکی نے کہا کہ نہیں میں آپ کی غربت و فقر کی وجہ سے نہیں جا رہی بلکہ آئندہ کے لیے روٹی کا یہ ٹکڑا رکھنا توکل اور اعتماد علی اللہ کے خلاف ہے۔ ایک مومن کا بھروسہ تو صرف اللہ ہی پر ہونا چاہیے اگر آئندہ اتنا بھی نہ رکھو تب یہاں رہوں گی۔

فانی اور غیر فانی چیزیں

الغرض آیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے ساتھ تمہارا نسب، دولت، طاقت کوئی چیز جانے والی نہیں۔ سب کچھ یہاں رہنے والی چیزیں ہیں ہاں اگر اچھا عقیدہ جمایا ہے، اچھے اخلاق پیدا کیے، اچھے اعمال کا ذخیرہ اکٹھا کیا وہ ساتھ جائے گا ——— معنوی اشیاء: علم دینی، عقیدہ و بدعقیدگی، اخلاق و بداخلاقی ساتھ ہوتی ہے۔ دل و دماغ روح اور قلب کی چیزیں کوئی نہیں چھین سکتا۔ اگرچہ

میں سب کچھ رسومات، معاشرہ، تمدن لباس پوشاک طور طریقہ اسلامی رنگ میں نہیں بلکہ خلاف ہے۔ تو یہاں اگرچہ مسلمان کہلا سکتا ہے۔ مگر فرشتوں کو دھوکہ نہیں دے سکے گا۔ جب لباس و تمدن نصرانیوں کا اختیار کیا ہو گا۔ تو ممکن ہے کہ فرشتہ اس سے کہے کہ تم نصرانی ہو۔ کوئی اور کہے گا کہ جب اس کی زندگی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہج اور طریقہ پر نہ تھی تو کیا یہ حضورؐ کو اپنا پیشوا کہہ سکے گا۔ بلکہ کہے گا کہ میرے تو کئی پیشوا تھے۔ کس کے بارے میں پوچھتے ہو۔ غرض انسان کو جو بڑی قابلیت طاقت، خلافت اور امانت کی نعمتیں دی ہیں۔ اسے فانی پر ضائع نہیں کرنا چاہیئے اللہ کا قرب اللہ کی رضا باقی چیز ہے۔ اسے حاصل کریں۔ جو اچھے اخلاق اچھے عقائد اچھے اعمال ہیں جو براہ راست اللہ تعالیٰ کو پہنچتے ہیں۔ کل شیء ھالکٌ الا وجھہٗ۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے۔ کہ جو کام اللہ کی رضا کے لیے اور خالصۃً لوجہ اللہ کیے جاتے ہیں وہ فانی اور ہلاک نہ ہوں گے اللہ جل جلالہٗ اپنی خوشنودی نصیب فرمادے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔
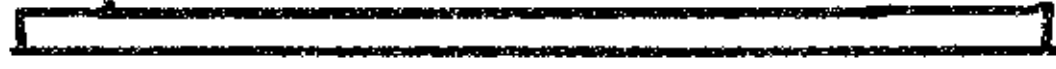
فتنہ مال و دولت اور اس کا علاج

عمل صالح اور عبادت

(۲۲ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ)

خطبہ مسنونہ کے بعد: من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه جس کو عمل نے پیچھے کر دیا اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا ——— محترم بھائیو! ہمارے اور آپ کے لئے خیر و بہبود اور فائدے کی چیز صرف عمل صالح ہی ہے۔ اگر نیک عمل والے بن گئے تو دنیا، آخرت اور قبر کی زندگی تینوں میں کامیابی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ برے اعمال والے ہوئے۔ تو پھر چاہے ہمارا مال بہت زیادہ ہو، ہمارا نسب اونچا ہو، ہماری جسمانی طاقت زیادہ ہو جائے یہ سب نعمتیں ہمارے لئے وبالِ جان بن جائیں گی اور انسان کا عمل اس کے کام آئے گا۔

حضورؐ سے نسبی اور روحانی رشتہ

بھائیو! انبیاء کرام سے جن کا رشتہ نسبی ہو وہ تو بڑے خوش قسمت ہیں اور یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ مگر جن کو روحانی رشتہ میسر ہو یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی بنے۔ وہ بھی سعادت مند بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں دنیا و آخرت میں اور برزخ میں محسوب فرما دے۔ فی الحقیقت ہمارا تو کوئی سہارا نہیں۔ اعمال کا کوئی معتدبہ وسیلہ نہیں سوائے اس کے کہ یہی ایک ذریعہ ہے۔ کہ یا اللہ ہم تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں تو یہ رشتہ بہت بڑی سعادت ہے جسے میسر ہو جائے ——— ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ سوائے اس رشتہ کے جو میرے ساتھ کسی کا ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی صاحبزادی سے نکاح فرمایا۔

حضرت علیؓ و عمرؓ کا باہمی رشتہ

شیعوں نے تو کیا کیا دشمنی اور عداوتیں ان کے درمیان بنا رکھی ہیں۔ حالانکہ حضرت علیؓ خسر ہیں اور حضرت عمرؓ داماد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اگر حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق نہ سمجھتے تو رشتہ صہریت قائم نہ کرتے۔ بیٹا جن کو برحق نہ سمجھے وہ تو مقابلے میں کربلا کے میدان میں سربکف ہو کر شہید ہو اور باپ جس کو خلیفہ برحق نہ سمجھے اس سے رشتہ دامادی بھی قائم فرماویں تعجب ہے شیعوں پہ کہ حضرت حسینؓ تو خاندانِ نبوتؐ اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کریں اور حضرت علیؓ بقول شیعہ تقیہ کر کے صاحبزادی کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دے دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے۔ آپس میں اختلاف کے قصے شیعوں کے من گھڑت ہیں۔ علاقہ صہریت کے بعد ان کے درمیان جو باہمی احترام و پاسِ حقوق اور محبت ہوگی اس کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو ان کی صاحبزادی کے لئے خطبۂ نکاح دیا۔ حضرت عمرؓ اگر چاہتے تو ان کے لئے بیبیوں کی کمی نہ تھی۔ مگر حضرت عمرؓ کی خواہش تھی۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سے رشتہ کر لوں۔ تو حضور اقدسؐ سے اور رشتوں کے علاوہ یہ میرا ایک قریبی رشتہ بھی قیامت کے دن کام دے گا۔ اور قیامت کے دن میری رفع درجات کا ذریعہ ہوگا — تو خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کا کوئی نہ کوئی تعلق اور ربط حضور اقدسؐ سے ہے۔ اور ہمارا امتی ہونا بھی آپؐ کا روحانی باپ ہونا اور ہمارا اولاد بننا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ جب حضورؐ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں تو حضورؐ روحانی باپ بنے۔ اور قیامت کے دن یہ رشتہ ہمارے کام بھی آئے گا۔ تمام انبیاءؑ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی پکاریں گے۔ اُمت کے لئے فکرمند ہوں گے۔ اور اُمت کی شفاعت کریں گے مگر حضور اقدسؐ کے ساتھ اس رشتہ کی برکتیں تب پوری طرح حاصل ہو سکتی ہیں جب عمل صالح بھی موجود ہو کہ اصل مدار اور بنیادی چیز شریعت نے عمل کو قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ ایک دفعہ نیند سے بیدار ہوئے۔ انبیاءؑ کا خواب دیکھنا بھی وحی ہوتا ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ آج رات بے حساب خزانے اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو عطا فرمائے۔ ما ذا انزل

اللیلۃ من الخزائن وما ذا انزل من الفتن یہ کس قدر خزانے نازل کئے گئے ؟ یہ اس وقت کی بشارت ہے جب مسلمان کی دنیا کے کسی مقام پر حکومت نہیں تھی۔

اسلام کی مادی برکتیں

حضورؐ نے اس حالت میں بشارت دی جس کا ظہور تھا۔ کسریٰ اور قیصر کے خزانے اونٹ کے چرواہوں کو مل گئے۔ یہ اسلام کی برکت ہے۔ کہ اسلام کی نعمت کی وجہ سے مسلمان حکومت۔ ملک اور تخت و تاج کے مالک ہوئے۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک ایسا ہی ہے۔ کیا ہم پاکستان کے مالک نہیں یہ ملک صرف اسلام کے نام پر ہمیں نہیں ملا؟ کیا آج ہم کابل کے مالک نہیں ؟ ایران اور عراق انڈونیشیا اور ترکی کے مالک نہیں ہیں۔؟ یہ سب ممالک خزانے ہیں جن کی خوشخبری حضورؐ نے دی۔ کیا خزانوں کی کنجیاں آج بھی حضورؐ کی امت کے ہاتھ میں نہیں۔؟ آج دنیا کا زیادہ پٹرول اور سونا مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے پھر اس وقت اللہ نے خلفائے راشدین کے دور میں جو انعامات واکرامات فرمائے۔ اس کا تو کوئی حد وحساب نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ فتنے بھی بہت اُتر آئے۔ ان خزانوں کے ساتھ آزمائش اور ابتلاء کا سامان بھی خدا نے کر دیا۔

مال کا فتنہ

ہر امت کے لئے فتنہ اور آزمائش کی چیز خدا نے مقرر کر دی۔ اس اُمت کے لئے مال سب سے بڑا فتنہ ہے۔ مال آیا تو فتنے بھی آ گئے۔ مسلمانوں کے درمیان یہ خانہ جنگی اور پارٹی بازی۔ گھر گھر جھگڑے اور فساد کس وجہ سے ہیں ایک پارٹی کہتی ہے۔ میں وزارت اور صدارت حاصل کر لوں۔ دوسری کہتی ہے کہ مجھے حکومت کے سب اختیارات حاصل ہو جائیں۔ ممبری اور وزارتوں پر جھگڑے ہیں۔ جتنا مال بڑھتا جاتا ہے۔ اتنا ہی انسان دن رات شراب گناہ اور جوا بازی میں مست پڑا رہتا ہے۔ اپنے کے علاوہ دوسروں پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ پھر دولت کے ساتھ حکومت بھی حاصل ہو تو دو آتشہ نشہ ہو جاتا ہے۔ اور گویا فرعون بن جاتے ہیں۔

گورنر شام ابو عبیدہؓ کی حالت

صحابہ کرامؓ کی بیس سال تک حضورؐ نے تربیت کی اخلاق و عادات کی اصلاح کی صحابہ کرامؓ کے ہاتھ میں جب حکومت آئی۔ تو ان کی حالت نہ بدلی۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ شام کے سب سے بڑے حاکم تھے۔ گویا اس وقت کے گورنر جنرل تھے۔ جمعہ کے دن نماز کے لئے تاخیر سے نکلتے۔ اور فیصلے بھی اس دن نہ کرتے۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی حضرت عمرؓ نے تفتیش کرائی۔ باتوں باتوں میں ان سے وجہ پوچھی۔ کہ آپ تاخیر سے نماز جمعہ کے لئے نکلتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا دراصل میرا ایک ہی جوڑا کپڑے ہیں۔ جو جمعہ کے دن دھو لیتا ہوں۔ اور خشک ہونے کے بعد انہیں پہن کر باہر آتا ہوں۔ لباس نہ ہونے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا۔ مکان میں (جو گویا اس وقت کے گورنر جنرل کی کوٹھی ہے) صرف ایک چٹائی بچھی ہوتی۔ ایک تھیلا لٹکا ہوتا حضرت عمرؓ نے دیکھا تو معلوم ہوا خشک روٹی کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ پوچھنے پہ بتایا کہ مغرب کے وقت اس سے روزہ افطار کرتا ہوں۔ تو کہا کہ آپ تو شام کے گورنر ہیں اس علاقے سے باہر ممالک کو غلہ کی سپلائی ہو رہی ہے۔ پھر آپ تازہ روٹی کیوں نہیں کھاتے؟ جواب ملا سب کچھ یہاں کافی ہے۔ کوئی کمی نہیں۔ الحمد للہ ـــــ مگر خدا تعالیٰ سے میں نے عہد کیا ہے۔ کہ حضورؐ کے زمانے میں جو حالت اور طور طریقے تھے۔ اسے نہ بدلوں گا۔ اس وقت ہمارا ایک ہی لباس ہوتا تھا خشک روٹی ملتی اور اب جب بادشاہی اور حکومت آگئی تو کیا ہم وہ طریقے چھوڑ دیں۔ تو یہ تو ایسے لوگ تھے۔

ایازی شان

ایاز محمود غزنوی کے ہاں وزراء سے بھی زیادہ مقام رکھتا تھا۔ ایک وقت تھا کہ یہ باندی اور قلی تھا۔ اور ٹاٹ کا لباس پہن کر مزدوری کرتا تھا۔ بادشاہ سے تقرب کے بعد جب شاہی دربار میں ہوتا۔ تو جواہرات سے بھرا ہوا خلعت فاخرہ پہنے ہوتا مگر جب گھر جاتا۔ تو وہ کپڑے اتار کر مزدوری کے زمانہ کے کپڑے پہن لیتا اور آئینہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا۔ اور کہتا کہ "ایاز قدر خود را بشناس" ـــــ کہیں گھمنڈ میں نہ آجاؤ آج اپنی حیثیت کو بھول نہ جاؤ۔ اگر آج محمود غزنوی کی ساری سلطنت تیرے ہاتھ میں ہے کہ اس کے منظور نظر ہو تو یہ خدا کی مہربانی اور کرم ہے۔ کہ آج تجھے یہ مقام اور منزلت ملا۔ تو جس میں ایمان ہو تو اس کی حالت نہیں بدلتی ورنہ مال اور دولت بڑی خطرناک شئے ہے۔

الوضیع اذا ارتفع تجبّر۔ خسیس شخص جب اونچا ہو جائے تو سرکشی اختیار کر لیتا ہے۔

تین بنی اسرائیلیوں کا قصّہ

بخاری شریف میں ایک حدیث ہے جس میں تین آدمیوں کا واقعہ مذکور ہے ایک گنجا تھا۔ ایک اندھا اور ایک برص کا مریض۔ تینوں کو خدا نے دولت دی۔ خداوند کریم نے ایک فرشتہ کو انسان کی شکل میں ان تینوں کے پاس بھیجا۔ تینوں نے مرغوب مال کے لئے دعا کی درخواست کی۔ رب العزت نے مال عطا کر دیا۔ صحت عطا فرمائی۔ عزت دی چند سالوں کے بعد خدا نے امتحان کرنا چاہا تو اس فرشتہ کو انسان کی شکل میں محتاج اور سائل کی صورت میں بھیجا۔ نابینا کے پاس جب فرشتہ بصورت محتاج بن کر آیا۔ اور اس نے کہا کہ خداوند کریم کا حق ادا کر دو۔ تو اس نے جواب دیا کہ آج جس قدر مال تمہیں ضرورت ہو لے جاؤ میں تو نابینا تھا۔ خداوند کریم نے اپنے فضل سے یہ مال دیا ہے۔ یہ اسی کا مال ہے لے جاؤ یہ امتحان تھا جس میں نابینا کو کامیابی کی خوشخبری ملی۔ اور مال کی زیادتی میسر ہوئی اس کے بعد برص کے پاس جا کر کہا۔ کہ خدا نے تم پر بڑی مہربانی کی ہے۔ اس کا حق بھی اپنے اوپر مان لو۔ اس نے کہا اور بہت حقوق ہیں۔ صبح شام لوگ آتے رہتے ہیں کس کس کا حق پورا کریں۔ اس طرح فرشتہ گنجے کے پاس بھی گیا۔ اور اس کو سابقہ حالت یاد دلا کر کہا کہ خدا نے آپ کو صحت دی۔ لوگ آپ سے بھاگتے پھرتے تھے۔ کوئی آپ کو نزدیک نہیں آنے دیتا تھا۔ اس نے بھی ایسا ہی جواب دیا تھا کہ نہیں میرے تو باپ دادے نواب تھے میں نسلاً بعد نسلٍ معزز اور رئیس چلا آ رہا ہوں۔ یہ ہے مال کا فتنہ۔

مال و دولت کا فتنہ

ہاں حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس مال آیا تو وہ نہ بدلے حضرت عمرؓ کے پاس حکومت آئی تو انہوں نے لباس کے پارہ پارہ پیوند تک نہ گئے۔ مگر ہم جیسے کمزوروں کے پاس مال آئے تو حالت بہت خراب ہو جاتی ہے آج سینما تھیٹر اور کچہریاں مسلمانوں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ مال کا نشہ اور خرابی ہے آج کسی کو سڑک پار کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ موٹروں کی اتنی کثرت ہے۔ یہ وہی مسلمان ہیں جو اکثر ہندوؤں کے ساتھ یا نڈی تھے۔ اور مزدور تھے کچھ انگریزوں کے خانسامے اور

چپڑاسی اور بوٹ پالش کرنے والے تھے۔ خدا کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ خدا نے ہمیں ملک دیا۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کو یہاں سے بھگا دیا۔ ان کی تجارت، دکانیں، کارخانے خدا نے ہمارے ہاتھ میں دے ئیے ہیں ان پر قابض بنا دیا۔ تو کمال یہ ہے۔ کہ ہم میں غرور اور تکبر نہ آئے بلکہ عاجزی اور تواضع ہم میں پیدا ہو ——— تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج رات خدا نے میری اُمت کو خزانے عطاء فرمائے۔ اور خوشخبری دی لیکن ان خزانوں کے ساتھ فتنوں سے بھی آگاہ کیا۔ یہ پارٹی بازی اور یہ قتل و قتال مقدمات اور مقابلے اور ایک دوسرے کے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کی کوششیں سب مال کی وجہ سے ہیں مال نہ ہو بیچ میں تو کچھ نہیں۔ اسے ہی عربی میں فتنہ کہتے ہیں۔ یعنی آزمائش اور امتحان۔ خداوند تعالیٰ مال اور عزّت دے کر آزمائش کراتا ہے۔ کہ بھلا یہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔

فتنوں کا علاج

اب سوال یہ ہے۔ کہ ان فتنوں کا علاج کیا ہے۔ تو یہ بھی خود حضورؐ نے بتلا دیا ہے۔ حضورؐ نے یہ خواب آدھی رات یا سحری کے وقت دیکھا بیدار ہو کر اپنی فراش پر بیٹھ گئے۔ خواب سُنا کر فرمایا۔ کہ میری بیویوں کو جگا دو فتنے آ گئے اور اس سے بچنے کی راہ یہ ہے۔ کہ خدا کی طرف رجوع کی جائے ——— تہجّد پڑھ لیں۔ تو گویا عبادت میں لگ جانا ان فتنوں کا علاج ہے۔

تہجّد کی برکت

اس سے علماء استدلال کرتے ہیں۔ کہ تہجّد کی ایک برکت یہ ہے۔ کہ انسان فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں لوگ اپنے اپنے خواب بیان کرتے۔ مجھے حسرت رہتی کہ میں بھی کبھی خواب دیکھ لوں اور حضورؐ کو سُنا دوں۔ تو خواب میں کیا دیکھا کہ میں جنّت میں ہوں۔ اور میرے ہاتھ میں ایک رومال ہے جو پروں کا کام دے رہا ہے۔ رومال گویا ہوائی جہاز ہے۔ کہ جہاں چاہے۔ وہاں پہنچا دیتا ہے۔ پھر دو آدمیوں نے مجھے پکڑا اور ایک کنویں کے کنارے لے گئے جس پر چرخہ کی طرح لکڑیاں نصب تھیں۔ کنویں میں جھانک کر دیکھا۔ کہ اس میں مرد اور عورتیں ہیں۔ جن کو میں پہچانتا بھی ہوں (گویا ابوجہل اور ابولہب ہی ہوں گے) ایک ہی گاؤں اور محلے کے باشندے تھے۔ اب میرے اوپر گھبراہٹ آئی کہ شاید مجھے بھی اس میں پھینک دیں گے۔ ہیبت طاری ہوئی۔

اتنے میں ایک دوسرے شخص نے آکر کہا۔ لم ترع مت ڈرو تم خواب سے بیدار ہوئے۔ مدتوں کی خواہش اور حسرت تو پوری ہوئی۔ لیکن ادب کی وجہ سے خود حضورؐ کو نہ کہہ سکے مگر ان کی بہن حضرت حفصہؓ جو حضورؐ کے نکاح میں تھیں۔ ان کو خواب سُنایا۔ انہوں نے حضورؐ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ اچھے جوان ہیں۔ نعم العبد عبد اللہ لیکن کیا اچھا ہوتا اگر تہجدّ بھی پڑھتے۔ اس لئے ان پر ڈر طاری ہوئی۔ اگر تہجدّ پڑھتے۔ تو جہنم کے کنارے بھی فرشتے نہ پہنچاتے۔ اگر ایک شخص کو ہتھکڑیاں پہنا کر تھانے تک لے جائیں۔ حوالات میں نہ ڈالیں، تب بھی بُری بات ہے۔ غرض تہجدّ کی اتنی برکت ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا میری ازواجؓ کو بیدار کر دو کہ تہجدّ پڑھ لیں۔

عورتوں کی عریانی پر وعید

پھر ارشاد فرمایا رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٍ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ بہت عورتیں دنیا میں چھپی ہیں قیامت میں ننگی ہوں گی۔ اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو ہمارے ملک کی عورتیں کہ انگریزی فیشن میں ڈوب گئی ہیں۔ باریک سے باریک لباس پہنتی ہیں۔ یاد رکھئے چہرہ قدم اور ہتھیلیاں صرف ان تین اعضاء کا کھلا رہنا نماز کے لئے مفسد نہیں۔ اس کے علاوہ عورت کا کوئی عضو چوتھائی حصہ کھلا ہو تو نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ اور آج تو انگریزی میموں کی طرح صرف قمیص پہنتی ہیں۔ تو ایسی عورتوں کی نماز کیسے ہو سکتی ہے اور اگر کوئی ٹوک دے تو کہتی ہیں۔ دیکھتے نہیں سر پہ دوپٹہ ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ ایسی عورتیں قیامت کے دن ننگی ہوں گی۔ اور اس وقت ننگا ہونا فیشن کی وجہ سے نہیں ہو گا۔ فیشن زدہ عورتیں خوش نہ ہوں۔ کہ وہاں بھی ننگی پھریں گی۔ بلکہ انہیں سیاہ بلائیں بنا دیا جائے گا جن کی بدبو ہر طرح پھیل رہی ہو گی۔ اور لوگ ان کی وجہ سے تنگ ہوں گے۔ کہ کچھ تو قیامت کی مصیبت ہے۔ اور کچھ ان بلاؤں نے تنگ کر دیا ہے۔ یہ وہ عورتیں ہوں گی جو یہ ہنہ رہتی تھیں۔ یہ ظاہری معنی ہے۔ حدیث کا۔

لباسِ عملی

دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم آج تو مسلمانوں کی مائیں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسلمانوں کی مائیں بنا دیا ہے۔ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ اور ماں محترم اور عزت والی ہوتی ہے۔ ہماری سب کی مائیں حضورؐ کی ازواج پر قربان ہوں۔ تو مسلمانوں کے قلوب میں یہ

عزت و عظمت ان کی بوجہ حضور اقدسؐ کے حاصل ہے۔ عورت کی عزت بوجہ شوہر کے اور شوہر کی عورت سے ہے میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے لئے لباس ہیں۔ اور زینت لباس سے ہوتی ہے۔ جتنا اچھا لباس ہوگا۔ اتنی زیادہ عزت ہوگی۔ تو ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ عمل نہ ہو تو کپڑوں سے کچھ نہ ہوگا۔ قیامت کے دن وہ لباس عزت و عظمت سے عاری ہو جائیں گی۔ تو گویا پہلے حضورؐ نے اپنے گھر سے نصیحت شروع کی کہ عمل صالح ہی تمہارا لباس فاخرہ ہے۔ تو بھائیو! تہجد پڑھو، خدا کے حضورؐ میں رو رو اللہ کو یاد کرو تاکہ دنیا کے فتنوں سے محفوظ رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل صالح کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

فکرِ آخرت

موت و ما بعد الموت

(خطبہ جمعۃ المبارک)

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کے دو وجوہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی نماز نہ پڑھے زکوٰۃ نہ دے اپنی زندگی اپنی معاشرت شریعت کے مطابق نہ گذارے تو یا تو اس میں کفر ہے، اندر سے، یا وہ بہت احمق اور بے وقوف ہے اور بہت لوگ زبان سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر اندر سے ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین ۔ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ زبان سے تو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر در حقیقت وہ مؤمن نہیں ہیں۔

عقیدۂ آخرت بھائیو! ایمان تب آئے گا کہ یہ عقیدہ اور یقین ہو ہمارا کہ میرے ہر عمل اور بد عملی کا حساب ہو گا۔ اور قیامت کا دن حق ہے، میری ذرہ ذرہ نیکی اور بدی میرے سامنے آئے گی اور خدا کے سامنے حساب دینا ہو گا، صرف نماز روزہ کا نہیں بلکہ ہر چیز کا، مال کا کہ کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا؟ کس کس جگہ صرف ہوا، ہر اندام کا پوچھا جائے گا کہ اسے کس عمل کا ذریعہ بنایا ہاتھ سے دماغ سے کان سے دل سے کہ انہیں کن مواقع میں صرف کیا۔

ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ کان، آنکھ، دل ہر چیز کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

خدا کے سامنے ہر عضو کی کارگذاری پیش ہو گی۔ آنکھوں کے دیکھنے کا حساب ہو گا کہ نظر بد کیا یا اچھا، زبان کہاں کہاں استعمال کی۔؟

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ — بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم اس کے دل میں گذرنے والے وسوسوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم اسے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

یہ سب کچھ خدا کو معلوم ہے۔ اگر ایک جگہ نگاہ ڈالنی جائز نہ تھی آپ نے نظریں نیچی کیں تو خدا اس کا اجر ثواب دے گا۔ ایمان کی روشنی اور نور دل میں پیدا ہوگا۔

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے بہت بڑے عالم مصلح اور مبلغ گذرے ہیں ایک مرید کا قصہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص بڑے ذاکر و عابد تھے۔ راستہ میں جا رہے تھے اس زمانہ میں ہندو اور سکھ بھی تھے، ایک سکھ عورت تالاب میں نہا رہی تھی کہ اس شخص کی نگاہ پڑ گئی اور کھڑے ہو گئے۔ تو خدا نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔ سب کچھ اس کا غرق ہو گیا۔ تو خدا غیور ہے وہ اپنے بندہ کے بارے میں برداشت نہیں کرتا کہ وہ خالق اور مخلوق دونوں سے محبت رکھے۔

نافرمانی کے دو اسباب

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جو مرد اور عورت دیندار نہیں یا تو اس میں کفر ہے یا اسے خدا کے محاسبہ اور حساب و کتاب کا خطرہ نہیں ورنہ اگر اسے یقین ہوتا کہ ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ تو پھر کون اتنا جری اور بہادر ہو سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانی کرے۔

عقیدہ کا پہلا سبق مسلمان کو یہ دیا جاتا ہے کہ:۔

آمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ۔ — ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت کے دن اور اس بات پر کہ خیر و شر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے، اور مرنے کے بعد اٹھنے پر۔

آخرت کا عقیدہ ہو تو مسلمان ٹھیک ہوگا۔ اسلام پر عامل ہوگا وہ اندھیری رات میں ہو جنگل میں بھی برہنہ ہو بھوکا پیاسا ہو دس لاکھ روپے اس کے سامنے رکھ دو مگر یہ اُس

طرف نگاہ بھی نہیں اٹھائے گا۔ کہ اگر ایک روپیہ کا چھٹا حصہ بھی چوری کروں تو خدا قیامت کے دن حساب کرے گا۔ تو ناممکن ہے کہ قیامت پر پختہ عقیدہ رکھنے والا جرم کرے۔ اگر مقتضائے بشریت کر بھی لے تو بے چین ہوگا توبۃً نصوحا کرے گا۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں عورتیں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جرم کا اعتراف کرتیں اور اپنے اوپر خدا کے قانون کے اجراء کا مطالبہ کرتیں ایک خاتون سے گناہ سرزد ہوتا ہے۔ وہ حد جاری کروانے کا مطالبہ کرتی ہیں۔ حضورؐ اسے ولادت تک مہلت دیتے ہیں اولاد ہوتی ہے۔ حضورؐ کے پاس آکر بچے کو گود میں اٹھائے پیش ہوتی ہیں اور حد جاری کرنے کی پھر التجا کرتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بچہ شیرخوار ہے، اس حالت میں تم پر حد جاری نہیں کی جاتی، واپس جاتی ہیں۔ اور بچہ دو ڈھائی سال کا ہوگیا ہے تو پھر اسے اٹھا کر اپنے آپ کو پاک کرانے کا اصرار کر رہی ہیں۔ تو یہ صرف خدا کے خوف کا نتیجہ تھا، نہ گواہ نہ مدعی نہ کوئی اور ثبوت مگر سب سے بڑا ثبوت مسلمان کا عقیدۂ آخرت ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کے درجات اور فکرِ آخرت

دوسری وجہ نافرمانی کی یہ ہوسکتی ہے۔ کہ وہ عقیدہ تو رکھتا ہے مگر بڑا کم عقل اور بے وقوف ہے۔ ہماری ماں ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ خدا نے مجھے دس خصوصیتیں دیں خدا نے انہیں بڑا علم دیا تھا کہ بڑے بڑے صحابہؓ ان سے مسائل کی تحقیق کراتے معرکۃ الآراء مسائل میں ان کی رائے معلوم کی جاتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عائشہ رضؓ حاضر ہیں حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آئے۔ حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں، آپ نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔۔۔ دنیا اور آخرت میں حضورؐ کی بیوی ہیں خدا کے نزدیک حضرت عائشہ رضؓ کا اتنا درجہ ہے کہ منافقوں نے حضور اقدسؐ کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے آپ پر تہمت لگائی تو دس آیات میں خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضؓ کی براءت وصفائی کی۔ سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت عروہؓ مشہور محدث ہیں اور ان کے بھانجے ہیں، فرماتے ہیں کہ ستر ہزار روپے ایک دن میں خیرات فرمائے، اور میں نے جب قمیص دیکھی تو اس میں پیوند

لگے ہوئے تھے۔ ایک لاکھ روپے آئے تو باندی کے ہاتھ تھالی بھر بھر کر مستحقین میں تقسیم کرائے۔ افطار صوم کے وقت جَو کی روٹی اور روغن زیتون سامنے رکھ کر روزہ افطار کیا۔ باندی نے کہا کہ آج ایک لاکھ روپے تقسیم کئے تو اگر ایک روپے کا بھی گوشت منگوا لیتے تو اب اس سے افطار کر لیتے۔ حضرت عائشہؓ نے غصہ سے کہا کہ اب کیوں پچھتاتی ہیں اور خیرات ضائع کراتی ہیں۔ اُس وقت کہہ دیتیں کس نے منع کیا تھا۔ گھر میں ایک دفعہ ایک روٹی تھی۔ اسے خیرات میں دے دیا اور پانی سے افطار فرمالیا۔ یہ ہماری ماں کی حالت ہے کہ لاکھوں روپے تقسیم کرتی ہیں مگر قمیص میں پیوند لگے ہوئے ہیں۔ یہ خدا کا خوف و خشیت تھا۔ روتی تھیں اور فرماتیں کہ کاش میں ایک پتھر ہوتی ایک درخت کا پتہ ہوتی، کاش پیدا نہ ہوتی کہ قیامت کے دن حساب سے بچ جاتی، اب کیا جواب دوں گی۔ تو یہ اثر تھا عقیدۂ آخرت کا۔

قیامت کی رسوائی

حضورؐ نے فرمایا میں جو کچھ دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ سکتے تو آبادیوں سے باہر جنگل میں بھاگ جاتے۔ قیامت میں کھڑا ہونا بھی کسی ایک جلسہ یا اکوڑہ کے بازار میں شرمندگی نہ ہوگی بلکہ اوّلین و آخرین فرشتے جنّ و انس سب کھڑے ہوں گے، اگر عزّت دار ہوا تو اصل عزّت وہاں کی ہوگی اگر بے عزّت ہے تو اصل بے عزّتی وہاں کی بے عزّتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر چور نے چوری کی ہو تو چوری کے مال کی گٹھڑی سر پر اٹھائے ہوگا۔ کسی کے کھیت سے گھاس کاٹا ہے تو گھاس پھونس کا گٹھا سر پر ہوگا، چوری کی چادر ہے تو اس کا جھنڈا بن کر اس کے سر پہ لہرائے گا۔ ملک و ملّت اور دین کی غدّاری کرنے پر تو الیتین (چوتڑ) کے بیچ میں جھنڈا نصب ہوگا کہ یہ ہے اسلام اور قوم و ملک کا غدّار۔ خدا کی قسم اگر کسی کا قیامت کے حق ہونے کا عقیدہ ہو تو مرنے کے لئے تیار ہو سکے گا، مگر جہنّم کی آگ کے لئے نہیں اور اگر عقیدہ ہے اور پرواہ نہیں تو پھر وہ بڑا بے وقوف ہے کہ چند روزہ زندگی کو مقصدِ حیات بنا رکھا ہے۔

عقل مند اور احمق

حضورِ اقدسؐ نے فرمایا کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے ساتھ دنیا میں حساب کرے۔ بچّے دنیا کے امتحان کے لئے کتنی تیاری کرتے ہیں حالاں کہ محنت اور امتحان قابلیت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اصل امتحان تو وہ

ہے جو خدا کے سامنے ہو کہ حضورؐ اور اللہ کے ساتھ وفاداری کا اندازہ لگا لیا جائے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی تو گذر جائے گی، غریب امیر بادشاہ سب مرتے ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے انہیں دفناتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر عبرت نہیں۔ تو عقلمند وہ ہے جو عمل۔ لما بعد الموت۔ کرے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ احمق وہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی میں لگا ہے۔ دل نے چاہا نماز پڑھ لی ورنہ نہیں دل نے چاہا چوری کر لی، زنا کر لیا، تماشے اور سیر سپاٹوں میں لگ گیا۔ بس خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ افرءیت من اتخذ الٰھہٗ ھواہ کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جس نے خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

اِلٰہ تو وہ ہوتا ہے جس کا حکم بلا چون و چرا مانا جائے۔ اب اسے اس کا نفس جو کہے وہی کرتا ہے۔ تو اس نے نفس کو اِلٰہ بنا دیا پیروی تو نفس کی ہے اور تمنا بخشش خداوندی اور جنّت کی کرتا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر احمق کون ہوگا۔؟

دیکھو خداوند تعالےٰ یقیناً رازق ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا زمین میں کوئی زندہ چیز نہیں جس کے رزق کا ذمّہ اللہ نے نہ اٹھایا ہو۔

ہر چیز سعی اور عمل سے وابستہ ہے

پھر زمیندار ایک ایک دانہ کے لئے کیوں اتنا فکر کرتے ہیں۔ کھاد، پانی گوڈی ہر تکلیف برداشت کرتے ہیں، آرام سے بیٹھتے کیوں نہیں؟ کیا خدا رازق نہیں؟ تجارت والے دن رات تجارت کے فکر میں لگے رہتے ہیں، ایسے شخص کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں جو کوئی کام نہ کرے، دنیا کے معمولی کمال اور عزّت و آرام کے لئے بھی لوگ ذرائع ڈھونڈتے ہیں اور جنّت کی بات ہو تو مفت میں بلا محنت ٹھیکدار بن جاتے ہیں نہ خدا کا ڈر نہ رسولؐ کا نہ اسلام کا لحاظ، مادر پدر آزاد مگر جنّت کے ٹھیکدار ہو کا ٹکڑا بھی بلا مشقت و مزدوری کے حاصل نہ ہو سکے اور جنّت مل جائے تو کیسے ملے؟ اگر ایسا سمجھتا ہے تو سخت جاہل و بےوقوف ہے۔ نزلہ و زکام کے علاج کے لئے ڈاکٹر اور حکیم کے پاس جاتے ہیں، درد سر وغیرہ کے لئے دوڑتے بھاگتے ہیں اور بدن میں ایک جزء بھی خراب

ہے تو سارا بدن ٹھیک طرح کام نہیں کرتا۔ تو جب نہ عمل اسلام کے مطابق نہ زمینداری نہ تجارت نہ شادی غمی اسلام کے مطابق نہ رہنا سہنا اسلام کا۔ تو مفت میں جنت اور اللہ کی سرخروئی کیسے مل جائے گی۔؟ حدیث میں تو آتا ہے کہ جس سے ایک عصر کی نماز فوت ہوئی اور قصداً فوت کیا تو۔ کانما وترا ھلہٗ ومالہٗ گویا اس کے اہل و عیال اور مال و دولت سب کچھ اس سے چھن گیا۔

قبر کی زندگی

تو قبر کی زندگی کے لئے ہمارے پاس کیا تیاری ہے؟ اس قبر کے لئے بھی کچھ کیا ہے۔ یہاں تو کوشش ہے کہ پنکھا ہو، بجلی ہو، روشنی اور سبزہ ہو چارپائی ہو کشادہ مکان ہو مگر کبھی سوچا ہے کہ قبر میں کیا سامان ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مر جائے تو دو فرشتے اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ اور وہ پوچھتے ہیں کہ کون ہے؟ مسلمان ہے یا کافر؟ تو دنیا میں تو چالاکی چلتی ہے۔ اور کرتے ہیں حاکم کے سامنے مگر قبر میں نہیں چلے گی اور قیامت کے دن بھی نہیں چلے گی۔ تو پوچھا جائے گا: مَنْ رَّبُّكَ؟ تمہارا پالنے والا کون ہے۔ تو جب دنیا میں ہم یہ سمجھتے رہے کہ مجھے دکان پالتی ہے، زمینداری پالتی ہے، میری زندگی کی ساری عزت نوکری سے ہے تو یہ شخص جب اپنا رب (پالنے والا) اپنی نوکری کو سمجھتا رہا تو قبر میں اب جھوٹ نہیں چلے گا۔ دنیا میں نماز کے لئے پکارا جاتا ہے کہ حی علے الصلوٰۃ تو یہ دکان بند کرکے نماز کے لئے جانے کی بجائے یہ سوچتا ہے کہ دکان بند رکھوں تو خریدار چلا جائے گا، کھاؤں گا کہاں سے؟ ملازم بھی یہی کہتا رہا۔ تو درحقیقت اس کا عقیدہ ہے کہ میرا پالنے والا خدا نہیں ہے ورنہ سوچنا چاہیئے تھا کہ دو ڈھائی سال کا جب بچہ تھا تو کس نے دودھ کا انتظام کیا اور کیڑے کی طرح کمزور و نحیف بچہ تھا۔ سردی اور گرمی نہیں جانتا تھا۔ تو کس نے مجھے پالا؟ کاش ہم یہ جانتے کہ جس نے سورج چاند اور آسمان و زمین پیدا کئے وہی رزق بھی دے گا تو حرام و حلال کی تمیز کیوں نہ کریں۔

حضرت عمرؓ کے دور کی خدا ترس لڑکی

مگر آج تو مسلمان ہر چیز میں ملاوٹ اور ٹھگی کرتا ہے۔ دودھ میں پانی تو الیس تیئیس چھوڑتی نہیں۔ قیصر و کسریٰ حضرت عمرؓ سے ڈرتے ہیں ان کا تخت و تاج حضرت

عمرؓ کے قدموں میں ہے۔ ایسے حکمران کی شہزادیاں حضرت عمرؓ کے دور میں مدینہ منورہ میں باندیاں بن کر آئی تھیں اور حضرت عمرؓ کا طریقہ رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے رات کو گشت کرنے کا تھا، ایک دن سحری کے وقت ایک گلی میں آواز سُنی کہ ایک گھر میں ایک ماں اپنی بیٹی کو کہہ رہی ہے۔ کہ اٹھو صبح قریب ہے۔ دودھ کے خریدار آئیں گے۔ دودھ میں پانی ملا دو بیٹی نے کہا ماں تجھے معلوم نہیں کہ امیرالمومنین نے غش (دھوکا اور ملاوٹ) سے منع فرمایا ہے۔ اور حضور اقدس کا ارشاد ہے۔

من غشنا فلیس منا۔ جس نے ہمیں دھوکا اور فریب دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

ماں نے بیٹی کو کہا کہ ایسا کر لو یہ ہماری کمائی کا سوال ہے اس وقت کسے معلوم ہے؟ بیٹی نے کہا کہ اگر شرعاً ایسا کرنا حرام ہے تو یہ کام اللہ سے تو نہیں چھپ سکے گا۔ یہ تھا خدا کا خوف ارشادِ نبویؐ ہے۔

رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ۔ دانائی کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔

صرف پولیس فوج اور حکومت سے اصلاح نہیں ہو سکتی نہ جمہوری حکومت سے نہ شخصی حکومت سے اوّل تو وہ مخلص نہیں ہوتے بالفرض ہوں بھی تو جب تک دل میں چوکیدار نہ ہو تو باہر کی نگرانی سے کچھ نہیں ہوتا جب سچا مسلمان ہو تو بھوکا رہے گا مگر کسی کے لاکھوں روپے کو آنکھ نہیں اٹھائے گا کہ چند پیسوں کے عوض چھ سات سو قبول نمازوں کا ثواب چھین لیا جائے گا۔ تو خدا کے خوف کا اثر دیکھو کہ ماں بیٹی کو ملاوٹ کا کہتی ہیں کہ حکومت کو تو خبر نہیں مگر بیٹی نے کہا کہ خدا تو دیکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ اس بچّی کے تقویٰ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ شادی کرنی ہے تو ایسی دیندار لڑکی سے کر لو۔

حضرت عمرؓ کا معیارِ شرافت

حضرت عمرؓ کسی بھی حکمران یا رئیس کے گھر چاہتے بیٹے کی شادی کرا سکتے اور یہ تو ایک غریب بچّی تھی۔ کہ دودھ تو غریب ہی بیچتے ہیں اور مدینہ منورہ میں قیصر و کسریٰ کی شہزادیاں باندیاں بنی ہیں ایک حضرت علیؓ کو بھی عطا فرمائی تھی۔ اپنے بچّے کی شادی بھی کسی مال دار جگہ کرا سکتے تھے مگر خدا کے خوف کو ترجیح دی حدیث میں بھی ہے کہ شادی کرنا چاہو تو دیندار عورت کو ترجیح

دو آج تو جنٹلمین لڑکی ڈھونڈتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے مال پر نہ جاؤ دین کو دیکھو تو حضرت عمرؓ نے جب بچوں سے کہا کہ ایک ایسی لڑکی ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے تو ایک لڑکے نے مان لیا اور حضرت عمرؓ نے ان کا نکاح اس لڑکی سے کرا دیا اور اس رشتہ کو اللہ نے اتنا مبارک کیا کہ اسی لڑکی کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مجدد اول کو پیدا فرمایا اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کا رنگ بھی ان پر غالب رہا۔

موت وصال حقیقی

الغرض موت سے مفر نہیں اس لئے اس کی تیاری کرنی چاہیئے ہم نے اسے ایک ہوا بنا رکھا ہے۔ بڑی چیز معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ موت کامیابی اور ایک نئی زندگی ہے مسلمان تو موت کو پسند کرتا ہے خدا کی راہ میں موت آجاتی تو پکار اٹھتا۔ فزت ورب الکعبۃ صحابہ کرامؓ میدان جہاد میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے جو شہید نہ ہوتا وہ روتا، موت فنا ہونا نہیں۔ دار ہموم وغموم سے دار امن اور دار راحت کو منتقل ہونا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ مرض وفات میں ہیں۔ پیر کے دن ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ حاضر ہوئیں کہا ابا جان طبیعت کیسی ہے؟ حضرت صدیقؓ نے جواب دیا اے بیٹی یہ دو کپڑے جو پرانے ہیں میں نے پہنے ہیں۔ اسے دھو کر مرنے کے بعد اسی کا کفن بنا دو انہوں نے فرمایا ابا جان تو امیر المومنین ہے مسلمانوں کے بیت المال میں سب کچھ ہے۔ اور ہم خود بھی اللہ کے فضل سے آپ کو نیا کفن پہنا سکتے ہیں فرمایا نہیں نئے کپڑے زندوں کے لئے چاہئیں۔ مرنے کے بعد تو خون اور پیپ کے لئے پرانے کپڑے اچھے ہیں۔

پھر آپ نے حضورؐ کے کفن کی تفصیل دریافت کی، حضرت عائشہؓ نے بتلا دی، فرمایا مجھے بھی ایسا ہی کفن پہنا دو۔

مسلمان کی کامیابی حضورؐ کی پیروی میں ہے

اور ایک مسلمان کی یہی کامیابی ہے کہ اس کا سب کچھ موت اور حیات میں حضورؐ کے طرز پر ہو۔ فوز و فلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے ہمارے لئے تو پہننے میں باعث شک ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ حضورؐ کی پیروی کرتے تھے

ایک صحرا میں خشک سالی کے شکار ہوئے حیوانات بھی جنگل سے بھاگ گئے۔ علاء حضری صحابیؓ کو شکایت کی فرمایا کیا ہم اللہ تعالیٰ اور حضورؐ پر ایمان نہیں لاتے۔؟ کہا ہاں فرمایا تیمم کر کے دو رکعت پڑھ لو اور دعا کرو، دعا کی اور گھوڑے نے پاؤں زمین پر دے مارا، وہاں سے چشمہ اُبل پڑا۔

صحابہؓ اور تکوینی سنّتوں کی پیروی

تو حضرت صدیقؓ نے صاحبزادی کو تعلیم دی کہ میرا کفن بھی حضورؐ کے مطابق ہو بعد از موت بھی میری حالت ان کے مطابق ہو۔ پھر پوچھا حضورِ اقدسؐ کا وصال کس دن ہُوا دنیا سے کس دن تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا پیر کے دن تو حضرت صدیقؓ نے آسمان کی طرف نظریں اُٹھائیں اور خواہش ظاہر کی کہ کاش یہ سعادت تکوینی بھی خدا نصیب کر دے یہ تڑپ تھی وصالِ حقیقی اور موت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی خواہش موت میں بھی ہے۔ اسی حالتِ مرض میں عراقی فوج کے جرنیل مثنیٰ ابن صباح پہنچتے ہیں، عراق میں جنگ جاری ہے۔ اُس نے حضرت صدیقؓ کو حالاتِ جنگ پیش کر دیئے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ آج میرا آخری وقت آ جائے تو کل تک بھی میرا جنازہ نہ روکیں۔ میری وجہ سے کسی نظام میں گڑبڑ نہ ڈالیں عراق کے مسلمانوں کو امداد کی ضرورت ہے ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ صبح ہوتے ہی اس کام میں لگ جاؤ۔ یہ تھی رعایا اور مسلمانوں کی ہمدردی کی حالت، حضرت معاویہؓ اسلامی حکومت کے واحد حکمران ہیں عمر کی ترسٹھویں ۶۳ منزل میں ہیں۔ تو دعا فرماتے ہیں کہ کاش میں اس سال وفات پا جاؤں کہ حضورؐ کا وصال ۶۳ سال کی عمر میں ہُوا۔ اس تکوینی سنّت کی پیروی بھی ہو جائے یہ تھا جذبۂ اتباعِ سنّت اور اس جذبۂ سنت میں یہ حضرات موت کو ایک محبوب چیز سمجھتے تھے۔ حضرت بلالؓ مرض وفات میں خوشی سے جھوم کر اشعار پڑھتے ہیں ؎

غدًا القی الاحبۃ — محمدًا وحزبہٗ

کل میری ملاقات حضورِ اقدسؐ اور ان کے ساتھیوں سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فکرِ آخرت اور موت کے لئے تیاری کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

خطبہ جمعۃ المبارک یکم جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ
بعد از علالت پہلا خطبہ

تقریباً ایک ماہ غیر حاضری کے بعد اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے پھر حاضری کا موقعہ دیا۔ اس بیماری کے دوران اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح کے مسلمانوں نے اس عاجز کے ساتھ ہر طریقہ سے ہمدردی کی، تقریباً ہر جگہ غائبانہ دعاؤں سے نوازا اس میں نہ صرف مرد بلکہ کئی جگہ خواتین نے بھی ختم کلام پاک اور دعائیں کیں میں ناچیز اپنے آپ کو پہچانتا ہوں، یہ میرے ساتھ تعلق نہیں بلکہ صرف حسن ظن اور اچھا گمان ہے آپ لوگوں کا دینی محبت اور تعلق ہے خداوند کریم ان تمام حضرات کو اس حسن ظن کا بدلہ دارین میں دے دے اور اللہ تعالیٰ مجھے اس حسن ظن کا اہل بنا دے۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور مہربان ہے۔

مرنے والوں کا ذکر خیر

ایک حدیث میں ہے کہ جب ایک شخص کا انتقال ہو اور لوگ مرنے کے بعد گواہی دیں کہ یہ اچھا شخص تھا ہمدرد تھا۔ ملک اور وطن کو اس سے خیر پہنچا تو وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو مگر کئی مسلمانوں کی اس گواہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی گواہی کو سچا کر کے اسے بخش دیتا ہے حضور اقدسؐ کے سامنے ایک دن ایک جنازہ گذرا صحابہؓ نے اس شخص کا ذکر کیا۔ خیر کا ذکر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَجَبَتْ۔ (لازم ہوگئی یہ شہادت) پھر کسی وقت دوسرا جنازہ آیا صحابہ کرامؓ نے اس کا ذکر بُری طرح کیا کہ بدکار تھا وغیرہ۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ وَجَبَتْ (واجب ہوگئی) حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے دونوں کے بارہ میں وجبت فرمایا۔ تو فرمایا کہ لوگوں نے ایک کی خوبیاں ظاہر کیں، اور دوسرے کی برائیاں، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کی شہادت کے مطابق معاملہ فرمائیں گے، تو اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کی بڑی عزت ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ بہت سے پراگندہ حال پراگندہ مال لوگ کہ کوئی اسے دروازہ بھی نہ کھولے اور اسے دھتکارے اس کے نکاح کا پیغام بھی کوئی قبول نہ کرے گوشہ گمنامی میں ہیں لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہے میلا کچیلا ہے مگر لو اقسم علی اللہ لابرّہٗ کہ اس

کے منہ سے کوئی بات نکلے کہ واللہ ضرور اس کام کو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی بات کی لاج رکھ کر اس کام کو پورا کر لیتا ہے۔ کہ میرے اس بندہ کی بات غلط نہ ہو۔ تو فرمایا: اذکروا موتاکم بالخیر اپنے اموات کا ذکر خیر اور بھلائی سے کیا کرو۔

اور اصل گواہی تو دل کی ہے کہ دلوں کے اندر سے اچھی شہادت اور خلوص و محبت کے کلمات نکلیں تو دنیا میں ایسی زندگی گذارو کہ جب یہاں سے جاؤ تو لوگ روئیں ایک شاعر کا کہنا ہے کہ دنیا میں زندگی ایسی گذارو کہ جب تم جاؤ تو سب رونے لگیں اور تم ہنستے ہوئے جا رہے ہو جب کہ پیدا ہو رہے تھے تو رو رہے تھے۔ (کہ بچے کو فطرتِ سلیمہ کی وجہ سے پیدائش کے ساتھ ذمہ داریوں کا احساس ہو جاتا ہے۔ اور رونے لگتا ہے۔) تو شاعر کہتا ہے کہ لوگ خوشی سے ہنستے تھے اور بچہ رو رہا تھا۔ مگر جب دنیا سے جائے تو یہ محبوبِ حقیقی کے وصال کی خوشی میں ہنستا ہے اور لوگ اس کے فراق میں آہ و بکا کرتے رہتے ہیں۔

اہل جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ نے دونوں مٹھیوں میں انسانوں کے ارواح کو بند کیا۔ (اور مٹھی بھی جو اللہ کی شان کے مطابق ہو۔) پھر حضرت آدمؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس مٹھی میں اہل جنت ہیں ـــــ ولا ابالی ـــ اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور دوسری مٹھی میں اہل جہنم ہیں۔ ولا ابالی۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی جنت میں جائے یا جہنم میں جائے۔ خداوند کریم بے نیاز ذات ہے۔ یہ ساری دنیا آباد رہے یا ویران ہو جائے اُسے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے تو ایک عالم نے جب یہ حدیث سُنی تو کہا اب میں کس طرح ہنس سکتا ہوں اور روتے رہے کہ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ میری روح کون سی مٹھی میں تھی نہیں ہنسوں گا قسم کھائی کہ پھر نہیں ہنسوں گا۔ اور اس عہد کو نبھایا۔ جب انہیں وفات کے بعد غسل دینے کے لئے تختہ پر لٹایا گیا تو کھل کھلا کر ہنس پڑے اب معلوم ہُوا ہو گا۔ کہ میرا نام اہل جنت میں ہے۔

دنیا ایک خواب الغرض ہم تو بندے ہیں۔ فرمایا: الناس نیامٌ اذا ماتوا فانتبھوا لوگ خواب میں ہیں جب مر جائیں تو بیدار ہو جائیں گے۔ بچہ سوتے ہیں

بعض اوقات ہنستا ہے یہی حال ہمارا اور ہماری دنیوی زندگی کا ہے کہ خوشی عارضی ہے اور ایک خواب ہے۔ غفلت کی وجہ سے ہے فرمایا: لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً و لبکیتم کثیراً جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ تم جان لو تو بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ رونے لگو گے۔ کسی کے سر پر پھانسی کا مقدمہ ہو کل عدالت میں پیشی ہو اور پھانسی کا امکان ہو تو لوگ جتنی بھی ہنسی خوشی کریں مگر یہ شخص اپنے غم میں مبتلا رہے گا۔ دنیا و ما فیہا سے بے خبر کل کے غم میں گھلتا رہے گا۔ حالاں کہ پھانسی بھی دنیا کا غم ہے جو ایک سیکنڈ کی بات ہے جو روح کی جدائی کا لمحہ ہے۔ مگر کیا ایسا شخص سینماؤں اور تھیٹروں میں جائے گا؟ خوشی کرے گا؟ ڈانس اور گانوں میں مشغول ہو سکے گا؟ وہ تو متفکر ہی رہے گا۔

حسن بصریؒ کا فکرِ آخرت

حسن بصریؒ راستہ پر چلتے تو ایسے متفکر اور مغموم ہوتے جیسے انہیں مقتل میں لے جایا جا رہا ہو۔ بعض شاگردوں نے وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا کہ شاید حسن کے منہ سے کوئی ایسی بے مقصد بات نکلی ہو اور خدا نے فرمایا کہ تمہارے سب اعمال بے کار ہیں میرے دربار سے راندہ ہو ایسی بات تم نے کیوں کہی تھی۔؟ جب یہ خیال ہے اور امکان ہے تو میں کس طرح بے فکری کی زندگی بسر کر سکتا ہوں۔ یہ اس حضرت حسنؒ کی بات ہے جو زہد و تقویٰ علوم حدیث و قرآن کے بادشاہ ہیں مگر فکرِ آخرت کا یہ عالم ہے۔

محاسبۂ آخرت

بھائیو! دنیا کی موت تو ایک منٹ کی تکلیف ہے مگر دوزخ کی تکلیف تو دنیا سے لاکھوں چند زیادہ ہے۔ وہاں کی آگ یہاں کی آگ سے بے حساب زیادہ گرم ہے۔ اور ابد تک یہ حالت کہ جسم کا چمڑا جلے تو دوسرا چمڑا اس پر آ جائے۔ پھر جب ہر ہر قدم ہر ہر بات ہر ہر حرکت کا حساب دینا ہوگا کہ کس طرح کمایا۔ کہاں خرچ کیا؟ صبح سے شام تک زندگی کے ہر لمحہ کا محاسبہ ہوگا۔ پھر دنیا کے حاکم کے سامنے نہیں احکم الحاکمین کے سامنے ذرہ ذرہ کا حساب۔ اللہ اکبر۔ تو وہ عالم جس نے نہ ہنسنے کا عزم کیا تھا اس کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہا کبھی نہ ہنسا اس غم سے کہ میری روح کہاں جائے گی۔ مرنے کے بعد غسل کے لئے ڈال دیا تو قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اب اسے پتہ چلا کہ اہلِ جنت میں سے ہوں۔

غالباً حضرت مولانا گنگوہی نے لکھا ہے کہ بہتر تو یہ ہے کہ لوگ دل سے میت کی تعریف کردیں اور اگر ایسا نہ ہو تو زبانی تعریف تعاطاً کر دو۔ اتنی اچھائی تو مردے کے ساتھ کر سکتے ہو کہ منہ سے دو چار جملے نکالے کہ اچھا بندہ تھا تو شاید اس ایک بات سے خداوند تعالیٰ اس کی بخشش فرما دیں۔ تو عرض کر رہا تھا کہ مجھے اپنی حیثیت معلوم ہے۔ صرف آپکا محض حسن ظن ہے۔ لوگوں کی شفقت اور ہمدردی ہے۔ چونکہ ان کا باطن صاف ہے۔ اور دین کے ساتھ ان کو محبت ہے اور جن پر گمان ہے دین کا ان کے ساتھ بھی محبت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ حُبُّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِیْمَانِ انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرض کو قدرے افاقہ دیا۔ نظر کی تکلیف تا حال ہے۔ مگر قدرے فرق آیا ہے۔ آپ بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

روحانی صحت کا فکر ضروری ہے

بزرگو! یہ ہماری کوتاہی ہے کہ جسم مریض ہونے پر تو ہسپتال اور ڈاکٹروں کے پاس بھاگتے رہتے ہیں۔ تو کاش ہمیں یہ بھی احساس ہوتا کہ جسم کی طرح روح بھی بیمار ہوتا ہے جسم کی طرح روح بھی خسارہ میں پڑتی ہے۔ چاہئے کہ ہم روح کی بیماریاں بھی معلوم کریں اور یہ دیکھیں کہ مجھے دین کے لحاظ سے کتنا نقصان اور خسارہ ہے۔

دینی خسارے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مرد اور عورت سے ایک نماز قضا ہوئی تو کانما وتر اھلہٗ ومالہٗ گویا اس کا اہل وعیال اور مال و دولت سب کچھ لٹ گیا ہو ــــ الترغیب والترہیب میں نماز عصر قضا ہونے کا بھی قید نہیں۔ دوسری روایات میں عصر کی نماز کی قید ہے۔ گویا ایک نماز کے فوت ہوجانے کی وجہ سے اتنا بڑا خسارہ اور نقصان ہے کہ گویا اس کے اہل وعیال، جائداد سب فوت ہوئے اور تباہ ہوئے۔ جیسا کہ تقسیم ملک کے وقت بعض لوگوں کا سب کچھ لٹ گیا۔ تو ہم ایک فٹ زمین کے لئے کتنی جدوجہد کرتے ہیں، مقدمے لڑتے ہیں مرتے مارتے ہیں۔

ــــ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ایک نماز کے فوت ہوجانے سے اتنی تباہی ہوئی کہ اس کا سب کچھ چھینا گیا، تو جسمانی تکالیف اور امراض کے احساس کی طرح ہمیں روح کا بھی احساس

ہونا چاہئے، ایک بُرے عمل کی وجہ سے روح پر جو اثر ہوتا ہے۔ اس کے تدارک کے لئے ہم کیا کرتے ہیں۔؟

روح کے ہسپتال

کاش! ہم روح کے امراض کا بھی علاج کراتے اس کا بھی کبھی سوچتے روح کے علاج کے ہسپتال قرآن و حدیث ہیں اس سے روح کے لئے نسخے معلوم کرو قرآن و سنت کی پیروی اللہ کی تابعداری سے روح کو صحت ہوتی ہے جتنی بھی تابعداری ہوگی روح کو جلا ہوگی۔

اب تمام مخلصین کے حق میں دعا کریں جنہوں نے مجھ غریب سے ہمدردی کے سلسلہ میں تکالیف اٹھائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

محبتِ موت

اللہ کی راہ میں قربانی

خطبہ جمعۃ المبارک ۹ رجمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو! اسلام کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں۔ مگر اس پر کبھی نہ سوچا کہ اتنی بڑی نعمتِ عظمیٰ کے حصول اور باقی رکھنے کے لئے کچھ قربانی بھی چاہئے۔

قربانی کے بغیر کوئی چیز نہیں ملتی

یہ زمیندار لوگ دس بارہ من گندم اور مکئی کی خاطر سال بھر محنت کرتے ہیں، جون جولائی کی سخت گرمی میں کھلیان میں رہتے ہیں، بھوسہ اڑاتے ہیں، غلہ صاف کرتے ہیں، گوڈی کرتے ہیں اور سخت سردی میں سردی کی پرواہ کئے بغیر نیند چھوڑ کر رات بھر پانی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہماری نظر میں ایک نعمت اور فائدہ ہے۔ سب عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دس من غلہ آرام و راحت سے بیٹھ کر نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی سمجھے کہ میں تو دھوپ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا ایک سیر تخم اور کھاد بھی نہیں ڈال سکتا اور وقت پر میرا گھر گندم اور غلے سے بھر جائے گا تو لوگ اسے بے وقوف اور پاگل کہیں گے ــــــ تو وقت خرچ کروگے پیسے لگاؤگے تکلیف اٹھاؤ گے، قربانی دوگے پھر بھی یقینی نہیں شک والی بات ہے۔ کہ بارش ہو یا نہ ہو جیسے ہمارے علاقے کی خشک زمین ہے۔ مگر ۵، ۶ ماہ ایک امید اور طمع پر کاشتکار ہر قربانی دیتا ہے ایک ملازم مہینہ کے آخر میں تنخواہ ملنے کے تصور سے سارا مہینہ ڈیوٹی دیتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اسلام جیسی بڑی نعمت دین جس کے برابر کوئی نعمت نہیں، کیا اس کے لئے کسی تگ ودو اور قربانی کی ضرورت نہ ہوگی۔؟ اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات دی۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا اسلام اور دین کی برکت سے جہنم کی گھاٹی کے کنارے انسانوں کو نجات دی گئی۔

رستم کے دربار میں صحابہؓ کی حق گوئی

محترم بھائیو! غالباً حضرت مغیرہؓ یا کوئی اور صحابیؓ ہیں، رستم کے دربار میں گئے جو ایران کے جرنیل تھے، یعنی ہزاروں افواج کا کمانڈر ہے، حضرت مغیرہؓ مسلمان افواج کی طرف سے ان کے پاس گئے، ہاتھ میں ڈنڈا یا نیزہ ہے، پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اسی طرح صحابہؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ تو رستم نے جو کسریٰ بادشاہ کا کمانڈر تھا، جیسے کہ آجکل روس یا چین کی افواج کے سربراہ کو لو، تو وہ ان مفلوک الحال لوگوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اپنے زرق برق لباس کو بھی دیکھتا ہے۔ اور ان صحابہؓ کی ہمت کو بھی کہ نہ کپڑے ہیں نہ دولت نہ خزانے، ہمت ایسی کہ عرب سے ایران آئے، ہماری سرزمین پر آکر ہمارے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ اتنی جرأت وہمت کہاں سے پیدا ہوئی۔ فرمایا: اے رستم ہم غریب لوگ تھے، ہماری حیثیت بدوؤں کی تھی، کوئی نہیں پہچانتا تھا ہمیں، بدو جنگل کا باشندہ ہوتا ہے ہم ریتلی صحراؤں کے باشندے ہیں، ہمارے ملک میں نہ کوئی پیداوار ہے نہ آمدنی نہ درآمد برآمد اور اس وجہ سے باہر کی حکومتوں نے اس ملک پر نظر ہی نہیں ڈالی کہ ہر حکومت کوئی ملک حاصل کرتی ہے، تو پہلے اپنے نفع اور آمدنی کا سوچتی ہے۔ عرب میں اس وقت کوئی آمدنی نہ تھی، اب تو اللہ کا فضل ہے، اور واخرجت الارض اثقالہا۔ کا مصداق ہے۔ کہ آج اللہ نے دنیا کا پٹرول اور سونے کی کانیں اُسی سرزمین میں ظاہر کر دیں، ورنہ وہ تو وادیٔ غیر ذی زرع تھی۔ آج بھی حاجی جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ جہازوں کے ذریعہ مٹی لا لا کر زمین پر پھیلا کر کچھ سبزی اور پھول پودے لگاتے ہیں۔

—— تو فرمایا کہ ہم بدو تھے ہم سوسمار کھاتے تھے جو کیڑا مکوڑا مل جاتا جنگل میں تو اسے کھا کر پیٹ پالتے۔ کہیں سفید پتھر پالیتے تو اس کو سجدے کرنے لگ جاتے۔ نہ ملتا تو مٹی کے ڈھیر پر بکری کا دودھ دوھ کر اسی کی ڈنڈوت کرنے لگ جاتے۔ یہ تو ہمارے مذہب کی حالت اور کھانے پینے کا حال تھا۔

اب اللہ نے ہم پر فضل کیا اور ایک ایسی ہستی کو بھیجا جس کی زندگی اور صداقت ہمارے سامنے ہے۔ اس نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا اور آج ہم اسی اسلام کی

برکت سے مصر کی حدود، شام کی حدود، حبش کی حدود تک پہنچ گئے ہیں، اور اب تمہاری باری ہے —— پھر کابل اور پاکستان کا نمبر ہے ہمیں ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔

پھر کہا کہ اب تیری مرضی ہے، کہ اس دعوت کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اور ہمارے ان پھٹے پرانے کپڑوں پر مت جائیو، میرے ساتھی موت کو ایسا محبوب سمجھتے ہیں جیسا تم لوگ شراب کو وہ موت کو حیات سمجھتے ہیں۔

ایک جاہلانہ بات

اور آج بھی ہمارے بعض بھائی بہنیں مرنے والے کی موت پہ کہتے ہیں کہ زندوں پہ تو گذرے گی، جانے والا ختم ہو گیا تو مسلمان کا عقیدہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے زندوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کیسے گذرے گی آخری خاتمہ کفر پہ ہے یا ایمان پہ۔ اور جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے فلاح پائی —— تو صحابیؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھی موت شہادت کو فلاح سمجھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے پر موت کے وقت کہتے ہیں کہ فزت ورب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم اب میں نے کامیابی پالی ہے۔

موت ذریعۂ وصال محبوب

وہ موت سے نہیں بھاگتے بلکہ موت سے گلے ملتے ہیں، خوشی سے کہ یہ موت تو میرے محبوب کے ملنے کا دروازہ ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اگر دریا کے اُس پار محبوب ہے اور آپ اُس سے ملنا چاہیں تو دریا پر پل کی ضرورت ہوگی تو آپ کو پل بھی محبوب ہوگا کہ اس کے ذریعہ محبوب کا دیدار اور ملاقات ہو جائے گی۔

حضرت بلالؓ پر سکرات طاری تھے، ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ؎

غداً القی الاحبہ   محمداً وحزبہٗ

کل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت اور اپنے ساتھیوں سے ملوں گا اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ قبر میں نکیر ومنکر حضورِ اقدسؐ کے بارے میں بھی پوچھیں گے۔ کہ ما تقول فی حق ھٰذا الرجل؟ اس ذاتِ اقدسؐ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تو

ایک عاشق اس وقت کتنی خوشی منائے گا۔ اُچھلے گا، کودے گا۔ کہ یا اللہ دس سال پہلے مر چکا ہوتا کہ رسول اللہ ؐ کا دیدار حاصل کر چکا ہوتا۔ اب میت کو گھربار، بیوی بچوں کی جدائی کا دکھ ہوگا بھی تو حضورؐ کو دیکھ کر سب ختم ہو جائے گا ——— وفات کے وقت حضرت بلال ؓ خوش ہو رہے ہیں، ہنستے ہیں کہ اب حضورؐ سے ملاقات ہوگی۔

شہادت حقیقی کامیابی

——— تو رستم کو صحابیؓ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھی شہادت پر نثار ہوتے ہیں۔ اسے کامیابی سمجھتے ہیں جو حقیقت میں بھی کامیابی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایمان نصیب فرما دے اور تمہارے ساتھی کفر کیلئے لڑ رہے ہیں۔ رستم نے کہا کہ انہیں شراب پلا دو اور دماغ ماؤف کر دو۔ آج بھی دشمن فوجوں پر شراب پلا کر گولی چلواتے ہیں۔

امت محمدیہ ہونے کی برکتیں

——— تو میرے بھائیو! اسلام کی برکت سے ہم انڈونیشیا سے لے کر قبرص تک لیبیا اور افریقہ کے دور دراز کناروں تک، اندلس تک سب مسلمان ہیں، حکمران ہیں اسلام کی برکت ہے کہ ہمیں حکومتیں ملی ہیں حضورؐ کی برکت سے اللہ نے دین کی نعمت دی اسلام کی برکت ہو گی کہ جب قبر سے حضورؐ اٹھیں گے تو اُمت اُن کے ساتھ ہوگی، وہ اُمّت جو اجابت ہو گی۔ پیروی کرنے والی امت، پھر اسلام کی برکت سے حضورؐ کے ساتھ ہی سب سے پہلے امّت بھی پلصراط سے گذرے گی، اسلام کی برکت سے جنّت کا دروازہ جب سب سے پہلے حضورؐ کے لئے کھولا جائے گا۔ تو امت بھی سب سے پہلے ساتھ ہی داخل ہوگی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ امّت باقی انبیاء کرامؑ سے بھی افضل ہے نہیں حاشا وکلّا دنیا میں بھی بادشاہ کے خاص خدّام نوکر چاکر آگے پیچھے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ پھر وزیر اعظم اور وزراء اور چپڑاسی اور خدّام کا درجہ وزیروں سے کم ہے۔ مگر معیّت انہیں اپنے آقا کی حاصل ہوتی ہے۔

——— تو آقا کے ساتھ سبقت تو انہیں حاصل ہو گئی اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنّا کی کہ میں بھی شامل ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا کہ تیرا خود اونچا مقام ہے۔ نبی کا مقام الگ

اور امتی کا الگ ہوتا ہے۔

چارپائی کی موت پر صحابہؓ کو صدمہ

تو بھائیو موت کی بات یاد آگئی، مسلمان وہ ہے جو موت سے بھاگے نہیں خاص کر وہ موت جو اسلام کے لئے دین کے لئے ہو وہ تو اللہ سے ایسی موت مانگتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو گھر میں چارپائی پر موت آتی تو انہیں یہ صدمہ ہوتا کہ گھر میں چارپائی پر کیوں موت آئی۔

لاش کی منتقلی کی ایک جاہلانہ رسم

ہمارے پٹھانوں میں یہ بھی ایک جاہلانہ رواج ہے کہ کراچی مرے، بمبئی یا کلکتہ میں مریں تو کابل پہنچائیں گے یورپ سے میتوں کو گھر پہنچاتے ہیں۔ یہ پٹھانوں کا غلط رواج ہے، یہ میت کی توہین ہے۔ اور تحقیر ہے اور بہت بڑا ظلم ہے میت کے ساتھ، انسان عاجز ہے، تھوڑی مدت میں لاش سڑ جاتی ہے، پھول جاتی ہے۔ بدبو پھیل جاتی ہے۔ انسان اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والے اپنے رشتہ دار اور عزیز بھائی کی پردہ دری کرتے ہیں۔ تو صحابہؓ کو تو گھر سے باہر جہاد میں شہادت کی تمنا ہوتی تھی۔

حضرت خالدؓ خدا کی تلوار

حضرت خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ تھے یعنی خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ خدا نے کافروں کی گردنیں قلم کرنے کے لئے یہ تلوار پیدا کی۔ وہ جب اپنی چارپائی پر وفات پانے لگے تو آس پاس عزیز و اقارب جمع تھے تو دو باتیں انہوں نے فرمائیں۔ ایک یہ کہ یہ نہیں کہ ایک شخص میدان کارزار سے دور رہے تو زندہ رہ جائے گا۔ اور میدان کارزار والا مر جائے گا۔ بزدل ہمیشہ یہ سمجھتا ہے۔

موت اٹل ہے

خدا کا ارشاد ہے اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تمہیں آئے گی خواہ بڑے مضبوط حصاروں اور برجوں میں کیوں نہ بیٹھے ہو ــــ موت سے نہیں بچ سکو گے۔ برجوں والے بادشاہ اور ڈاکٹروں والے موت سے اگر بچ سکتے تو یہ امراء اور رؤساء کبھی نہ مرتے۔ ایک ایک امیر کے ساتھ دس دس ڈاکٹر لگے ہیں دنیا بھر کی دوائیاں ہیں

موٹریں بھری ہیں دوائیوں کی۔ مگر وہ جب مرتے ہیں تو کوئی نہیں بچا سکتا۔ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردیٰ ہاں عالمِ اسباب میں دوائیوں کا ارتکاب جائز ہے مگر یہ عقیدہ کہ محفوظ جگہ بیٹھ کر بچ جاؤں گا۔ یہ غلط بات ہے تو حضرت خالدؓ وفات کے وقت مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کرانا چاہتے تھے کہ میری ساری زندگی میدانِ جہاد میں گذری حضورؐ کے زمانے میں اسلام لانے سے قبل بھی لڑائیوں میں پیش پیش جنگِ اُحد میں بھی کفار کی طرف سے کمانڈر تھے۔ اس سے قبل کی لڑائیوں میں بھی پھر جب حضورؐ کے قدموں میں گرے اور اسلام لائے تو ہر جہاد میں جرنیل رہے۔ خادمِ خاص بنے حضورؐ کے سپاہی بنے۔ حضورِ اقدسؐ نے فرمایا: خیارکم فی الجاهلیہ خیارکم فی الاسلام ۔ جو تم میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر و برتر ہے۔

حضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں، حضرت عمرؓ کے دور میں بھی غزوات میں آپ موجود تھے۔ امیر تھے بہت تجربہ کار جرنیل تھے۔ ان کے بعد کسی قوم نے ان جیسا جرنیل نہیں پیش کیا۔ وہ ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک، ناخنوں تک سارے جسم پہ زخم لگے ہیں۔ نشان سارے جسم پہ تھے تلوار، برچھی، نیزے، تیر، چاقو، سر سے پاؤں تک کوئی جگہ اسلحہ کی ضربوں سے خالی نہ تھی مگر خدا کو منظور نہ تھا ـــ تو آج چارپائی پر موت آرہی ہے۔ اور فرمایا کہ میں اس پر افسوس کر رہا ہوں کہ کیوں گھر میں موت آئی، کاش میں میدانِ جہاد میں مر جاتا علماء نے اس میں بھی نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت خالدؓ کی اتنی اچھی تمنا کیوں پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شان محفوظ رکھتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے غزوۂ ذات الامراء میں تین امیر مقرر فرمائے اور فرمایا کہ ایک امیر شہید ہوا تو دوسرا امیر ہوگا۔ دوسرا شہید ہوا تو تیسرا امیر ہوگا۔ تینوں امراء شہید ہو گئے تو لوگوں نے ان کو ایک فولادی تلوار دے دی تو نو تلواریں ان کی کٹائی میں ٹوٹ گئیں اور حضرت خالدؓ بچ گئے۔

حضورؐ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اطلاع دیتے جا رہے ہیں کہ فلاں شہید ہو گئے، اب فلاں شہید ہو گئے، صحابہ کرامؓ سنتے رہے، جبرائیل علیہ السلام یہ خبر دیتے رہے، کبھی

میں دور کی لڑائی کی خبر وحی کے ذریعہ آرہی ہیں۔ آپ جنگ کا نقشہ مدینہ منورہ میں بیان کرتے جارہے ہیں۔ تو فرمایا کہ اب خدا کے قہر وجلال کی تلوار کے ہاتھ میں تلوار آگئی۔ اب کوئی کافر ٹھہر نہیں سکے گا۔ "سیف من سیوف اللہ"۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ نے انہیں اللہ کی تلوار کہا تو اب تلوار کا کام تو اوروں کو کاٹنا ہے۔ خود کٹنا نہیں تو اگر آپ میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہوتے تو کافر ہنستے کہ یہ کیسی تلوار تھی کہ ہم نے کاٹ دی تو حضورؐ کے عطاء کردہ لقب کو اللہ نے محفوظ رکھنا تھا۔ تو یہ تمنائے شہادت، شہادت کی شکل میں پوری نہ ہوسکی۔ مگر وہ تو غازیوں کے سردار ہیں۔

—— تو غرض یہ ہے کہ حضور اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں۔ حضور اقدسؐ جمعہ کا دن ہے، خطبہ دے رہے ہیں۔ حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ چھوٹے بچے تھے مسجد میں تشریف لائے، حضورؐ نے انہیں گود میں اٹھالیا اور فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ سیدا شباب اھل الجنۃ حضرت حسنؓ کو اشارہ فرما کر کہا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری امت کے دو فریقوں میں صلح کرائے گا۔

آپ نے اولاد اور صحابہؓ کے بچنے کی دعا نہ فرمائی

حضورؐ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو چکا تھا کہ میری یہ اولاد اللہ کی راہ میں شہید ہوگی۔ جیسے حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کو بتلا دیا۔ حضورؐ نے اشارات بھی مستقبل کے فرما دیئے، جیسے ایک دفعہ حضورؐ جبل اُحد پر چڑھے، ان کے ساتھ صدیقؓ بھی تھے، حضرت عمر فاروقؓ بھی اور حضرت عثمانؓ بھی تو پہاڑ ہلنے لگا، گویا خوشی سے ناز رفتاری کرنے لگا۔ جیسے کبھی گھوڑے پر سواری کے وقت مستی آجائے، وہ جھوم اٹھتا ہے، تو پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھا۔ تو حضورؐ نے پہاڑ پر ایک ٹھوکر دے کر فرمایا کہ: اسکن فان علیک نبی وصدیق وشھیدان ادب سے رہو، اس لئے کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرت عثمانؓ شہید تھے اور حضورؐ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ یہ خدا کی راہ میں شہید ہوں گے

خبر دے دی مگر یہ دعا نہ دی کہ یا اللہ انہیں قتل ہونے سے بچالے، ان کو ظالموں اور قاتلوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے، اس لئے کہ شہید ہونا تو عین کامیابی ہے فزت ورب الکعبۃ

شہادت پر ماتم کرنے والوں کو سبق

آپ تو چاہتے تھے کہ میری اولاد اور میرے صحابہؓ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کردیں۔ ہم نے دعویٰ تو کیا کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ قربان کریں گے مگر جب عمل کا وقت آیا تو پیچھے ہٹنے لگیں اور مجاہدین اور شہداء کا ماتم کرنے لگ جائیں۔ آج اگر ایک جاہل کہدے کہ حضورؐ کو پتہ تھا کہ حضرت حسینؓ شہید ہوں گے، اور ایسے ایسے مظالم اور مصائب جس کا شیعہ ماتم خوان بڑھا چڑھا کر ذکر کرتے رہتے ہیں تو حضورؐ نے دعا کیوں نہ فرمائی کہ میرے نواسے اس تکلیف سے بچ جائیں۔ تو اُن کا جواب تو یہ ہے کہ حضورؐ کا راہ خدا میں مال و جان اور اولاد و صحابہؓ کا قربان ہوجانا عین مطلوب ہے۔ موت تو آنی چیز ہے، جب شہادت کی شکل میں آئے تو خوشی کا باعث ہے نہ کہ غم اور ماتم کرنے کا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے الزامی جوابات

اور ایسے لوگوں کو الزامی جواب دینا تو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا کمال تھا۔ دہلی میں بڑے بڑے علماء میں انگریز نئے نئے ہندوستان آئے تو ان کے پادری اسلام کے خلاف شبہات پھیلاتے اور مناظرے کرتے تھے۔ ایک پادری یورپ سے آیا۔ شاہ صاحب کی شہرت سُنی تو وائسرائے سے خواہش ظاہر کی کہ ذرا ان سے ملا دیجئے۔ کہا: انہیں مت چھیڑو، زبردست عالم ہیں، شرمندہ ہوجاؤ گے۔ اُن سے مناظرہ مشکل ہے اس نے کہا میں نے بہت ایسے علماء دیکھے ہیں، آپ ملاقات کرادیں انگریز حاکم نے کہا، بہت بہتر مل لیں گے۔

ــــــ ملاقات کے وقت بہت سی باتیں ہوئیں۔ جن میں دو باتیں بطور خاص تھیں ایک بات پادری نے حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ دریافت کی ایک راستہ پر ایک مسافر جارہا ہے، آگے ایک چوراہے پر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ ایک درخت کے سایہ میں ایک شخص سویا پڑا ہے، اور دوسرا شخص اس کے ساتھ بیٹھا جاگ رہا ہے اس

رہگذر کو راستہ کی تلاش ہے کہ چور لاہے پر کدھر مڑے، اب یہ رہگذر سوئے ہوئے شخص سے پوچھے گا یا جاگنے والے سے۔ شاہ صاحب سوال کی تہ میں پہنچ گئے اور فوراً کہا کہ سوئے ہوئے شخص کا انتظار کرے گا اس لئے کہ جاگتا ہوا خود اسی انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ کہ سویا ہوا جاگے تو مجھے راستہ بتلا دے اس کو راستہ معلوم نہ تھا، اس لئے تو بیٹھ گیا ہے ورنہ چلتا رہتا۔ اب نیا آنے والا بھی جاگنے والے سے کیا پوچھے گا۔

مسیحؑ کی نہیں حضورؐ کی پیروی

تو مطلب پادری کا یہ تھا کہ تم مسلمان خود حضورِ اقدسؐ کی وفات کے قائل ہو کہ وہ دنیا سے آرام فرما چکے ہیں۔ گویا کہ جیسے سوئے ہوئے ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم معترف ہو کہ وہ آسمانوں میں زندہ ہیں۔ تو اب آپ لوگ جاگے ہوئے سے دریافت کریں گے یا سوئے ہوئے سے۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ خود انتظار میں جاگ رہے ہیں کہ ضرورت پڑے کہ سوئے ہوئے کی مدد کے لئے پہنچ سکوں اور وہ قیامت سے پہلے اٹھے ہوئے فتنوں سے دین اسلام کی حفاظت فرما دیں گے۔ وہ سوئے ہوئے کے آرڈر کے انتظار میں ہیں کہ اس کے احکام پر عمل درآمد کرائیں، انگریز ساکت ہو گیا، جواب سمجھ گیا۔

پھر دوسری بات یہ پوچھی کہ حضورؐ اللہ کے محبوب ہیں؟ فرمایا ہاں۔ کہا اللہ تو ان کی دعا قبول فرماتے ہوں گے۔؟ کہا ہاں، ضرور۔ کہا تو پھر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ظالم لوگ کربلا میں میرے نواسے کو شہید کریں گے۔ اگر معلوم تھا تو وہ خدا سے دعا نہیں کرتے تھے کہ یہ ظالم برباد ہو جائیں کہ میرے نواسے تکلیف سے بچ جائیں۔ پھر وہ اتنے مقرب خدا دندی تھے تو ایسی دعا خدا نے قبول نہ کی۔؟ تو جواب یہ تھا کہ پیغمبرؑ اور صحابہؓ خدا سے قربانی مانگتے ہیں قربانی سے پناہ نہیں مانگتے۔ بھوک ہو، پیاس ہو، موت ہو، تکلیف ہو، جو بھی ہو تو وہ مرضی خداوندی کے طلبگار رہتے ہیں، مگر پادری کا طعنہ کرنا تھا کہ حضور خدا کے مقرب ہوتے تو ان کے نواسہ پر ظلم کیسے ہوتا۔ اور حضورؐ نے بددعا اگر کی ہو تو خدا نے قبول نہ کی۔ شاہ صاحب نے الزاماً جواب دیا کہ پادری صاحب بات یہ ہے کہ حضورؐ نے تو باوادر شکایت کی کہ میرے

نواسے کو ظالموں نے آگھیرا ہے اسے خدا ان سے بچا دے تو خدا نے کہا اے نبیؐ تو نواسے کا غم کر رہا ہے۔ اور یہ انسان اتنے ظالم ہیں کہ خود میرے بیٹے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر سولی پر چڑھایا اور وہ چلا چلا کر مجھ سے مدد مانگ رہا تھا۔ ایلی ایلی ماسبقتنی اور آج بھی عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے۔

اے میرے باپ مجھے ان یہودیوں سے بچا دے مگر میں اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا تو تیرے نواسے کو کیسے بچاؤں۔ پادری الزامی جواب سے ایسا سمجھا کہ دم دبا کر انگریز حاکموں سمیت بھاگ گیا۔

الغرض حضورؐ نے شہادتوں کی خبر تو دی مگر یہ واقعات ٹلنے کی دعا نہ فرمائی کہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ خدا تو مومنوں سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خریدتے ہیں۔ قربانی نہ ہو اور جنت یہ ناممکن۔ ایک زمیندار اگر چاہے کہ گندم حاصل کروں مگر ہم اسے کہیں کہ کاشت نہ کرو، بیج نہ بوؤ، تکلیف مت اٹھاؤ، پانی مت دو تو کیا اسے ایسا کرکے غلہ اور اناج مل جائے گا۔ تم اسلام میں درجہ چاہو تو قربانی دو گے، ورنہ قربانی کے بغیر کچھ نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

جزا و سزا اور محاسبۂ اعمال کا دن

خطبہ جمعۃ المبارک

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — عن ابی ھریرۃؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما بارزا للناس فاتاہ رجل فقال متی الساعۃ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل وما خبرک عن اشراطھا اذا ولدت الامۃ ربتھا ..... الخ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام صحابہؓ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور حضورؐ سے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی حضورؐ نے فرمایا کہ میں اس بارے میں آپ سے زیادہ علم نہیں رکھتا البتہ قیامت کی نشانیوں سے تجھے آگاہ کر دوں گا پہلی نشانی یہ کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی۔ الخ

محترم بزرگو! میں نے ایک مفصل حدیث کا ٹکڑا پڑھا ہے۔ اس کے ایک حصے کے بارے میں کچھ بیان ہوگا جس میں قیامت کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے اور حضورؐ نے اس کی چند علامات بیان فرمائی ہیں۔

عقیدۂ قیامت اسلام نے ہمیں جن پاکیزہ عقائد کی تعلیم دی ہے اس میں ایک اہم عقیدہ قیامت کا بھی ہے کہ قیامت حق اور آنے والی ہے۔ دیگر آسمانی مذاہب میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہے گو صحیح رنگ میں نہ ہو مگر جو لوگ ملحد یا لا مذہب اور آسمانی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں وہ قیامت سے منکر ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین (الآیۃ) یہی کہ دنیا کی چند روزہ زندگانی ہے کہ جئے اور پھر مریں گے اور آئندہ کبھی ہم اٹھائے جانے والے نہیں،

منکر قیامت اقوام ان کا عقیدہ ہے کہ جو مرا بس خاک ہو کر اس کا قصہ ختم ہوا۔ باقی دنیا میں اپنی قسمت کے مطابق کوئی پچاس سال کوئی ساٹھ سال

عیش و عشرت سے زندگی بسر کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ ہر چیز سے آزاد اور بے پرواہ ہیں
ان کا مقصد حیات صرف دنیا ہے کہ عزت و دولت، شہرت و راحت کسی طرح حاصل ہو جائے۔
یہ لوگ دین، قوم، ماں باپ، بہن بھائی کے حقوق کیا جانیں جب کہ ان کو حساب و کتاب کا فکر نہیں۔
ہاں یہ ٹھیک ہے کہ بعض منکر خدا اقوام نے بھی ملک کے نظام اور امن و امان کے لیے کچھ قوانین
وضع کر لئے ہیں مگر وہ بھی صرف باہمی مفادات کی وجہ سے اور خود غرضی کا جذبہ اس میں بھی پنہاں
ہے۔ ورنہ یہ لوگ نہ خدا کے حقوق ماننے کے قائل ہیں نہ مخلوق کے۔

محاسبۂ قیامت کے گواہ اور شواہد

دوسری طرف اسلام ہمیں سکھلاتا ہے کہ موجودہ
زندگی آخرت کا وسیلہ ہے جو دائمی اور ابدی
مسرت و شادمانی کی زندگی ہے۔ مسلمان کا عقیدہ ہے کہ موجودہ تمام عالم ایک دن ختم ہو کر دوبارہ
پیدا ہوگا۔ نہ صرف انسان بلکہ حیوانات، چرند پرند سب کا اعادہ ہوگا۔ ہر شخص کا محاسبہ ہوگا، دعاوی
ہوں گے اور اس کے ثبوت کے لیے دلائل اور شواہد پیش ہوں گے۔ یہ بر و بحر اور یہ کون و مکان
سب گواہ بن کر حاضر ہوں گے جس جگہ تم نے نماز پڑھی، نیک اعمال کئے وہ جگہ اور وہاں کی ہوا بھی
گواہی دے گی۔ نماز با جماعت میں شامل ہونے والے ایک دوسرے پر گواہ ہوں گے۔ مؤذن کی
آواز جہاں جہاں پہنچتی ہے وہ تمام اشیاء گواہی دیں گی۔ چالاک اور خود سر لوگ جس طرح دنیا
میں گواہوں کی موجودگی میں جرم کا اعتراف نہیں کرتے وہاں بھی ایسے لوگ کہیں گے واللہ ربنا
ما کنا مشرکین (قسم ہے اے ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے) یہ تو سب تیری ہی مخلوق ہے
میں ان کی گواہی صحیح نہیں تسلیم کرتا۔

شہادت اعضاء و جوارح

تو خداوند تعالیٰ اس کی قوت گویائی سلب فرما کر اس کے اعضاً
اور جوارح ہاتھ پاؤں، ناک کان آنکھ اس کے اعمال
بد جیسا، چوری، ظلم، زنا، ناجائز نظر وغیرہ پر گواہ ہوں گے۔

الیوم نختم علیٰ افواههم
وتکلمنا ایدیهم وتشهد
ارجلهم بما کانوا یکسبون ۔
(سورۂ یٰس)

"آج ہم ان کے منہ پر مہر کر دیں گے اور جو
کچھ یہ لوگ کرتے رہے تھے ہم ان کو ان کے
ہاتھ سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں اس
کی گواہی دیں گے۔"

جیسے آج کل گراموفون یا ٹیپ ریکارڈ بج کر سب کچھ بیان کرتا ہے یہی منظر وہاں بھی سامنے آئے گا اور آج کل کی سائنس نے یہ مان لیا کہ آوازیں تک بھی فضا میں محفوظ ہیں۔ ووجدوا ما عملوا حاضرا (اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا اسے حاضر پائیں گے) نیز جس طرح آج کل یورپ میں بعض دفعہ عین جرم کرتے وقت تصویر لے لی جاتی ہے جسے بعد میں عدالت میں پیش کر دیا جاتا ہے اسی طرح وہاں بھی اعمال متشکل بن کر سامنے آئیں گے۔ ہر عامل عمل کرتا ہوا سامنے آئے گا اسلام نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ دنیا نہ جزا کی جگہ ہے نہ سزا کی۔ جزا کا بدلہ کام اور وقت سے پہلے نہیں ملا کرتا۔ دنیا کی زندگی میں بھی سب کے لیے محنت اور مزدوری کا وقت مقرر ہے اور وقت سے پہلے تنخواہ نہیں ملا کرتی۔ اسی طرح جزا و سزا کے لیے خدا نے یوم القیامۃ پیدا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی انسان پر بیشمار نعمتیں

بھائیو! اتنا سوچو کہ ہم اس دنیا میں خود نہیں آئے نہ خود پیدا ہوئے۔ کسی نے ہمیں پیدا کیا۔ پھر ہر سکنڈ کروڑوں نعمتیں ہیں جن کے لیے ہم اپنی زندگی میں محتاج ہیں۔ یہ زمین ہمارے چلنے پھرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ اگر ذرا بھی قدموں سے سرک جائے تو زندگی ختم ہو جائے۔ سورج کو روشنی اور حرارت کے لیے محتاج الیہ بنایا۔ اگر اس کی حرارت نہ ہوتی تو فصل کہاں سے پکتا۔ ہوا اور پانی نہ ہوتے تو زندگی کیسے باقی رہ سکتی۔ یہ آنکھیں نہ ہوتیں تو دیکھتے کہاں سے۔ زبان حرکت نہ کر سکتی تو بولتے کیسے۔ کان نہ ہوتے تو سنتے کیسے۔ ہاتھ پاؤں نہ ہوتے تو اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا محال ہو جاتا۔

مُنعم اور خالق کے حقوق

گویا کروڑوں نعمتیں ہیں جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔ یہ نعمتیں کس نے دی ہیں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ایک ماوراء الادراک اور مافوق الفطرۃ طاقت ہے۔ جس کی طرف سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے اور اسی کو خدا کہا جاتا ہے۔ وہی ذات جس نے ہمیں پیدا کیا، ہماری پرورش کی، وہ ہمارا خالق اور رب ہے۔ تو کیا اس خالق کا ہم پر کوئی حق نہیں؟ —— ایک زمیندار بغیر ادائے حق کے مالک سے دس من گیہوں نہیں لے سکتا نہ ایک ملازم بغیر کام کے تنخواہ مانگ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ گائے اور بیل کو بھی بغیر ہل چلانے کے چارہ اور گھاس نہیں دیا جاتا تو جس ذات

نے ہمیں اس چارے اور گھاس کا مغز گندم اور غلہ دیا اس کا کوئی حق نہیں اور کیا یہ سب کچھ بلا مقصد ہو رہا ہے؟

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون فتعالی اللہ الملک الحق۔ ترجمہ: "تم سمجھتے ہو کہ کیا ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا اور کیا تم ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے سو اللہ تعالیٰ ایک بادشاہ حقیقی ہے اور بہت بلند و بالا تر ہے"۔

انسان کا کوئی کام بغیر حکمت کے اور بے فائدہ نہیں ہوتا تو خدا جو اس سارے کارخانہ کا خالق، قادر حکیم اور منتظم ہے، کیا اس نے یہ کارخانہ عالم لغو پیدا کیا؟ ایک عقلمند یہی کہے گا کہ ان نعمتوں کے دینے والا آقا کے حقوق ہیں اور ان حقوق کو پورا کرنے والا اس کا جزا یقیناً الگ صورت میں پائے گا۔

قیامت کی ضرورت

اب جب کہ اس عالم کی تمام نعمتوں سے منکر اور مومن، کافر اور مسلمان باغی اور مطیع سب یکساں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس روئے زمین پر اللہ جل مجدہٗ کی نعمتوں کا جو دستر خوان بچھا ہے نہ صرف مسلمان بلکہ سکھ انگریز یہودی اور عیسائی بدکار، قاتل فاسق اور فاجر سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چین تا امریکہ قطب جنوبی تا قطب شمالی برابر ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ غرض یہ آسمان اور زمین تمام بنی نوع انسان کے لیے کار آمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الم نجعل الارض مھادا والجبال اوتادا وخلقنکم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النھار معاشا وبنینا فوقکم سبعا شدادا وجعلنا سراجا وھاجا وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج بہ حبا ونباتا و

ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخ نہیں بنایا اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا اور ہم ہی نے تمہاری نیند کو آرام رات کو پردہ اور دن کو کمائی کا وقت بنایا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور آفتاب کو روشن چراغ بنایا اور ہم ہی نے برسنے والے بادلوں سے بکثرت پانی برسایا تا کہ ہم اس پانی سے غلہ

نباتاً وجنٰتٍ الفافا۔ الآیۃ
"اور سبزہ اگائیں اور گنجان باغ پیدا کریں۔"

ظہورِ عدل وانصاف کا دن

جب کہ یہاں ظالم اور مظلوم دیندار اور بے دین سب ان نعمتوں میں شریک ہیں۔ اب اگر قیامت کا عقیدہ نہ مانا جائے اور جزا و سزا کا دن نہ ہو تو یہ اندھیر نگری ہو جائے گی۔ دنیا غدار و وفادار کو ایک نظر سے نہیں دیکھتی۔ زمیندار بھی دودھ دینے والے اور سوکھی گائے بھینس کو ایک نظر سے نہیں دیکھ سکتا تو کیا اللہ تعالیٰ جو خالق عالم حکیم و علیم ہے وہ مومن و کافر کے درمیان فرق نہ کرے گا۔ اور وہ ایک نہ ایک دن ظالم کو سزا اور مظلوم کو اس کی جزا نہ دے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس دنیا میں تو ظالم و مظلوم نے یکساں زندگی بسر کی، اس کے عدل وانصاف کا ظہور کب ہوگا مسلمان کے نزدیک اس ظہور کے موقعہ کو قیامت کہتے ہیں۔ دنیا اور قیامت کی مثال ایسی ہے جیسے کاشت کار نے غلہ بویا، کھاد ڈالی، پانی دیتا رہا، غلہ کے ساتھ گھاس کانٹے بھی پیدا ہوتے رہے مگر کاشت کار ایک خاص وقت تک یکساں سب کو سیراب کرتا رہا اور اس کے کھاد اور پانی سے اناج اور پھل کی بہ نسبت گھاس اور بھوسہ زیادہ فائدہ حاصل کرتا رہا۔ دنیوی نفع بھی ظالم و سرکش زیادہ حاصل کرتے ہیں۔ اہل حق و دیندار مغلوب اور گمنام ہوتے ہیں غرض چھ ماہ بعد کاشتکار نے کٹائی کے وقت فصل کاٹا اور کھلیان میں ڈال کر بھاری بھاری مشینوں اور بیلوں سے روند ڈالا۔ ہر طرح اسے پامال کیا۔ پھر گھاس اور بھوسہ الگ کر کے اسے جلا ڈالا اور اناج کو صاف کر کے بحفاظت وصفائی رکھ دیا۔ اس زمیندار نے انصاف کیا۔ بھوسہ الگ کرنا ضروری تھا مگر کافی عرصہ بعد اس نے اناج اور بھوسہ میں یہ امتیازی سلوک برتا۔

یوم الفصل اور ایک شبہ

اب اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ صرف نیکی و سچائی والے دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور تمام بے دین اور ملحد ختم ہوں برائیوں کا وجود ہی نہ ہو تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ دنیا کی یہ زندگی گویا کاشت کار کے فصل کے چھ مہینے ہیں کہ اس میں پھل اور کانٹے یکساں فائدہ اٹھائیں گے کہ اس کھلیان پر حق و باطل کو الگ کر دیا جائے گا۔ اہل حق جنت اور اہل باطل جہنم بھیج دیئے جائیں گے۔ پھر وہاں ہر ہر عمل کا بدلہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا قیامت جو تمام عالم کے اعادہ کا نام ہے یعنی نہ صرف زید کو زندہ کیا جائے

گا بلکہ اس کی کارکردگیوں کے گواہ اور محل وقوع یعنی زمین و آسمان کو دوبارہ پیدا فرمادے گا۔ اس
یہ صرف دعوے نہ ہو گا بلکہ اس عدالت میں نہ صرف انسان بلکہ اس کا گھربار نباتات و جمادات
سب گواہ بنیں گے۔ ہر شخص کا علیحدہ فائیل اور صحیفۂ اعمال ہو گا۔

دنیوی نعمتوں کے ذکر کے بعد خدا نے فرمایا:۔ ان یوم الفصل کان میقاتا۔
(بیشک فیصلہ کا دن ایک مقررہ وقت ہے۔)

ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ

قدیم فلاسفہ اور ہندوستان کے ہندو بھی ایک حد تک جزا و سزا مانتے ہیں لیکن قیامت کو نہیں بلکہ تناسخ کے قائل ہیں کہ نیکیوں کے روح بادشاہ، شاہزادہ یا کسی اونچے گھرانے کے افراد کے جسموں میں لوٹ کر آتے ہیں اور برے اعمال والے کتے سانپ اور خنزیر کے جسم میں داخل ہو کر اسی شکل میں اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں۔ میں زمانہ طالب علمی میں میرٹھ میں تھا۔ وہاں قیامت کے مسئلہ پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ مسلمان مناظر نے کہا کہ تمہاری مذہبی کتابوں میں ہے کہ گوشت کھانے والا شخص دوبارہ دنیا میں کتے کی شکل میں آئے گا اور میں نے خود بھی کباب وغیرہ کھایا تھا اور یہ جو بڑے بڑے ہندو بیرسٹر وغیرہ موجود ہیں سب شراب و کباب والے ہیں اور گوشت کھا چکے ہیں۔ جب مجھے ہندو دھرم کی کتابوں سے کتا بن کر سزا پانے کا علم ہوا تو سخت متحیر ہوا کہ اب اس گناہ کی معافی بھی ہو گی یا نہیں۔ مجھے کہا گیا کہ اس گناہ کی معافی نہیں ہو سکتی۔ حیران تھا کہ کتا بننے سے کیسے بچوں اور سوچا کہ کتا بن کر مسلمانوں کے گھروں میں ہڈیاں چباتا پھروں۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ مذہب اسلام اختیار کر لوں کہ کتا بھی نہ بنوں اور گوشت بھی جی بھر کر کھاؤں کیوں کہ اسلام میں تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں۔
ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ ترجمہ "یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے۔"

ہندو مذہب میں خدا کا تصور یہ ہے کہ ایک دفعہ گناہ کرنے کے بعد تمام عمر معافی مانگو وہ کبھی معاف نہیں کرے گا جیسے کہ زبردست جابر و حاسد حاکم کبھی معاف نہیں کرتا۔ اسلام میں خدا کی شان رحمان و رحیم بیان کی گئی ہے۔

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا "اے میرے بندو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی

تقنطوا من رحمة الله۔ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوں۔“

اللہ تعالیٰ مشفق ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ صرف معافی مانگنے کی دیر ہے معافی دینے میں کوئی مانع نہیں۔

عقیدۂ تناسخ کا غلط ہونا

تناسخ کا یہ عقیدہ ہر لحاظ سے غلط اور خلافِ عقل ہے۔ دنیا میں ہر مجرم اور نیکی کرنے والے کو جزا یا سزا کے وقت اپنی نیکی یا بدی کا علم ہوتا ہے۔ آج بھی بہادری اور شجاعت والوں کو تمغے دیئے جاتے ہیں اور قیدی کو اپنے جرم و سزا کا پورا حال سنوا دیا جاتا ہے۔ عقیدہ تناسخ کے مطابق تو ہزاروں لاکھوں لوگ کتے اور خنزیر ہوئے ہیں اور کئی اپنی نیکیوں کی جزا میں نعمتوں میں پل رہے ہیں مگر مجرم کو جرم اور انعام پانے والوں کو اپنے عمل کا علم ہی نہیں۔ آج تک اپنا پہلا جنم کسی کو یاد ہی نہیں تو اس کے اعمال و افعال کس طرح معلوم ہوں۔ پہلے جرم کا اثبات ہوتا ہے۔ اگر جزا و سزا کے لیے پچھلے جنم کے گواہوں کو پیش کیا جائے۔ تو گویا اعادۂ عالم یعنی قیامت مان لینا ہوا، اور اگر مجرم ایک عالم میں اور اس کے گواہ دوسرے عالم میں رہیں تو بلا ثبوت و اثبات جزا اور سزا دی گئی جو سراسر عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

قیامت اور اسلام کی تعلیم

ادھر اسلام نے واضح تعلیم دی ہے کہ از آدمؑ تا قیامت تمام مخلوق یہاں سے فائدہ اٹھائے گی۔ یہ دار العمل ہے دار الجزاء نہیں اور ایک مقررہ وقت پر تمام مخلوقات جاندار و غیر جاندار سب معادم ہوں گے اور اسی دن کو قیامت اور یوم الساعت کہا جاتا ہے۔ پس عقلمندی یہ ہے کہ وہاں کے لیے تیاری کی جائے نہ یہ کہ اس کی تاریخ معلوم کرنے کے پیچھے پڑ جائے۔ ہوشیار شخص کو اگر کہا جائے کہ یہ چھت کمزور ہے گر جائے گی تو وہ اس کے مضبوط کرنے کی کوشش کرے گا، نہ یہ کہ بارش کب ہو گی اور یہ کب گرے۔ قیامت کے بارہ میں قطعی علم بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔

علاماتِ قیامت

البتہ حضرت جبرائیلؑ نے اجنبی کی شکل میں آکر حضور اقدسؐ نے حکیمانہ انداز میں جواب دیا اور کچھ علامات بیان فرمائیں گویا جیسے انسان جب بوڑھا ہو جائے، سنبھل نہ سکے، اس کے اعضا گرنے لگیں تو سمجھئے کہ اس کے مرنے کا وقت قریب ہے۔ اسی طرح اس عالم اکبر دنیا کے بارہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ جب اصول اور افضل ذلیل اور

مغلوب ہوں اور کم تر دفروما یہ اشیاء اور فروعات غالب اور معزز ہو جائیں تو قیامت قائم ہونے اور قریب ہونے کی علامت ہے۔ مثلاً فرمایا کہ اولاد ماں باپ پہ مالک کی طرح حاکم بن جائے یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ عالم اکبر کی فضا بالکل مسموم ہو چکی ہے اور خبث انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ کیونکہ کتا بھی ایک ٹکڑے کے بدلے ساری رات اپنے محسن کی چوکیداری کرتا ہے اور چوپایہ بھی گھاس چارے کے بدلے مالک کی خدمت کرتا ہے جب کہ محسن کی قدر دانی اور وفاداری کا جذبہ حیوانات میں بھی ہو۔ پھر انسان اس سے بھی محروم ہو جائے تو یہ اس عالم کی تباہی کی دلیل ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ احسانات والدین کے ہیں سب سے بڑھ کر خیر خواہ اور ہمدرد والدین ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقل سلیم والا کوئی شخص بھی ماں باپ کی خدمت اور حسن سلوک اور قدر دانی سے انکار نہیں کر سکتا۔

تو ایک علامت حضورؐ نے یہ بتلائی کہ عورتیں مالک جننے لگیں۔ گویا کہ عورت نے مالکہ کو جنا ہو اور ماں نے لڑکی کو نہیں بلکہ ماں کو جنا ہو۔ ہر لڑکی ماں پر ایسی حاکم گویا یہ اس کی باندی ہے اور لڑکی اس کی مالکہ، یہی حال باپ اور بیٹے کا ہے تو گویا یہ علامت ہے کہ عالم اکبر کا دماغ ماؤف ہو کر رہ گیا ہے کہ محسن اور غیر محسن، افضل اور کم تر کا فرق نہیں رہا جیسے کہ سرسام کے مریض کی امتیازی قوت ختم ہو جاتی ہے اور سب کو گالی دینے لگے تو حکیم کہہ دیتا ہے کہ اب یہ مریض مرے گا۔ عالم کا مزاج جب بگڑے گا تو جان لو کہ قیامت سے قبل اس کی فنا اور پھر اعادہ ہوگا یعنی قیامت کا دن۔

خداوند کریم ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ اگر قیامت کے حساب و کتاب اور حضوری کا عقیدہ راسخ ہو جائے تو کیا مجال کہ پھر غلطی اور گناہ سرزد ہو۔ یہ دنیا کے اندر عذاب جو ملتا ہے یہ تنبیہات ہیں۔ جیسے مدرسہ کے طالب علم کو کبھی کبھی استاد تنبیہ کر دیتا ہے مگر اصل فیصلہ قیامت اور جزا و سزا کے دن ہوگا:

(وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین)

یوم القیامہ
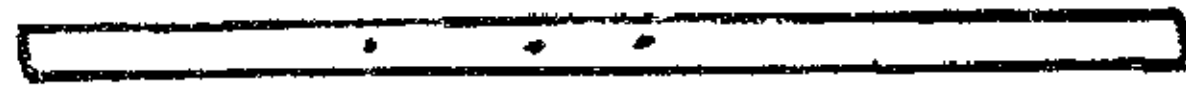
شدائد قیامت سے بچانے والے اعمال

خطبۃ المبارک ۲۵ جمادی الاول ۳۹۵ ھ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم — حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی حضورِ اقدسؐ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ قیامت کا دن کب آئے گا۔

! بھائیو! قیامت کا دن حق ہے۔ اور بہت بڑا دا ھیہ بہت بڑا واقعہ ہے۔

قیامت کی گرمی

یہ آجکل کی گرمی کا اندازہ لگالو کہ سورج ہم سے کئی کروڑ میل دور ہے اور ہم اس کی تپش اس کی حرارت برداشت نہیں کرسکتے، قیامت کے دن نہ درخت ہوں گے نہ دالان اور برآمدے نہ زمین میں گڑھے، کوئی سایہ والی چیز نہیں ہوگی، بالکل ہموار میدان ہوگا، ساری زمین لا تریٰ فیھا عوجًا ولا امتا مشرق میں کوئی کھڑا ہو تو اسے مغرب کے آدمی نظر آئیں گے کہ سب ہموار سطح پر ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ سورج بقدر ایک میل سروں کے قریب ہوگا۔ اگر میل سے مراد آجکل کا میل مروّج ہو تو زیادہ سے زیادہ اتنا دور ہوگا جیسا کہ یہاں سے اکوڑہ خٹک کا ریلوے اسٹیشن تو جب اس وقت کروڑوں میل دور ہے تو یہ حالت ہے، تو قیامت کا دن کیسا ہوگا۔ جب سورج اتنا نزدیک ہوگا تو اس کی تپش اور حرارت کتنی ہوگی؟ اور اس وجہ سے حدیث مبارک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔ بعض کا پسینہ ٹخنوں تک بعض کا گھٹنوں تک بعض کا ناف تک بعض کا سینہ تک بعض کا منہ سے ٹکرائے گا۔ جیسا کہ

لگام ہوتا ہے۔

جن پر عرش کا سایہ ہوگا

ہاں جن پر اللہ کا فضل ہوگا الگ بات ہے، حدیث میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سبعةٌ یظلهم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الّا ظلہ امامٌ[1] عادل وشابٌ[2] نشأ فی عبادة اللہ ورجلٌ[3] قلبہ معلقٌ بالمسجد اذا خرج منہ حتّٰی یعود الیہ ورجلان[4] تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ ورجلٌ[5] ذکر اللہ خالیاً ففاضت عیناہ ورجلٌ[6] دعتہ امراۃ ذات حسب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجلٌ[7] تصدق فاخفاھا حتّٰی لا تعلم شمالہ ما تنفق یمینہ (متفق علیہ)

کہ سات آدمی قیامت کے دن جب کہ اور سایہ نہ ہوگا اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔ یہ سات بھی کیسے لوگ ہیں۔؟ ۱۔ایک تو عادل بادشاہ۔

جوانی اور عبادت

۲۔دوسرا۔ شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گذری ہو۔ در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری کسی نے فحشاء کی دعوت دی مگروہ اپنے آپ کو بچا گیا۔ اور آج بھی ایسے بعض جوان ہیں، اللہ ان کی عمروں میں برکت ڈال دے، جو حرام کام نہیں کرتے، کسی پر بری نظر نہیں ڈالتے۔ زبان سے ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے، جھگڑا کسی سے نہیں کرتے، علم کے حصول میں، کتاب کے مطالعہ میں لگے رہتے ہیں یا خدمتِ خلق میں یا اپنی حلال تجارت اور ملازمت میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ شابٌ نشأ فی عبادۃ اللہ۔ کے مصداق ہیں۔ جوانی کی زندگی، ساری عبادت میں گذری اور یہ طلبۂ دین کو تو بہت خوش ہونا چاہیئے کہ یہ تو دن رات دین میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل میں اخلاص اور للّٰہیت کی توفیق دے۔ ۳۔تیسرے ایسے دو آدمی جو اللہ کی رضا کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں ان میں خلوص و محبت ہے کوئی غرض اور لالچ نہیں۔

الحب فی اللہ

۴۔ رجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ اللہ کے دین کی تقویت اللہ کی خوشنودی کے لئے ان کا باہمی پیار ہے ان کا اکٹھا ہونا اور الگ ہونا اسی بات پر ہوتا ہے، اللہ کے لئے قطع تعلق یہاں تک کہ ماں باپ سے بھی تعلق کی بنیاد اللہ کی محبت ہے۔ خدا کا حکم ہے: ان اشکر لی ولوالدیک اللہ کی مرضی ہے، اور حکم ہے، تو یہ بھی اللہ کے لئے محبت ہے کہ مجھے اللہ نے والدین کے حقوق

کی ادائیگی پر مامور کیا ہے۔ اسی طرح اولاد سے محبت کہ جیسے اللہ نے اولاد کی محبت و شفقت پر مامور کیا ہے۔ تو اولاد سے بھی محبت اللہ کے لئے ہوگی۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی اور محبت بھی کہ اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔ تو یہ محبت بھی موجب اجر ہے ــــ اور انسان کے ذمہ اللہ کے بھی حقوق ہیں اور بندوں کے بھی۔ اور یہ بھی شارع نے فرض کئے ہیں، تو یہ اگر اس حیثیت سے ادا کرتا ہے، نیت یہ ہے تو یہ بھی اللہ سے محبت ہے۔

اخلاص نیت سے دنیا بھی دین

ایک شخص نے ایک بنگلہ بنایا بہت شاندار اور خوبصورت ایک عالم سے تعلق اور واسطہ تھا انہیں بلایا نئے بنگلہ میں کہ افتتاح کرنا ہے نئے گھر کا۔ وہ گھر میں داخل ہوا ادھر اُدھر گھوما روشندان کے بارہ میں پوچھا کہ یہ کیوں لگایا ہے۔ کہا کہ تازہ ہوا اور روشنی کے لئے جو کہ صحت کے لئے مفید ہے۔ اندر کے جراثیم بھی باہر نکلیں گے۔ صحت کے اصول کا تقاضا تھا۔ اس لئے لگوایا ہے۔ عالم نے کہا کہ افسوس اگر یہ ارادہ کر لیتا کہ مسجد کی اذان اس کے ذریعہ سے سنائی دے گی، ایک مستغیث فریادی مدد کے لئے کہیں پکارے گا تو اس کی امداد کو جلد پہنچ سکوں گا۔ تو وہ تازہ ہوا بھی اور روشنی بھی خود بخود پہنچتی منافع دنیوی بھی حاصل ہوتے مگر نیت سے یہ روشندان اور کھڑکی بھی موجب اجر و ثواب اور عبادت بن جاتی۔ تو اگر روٹی کھائیں اچھے کھانے کھائیں اور اس نیت سے کہ بدن کو غذا پہنچے بدرجہ قوی ہو جائے اور اس قوت سے اللہ کی عبادت کر سکوں تو یہ کھانا بھی عبادت ہے یہ حلال مزدوری اور مشقت بھی اس نیت سے کرنا کہ اس سے جسم کی مشین قوی ہوگی اور اللہ کی عبادت بندگی مخلوق خدا کی خدمت حقوق کی ادائیگی کر سکوں گا تو یہ مزدوری اور ملازمت اور کاشتکاری بھی عبادت بن جائے گی، دن بھر کی ملازمت بھی دین بن جائے گی اور یاد رکھو کہ جو شخص اس نیت اور خیال سے کام میں مشغول ہو تو وہ ہر قدم اور ہر کام میں اللہ کے احکام کا پاس بھی رکھے گا۔ کبھی مخالفتِ حکم نہیں کر سکے گا، تو حدیث میں ہے کہ:

من احب للہ وابغض للہ
واعطیٰ للہ فقد استکمل الایمان۔

محبت بھی اللہ کے لئے کرے گا۔ بغض بھی اللہ کے لئے کریگا، کسی کو یاد بھی تو اللہ کے لئے ایسے شخص نے ایمان کو مکمل کر لیا۔

حتی اللقمۃ ترفعہا الی فی امرأتک پیار سے لقمہ اٹھا کر بیوی کے منہ میں ڈال دیا تو یہ بھی اجر و ثواب بن جائے گا۔ مگر نیت پر انحصار ہے کہ اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ بھائیو! اللہ کی رضا بہت بڑی چیز ہے۔

بچوں کے صدمہ پر اجر کی زیادتی کی وجہ

ایک حدیث میں ہے کہ جب معصوم بچے مر جائیں تو قیامت کے دن ماں باپ کی سفارش کریں گے کہ انہیں جنت میں لے چلیں۔ شفیع ہوں گے والدین کے لئے۔ مگر ایک بالغ اولاد مر جائے، کئی مر جائیں تو اس کی اتنی فضیلت نہیں آئی۔ گو صدمہ پر صبر کرنے کی فضیلت تو ہے، اللہ تعالیٰ ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف اور اس پر صبر کرنے پر بھی اجر دیتا ہے۔ مگر بالغ اولاد کا صدمہ تو والدین کو بہت زیادہ ہے۔ مگر بچوں کی موت والا اجر نہیں۔ علماء نے اس کی کئی وجوہات لکھی ہیں۔ اور بچوں کی موت کی کئی خصوصیات بیان کی ہیں، مگر ایک وجہ یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ والدین کی فطری اور طبعی محبت ہوتی ہے۔ اور یہ تو منطقیوں کی تعبیر ہو گئی اصل بات یہ ہے کہ للّٰہی محبت ہوتی ہے۔ بلا لالچ اور بے غرض محبت ہوتی ہے۔ والدین دن رات جاگ کر ان کی خدمت کرتے ہیں پنکھا جھلاتے ہیں، گود میں اٹھاتے ہیں۔ ان کے بول و براز کو دھو کر انہیں صاف کرتے ہیں اور یہ تو والدین سے پوچھو کہ کتنی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ اس وجہ سے نہیں کہ بچے والدین کو روٹی کپڑا دیتے ہیں یا خدمت کرتے ہیں یا مستقبل میں ایسا کریں گے۔ یہ بات بھی والدین کے تصور خیال میں قطعاً نہیں ہوتی کیا معلوم کہ بچہ جوان ہوگا بڑا ہوگا۔ بچ سکے گا یا نہیں۔ ۲۰۔۲۵ سال بعد والدین زندہ بھی ہوں گے یا نہیں یعنی اگر خدمت کریں بھی تو ۲ سال بعد اور اس کا کس کو علم ہے تو اس وقت میں والدین کی خدمت خالص اللہ کے لئے ہے بے غرض ہے تو یہ شفقت و خدمت بے غرض ہو گئی تو اس کا اجر بھی یہ ہے کہ قیامت کو بچہ خدا سے اصرار کرے گا کہ جب تک والدین کو جنت میں نہ لے جائیں گے تو خود بھی نہیں جائیں گے بشرطیکہ ماں باپ مومن ہوں۔

الغرض قیامت کے دن وہ مومن جن کا باہمی تعلق و محبت اللہ کی محبت کے لئے ہو وہ

عرش کے سایہ میں ہوں گے اور وہ جوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گذری وہ عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔

خفیہ انفاق فی سبیل اللہ

۴- اس کے علاوہ ایسا شخص بھی عرش کے سایہ میں ہوگا جو دائیں ہاتھ سے خرچ کرے مگر بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو اور ہم لوگ تو ذرا سی نیکی بھی کریں تو اخبار میں نام اور فوٹو آنا چاہیئے کہ سارے شہر اور گاؤں کو پتہ چل جائے، تب خیرات کرتے ہیں، اللہ کے نام پر تو وہ خیرات ہے کہ بالکل خفیہ ہو کسی کو پتہ نہ چلے اور نیت کو اللہ پاک دیکھتے ہیں بخاری شریف میں روایت ہے کہ کسی نے خفیہ صدقہ کرنے کی فضیلت سنی تو رات تاریکی میں دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہ کوئی پہچان نہ لے راستہ میں کوئی گذر رہا تھا۔ تو اس کے ہاتھ مال تھما دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات ایک چور چوری کرنے جا رہا تھا کسی نے اسے بڑی دولت دے دی کسی کو پتہ تو تھا نہیں، اس نے بات سنی تو حیران ہو گیا اور دل میں کہا کہ یا اللہ عجیب بات ہوئی خیرات بھی کر دی اور صدقہ چور کو دے دیا۔ دوسرے دن خیال کیا کہ مرد تو چوری کرتے ہیں، عورتیں نہیں کرتیں، رات کسی خفیہ جگہ کھڑا ہو گیا، ایک عورت راستہ میں جا رہی تھی، اس نے اس کے دامن میں جلدی سے دراہم دنانیر ڈال دئے اور چل پڑا۔ صبح پھر شہر میں چرچا ہونے لگا کہ فلاں کسی عورت کہیں زنا کرنے جا رہی تھی اور کسی نے اُسے بڑی دولت دے دی۔ یہ اور بھی پریشان ہو گیا۔ کہ یا اللہ خیرات بھی کر دی اور زانیہ عورت کو دے دی ـــــ تیسری رات پھر کسی مسجد میں خفیہ طور پہ آیا اور کوئی شخص بیٹھا تھا۔ اسے کچھ دے دیا۔ اور چل پڑا وہ شخص خود بہت بڑا غنی تھا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے اور فلاں رئیس اور نواب کو کسی نے بڑی رقم دے دی۔ تو تین دفعہ صدقہ دے دیا اور بے جا مصرف ہیں کہ فقیر اور مستحق کو نہ پہنچا۔ بہت فکر مند ہوا تو غیبی آواز آئی کہ غم مت کرو تمہارا ثواب قبول ہو گیا تم خفیہ صدقہ کرنا چاہتے تھے، اللہ نے تمہاری نیت اور اخلاص کو قبول فرمایا۔ تو چور کے ہاتھ جو دولت آئی تو اُس رات اس نے چوری نہ کی کہ دولت مل گئی ہے تو چوری سے کیا فائدہ۔ عورت زنا کے لئے دولت کے لالچ میں جا رہی تھی، دولت ملی تو زنا سے بچ گئی، غنی شخص دولت مند آدمی تھا، اُسے دولت دی گئی تو اس نے سوچا کہ خدا نے مجھے بھی

بھی دولت دی ہے، دوسرا امیر اللہ کی راہ میں ایسے ایسے لگا رہا ہے، تو مجھے بھی خرچ کرنا چاہئے اس نے بھی عبرت لے لی — تو عرش کے سایہ میں جو چند لوگ ہوں گے۔ ان میں اللہ کی راہ میں خفیہ طور پر خرچ کرنے والا بھی ہوگا۔ اور وہ شخص بھی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ دل نرم ہوگیا، گڑگڑایا، اللہ کی عظمتوں کے سامنے اس پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

مسجد سے وابستگی

اور ایسا شخص بھی جس کا دن ہر وقت مسجد کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے دکان میں کپڑے میں کارخانہ میں یہی فکر ہے کہ نماز باجماعت فوت نہ ہوجائے۔ مسجد میں جاکر ایسا سکون پاتا ہے جیسے کہ مچھلی کو دریا میں راحت ہوتی ہے۔ جب مسجد سے باہر آجائے تو دوسری نماز کا منتظر رہتا ہے۔

گناہ سے بچنے والا

اور حدیث میں فرمایا کہ ایسے شخص پر بھی قیامت کے دن اللہ کا عرش سایہ افگن ہوگا جسے کسی نوجوان خوبصورت عورت نے تنہائی میں گناہ کی دعوت دی، کوئی ظاہری رکاوٹ نہ تھی مگر اس نے اپنے نفس کو پامال کیا۔ خواہشات کو دبا کر اس عورت کو کہا کہ نہیں میں تو اللہ تعالیٰ حکیم علیم سے ڈرتا ہوں۔ ایسے گناہ کی جرأت نہیں کر سکتا — تو ایسے اعمال والے جن کے دلوں میں اللہ کی بندگی اور خوف ہو، عرش کے سایہ میں محشر کی دھوپ اور تپش سے بچ جائیں گے۔ اور باقی ساری مخلوق دھوپ میں کھڑی ہوگی اور وہ دھوپ بھی بہت قریب یعنی ایک میل کے فاصلے سے۔

سورج کہاں ہے؟

اولاً تو آسمان کا اندازہ کسی نے نہیں لگایا یہ جس نے چاند تک پہنچنے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کا بیان تھا کہ چاند پر پہنچ کر اتنی وسیع خلاء اور فضاء نظر آئی جیسی کہ یہاں زمین سے نظر آتی ہے، تو آسمان ہنوز دور است۔ تو یہ سورج اگر آسمان دنیا میں ہے، یعنی اس کے نیچے یا جو صورت ہوگی جو تھے آسمان میں ہونے کی باتیں فلاسفہ کی ہیں، ہم تصریح شرح چغمنی کے مقلد نہیں یہ غیر قطعی باتیں ہیں، اب پہلا آسمان اس کی مسافت کتنی ہے۔؟ موجودہ سائنس دان بھی اس سے عجز کا اعتراف کرتے ہیں، کوئی اندازہ قطعی لگا نہیں سکتے وما یعلم جنود ربک الا ھو — اللہ کے لشکر اور خدائی کی وسعتیں صرف

دہی جاتی ہے۔ اور اس کی گرمی جون جولائی میں برداشت نہیں کر سکتے۔
——— تو جائیو! قیامت کے دن اس کی گرمی کی کیا حالت ہوگی جب سورج ایک میل کی دوری پہ ہوگا ———

قیامت کو گرمی اور پسینے کا تفاوت کیوں ہوگا

اس سے پھر پسینے کا اندازہ لگ گیا کہ کسی کا پسینہ دریا کی موجوں کی طرح اس کے منہ سے ٹکرائے گا، اور تفاوت اعمال کی وجہ سے کسی کے ٹخنوں تک کسی کا اوپر ناف یا سینہ تک ——— اور اگر کوئی کہے کہ دریا کی سطح تو ہموار ہوتی ہے تو یہ تفاوت کیسا ہوگا، تو جواب یہ ہے کہ جس کے اعمال اچھے ہیں۔ تو وہ ایسا ہوگا جیسا کہ دریا میں قدموں کے نیچے گویا کوئی موڑا یا ٹیلا موجود ہو، چٹان پر کھڑا ہو اسی طرح جیسا کہ آپ سب کھڑے ہو جائیں اور میں منبر پہ کھڑا ہو جاؤں کوئی پہلی سیڑھی پر کوئی دوسری سیڑھی پر کوئی تیسری سیڑھی پر تو اسی طرح قیامت کے دن پسینے کے دریا میں بھی تفاوت کے ساتھ غرق ہوگا، اعمال اچھے ہیں تو اعمال ان کے لئے موڑھے بن جائیں گے۔

رسوائی اور ذلت کی روحانی اذیت

اور یہ تو جسمانی تکلیف ہے یہ تو بہت معمولی اذیت ہوتی ہے۔ اصل اذیت تو روحانی ہے، کہ کسی کی عزت و آبرو چلی جائے۔ آج بھی دیکھا ہوگا کہ کسی کو بہت تکلیف دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بازار میں ذلیل کر دو۔ وہ کہے گا تنہائی میں مار پیٹ بھی لو مگر خدا کے لئے لوگوں کے سامنے مت ہلکا کرو۔ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے عزت اور آبرو جاتی ہے۔

تو قیامت کے دن یہ ایک عجیب حالت ہے کہ جس نے جو بھی عمل کیا ہے وہ سر پہ لدا ہوگا، حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے فرمایا کہ اے میری امت کہیں قیامت کے دن مجھے شرمندہ نہ کر دو۔ کہ اور لوگ تو نیک اعمال کی گٹھڑیاں اٹھائے ہوں اور دیگر انبیاء کی امتوں میں سے بعض کی ہزار ہزار سال کی عبادت ہوگی۔ یہ حضرت موسیٰؑ کے امتی ہیں۔ یہ حضرت یوشعؑ کے امتی ہیں، یہ حضرت یونسؑ کے امتی ہیں۔ یہ کسی اور نبی کے امتی ہیں، اس نے سو سال عبادت کی اس نے ۸۰ سال عبادت میں گذارے۔

تشکل اعمال

اور تم میں سے جو نبی کریمؐ کے امتی کہلاؤ گے کسی نے بھیڑ چوری کی کسی نے بکری کسی نے اونٹ، کسی نے گائے کسی نے زمین اٹھائی ہو گی کسی نے کپڑا چرایا، تو جھنڈا بن کر اس کے سر پہ لہرائے گا۔ کوئی کہے گا کہ یہ کون ہیں؟ یہ ہیں حضورؐ کے امتی، سر پہ چوری کا مال لدا ہوا ہے۔ زنا کی عمل شکل سر پہ سوار ہے۔ تو جیسے چور پہ چوری ثابت کرنے کے لئے چوری کا مال بھی عدالت میں لاتے ہیں، اسی طرح وہاں بھی برائیاں متشکل ہو کر اس کے سر پہ اس کے گلے میں لدی ہوں گی۔ تو حضورؐ کو ایسے امتیوں سے تکلیف کیوں نہ ہو گی۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ عزت مند باپ کا بیٹا چوری میں پکڑا جائے، یا کسی بھی جرم میں، تو وہ غیرت دار والد کہتا ہے کہ میں قارون کی طرح زمین میں دھنس جاؤں، زمین پھٹ جائے اور مجھے اپنے اندر چھپا لے۔ کاش میں اس سے پہلے مر چکا ہوتا۔ اب ایسا سفید پوش والد مسجد اور حجرہ میں جانے سے شرماتا ہے کہ لوگ کہیں اس کے بیٹے کو زنا، قتل، جوا، چوری میں پکڑ لائیں اور کہہ دیں کہ یہ ہے تیرا بیٹا، تو باپ کی کیا حالت ہو گی، کتنی روحانی اذیت ہوتی ہے۔

حضورؐ روحانی والد

تو دیکھو حضور اقدسؐ سے تو نسبی باپ کی کوئی نسبت ہی نہیں وہ تو ماں باپ سے زیادہ قریب ہیں وہ روحانی والد ہیں وازواجہ امھاتہم ان کی ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔ ایک قرأت ہے کہ وھواب لھم کہ وہ امت کے والد ہیں۔ اور دیکھو والد کے ذریعہ ہمیں وجود ملا۔ مگر آج جو ہم بحمداللہ مسلمان ہیں، اسلام ہے، ایمان ہے، یہ نماز، یہ روزہ، یہ تقویٰ، یہ حلال و حرام کی تمیز، یہ سب خوبیاں کس سے آئی ہیں؟ حضورؐ کی ذات بابرکات ہی سے امت کے تمام اخلاقی کمالات روحانی دینی علمی کمالات امت میں حضورؐ ہی کے ذریعہ آئی ہیں۔ تو وہ ہمارے روحانی والد ہیں تو ان کو قیامت میں ہماری رسوائی سے بہت بڑا صدمہ ہو گا، تو حضورؐ کو صدمہ پہنچنے کے علاوہ قیامت کے دن برے عمل والوں کی رسوائی بھی سارے اولین و آخرین کے سامنے ہو گی اور یہ رسوائی کی اذیت جسمانی اذیتوں سے بھی زیادہ ہو گی۔

الغرض قیامت کا دن حق ہے۔ اس لئے کہ دنیا کا نظام تو [illegible]

ہیں۔ آسمان، زمین، دریا، ہوا، بارش، گرمی، سردی سب چیزوں میں اشتراک ہے۔ اور اللہ تو عادل اور منصف ہیں۔ قیامت نہ ہوتی تو بظاہر یہ بات حیرت ناک ہوتی اور عجیب انصاف ہوتا؟ کہ جب ہر چیز میں ظالم و مظلوم، عابد اور غیر عابد مؤمن اور کافر سب برابر کے حصہ دار بنے، تو انصاف کیا ہوا۔ تو اللہ نے اس کے لئے ایک وقت موعود مقرر فرما دیا جس میں حق و باطل کا امتیاز ہوگا۔ ظالم سے بدلہ لیا جائے گا، مظلوم کو اس کا حق دیا جائے گا۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیقَاتًا ـــ اسے یوم الفصل کہا گیا ہے۔ جیسا کہ کاشتکار ۶ ماہ گندم کی نگرانی اور تربیت کرتا ہے۔ بھوسہ اور گندم سمیت اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ مگر جب وقت آجاتا ہے تو کٹائی کے بعد بھوسہ کو الگ کر کے پھینک دیا جاتا ہے۔ اور گندم کو بوریوں میں ڈال کر عزت اور حفاظت سے رکھ دیا جاتا ہے۔ بہر حال قیامت کے بارہ میں حضورؐ سے استفسار فرمایا گیا کہ کب ہوگا تو حضورؐ نے وقت کے تعین سے لاعلمی ظاہر فرما دی اور واضح فرما دیا کہ اس کا علم صرف خدا کو ہے اور اتنا مخفی رکھا ہے کہ فرماتے ہیں: ان الساعۃ اٰتیۃٌ اکاد اخفیھا گویا مبالغۃً فرمایا گیا کہ اکاد اخفیھا عن نفسی یہ اتنا مخفی علم ہے کہ گو اپنے نفس سے بھی اسے چھپاتا ہوں مگر چھپا نہیں سکتا۔ یہ مبالغۃ فی شدۃ الاخفاء ہے کہ اس کا علم کسی نجومی وغیرہ اور کسی نبی کو بھی حاصل نہیں۔ البتہ اس کی آمد یقینی ہے، مقصد یہ تھا کہ حاضرین اور مسلمان قیامت کے مسئلہ کے وقت کے بارہ میں جھگڑوں سے اپنے کو فارغ سمجھ لیں، البتہ اس کے محاسبہ اور شدائد کے پیشِ نظر دنیا میں اعمال و افعال کے ذریعہ اس کے لئے تیاری کریں۔ اور یہی چیز کارآمد ہوگی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

باب ۳

عبادات و اعمال

نمازِ اسلام کا امتیازی فریضہ

خطبہ جمعۃ المبارک ۶ راگست ۶۹ء ربیع الثانی ۵ ۸ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) یا بنی اقم الصلوٰۃ۔ (الآیۃ)

محترم بزرگو! ہم اور آپ اس بات پر مکلف ہیں کہ نماز پڑھیں جو ہر مرد اور عورت پر فرض ہے، نماز کا وقت آیا اور مسلمان مرد و عورت نے بلا عذر نماز چھوڑ دی، تو بقول حضور علیہ السلام کافر اور مسلمان کے درمیان جو فرق تھا وہ ختم ہو گیا۔ مسلمان کا معنیٰ فرمانبردار اور خدا کا شکر گذار ہے، اور کافر وہ جو نعمت کی قدر نہ کرے۔ اب جس نے بلا عذر نماز کے وقت نماز نہ پڑھی تو اس نے گویا اسلام کا امتیازی نشان اور علامت ختم کر دیا۔

گناہ کی عادت بسا اوقات ایک گناہ جس کی لوگوں کو عادت پڑ چکی ہو، وہ گناہ بوجہ عادت انہیں ہلکا اور حقیر نظر آتا ہے۔ خدا کے فضل سے ان دیہات میں شراب پینا عظیم گناہ معلوم ہوتا، الحمد للہ شرابی ہر شخص کی نظر میں حقیر ہوتا ہے کیوں کہ شراب نوشی دیہات میں کم ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں بڑا جرم ترکِ صلوٰۃ ہے۔ مگر یہ عادت بن چکی ہے، تو اس کے جرم ہونے کا احساس نہیں ہوتا سال اور مہینے گذر جاتے ہیں ہر محلہ میں تین چار آدمیوں کے علاوہ اور لوگ مساجد میں نہیں آتے اور ایسے چند آدمیوں کی برکت ہے کہ عذابِ خداوندی رک جاتا ہے، جنہوں نے خانۂ خدا کو آباد رکھا ہے۔ ورنہ ۹۵٪ کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ ہم مسلمان ہیں یا گورے یا سکھ۔

اسلام میں طہارت کی اہمیت مسلمان اور پلیدی جمع نہیں ہو سکتی لہٰذا کیا [illegible] طہارت صلوٰۃ کے لئے شرط [illegible] ہے؟ اسلام نے نماز کے علاوہ بھی جسم کو پاک رکھنے کی تاکید کی [illegible]

سے گذرے تو فرمایا: انہما لیعذّبان وما یعذّبان کہ یہ دونوں عذاب میں مبتلا ہیں اور ایسی بات کی وجہ سے جسے یہ معمولی بات سمجھتے تھے۔ ایک تو چغلخور تھا جو شخص شر و فساد کے لئے ایک بات دوسری جگہ پہنچائے وہ چغلخور ہے، مجلس میں جو باتیں ہوں۔

زبان کی ہلاکت آفرینی

حضورؐ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی بات دوسری جگہ نہ پہنچاؤ عورتوں میں تو یہ بڑی بیماری ہے کہ ایک بات سنی تو دوسری جگہ جب تک نہ پہنچائیں انہیں صبر نہیں آتا۔ ایک حدیث میں ہے: لا یدخل الجنّة نمامٌ او قطاط۔ چغلخور اور مخبری کرنے والا شخص جنّت میں نہیں داخل ہوگا، ایک صحابیؓ بیٹھے تھے، کسی نے بات کی کہ یہ سی آئی ڈی ہے۔ مخبر ہے۔ فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مخبر اور چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ بازار میں بات سنی جلدی سے گاؤں کے دوسرے پہنچا دی، جو زبان کا کچا ہے کہ منہ سے غلط بات نکالے اور ہاتھ پاؤں کا کچا ہے، غلط کام کرتا رہے وہ مسلمانی میں بھی کچا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ:۔

کفٰی بالمرء کذبًا ان یحدّث بکل ما سمع انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے یہی بس ہے کہ جو کچھ سن لے اُسے بلا تحقیق اوروں کو سناتا پھرے۔

حضورؐ نے فرمایا مسلمان فحاش اور بخیل نہیں ہوسکتا۔ تو چغلخوری بھی زبان کا کچا پن ہے خواہ کوئی بات مجلس میں سن کر پھیلائے یا کان لگا کر سن لے اور پھر پہنچائے دونوں کا وبال اور عذاب ہے، جو بات بھی انسان زبان سے نکالے پہلے سوچے کہ سچ ہے یا جھوٹ، تم نے خود دیکھا ہے۔؟ یا دو عادل ثقہ افراد سے سنی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور بازار کی گپ شپ سن لی ہے تو شر و فساد اور باہمی افتراق کا سبب بنتے ہو۔ چغلخور دونوں طرف کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اس کا منہ دارین میں کالا ہوتا ہے۔

عورتیں اس مرض میں مردوں سے بھی زیادہ مبتلا ہوتی ہیں اور یہ سب اس لئے کہ ہم نے آخرت کو بالکل بھلا دیا ہے۔ جن کے سامنے آخرت ہو وہ اپنی بربادی اور تباہی کی کوشش نہ کریگا کون ظالم ہوگا جو اپنے آپ کو آگ میں ڈالے گا۔

ہم جب تک سفر میں ہوتے ہیں ذہن اور ساری توجہ گاؤں اور گھر کی طرف ہوتی ہے۔

ذہن پر منزل و مقصد کا خیال مسلط ہوتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی زندگی کو اپنا منزل و مقصد فرض کر لیں، بلکہ منزل حقیقی آخرت کو سمجھیں تو پھر کیوں اس کا فکر کریں گے۔ حضورِ اقدسؐ ایک دفعہ نیند سے اُٹھے بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات بنے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے بستر بنانے کی اجازت چاہی کہ آپ اس پر آرام فرمادیں۔ فرمایا: مالی وللدنیا مجھے دنیا کی آسودگی اور آرام سے کیا؛ ما انا الا کراکبٍ استظل تحت الشجرۃ میں تو اس مسافر کی مانند ہوں جو تھوڑی دیر ستانے کے لئے کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر پھر آگے چلتا ہے۔

انسانی باہمی حقوق

تو مسلمان کا شیوہ تو یہ ہے کہ چغلخوری نہ کرے بلکہ کوئی اور شخص بھی کسی مسلمان کی آبروریزی کے درپے ہو تو یہ اُسے رد کرنے اور بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ فرمایا: من نفّس عن مؤمن کربۃ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃً من کرب یوم القیامۃ (الحدیث) جس نے کسی مسلمان سے کوئی دنیوی تکلیف دور کر دی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکالیف دُور کر دے گا۔

اگر تم نے اس شخص کے الزامات کا جواب دیا کسی مسلمان بھائی کی صفائی کی تو گویا تم نے اس کی عزّت وآبرو واپس کر دی تو خدا قیامت کے روز تمہاری آبرو جو گناہوں کی وجہ سے ذلیل ہو گئی ہے۔ واپس کر دے گا۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ فرمایا: واللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ اللہ اپنے بندہ کی خیر خواہی کرے گا جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کے درپے رہے گا — حضورؐ نے فرمایا: ومن رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ اگر کسی نے اپنے بھائی کی آبرو بچائی مسلمان کی لٹی ہوئی عزّت اپنی جدوجہد سے واپس کر دی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے قیامت کے دن جہنّم کی آگ واپس کر دے گا۔ دیہاتی لوگ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ فرمایا: یا معشر من اسلم بلسانہ ھم لا تؤذوا المسلمین اے نئے مسلمان ہونے والے لوگو مسلمان کو اذیت مت پہنچاؤ، کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔ اے زبان کے مسلمانو ایک دوسرے کو عار مت دلاؤ، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو، اور فرمایا کہ یاد رکھو [illegible] کسی کی بُرائی کرے اسے لوگوں میں ذلیل کرنا چاہو، اس کی عیب جوئی کرنا چاہو۔

اس عیب جوئی کرنے والے کے سات تہ بہ تہ بنیوں کے نیچے کیے گئے خفیہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا۔ خفیہ سے خفیہ گناہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس کو خدا ظاہر کرنا چاہے اسے کون بچا سکتا ہے۔

اس لیے فرمایا کہ کثرت کلام ٹھیک نہیں، اور بلا سوچے بولنے سے ہلاکت واقع ہوگی اگر کسی بات میں دوسرے مسلمان بھائی کا نفع ہے تو کر لو ورنہ چپ رہو۔

طہارت ظاہری اور جسمانی صفائی

دوسرا مسلمان جو قبر کے عذاب میں مبتلا تھا فرمایا اس وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ حضورؐ کا ہر اُمتی ہر وقت پاک و صاف رہے۔ فرمایا جس گھر میں جنب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، نماز کا وقت آیا اور مرد یا عورت جنابت میں ہے وہاں رحمت نہیں آتی اور یہ بھی لکھا ہے کہ جنابت سے جو غسل نہ کرے وہ برص کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو بدنی بیماری بھی ہے اور روحانی بھی۔ شریعت اسلامیہ ہمیں ہر وقت پاک و صاف دیکھنا چاہتی ہے۔

الغرض کپڑوں کی یا جسم کی نجاست ترکِ صلوٰۃ کا عذر نہیں بن سکتی۔ حدیث پاک میں ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دیا کرو۔

نماز اور رزق میں آسائش

قرآن میں ہے: وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا خود بھی نماز پر جم جاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بھی حکم دیا کرو اگر کوئی کہے کہ کھائیں گے کیا؟ فرمایا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے، بلکہ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں۔

آسمان سے بارش خدا برساتا ہے، زمین سے فصل وہی اگاتا ہے۔ نہریں دریا اُس نے چلائے۔ آیت میں نماز کے حکم کے بعد رزق کی کفالت کا اعلان اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ گھر کے سب افراد جب باقاعدگی سے نماز پڑھیں گے اور بڑے چھوٹے تمام کے تمام تو وہاں تنگی رزق نہیں آئے گی۔ بچہ ذرا بڑا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مارا کرو، اور بالغ ہو کر بھی نماز نہ پڑھنے پر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جیل میں ڈال دو۔ امام احمدؒ فرماتے

ہیں کہ قتل بھی کر دو تو جائز ہے۔ الغرض جیسا کہ ہم پر نماز فرض ہے اسی طرح اہل وعیال کی نرمی سختی سے غصہ سے ہر طریقہ سے کہنا بھی فرض ہے تو بچوں سے زبردستی پڑھانا یہ بھی ایک مقصد فرض کرنا ہوگا آگے معاشی امور میں بھی خدا مدد کرے گا۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو اللہ سے ڈرنے لگتا ہے اللہ اسے مشکلات سے نکلنے کی راہیں نکال دیتا ہے، اور اسے غیبی خزانوں سے روزی دینے لگتا ہے۔

اور یہ تجربہ ہے اب بھی دین داروں کو دیکھو سب سے اچھا کھاتے ہیں مگر جو دیندار نہیں تو مصائب میں مبتلا ہیں، سب ممالک کی طرح پاکستان بھی فقر و غربت کی مصیبت میں مبتلا ہے۔

قتل اولاد موجودہ قومی اسمبلی میں ۱۹۶۷ء میں ۲۲ کروڑ روپے خاندانی منصوبہ بندی کے لئے مقرر کئے گئے کہ آبادی کے بڑھنے اور اولاد ہونے پر پابندی لگائی جائے، ایک بزرگ نے اچھا نسخہ ــــــ پیش کیا کہ چھری لے کر مرد اپنے آپ کو خصی کر لیں۔ ایک ممبر نے پوچھا کہ کتنے بچے اس سکیم سے بند ہو جائیں گے اُس نے گویا طنز کی کہ اس کا تو کوئی نتیجہ نکلے گا نہیں سوائے زنا اور فحاشی کے عام ہونے کے، گویا دماغ مسخ ہو گئے ہیں۔

انّ اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین، بیشک اللہ ہی رزق دینے والا اور قوت طاقت والا ہے۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ گولیاں کھانے سے آئندہ نسلیں پیدا نہ ہوں تو اس گاؤں کے کھنڈرات بن جائیں گے لیکن اگر انسان بہت پیدا ہوں۔ پھر خدا بھی آسمان اور زمین پر پابندی لگائے، آسمان نہ برسے، زمین نہ اگائے، تو موجودہ نسلوں کا کیا ہوگا پھر تو چھرے کی ضرورت ہوگی کہ انہیں ذبح کر ڈالیں، قرآن کی تبلیغ کے لئے تو ۲ روپے بھی نہیں مگر اس کے لئے ۲۲ کروڑ روپے مخصوص کئے جائیں، عیسائیوں نے یہاں پانچ سو مشن کھولے اور قوم پوچھتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ہم کیا کریں یہ تو آزادی رائے کا زمانہ ہے تو جب

اسلام کی بات آجائے تو آزادی رائے یاد آجاتی ہے، اور برائی ہو تو پھر کوئی کلمہ حق کہنے کی اجازت نہیں۔

بھائیو! ہم سیدھے رستے سے بھٹک گئے ہیں، بس یہ اللہ کا غضب اور اس کی مار ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے پہلا جملہ بچے کو یہ کہا کہ یا بنی اقم الصلوٰۃ پابندی سے نماز پڑھو گے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور ہمارے حاکم و محکوم، ممبران اسمبلی اور عوام اور خواص سب کے دلوں کو دین اسلام پر راسخ کردے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اہمیتِ صلوٰۃ

(خطبہ جمعۃ المبارک ۔ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) قال اللہ تبارک وتعالیٰ ۔ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔
محترم بزرگو! نماز کی عظمت و اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ ایمان کے بعد بنیادی امر نماز ہے۔

کتاب وسنّت میں نماز کی تاکید

قرآن مجید میں جتنی بار تاکید ہے اور اللہ رب العزّت نے نماز کا حکم جتنی دفعہ دیا ہے، ایسا تاکیدی حکم باقی امور کے بارہ میں بہت کم ہوگا۔ ایک جگہ اللہ جل مجدہٗ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: اتل ما اوحی الیک من الکتٰب اے پیغمبرؐ جتنی وحی آپ کو ہوچکی ہے اس سب کی تلاوت کرو، ساری وحی انسانوں کو سُنا دو ——— اور اس کے بعد خاص طور سے نماز کا ذکر کر دیا واقم الصلوٰۃ — نماز کی خاص تاکید فرما دی۔ تو نماز ایمان کی علامت ہے نماز مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ اور میرے محترم بزرگو! اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں: اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت بنو! اور حضرت امام احمدؒ تو اسی بنیاد پر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بلا عذر ایک وقت کی نماز ترک کر دی تو وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔

ائمہ دین کی تاکید

امام احمدؒ ایک امام ہیں، مجتہد ہیں، صاحب مذہب ہیں یہ ان کی رائے ہے جیسے ہمارے ہاں بھی بعض باتوں سے بعض امور اور اعمال سے ایک شخص مرتد ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص قرآن کریم یا اس کے اوراق کسی گندی جگہ یا نجاست میں قصداً پھینک دے یا خدانخواستہ اس کو قدموں میں روندڈالے تو وہ

مرتد ہے، کافر ہے، گو وہ کلمہ پڑھے مگر اس کا یہ عمل اس پر دال ہے کہ وہ قلب کے لحاظ سے ابی اور منکر ہے تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص مرد یا عورت پر نماز کا وقت گذر گیا اور اس نے بلا وجہ فرض نہ پڑھی تو وہ سرے سے مرتد ہو گیا اور جیسا کہ مرتد واجب القتل ہے اسی طرح حکومت اسے بھی قتل کر دے۔ باقی ائمہ کی یہ رائے تو نہیں اور بالخصوص ہمارے امام ابو حنیفہؒ کی وہ فرماتے ہیں کہ مرتد تو نہیں ہو جاتا اور ترکِ صلوٰۃ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ توہینِ اسلام کر رہا ہے، البتہ یہ عمل کافروں اور مشرکوں کا ہے۔ اسے زجر اور تعزیر دی جانی چاہیئے اور ـــــــ اس کی ایک مثال خارج میں یہ ہے کہ باپ کسی کو حکم دے اپنے بچوں کو کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو اور ایک شخص ایسا ہے کہ باپ نے حکم دے دیا اس نے سنتے ہی جوتا اتار کر والد کو دے مارا اور وہ کام بھی نہ کیا، اب دونوں میں فرق ہے، پچھلے میں والد کی تعظیم اور احترام کا کوئی شائبہ تک نہیں، ہم اس کو پہلے کے ہمسر اور برابر نہیں کر سکتے، تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو مرد یا عورت بلا عذر نماز ترک کر دے تو اس کو جیل میں ڈال دیا جائے قید کر دیا جائے اس وقت تک کہ جب تک یہ صحیح معنوں میں توبہ نہ کر دے اور نمازی نہ بن جائے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصلوٰۃ عماد الدین۔ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کے محل کو آباد کیا مسلمان مرد، عورت اور بے نمازی جمع نہیں ہو سکتے، حضورؐ نے مرضِ وفات میں آخری وصیت جس چیز کی فرمائی وہ بھی نماز ہی تھی۔ فرمایا: الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ہونٹ مبارک ہل رہے تھے، ضعف سے بول نہیں سکتے تھے، آواز نہیں آ رہی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کان نزدیک کئے تو سنا کہ حضورؐ یہی جملے ارشاد فرما رہے ہیں کہ نماز کا اہتمام کیا کرو، نماز کا خیال کیا کرو حضرت عمرؓ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو سب سے پہلا حکم جو جاری کیا وہ یہی تھا۔

ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع (موطا مالک)

تمہارے معاملات میں اہم ترین چیز میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اس نے دین کو بھی قائم رکھا اور جس نے نماز ضائع کی تو وہ دوسرے تمام امور (عبادات اور معاملات) کو زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔

حضرت عمرؓ کی تمنائے شہادت و موت مدینہ

اور حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ آپ نماز پڑھا رہے ہیں ظالم ابو لؤلؤ نے چھُرا گھونپ دیا۔ حضرت عمرؓ دو باتوں کی تمنا کیا کرتے تھے ایک شہادت کی موت دوسرا مدینہ منورہ کی موت ــــــ دونوں دعائیں بہت پیاری تھیں۔ حدیث میں ہے کہ تم شہادت کی موت مانگا کرو جس دل میں جہاد اور شہادت کی تمنا نہ ہو اس دل میں سیاہ داغ ہو گا۔ اور یہ ایمان کی کمی کی علامت ہو گی اس طرح مدینہ طیبہ کی وفات حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، عشق اور محبت کا یہ حال ہے کہ مدینہ منورہ سے باہر نہ نکلتے کہ باہر موت نہ آ جائے اور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں موت آ جائے وہیں تدفین ہو، تو امام مالکؒ کسی مجبوری سے بھی باہر جاتے تو دوڑتے دوڑتے واپس ہوتے رات باہر نہ رہتے کہ موت لگ گئے تو مدینہ منورہ میں آ جائے اور یہاں دفن ہو جاؤں۔ ایک مرتبہ امام مالکؒ نے خواب دیکھا کہ حضورؐ کے سامنے کھڑا ہوں کہا، حضورؐ میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں مدینہ منورہ سے اتنا عشق ہے کہ نفل حج جاتے سے بھی ڈر رہا ہوں کہ کہیں باہر موت نہ آ جائے ــــ اور اس وقت حج پر پابندیاں نہ تھیں، جیسے آج ہیں مگر تکلیفیں بہت زیادہ تھیں، مدتیں آنے جانے تک لگ جاتی تھیں، تو آپ لوگ اپنی درخواستیں حج کے لئے دیا کریں، اگر حکومت منظوری نہ دے تو الابلا برگردن حکومت، مگر آپ لوگوں نے تو صرف برگردن ملّا رکھا ہے۔ تو نیت عزم اور ارادے سے حج کا ثواب تو ہو گا اور جب اجازت ملی تو فرض ادا کرنا ہو گا۔ جو غریب کئی کئی سالوں سے محروم رہتے ہیں اور جتنی بھی طلب بڑھتی ہے، عشق بڑھتا ہے تو اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ہو گا۔

امام مالکؒ کا خواب

الغرض امام مالکؒ نے پوچھا کہ میری وفات کب ہو گی ! عمر کتنی ہے ! اگر معلوم ہو جائے تو نفل حج پر چلا جاؤں حضورِ اقدسؐ نے پانچ انگلیوں کو اٹھا کر اشارہ کیا۔ امام مالکؒ جاگ اٹھے تو حیران ہو گئے کہ کیا مراد ہے۔ حضورؐ کا ۵ دن ہیں ۵ ماہ ہیں ۵ سال ہیں اب کیا کیا جائے۔ مقصد کیسے حاصل ہو بڑے عالم بڑے محدّث، بڑے زاہد تھے حدیث میں اہم کتاب لکھی۔ تو امام مالکؒ کا یہ خواب

اس زمانہ میں تعبیر خواب کے امام ابن سیرینؒ کو سنایا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضورِ اقدسؐ کا مراد اس اشارہ سے آیت کریمہ کو ہے۔ فی خمس لایعلمہا الا اللہ کہ کسی کی موت کا وقت بھی ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جس کا علم خدا نے دوسروں کو نہیں دیا اسی طرح بارش کے بارہ میں قیامت کے بارہ میں کل کے بارہ میں کچھ کہنا یہ چیزیں اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تو قربان جاؤں حضورِ اقدسؐ سے کہ عالمِ برزخ میں بھی امت کی اصلاح فرما رہے ہیں کہ اللہ کے کام اور علوم غیب اس کے ساتھ خاص ہیں یہ اس نے کسی کو نہیں دیئے۔

بہرحال حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں شہادت کی موت مانگتے تھے لوگ حیران تھے کہ شہادت تو باہر جنگی میدانوں اور محاذوں میں مل سکتی ہے، افواج اسلامی ساری دنیا میں یلغار کرتے جا رہے ہیں مدینہ طیبہ دارالخلافہ میں شہادت کی موت کسی طرح نصیب ہوگی جہاد تو باہر لڑی جا رہی ہے۔

حضرت عمرؓ اور مرض وفات میں نماز کا اہتمام

اور حضرت عمرؓ کے رعب اور شان سے تو قیصر و کسریٰ اپنے ملکوں میں لرز رہے ہیں۔ تو کسی کا تصور بھی نہ تھا کہ مدینہ میں کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے تمام رات گلیوں میں اکیلے پھرتے۔ مگر رسول اللہ کے ایک برگزیدہ صحابی کی دعا تھی، اُسے تو قبول ہونا ہی تھا۔ قبول ہوگئی اور ظالم ابولؤلؤ نے نماز میں موقع پاکر چھرا گھونپ دیا۔ اس کے بعد ایک دو یوم زندہ رہے نماز کا وقت آ جاتا تو تیمم کرکے بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز پڑھنے لگے خون رستا رہتا اور فرماتے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ کسی حال میں اس میں رخصت نہیں ہے۔ فرماتے کہ: ولاحظ فی الاسلام لمن ترک الصلوٰۃ جس نے نماز ترک کردی اس کا اسلام میں کیا حصہ رہ جائے گا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس حالت میں بھی نماز پڑھ لیتے کہ:۔

وجرحۃ یثعب دماً زخموں سے خون جاری رہتا تھا۔

تو آج کتنے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔ عورتیں کہتی ہیں کہ ہمیں گھر کے کام کاج سے فرصت نہیں نوجوان کہتے ہیں کہ ابھی ہم جوان ہیں بڑھاپے میں پڑھیں گے [illegible] تو ہمیں [illegible] مصروف ہیں۔ تو آج مسلمانی کہاں چلی گئی۔

بے ستون عمارت اسلام کی عمارت نماز کے ستون روزہ کے ستون پر قائم ہوتی ہے۔ اور ستون ہے نہیں نہ نماز نہ روزہ تو خطرہ ہے کہ ایسا شخص اسلام سے باہر ہو جائے امام ابو حنیفہؒ اس لئے فرماتے ہیں کہ کافر تو نہیں مگر اس پر خطرہ ہے کفر کا یخشیٰ علیہ الکفر۔ اسلام کو مانو گے تو دروازہ بھی بڑا رکھو گے۔ ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی   یا بنا کن خانہ بر انداز فیل

یا پھر اسلام چھوڑ دیجئیے کافر بن جائیے خطرہ کس سے ہے؟ حکومت کچھ کہتی نہیں اور ہم مولویوں کی طاقت نہیں کوئی کیا کہے گا یہ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بننا اچھا نہیں کہ جہاں غرض اور لالچ کی بات آئی وہاں مسلمان بن گئے اور جہاں پر نہ ہو پھر پٹھان اور خان بنے۔ پاکستانی بنے۔ صلح کل بنے پھر اسلام وغیرہ کا کوئی فکر نہیں۔

ازالہ ذنوب اور وضو تو میرے محترم بزرگو! نماز بہت بڑی چیز ہے۔ اس کا جو مقدمہ ہے، وضو کرنا اس میں جو برکات ہیں اس کا بھی حد حساب نہیں حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص جب وضو کرنے بیٹھ جائے اس نے وضوء شروع کیا اور کلی کی، مضمضہ کیا تو زبان کے منہ کے گناہ جھڑ گئے، ناک میں پانی ڈال دیا تو ناک کے گناہ معاف ہو گئے، چہرہ کو دھو لیا تو آنکھوں کے گناہ جھڑ گئے اور خدا نے معاف کر دیئے، سر پر مسح کر دیا تو سر اور کانوں کے گناہ دھل گئے، ہاتھ دھو ڈالے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہاتھ کے گناہ معاف کر دیئے پاؤں دھو ڈالے تو چلنے پھرنے کے گناہ دھل گئے۔ حتیٰ کہ انڈے کی طرح — نقیاً من الذنوب — گناہوں سے صاف ستھرا نکل آتا ہے۔

اور بھائیو! گھروں میں عورتیں دن میں بار بار جھاڑو دیتی ہیں، صفائی کرتی رہتی ہیں اس طرح نمازی وضوء کے ذریعہ جب پنج وقتہ نماز پڑھتا ہے تو گویا جھاڑو اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ دن رات گناہوں کے جھڑ جانے کا سامان بھی کرتا پھرتا ہے۔

فتح کے اسباب معنوی حدیث شریف میں آتا ہے کہ وضوء مسلمان کا ہتھیار ہے الوضوء سلاح المؤمن اور وضو تو بڑی چیز ہے حضورؐ کے ایک ایک سنت کو خدا نے مسلمانوں کے لئے عظیم الشان ہتھیار بنا کر دکھا بھی دیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت ہے، مصر پر مسلمانوں کی افواج نے حضرت عمروؓ بن العاص کی قیادت میں لشکر کشی کی ہے، مہینہ گذر گیا اور مصر اس عرصہ میں فتح نہ ہو سکا۔ تو حضرت امیر المومنین تعجب کرتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے جرنیل کو خط لکھتے ہیں کہ اتنا عرصہ گذر گیا اور تم سے مصر کیوں فتح نہ ہو سکا۔ آگے لکھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصر کے باغات وانہار اور مصر کے بنگلوں اور محلات نے تم لوگوں کا دل کھینچ لیا اور ان چیزوں کا لالچ شاید تمہیں پیدا ہو گیا تم لوگوں میں کہیں عجمیوں کی خو بو تو نہیں پیدا ہوئی مسلمان جہاد بھی کرتا ہے تو خالص اللہ کی رضا کے لئے کہیں مال و دولت کی لالچ تو پیدا نہیں ہوئی۔

مال کی لالچ

مال کے لالچ کرنے کی وہ حدیث تو آپ نے سنی ہو گی کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ حضرت حکیم بن حزام جو بڑے پایہ کے صحابیؓ تھے اور جب حضورؐ مکہ مکرمہ میں شعب ابی طالب میں نظر بند تھے اور ابو طالب بھی نظر بند تھے، تو حضرت حکیم نے اس سخت وقت میں بڑی خدمت کی کفار کی طرف سے ناکہ بندی تھی کھانے پینے کی چیز گھاٹی میں نہیں جا سکتی تھی تو حضرت حکیم اس وقت بھی کسی طریقے سے کچھ نہ کچھ پہنچا دیتے تھے تو مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ یہی حضرت حکیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے کچھ مانگا تو حضورؐ نے دے دیا پھر کہیں سے آکر مالِ غنیمت سے کچھ طلب کیا پھر دے دیا تیسری دفعہ جب حضورؐ کی خدمت میں آئے کچھ طلب کیا تو پھر حضورؐ نے دے دیا اور پھر ان سے فرمایا کہ اے حکیمؓ! دیکھو یہ مال سر سبز و شاداب اور بظاہر میٹھا ہے، اور اس میں جو حرص کرے مانگتا رہے تو اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں ڈالتا۔ ایسے شخص کی مثال استسقاء کے مریض کی طرح ہوتی ہے کہ جتنا پانی دو اتنی ہی پیاس بڑھتی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بغیر حرص ولالچ کے کچھ مل جائے تو اللہ اس میں برکت ڈالتا ہے اور فرمایا کہ: الید العلیا خیر من الید السفلی

اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے ——— دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ———

حضرت حکیمؓ نے حدیث سنی تو عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد میں کسی اور سے کچھ نہیں مانگوں گا، حرص نہیں کروں گا، کسی کے ہاتھ سے بھی کچھ نہ لوں گا ——— اور یہ ادب ملحوظ رکھا کہ یہ نہ کہا کہ حضورؐ آپ کے ہاتھ سے بھی آئندہ نہیں لوں گا۔ ایسا کرتا تو بے ادبی اور گستاخی ہوگی، آپ جو کچھ

دیں گے وہ تو بسر و چشم قبول کروں گا۔ مگر آپ کے بعد

پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں مال غنیمت آیا کرتا تھا، تمام صحابہؓ اور اہل مدینہ پر تقسیم ہوتا تھا حضرت حکیمؓ کا حصہ جب سامنے آتا تو انہیں پکارا جاتے تھے کہ آکر لے لیں آپ فرماتے کہ میں نہیں لیتا حضرت عمرؓ لوگوں سے کہہ دیتے کہ یہ حکیم بن حزام کا حصہ ہے، تم گواہ ہو جاؤ کہ میں تو دے رہا ہوں مگر وہ خود نہیں لیتے۔

تقرب الی اللہ کا احوط ترین راستہ

بیرے محترم بندگو! ایک دن کچھ فقراء حضورؐ کی خدمت میں آئے، عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مال دار لوگ تو ہم سے بہت آگے بڑھ گئے کہ یہ حج میں بھی دولت لگا دیتے ہیں، جہاد میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں، اور ہم تو تنگدست ہیں بے مال ہیں ہمارے ساتھ پیسے نہیں ہیں کہ حج کے راستہ میں خرچ کر دیں، مقصد یہ تھا کہ یا رسول اللہؐ دعا فرمائیں کہ خدا ہمیں بھی دولت دے دے اور ہم اسے اللہ کی راہ میں لگا سکیں۔ مگر قربان جاؤں نبی کریم علیہ السلام کے کہ وہ تو ہر مرحلہ میں امت کی اصلاح فرماتے ہیں تو ان لوگوں سے فرمایا کہ تمہیں ایک ایسا ذکر بتلا دوں ایک وظیفہ دوں کہ اگر اس پر عمل کیا تو آپ ان مالدار لوگوں کے مرتبہ پر فائز ہو سکو گے اور تم سے جو آگے ہیں ان کے مراتب تک پہنچ جاؤ گے انہوں نے عرض کیا حضورؐ بتلا دیجئے، اس سے اور بڑی نعمت کیا ہو گی، حضورِ اقدسؐ نے فرمایا نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد دس مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا کرو۔ گویا تسبیح و تکبیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر — والی پوری ہو جائے گی —— تو فرمایا کہ تمہارے پاس خزانے نہیں مگر تسبیحات پڑھ لو دنیا دار نیک بندے جو اللہ کی راہ میں دولتیں خرچ کرتے ہیں ان کے مراتب پا لو گے تو اس حدیث پاک میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس بات کی تعلیم دی کہ صدقات اور نیکیوں میں غبطہ تو اچھا ہے، مگر اس کے حصول کے لئے جو ذریعہ بغیر مال کا ہے وہ سب سے احوط اور بہتر ہے۔

[illegible]

بن العاص کو لکھا کہ تمہارے دلوں میں شاید مصر کے باغات اور زمینوں کی حرص آگئی ہے
دوسری بات یہ لکھی کہ یہ شاید اخلاص میں کمی آگئی ہے۔ اور تیسری بات یہ لکھی کہ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ شاید حضورؐ کی کوئی سنّت تم لوگوں سے ترک ہو رہی ہے۔ اس لئے فتح نہیں پا رہے
ہو۔ حضرت عمرو بن العاص نے جمعہ کا دن تھا، افواج جمع کیں اور امیر المومنین کا خط سنا دیا کہ
ان تین وجوہات پر غور کر لو۔ اور ان باتوں سے توبہ کرو۔ مال و دولت کا طمع اور حرص سے
بالکل تائب ہو جاؤ اور خالص اللہ کی رضا و خوشنودی کو مقصد بنالو اس نیّت کی تجدید
کر دو ——— اور یہ کہ کوئی سنّت ترک ہو رہی ہے؟ اس کو اپنا لو۔

سنّت وضوء مسواک کی برکت سے فتح

ایک فوجی پلٹن نے کہا ارے ہم نے تو مسواک کرنا ترک کر دیا ہے

مسواک فرض واجب نہیں، سنّت یا مستحب ہے مگر جس نماز کے لئے مسواک کر لی جائے
تو بعض روایات میں ہے کہ بلا مسواک کے نماز سے اس کی فضیلت و ثواب ستر درجے
زیادہ ہے تو حضرت عمرو بن العاص نے فوج کو حکم دیا کہ وضو میں سب مسواک کر لو سب نے
مسواک اٹھائے اور مسواک کرنے لگے۔ اس اثناء میں دشمن کے جاسوس نے مسلمانوں
کو اس حالت میں دیکھ لیا وہ لوگ یہ نہ سمجھ سکے کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں، دیکھا کہ مسلمان لکڑیاں
اٹھائے ہوئے ہیں تو جا کر اپنی فوج میں کہا کہ مسلمانوں کے تیور تو بہت خطرناک ہیں وہ اپنے
دانتوں کو تیز کر رہے ہیں اور شاید وہ کافروں کو دانتوں سے کاٹنا چاہتے ہیں اور ہڈی گوشت
دانتوں سے نوچنا چاہتے ہیں، کافروں نے بات سنی تو دل گھبرا گئے جنگ میں تو رعب
اور گھبراہٹ بڑی چیز ہے، انسان مرعوب ہو گیا تو شکست یقینی ہے۔ جیسے کہ ڈر دینے والا
ہمّت ہار بیٹھے تو ڈوب جاتا ہے، تو کافروں نے کہا کہ ایسی قوم سے کون لڑ سکتا ہے۔ ادھر
صحابہؓ نے جمعہ کی نماز پڑھ لی، اللہ کے سامنے روئے تائب ہوئے اور عزم کر کے اللہ اکبر
کہتے ہوئے دشمنوں پر یلغار کر دی۔ اور اللہ نے فتح دے دی۔ تو یہ ہے مسلمان کا ہتھیار
اور سنتوں کی برکات۔

وضوء مسلمان کا ہتھیار ہے

ملّا جیونؒ بڑے صوفی اور بزرگ گذرے ہیں۔ نور الانوارؔ

کے مصنف تھے، بڑے عالم تھے اس وقت کے بادشاہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے، مگر
کسی بات سے ناراض ہو گئے، ملا جیون مسجد میں تھے بادشاہ کا بیٹا ان سے سبق پڑھتا تھا کسی
نے کہا کہ بادشاہ نے تمہاری گرفتاری کے لئے فوج یا پولیس بھیجدی ہے اس نے کہا اچھا
میرے وضو کا لوٹا اٹھا لاؤ، پانی لے کر وضو کرنے بیٹھ گئے لوگوں نے کہا یہ کیا؟ فرمایا
الوضوء سلاح المؤمن اس نے لاؤ لشکر بھیجدیا تو میرے پاس وضوء کی
توپ ہتھیار ہے میں بھی اپنا اسلحہ اٹھا لایا ہوں، ادھر شہزادہ نے دیکھا تو بھاگ دوڑا اور
بادشاہ سے کہا کہ ملا صاحب تو اپنا ہتھیار اٹھا چکا ہے۔ وضو کرنے لگ گیا ہے، کہیں
تباہ نہ ہو جاؤ، بادشاہ نے گرفتاری کا حکم واپس لے لیا اور پولیس کو بلا لیا اور معافی لی تو
جس کا ایمان وعقیدہ مضبوط ہو گا وہ ایک وضوء سے بھی توپوں اور بموں کا کام لے سکے گا
ایک وضوء کی مسواک کی برکت سے ملک کے ملک فتح ہو گئے، مگر اب تو مسلمانوں کی بدبختی
کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہیں نماز کے مسائل بیان کرو تو اچنبھا ہوتا ہے۔ حالانکہ نماز
اسلام کا بنیادی رکن ہے۔

نمازی کے پانچ انعام واکرام

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اسے پانچ اکرام دیتا ہے، پانچ نعمتوں
سے نوازتا ہے۔ ۱۔ ایک وسعت رزق کہ نمازی کا رزق اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے ۲۔ عذاب
قبر سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ کر دے گا۔ ۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا عمل نامہ اس
کے دائیں ہاتھ میں دے گا۔ ۴۔ پلصراط پر جو تین ہزار سال کے برابر راستہ ہے۔ یہ برق کی طرح
گذر جائے گا۔ ۵۔ پانچویں نعمت یہ کہ اللہ اسے بلا حساب جنت میں لے جائے گا۔

آخرت میں نماز کی شکل وصورت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے
نماز اپنے وقت میں ادا کی تو وہ سات آسمانوں
سے اوپر عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ اور سارے اعمال حسنہ اوپر جاتے ہیں الیہ یصعد الکلم
الطیب والعمل الصالح یرفعہ تو وہاں پہنچ کر نماز کی شکل ایک نور کی طرح ہوتی ہے —— اور اسی
طرح یہ نماز قیامت کے دن اپنے عامل اور نمازی کی مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ یہ قبر میں بھی اس

کے لئے نور ہو جاتی ہے۔ پلصراط پر نور بن جاتی ہے۔

اور قبر سے اُٹھے تو ایک حسین و جمیل حور کی شکل میں اس کی پیشوائی کے لئے کھڑی ہو گی
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو کسی نے خواب بیان کیا کہ میں نے ایک حسین حور دیکھی
مگر وہ اندھی تھی۔ آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ تم نماز میں آنکھیں بند کرتے ہو گے کہا ہاں۔
ویسے توجہ ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ تو خشوع و خضوع بھی نماز میں ضروری ہے مگر حضورؐ نے حکم
دیا کہ آنکھیں کھلی رکھو سجدہ کی جگہ پر نماز میں نظر جمائے رکھو۔ تو کسی نے حضرت گنگوہیؒ سے
پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ شخص نماز میں آنکھیں بند کرتا ہے۔ فرمایا: اس حدیث کی
وجہ سے کہ نماز آخرت میں ایک حسین و جمیل حور کی شکل میں آئے گی ـــــ تو قبر سے اُٹھ
کر حور دیکھے گا تو متعجب ہو کر پوچھے گا: تو کون ہے وہ کہے گی میں تو وہی نماز ہوں دنیا
میں تجھ پر بوجھ بنتی تھی، سوار ہوتی تھی، اب تم مجھ پر سوار ہو جاؤ کہ میں تجھے میدانِ حساب
تک لے جاؤں۔ تو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ جو نماز پابندی سے نہ پڑھے
یا وقت پر نہ پڑھے تو اس میں کسی قسم کی روشنی نہیں ہو گی اور جب ایسی نماز عرش تک پہنچ
جائے تو فرشتے اسے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر دے مارتے ہیں۔ اور یہ نماز کتنی
ہے کہ خدا نمازی کو ایسا برباد کر دے جیسا کہ مجھے ضائع کر دیا۔ تو میرے بھائیو! جو شخص بیوقت
نماز پڑھتا ہے اس کی یہ حالت ہے تو جو پڑھے ہی نہیں اس کی کیا حالت ہو گی ـــــ

ترکِ صلوٰۃ کے بدترین نتائج

حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے۔ ۱۔ اس
کی عمر میں برکت نہیں ہوتی۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہے
کہ اس کے رزق میں برکت نہیں ہوتی۔ ۳۔ اور اس کا نام صالحین کے رجسٹر سے کاٹ دیا جاتا
ہے۔ ۴۔ نماز نہ پڑھے اور باقی نیک اعمال کرے تو فقہاء کے نزدیک باقی اعمال جائز ہو بھی
جائیں وہ الگ بات ہے۔ مگر اس پر قبول اور ثواب کا ثمرہ مرتب نہیں ہو گا۔ ۵۔ اور اس کی دعا
بھی قبول نہیں ہوتی اور اللہ کے نیک بندے بھی اگر اس کے حق میں کوئی دعا کریں ـــــ وہ
بھی اس کے حق میں مقبول نہیں ہوتی۔ ۶۔ اور جب مرے تو بھوکا پیاسا مرتا ہے۔ سات سمندر بھی
اس کے منہ میں ڈال دیں مگر پیاسا مرتا ہے۔ ۷۔ اور جب مر جاتا ہے تو قبر آگ سے بھر چکی ہوتی ہے۔

۸۔ اور ادھر اُدھر سے قبر اس پر سمٹ جاتی ہے تنگ ہو جاتی ہے۔ ۹۔ اور ایک اژدہا اس پر قبر میں مسلط ہو جاتا ہے۔

اسی ہفتہ ایک اخبار میں پڑھا کہ پنجاب میں ایک مردہ پر جنازہ ہو رہا تھا تو جب کفن میں لوگ اس کا چہرہ دیکھنے لگے تو ایک سانپ ساتھ لپٹا ہوا تھا، لوگ بھاگ دوڑے تو خداوند تعالیٰ کبھی کبھی عالم غیب کی باتیں ہماری عبرت کے لئے ظاہر کر دیتا ہے ـــــ تو اللہ تعالیٰ قبر میں بے نمازی پر اژدہا مسلّط کر دیتا ہے۔ اس کی آنکھیں آگ کے شعلوں کی طرح ہوتی ہیں اس کے پنجے بھی ہوتے ہیں، ناخن فولادی ناخن ہوتے ہیں اور اتنے لمبے کہ انسان ان پر چلنے لگے تو سارا دن اس پر چلنا ختم نہ ہو سکے اور اس کی آواز رعد کی طرح ہوتی ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ تو نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اب خدا نے مجھے تم پر مسلّط کر دیا ہے اور ایک پنجہ دے مارے گا۔ تو ستر گز زمین میں مردہ دھنس جائے گا، دوسرے نماز کے وقت دوسرا صعبہ ہو گا۔ دھکنا قیامت تک عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

۱۰۔ اور جب قبر سے اُٹھ کر میدان محشر میں جائے تو وہاں بھی خدا ناراض اس کے ساتھ حساب میں کسی قسم کی نرمی کا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔ اور غلطیوں کا پوچھا جائے گا۔ اوروں کی غلطیاں معاف ہوں گی اور بے نمازی کے لئے یہ معافیاں اور رعائتیں نہیں ہوں گی۔

۱۱۔ اور آخر میں جہنّم کے اُس گڑھے میں اسے پھینک دیا جائے گا جسے غیّ کہتے ہیں۔ فسوف یلقون غیًّا۔ جہنّم کے اس گڑھے میں اژدہے ہیں اور جس وقت پھینک دیا جائے گا، تو بچھو سانپ اس کے پاؤں سے لپٹ جائیں گے کہ یہ پاؤں اللہ کے سامنے کھڑے نہ ہو سکے۔ اور تم کو نماز سے شرم آتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بے نمازی کے وبال سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

برکات و فضائل

رمضان المبارک

خطبہ جمعۃ المبارک ۴ / رمضان ۹۴ھ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ھو شھر الصّبر والصبر ثوابہ الجنۃ وشھر المواساۃ وشھرٌ یزاد فیہ رزق المومن
وقال علیہ السلام ھو شھرٌ اولہ رحمۃ واوسطہٗ مغفرۃ واٰخرہٗ عتق من النّار
(او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)

میرے محترم بھائیو! دو تین باتیں عرض کرنی ہیں۔

صبر کا مہینہ

رمضان شریف کا مہینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اس میں صبر کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خواہشات کو روکنا، نفس کے اوپر کنٹرول کرنے نہ کھانا نہ پینا ظاہر بات ہے کہ اس وجہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ رات کے وقت میں تراویح میں شرکت کرنی، ختم قرآن شریف یا سحری کے وقت دو تین گھنٹے بیدار رہنا، تہجد پڑھنا ظاہر بات ہے۔ کہ یہ امور نفس کے اوپر شاق اور گراں ہیں۔ لیکن اس چیز کو ہم انتہائی ذوق شوق اور محبت سے بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے اور اس بھوک پیاس کو اس نفس کے کنٹرول کو اس رات کے بیداری کو، بڑی خوشی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں کہ یہ سب ہمارے لیے باعث خوشنودی خداوندی ہوں گی۔ اور جس چیز سے اللہ راضی ہو۔ اور جس چیز کے بدلے جنّت ملے۔

آج اگر ایک شخص دس روپے خرچ کرتا ہے۔ چار پانچ گھنٹے روزانہ ڈیوٹی دیتے ہیں ملازمت کرتے ہیں۔ تو اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس دس روپے کے عوض ہمیں بھاری تنخواہ اور بڑا منافع ملے گا۔ تو اگر کوئی کہہ دے کہ خدا تمہیں اس نوکری سے معزول کر دے۔ تمہاری یہ نوکری ختم ہو جائے تو آپ کہیں گے کہ تم نے بد دعا کی، بھلائی تو نہ کی اس لیے اگر خدا کے راستہ میں چند گھنٹے بھوک اور پیاس تکلیف برداشت کر لیں اور اس کے بدلہ اللہ کی خوشنودی، رضا اور اللہ کا دیدار میسر ہو تو کتنا اچھا سودا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصراً الفاظ میں فرمایا۔ والصبر ثوابہ الجنۃ صبر کا بدلہ جنت ہے۔ تو رمضان کے روزوں اور ان کی مشقت کی وجہ سے رات کی تراویح، تہجد، تلاوت قرآن سے جو مشقت پہنچے گی اس کا بدلہ ملے گا، جنت، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت نصیب فرمائے۔ تو صبر کا بدلہ جنت ہے اور فرمایا۔

انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب خدا کی جانب سے خدا کے حکموں پہ جو راضی ہوتے ہیں۔ اس جانب سے ملنے والے احکام کو بخوشی بجالایا جائے یہ نہیں کہ روزہ ہے۔ تو تنگ و ترش ہے۔ ہر ایک سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ دوسرے دیکھ کر کہیں کہ دیوانہ کتا ہے یا شیر ہے کہ دھاڑ رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسے چھیڑو مت اس کا روزہ ہے۔ اس کے ساتھ بات مت کرو اب چاقو مارے گا۔ اور لڑے گا اور خود وہ بھی کہتا ہے کہ مجھے چھیڑو مت۔ میں روزے سے ہوں بھئی کیا یہ روزہ تم نے بد اخلاقی کا ذریعہ بنا دیا؟ روزہ تو انسان کے اندر اخلاق پیدا کرنا ہے۔ اب یہاں پر والصبر ثوابہ الجنۃ

وسعت رزق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ویزاد فیہ رزق المؤمن رمضان کے مہینے میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے۔ یہ ہمارا اور آپ کا تجربہ ہے اور دو چار دن بعد بعد روزہ ختم ہو گا تو فرق محسوس کر لو گے۔ بہت سے مسافروں کو رمضان کے علاوہ

کہیں کھانا نہیں ملتا یہاں اسے کھانا دیں تو کہے گا کہ اللہ کے فضل سے میرے
پاس کافی کھانا موجود ہے۔
غریب سے غریب مسلمان کیوں نہ ہو۔ افطار کے وقت سحری کے وقت گیارہ
ماہ کے مقابلے میں دیکھ لیں کہ رمضان میں رزق کی وسعت ہوتی ہے۔ یقیناً فراخی
ہوتی ہے۔ یہ تو بالمشاہدہ ہم دیکھ رہے ہیں۔

مواساۃ اور غمخوارگی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وھو شھر المؤاساۃ یہ مہینہ غمخوارگی کا ہے۔ اس میں ایک
دوسرے کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی افطاری کیلئے چار پانچ چیزیں رکھیں تو کم سے کم
غریب کو بھی اس سے کچھ تو حصہ دینا ہے۔ اپنے سے بڑھ کر نہیں تو اپنے ساتھ برابر
تو کرلو۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہ (سورۃ ۲
آیت ۹۲)
جب تک اپنے پسندیدہ چیز کو اللہ کے نام پر خرچ نہ کردو تو تم بِرّ (نیکی) کے درجے
حاصل نہیں کرسکتے۔ تو صحیح بھلائی تو یہ ہے کہ مسکین کی غمخوارگی میں اپنے سے بھی بہتر دے
دو۔ خیر اگر نہ ہو تو چلو مساوات کے درجے میں ہی دے دو، مساوات بھی نہیں تو مواسات
کے درجہ میں سہی یہ تو نہ ہو کہ کھانے پینے کی بہتات ہے۔ تیرے پاس تھوڑی سی
چکھ لی اور باقی پھینک دی کتوں کو بلیوں کو اور آپ کے جوار میں محلہ میں بھوکے تڑپ
رہے ہیں۔ بچے یتیم ہیں تو دس چیزیں اپنے افطار کیلئے ہیں تو دو چار تو اپنے قرب
وجوار کے محتاجوں کو بھی دے دو۔ تو یہ مہینہ مواساۃ کا ہے۔ ہمدردی کا غمخوارگی
کا، اور آج کل کا موسم تو اعتدال کا ہے کہ نہ گرمی نہ پیاس نہ بھوک مگر یہ اندازہ تو ہم زنگی
روزہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اس ملک میں اس زمین پر دو دو وقت نہیں تین وقت
کے بھوکے ہیں۔ فاقہ کش ہیں۔ اور چار چار وقت کے فاقے گزار رہے ہیں۔ ہم نے سحری
کھانے کو قبل از وقت کر دیا بجائے دوپہر سحری کے وقت کھا لیا۔ ترتیب میں ذرا
فرق آیا۔ مگر ہم بھوک محسوس کرتے ہیں۔ تو جن کو دو دو دنوں میں تین دنوں میں ایک

وقت بمشکل کھانا ملتا ہے آپ اپنی بھوک سے اُن کی بھوک کا اندازہ لگائیں کہ ان بچوں کا ان غریبوں کا کیا حال ہو گا۔

حضرت عمرؓ کا عملی مؤاسات

حضرت عمرؓ بادشاہ وقت ہیں۔ قحط ہے ملک میں اب وہ بغیر چھنے ہوئے جو کا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ ملک کا گورنر آکر کہتا ہے کہ اب تو گندم کی فراوانی ہے۔ شام سے کافی گندم پیدا ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ میری رعایا کے ہر فرد کو گندم کا آٹا مل سکتا ہے۔ اور جب یقین سے کہہ نہیں سکتے تو میں کیسے ایسی چیز استعمال کروں۔ جس چیز سے میری رعایا محروم ہے۔ یہ تھا مواساۃ اور غمخواری کی مثال۔

ہندوستان میں قحط پڑا تو وہاں کی بادشاہ کی بیوی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ملک میں قحط ہے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ یہ نچ اور پلاؤ کیوں نہیں کھاتے؟ تو جس کے ہاں ہر وقت پلاؤ پکتا ہو وہ بھوک اور قحط کو کیا سمجھے تو روزہ دار کو کھانے کی ترتیب سے تکلیف ہوتی ہے تو جس کو ملے ہی نہیں اس کا کیا حال ہو گا۔

افطاری کرانے کا اجر و ثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے کسی روزہ دار کی افطاری کا بندوبست کر دیا تو تین چیزیں آپ کو ملیں گی۔ ایک تو یہ کہ آپ کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ جہنم سے اللہ تعالیٰ آپ کے رقبہ (گردن) کو نجات دے دے گا۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ اس روزہ رکھنے والے کو جتنا اجر و ثواب ملے گا۔ اتنا ہی تمہیں بھی ملے گا۔ دیکھو بخل مت کرو۔ یہ نہ کہو کہ دوسرے کے چھوہارے کیوں کھاؤں۔ تم اگر سخی بن جاؤ تمہیں بھی پورا ثواب ملے گا۔ اور اتنا ہی اجر دوسرے کو بھی ملے گا۔ سخاوت پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے دس آدمیوں کو کھجور دے کر اس کا روزہ توڑا۔ افطاری کرائی تو دس آدمیوں کے روزوں کا ثواب تجھے

جائے گا۔ اور تمہاری گردن جہنم سے چھوٹ جائے گی۔
صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہم میں سے ہر شخص تو افطاری کرانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وہ یہ سمجھے کہ افطاری کا معنی دوسرے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہم میں وہ غریب بھی ہیں اب وہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں دے سکتے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک چھوارہ دے دو، ایک گھونٹ پانی کا دے دو، اور ایک گھونٹ لسی کا دے دو۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کنویں سے نکلے سے پانی لاکر روزہ دار کے سامنے رکھ دو۔ اس پر تو پیسے خرچ نہیں ہونے تو دولت لٹ رہی ہے ان دنوں میں ثواب لٹ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنا چاہتے ہیں۔ مغفرت را بہانہ می طلبد، مغفرت را بہانہ می طلبد۔ تو ایک گھونٹ پر ایک کھجور پر اللہ بخشتے ہیں۔
حضور فرماتے ہیں اس مہینے کی پہلی دہائی میں اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے رحمت برستی ہے۔ دوسرے دس دنوں میں خدا کی جانب سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور تیسرے عشرہ میں اللہ تعالیٰ گردنوں کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں۔

جہنم سے نجات کا آخری موقع

یہ عشرہ اخیرہ تو ایک ایسا ہے۔ جیسا کہ کسی کا مقدمہ ہو قتل کا دعویٰ ہو۔ اس نے نیچے سے لے کر ہائی کورٹ سپریم کورٹ تک مقدمہ لڑا۔ سب جگہ اس پر ڈگری ہو گئی کہ اسے پھانسی دی جائے یہ واجب القتل ہے۔ اور پھانسی ہو گا۔ اور وہ مایوس ہو کر اخیر میں ایک رحم کی درخواست بادشاہ وقت کی خدمت میں دیتا ہے اب اگر ملک کے صدر اور بادشاہ کے دل میں رحم آیا اور لکھ دیا کہ چلو اپیل منظور ہے۔ معاف کر دیا ہے۔ تو پھانسی کے تختے سے بچ جائے گا۔ تو ہمارے اور آپ کے جہنم سے چھوٹنے کا بھی یہی آخری موقع ہے۔ ہمارے اور آپ کے کام افعال اور اقوال اور گناہیں ایسی ہیں کہ ہر درجے میں دیکھنے والے فرشتے سب دیکھنے والے حکم لگا دیتے ہیں کہ یہ تو جہنمی ہے۔ اس کے کام تو سارے جہنمیوں جیسے ہیں۔ ڈگری لوگوں کی جانب سے فرشتوں کی جانب سے جہنمی ہونے کے لگ جاتی ہے۔ ہمارے

اپنے نفس اور ضمیر کی جانب سے بھی یہی ڈگری ہو جاتی ہے کہ ہم تو تباہ ہو گئے برباد
ہو گئے۔ ہم تو جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں۔ تو رمضان کے آخری دنوں میں وہ اللہ کے
سامنے رحم درخواست پیش کر دیں۔ کہ یا اللہ ہمیں معاف کر دے۔ اب اور کوئی ذریعہ
نہیں تو اسی میں وہ مہربانی فرما دیتے ہیں۔ درخواست منظور کر لیتے ہیں۔ وآخرہٗ
عتقٌ من النار۔

اجابۃ دعوۃ اور شان کریمی

وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہیں کہ
سو میں سے ایک درخواست منظور کریں۔ بلکہ
سو میں سے ننانوے کو منظور فرماتے ہیں اور اگر سچائی سے ہو تو سو کے سو منظور
کرتے ہیں۔ اس کے ہاں کوئی کمی نہیں۔ البتہ سچائی سے درخواست پیش کر دو۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ
إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝
(سورۃ ۲ آیت ۱۸۶)

جب میرے بندے اللہ کے بارہ میں پوچھیں تو فرماتے ہیں کہ میں ان کے نزدیک
ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتے ہیں، سحری کے وقت میں یا کسی وقت میں کہ یا اللہ یا اللہ
تو اللہ مہربانی و رحم فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے۔ لبیک۔ بالکل ایسا ہے۔
جیسا کوئی بیٹا بچہ رو رہا ہے۔ بچہ کہتا ہے ماں باپ اور ماں دونوں شفقت سے
سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے بیٹے، میرے پیارے بیٹے کیا مانگتے ہو۔ تو باپ اور
ماں کی شفقت اور محبت سے کروڑوں درجے زیادہ اللہ کی شفقت اور محبت ہے
تو جب تم کہتے ہو۔ یا اللہ۔ زاری سے عاجزی سے۔ افطاری کے وقت سحری
کے وقت نماز کے وقت، تو جواب ملتا ہے۔ لبیک۔ اے میرے پیارے بندے
اے میرے پیارے غلام اچھا ہوا صبح کا بھولا ہوا شام کو تو گھر واپس آگیا، اسے بھولا
ہوا مت سمجھو۔ دن بھر اگر خرابیاں کیں۔ آخر عمر میں اگر اللہ کے دربار میں نادم ہو کر لوٹ
آئے تو اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں چلو تم بھولا ہوا نہیں ہو تم میرے در پر واپس تو

آ گئے ہو۔ تمہیں تنخواہ بھی ملے گی تمہیں اجر بھی ملے گا۔ تو بھائیوں ہمیں اب یہ سوچنا ہے کہ دولت لٹ رہی ہے۔

کمائی کا محاسبہ

پہلے دس دن جو رحمت کے تھے۔ ہم نے اس میں کتنا حصہ حاصل کیا۔ یہ بچے جہاں لڈو مٹھائی کی تقسیم ہوتی ہو تو بچے کودتے ہیں۔ جمع کرتے ہیں۔ پھر اکیلے بیٹھ کر گنتے ہیں۔ پہلا کہتا ہے کہ میں نے کتنا جمع کیا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اتنا جمع کیا۔ تیسرا کہتا کہ میں نے اتنا جمع کیا؟ کم ہو تو پھر دوڑتے ہیں، پھر دوڑتے ہیں۔ بچوں کو دیکھا ہے آپ نے۔ تو وہ ایک لالچ ہوتی ہے۔ ایک حرص ہوتی ہے، جتنا جمع کیا اس کو گن کر پھر دوڑتے ہیں۔ تو آج تم بھی گن لو کہ یہ درجے جو رحمت کے گزر گئے۔ میں نے خدا کی رحمتوں میں سے کتنی رحمتوں کو حاصل کیا۔ کتنے رحمت کے کام میں نے کیے؟ اگر نہیں کیا تو اپنے سر پر خاک ڈالنا چاہیئے۔ رونا چاہئے کہ ادھو یہ تو بڑی دولت مجھ سے چلی گئی۔ دس دن مغفرت کے ہیں، سرٹیفکیٹ مغفرت کے مل رہے ہیں۔ تم سوچو کہ میں نے بھی ان دس دنوں میں رمضان کے مغفرت کا کتنا حصہ حاصل کیا۔ خیر وہ تو چلے گئے۔ یہ دس دن جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ جس میں آخری درخواست نجات کی منظور ہو سکتی ہے۔ ہم اس کا کیسے استقبال کر رہے ہیں۔

مشاغل رمضان کا احتساب کیجیے

بھائی وہ جو گزر گئے، گذر گئے مگر یہ پانچ چھ دن جو باقی ہیں اس کو تو ضائع نہیں کرنا۔ اس وقت توبہ ندامت نہ ہوئی۔ روئے نہیں۔ کوئی نماز نہ لوٹائی۔ بندے کا حق واپس نہیں کیا۔ کسی کو گالی دینے سے رکے نہیں۔ حسد و بغض سے قتل و مقاتلہ سے نہیں رکے۔

یعنی سوچے کہ میں نے کونسی برائی ان پچیس دنوں میں ترک کر دی جو رمضان سے پہلے مقدمے جھگڑے تھے۔ اب بھی ہیں جو قتل مقاتلے پہلے تھے وہ اب بھی رہے۔ جو جوا بازی پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ عید گاہ میں لوگ عید کی نماز پڑھنے

ہیں۔ روتے ہیں گڑگڑاتے ہیں اور یہ اللہ کے بندے عیدگاہ کے اردگرد جوا کھیلتے ہیں۔

ابھی یہ رقعہ کسی نے دیا ہے کہ تم اس کا کوئی علاج کرو۔ بھی کیا یہ اسلام ہے۔ یہ مسلمانی ہے۔ عید کے دن جوا ہوا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون............ اخبار پڑھیں تو رمضان میں بھی وہی قتل و مقاتلے اور جھگڑے ہیں۔ خدا معلوم کہ ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ خدا کے در کو چھوڑ کر ہم کہاں جائیں گے؟ کوئی اور در ہمارا ہے کہ وہاں پناہ مل جائے گی۔؟ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے۔ دنیا میں ٹھیکہ اگر دیا تو کچھ کام خراب ہو اور زیادہ اچھا ہو تو سارا ٹھیکہ منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ خدا کے ہاں طریقہ یہ ہے کہ اگر چند کام بھی اچھے ہوں تو خراب بھی اچھے ہی شمار کر لیے جائیں گے۔ تو ۳۰ دنوں میں ۲۵ دن گزر گئے۔ ساڑھے چار دن باقی ہیں۔ اسی سے وہ ۲۵ دن بھی کارآمد بنائے جا سکتے ہیں۔

دل بیار و دست بکار

آپ اگر راستہ میں چل رہے ہوں کھیتی باڑی میں ہوں۔ دکان میں ہوں۔ دل بیار و دست بکار آپ ملازمت کیجیے۔ گھر ہی رہیے مگر اللہ اللہ یہ سوچیے کہ یہ وقت غنیمت ہے دیکھنا یہ چار پانچ دن ہم سے برباد نہ ہوں۔ اس میں استغفار ہو۔ اللہ کا نام ہو۔ اللہ کے سامنے روئیں۔ اس وقت کی بھی قدر کریں تو ان شاءاللہ۔ تم ان شاءاللہ ہمارا یہ روزہ کارآمد ثابت ہو جائے گا۔

بھائیو! یہ معلوم نہیں کہ آئندہ سال میں یہ روزہ مبارک ملے گا یا نہیں۔ جن کو ملے تو دست حسرت ملتے رہیں مگر ہمارے پاس کیا ہوگا۔

لیلۃ القدر

پھر ان پانچ دنوں میں بھی غنیمت کی چیز لیلۃ القدر ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ۲۵-۲۶ تا ۳۰ ہر رات آخری دس دنوں میں احتمال ہے۔ رات کو عبادت کریں۔ یہ لیلۃ القدر کی طلب ہے۔ تو وہ عبادت ۸۳ سال ۴ مہینے گویا آپ نے عبادت کر لی بلکہ اس سے بھی

بہتر ہے ۔ تمام رات جاگے تو خیر بہت بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دس دنوں میں شدہ میزرہ کمر کو کس لیتے تھے گھر کے اہل وعیال کو بیدار رکھتے عبادت میں مشغول رہتے ۔ تو ہم ایسا کر سکیں تو بہتر بہت بہتر نہ ہو تو رات کی ابتدا اور انتہا کا حصّہ تو عبادت میں گزاریں ۔ اگر کوئی رات لیلۃ القدر کی ہوئی تو فبہا و نعمت اگر نہیں تو اللہ تو نیت کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں ۔ مدینہ منورہ میں ایک محلے والے آکر کہتے ہیں ۔ حضورؐ آج رات تو چبیسویں ہے کیا ہم آج رات عبادت میں گزاریں؟

فرمایا ہاں ٹھیک ہے ۔ دوسرے دن دوسرے محلے والے آئے کہ آج رات شاید لیلۃ القدر ہو ۔ عبادت میں گزاریں ۔ فرمایا ہاں ٹھیک ہے ۔ تیسرے محلے والے تیسرے دن آئے ۔ ان کو بھی فرمایا! ہاں ٹھیک ہے ۔ تو اب اس میں تطبیق یہ ہے کہ ہر محلے والے جنہیں آنے والی رات پہ لیلۃ القدر کا گمان تھا ۔ وہ عبادت میں تلاوت میں، ذکر میں رات گزاریں گے ۔ اللہ تعالیٰ نیت کے مطابق ثواب دیتے ہیں ۔ تو ان کو لیلۃ القدر کا ثواب دے دیں گے ۔

یاد رکھیے لیلۃ القدر آنکھوں سے نظر نہیں آتی یہ عوام کی باتیں ہیں کہ دیواریں اور درخت گر جاتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ لیلۃ القدر میں یہ تمام چیزیں سجدہ کرتی ہوں ۔

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ـــــ کل قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ

تو یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ ہر چیز حال طور پہ بھی سجدہ ریز ہو جاتی ہو اور نظر آئے یہ بھی ممکن ہے ۔ مگر نظر آنا ضروری نہیں ۔ جو شخص رمضان میں عشاء کی صبح کی نماز پڑھتا ہو، تہجد پڑھتا ہو اور اس سے یہ نمازیں فوت نہ ہوئی ہوں ۔ تو اس نے لیلۃ القدر پا لیا کہ ۳۰ نمازیں عشائی صبح کی اور تہجد کی پڑھ لیں اور بیچ میں کچھ ذکر اذکار بھی کیے ۔ اس نے لیلۃ القدر پا لیا ۔ ان شاء اللہ ایک ہزار ماہ سے زیادہ اس کو اجر و ثواب ملے گا ۔

عورتیں اور تراویح

عورتیں تراویح میں بڑی سست ہیں، بحمداللہ روزوں میں سستی نہیں ہے۔ تو وہ اگر تراویح بھی پڑھ لیں، ایک وقت بیس نہ پڑھ سکیں تو دس پڑھ لیں پھر سحری کو دس پڑھ لیں۔ ۴ رکعت پڑھ لیں۔ بچوں کو سلا کر پھر چار رکعت، پھر ضروری کام کر لینے کے بعد چار رکعت، اسی طرح بھی سہولت سے پڑھ سکتی ہیں بھئی حقیقت یہ ہے۔ کہ مغفرت کے خزانے کھلے ہوئے ہیں۔ رحمت اور دولت لٹ رہی ہے اور جہنم سے آزادی کے پروانے مل رہے ہیں۔ دینے والا (اللہ) تو موجود ہے مگر لینے والا نہیں۔

دعا

اب دعا کیجیے کہ اللہ ہم سب کو لینے والا بنا دے اور اللہ ہم سب کو بخش دے اور رمضان کی برکات سے ہمیں مالا مال فرما دے، یا اللہ رمضان کا مہینہ ہم سب پر بار بار بخیر دعافیت سے آ۔ اور جو وقت باقی ہے۔ اس میں ہمیں مکمل بندگی کی توفیق عطا فرما، یا اللہ رحمت کے دروازوں کو علم کے بند دروازوں کو معرفت اور حقیقت کے بند دروازوں کو ہم سب کے اوپر کھول دے یا اللہ اپنے فضل وکرم اور احسان سے ہم کو نواز اور ہمارے اس ملک کو چور بازوں اور ڈاکوؤں سے، قاتلوں سے تخریب کاروں سے نجات دے دے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لوگوں میں انسانیت شرافت اور اسلام لے آئے کہ کسی مخلوق کو تکلیف نہ دے۔ جب اسلام ہو تو چیونٹی کو بھی تکلیف نہ دے گا۔ اور اسلام نہ ہو تو ہاتھی بھی ہضم کر کے اپنے آپ کو پکا مسلمان سمجھے گا۔ یا اللہ ہم سب کو مقبول الدعا بنا اور جس جس نے دعا کا کہا ہے۔ یا اللہ ان سب غائبین وحاضرین کو بامراد بنا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

استحضار معیت خداوندی
کا
سبق

(خطبہ جمعۃ المبارک ۲۰ ستمبر ۷۴ء م ۳ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ)

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ قد اظلکم شہر عظیم شہر مبارک شہر فیہ لیلۃ خیر من الف شہر (الی آخرہ)

انواع واشخاص میں فرق مراتب

محترم بزرگو! اللہ جل جلالہ نے اپنی مخلوقات میں ایک نوع کے مختلف افراد میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ایک نوع کے افراد ہیں مگر افراد افراد کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے۔

ایک نوع کے اشخاص ہیں مگر اشخاص کے مراتب میں بہت بڑا فرق ہے زمین کو لیجئے ایک ماہیت ہے زمین کی مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بازار کی زمین اور اس مسجد کی زمین ایک مرتبہ پر ہیں مسجد شعائر اللہ میں سے ہیں اس کا ادب و احترام کیا جاتا ہے مسجد میں کوئی تھوک نہیں سکتا پیشاب نہیں کر سکتا نہ کوئی بے ادبی کر سکتا ہے نہ مسلمان کرنا چاہتا ہے اور بازار میں دنگا فساد بول و براز سب کچھ ہوتا ہے اس زمین کا کوئی ادب و احترام نہیں ہوتا اور کوئی قصداً مسجد کی توہین کرے مجنون نہیں سمجھتا ہے عاقل بالغ ہے تو اس کی تکفیر کریں گے اس سے کافر ہو جاتا ہے اور اس مسجد کے زمین سے ایک فٹ باہر مسجد کے زمین پر پیشاب کرے تو کوئی برا نہیں کہتا زمین کا خطہ ایک جیسا ہے مگر اس ایک خطے کا

احترام وادب لازم ہے اس کی عظمت ہے۔

انبیاءؑ اور صحابہؓ کا مقام

اسی طرح نوع انسان کے افراد لیجئے اس نوع کے افراد ہم بھی ہیں زید عمر بکر اور نوع انسانی کے افراد ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی ہیں ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی انسان ہیں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰٓ اِلَیَّ مگر ہم ہیں اور اُن کے درمیان آسمان اور زمین سے بھی زیادہ فرق ہے ہماری کیا نسبت؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ہم تو انبیاءؑ کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہیں غالباً امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ جو اس امت کے پہلے مجدّد ہیں اس کا مرتبہ زیادہ ہے یا حضرت معاویہؓ کا جو حضورؐ کے صحابی ہیں فرمایا کہ عمر اس امت کے اوّلین مجدد ہیں مگر حضرت معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضورؐ کی معیت میں جہاد کر چکے ہیں اس گھوڑے کے نتھنوں میں جو گرد وغبار ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس مرتبے تک بھی نہیں پہنچ سکتے صحابی تو صحابی ہیں صحابی کی خدمات کا مقام بھی اونچا ہے۔

انبیاءؑ اور بشریت

انبیاءؑ بے شک بنی آدم ہیں مگر وہ ساتویں آسمان سے بھی بڑھ کر رفعت پر ہیں ہم تحت الثریٰ پر ہیں جاہل کفار انبیاءؑ سے یہ کہا کرتے تھے کہ آپ میں کیا خصوصیت ہے آپ بھی انسان اور ہم بھی انسان ہیں ہم سے اچھا تو کھاتے پیتے نہیں تو یہ کافروں کی جہالت تھی انبیاء بھی بنی آدم ہیں مگر ان کی عزت وعظمت بہت بڑھ کر ہے۔

رات رات میں فرق

اسی طرح راتیں لیجئے ہمیں تو ہر رات سیاہ لگتی ہے مگر ان راتوں میں لیلۃ القدر بھی ایک رات ہے ہم ظاہر بینوں کو تو فرق محسوس نہیں ہوتا ہر رات کھاپی کر بستر پر لیٹ جاتے ہیں سو جاتے ہیں بس ختم مگر لیلۃ القدر ایسی رات نہیں۔ لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر ۸۳ سال اگر شب وروز عبادت کرتے رہیں اس ایک رات کی عبادت اُس سے

بہتر ہے خیرٌ واللہ اعلم کہ کتنا بڑھ کر اور کتنا بہتر ہے۔

بلاد و اماکن میں فرق مراتب

دیکھیے جو حج کے لئے روانگی شروع ہو گئی ہے بیت اللہ شریف، حرم شریف بھی ایک زمین ہے ایک کمرہ مبارک ہے واذجعلنا البیت مثابة للناس وامنا (س البقرہ ع۳۴)
مگر اس زمین اور کمرہ اور اکوڑہ خٹک اور دنیا کے دیگر خطوں کی آبادیوں اور زمینوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے وہاں ایک نماز پڑھ لو تو ایک لاکھ نمازوں کے برابر اجر ایک روزہ کا ایک لاکھ کے برابر ایک روپیہ اللہ کی راہ میں دو تو ایک لاکھ روپے کا اجر ملے گا یہاں جماعت کے ساتھ کم از کم ۲۵ درجے ثواب حضورؐ کے روضۂ اطہر مدینہ منورہ گنبدِ خضراء مسجد نبویؐ کا مقام اللہ اکبر وہ بھی ایک زمین ہے مگر باقی زمینوں کا اور اس میں بہت بڑا فرق حضور اقدسؐ جہاں آرام فرما چکے ہیں وہ بھی کمرہ ہے مکان ہے وہ قبر مبارک وہ روضہ مبارک وہ لحد مبارک بھی مٹی کا ہے مگر اس خاک پر عرش بھی رشک کرتا ہے اور کرسی بھی، کہ کاش یہ مرتبہ ہمیں حاصل ہوتا مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا پچاس ہزار کے برابر اجر ہے۔

تو ایک نوع کے افراد اور اشخاص میں بہت بڑا فرق ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح دن ہیں بظاہر سب برابر فرق نہیں ہم ظاہر بین عینک لگا کر بھی دیکھیں تو فرق محسوس نہ ہو مگر جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فضیلت و منقبت عطا فرمائی ہے پھر اس یوم الجمعۃ میں ایک ساعت مخصوصہ ایسی ہے کہ بندہ اللہ جل مجدہٗ سے اس وقت جو بھی سوال کرے جو بھی مانگے وہ اس کو قبول فرماتے ہیں۔ تو جمعہ کا دن ہفتہ کے ایام میں بہت مبارک ہے

شہر رمضان کا اور مہینوں پر فضیلت

اسی طرح بھائیو رمضان شریف کا یہ مہینہ جب آیا تو ظاہر بین تو اسے رجب و شعبان ہی کی طرح سمجھتے ہوں گے کہ اس میں بھی دن رات تھی سردی گرمی ہے ہوائیں چل رہی ہیں روشنی اور اندھیرا ہوتا ہے تو فرق کیا ہے؟ مگر جس طرح اس مسجد کی زمین اور اس سے ایک فٹ باہر کی زمین میں بڑا فرق ہے یہاں قصداً پیشاب کر دو تو

کا فر باہر سارے دن کرتے رہو کوئی حرج نہیں یہ زمین اور باغ ارم کی زمین جنت عدن کی زمین کیوں نہ ہو اس سے حضور اقدسؐ کے روضۂ اطہر کی زمین لاکھ درجے زیادہ اچھی ہے یا نہیں؟ اور بنی آدم سب کے دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھیں اور انبیاءؑ کی بھی ایسی ہی ہیں مگر وہ ثریا پر ہیں، ہم ثریٰ پر۔

اسی طرح بھائیو رمضان کا یہ مہینہ بھی بہت بڑی شان اور مرتبت والا ہے حضور اقدسؐ اپنے صحابہؓ سے فرماتے ہیں کہ ایک بڑی عظیم المرتبت عظیم شان والا مہینہ تم پر سایہ افگن ہو چکا ہے اس کی قدر کریں اس کا ایک ایک منٹ ایک ایک گھنٹہ ایک ایک دن ایک ایک رات یہ بہت بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے۔ بھائیو رمضان شریف میں اللہ جل جلالہٗ نے قرآن مجید نازل فرمایا شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینٰت من الھدیٰ والفرقان۔ (سورۃ ۲ آیت ۱۸۵) الحمد للہ چودہ سو سال بھی جس روشنی جس ہدایت اور جس حقانیت پر چھا ہوا ہے۔

امت توحید

آج دنیا کے اور اقوام سے اس گنہ گار امت کا بھی تقابل کر دو تو تمہیں اسلام اور دین کی قدر و منزلت محسوس ہو جائے مثلاً ہم سب یہاں مسجد میں عبادت کے لئے جمع ہیں یہ عبادت خانہ ہے اور الحمد للہ کہ ایک تصویر اس میں نہیں ایک بت نہیں ایک بھی غیر اللہ کی پرستش کی چیز نہیں وہم و گمان بھی نہیں آتا سوائے اللہ کی بندگی کے اور کسی کی بندگی کرے تو مسلمان نہیں مسلمان جھکتا ہے تو صرف اللہ کے سامنے مسلمان رکوع کرتا ہے مسلمان سجدہ کرتا ہے تو صرف ایک اللہ جل مجدہٗ کے سامنے مسلمان فرمانبرداری کرتا ہے تو صرف اللہ کی کرتا ہے مسلمان کا سر غیر اللہ کے سامنے اونچا ہے ایک اللہ کے سامنے جھکتا ہے پیشانی رکھتا ہے اور اللہ کا ایسا فرمانبردار ہے کہ اسے حاضر ناظر سمجھتا ہے ہر جگہ خواہ ساتویں زمین کے نیچے چلا جائے وہاں بھی اللہ موجود سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ جاؤں تو وہاں بھی اللہ موجود ہے اور اگر ہوائی جہاز اور راکٹ کے ذریعہ زہرہ اور مشتری تک پہنچ جائے وہاں بھی اللہ کو موجود اور حاضر ناظر سمجھتا ہے اور الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ کہ مسلمان کا یہ سبق یاد ہے۔

معیت و استحضار خداوندی کا سبق

اس رمضان شریف میں بھوک پیاس کے ساتھ کالی کوٹھڑی میں ٹھنڈا پانی ہے۔ خوراک موجود ہے خواہشات نفس کی تکمیل کے دواعی اور اسباب موجود ہیں۔ اسکی تنہائی میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ کھا لوں پی لوں تو کوئی نہیں دیکھتا۔ مگر الحمد اللہ ان ستر کروڑ مسلمانوں کا یہ سبق ایک مثال ہے دنیا کے اقوام کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔ مگر مجال کیا کہ پانی کو منہ سے لگائے۔ زبان پیاس سے باہر نکل رہی ہے۔ خوراک کو حاجتمند ہے۔ کوئی اس کا روزہ کھولنے پر پوچھ نہیں سکتا مگر مجال کیا کہ یہ کچھ کھا پی لے۔ کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ اس اندھیرے کمرے میں بھی اللہ موجود ہے۔ حاظر و ناظر ہے۔ کوئی اور تو مجھے نہیں دیکھ رہا۔ مگر وہ دیکھتا ہے۔ مسجد کے غسل خانہ میں جاکر پانی پی لے۔ لوگ نہیں دیکھیں گے۔ مگر اللہ تو دیکھتا ہے۔ یہ کیسا اچھا سبق ہے۔ جو ہر مسلمان کو یاد رہے۔ یہ اسلام کی خوبی ہے۔ روزہ میں دن کو یہ سبق یاد ہوتا ہے۔ کاش کہ باقی ایام میں اسی طرح اسے مستحضر رکھتے۔ مگر رمضان میں دن کو تو یاد ہوتا ہے۔ مگر رات کو بھی اسے بھول جاتے ہیں۔ یہ ٹریننگ تو ہے۔ اسی لیے کہ اب ہر وقت اسے یاد رکھا جائیگا۔

معیت خداوندی کی ایک تمثیل

ایک بزرگ تھے اس سے ایک شخص نے بیعت کرلی، اس نے بہت جلد اسے خلافت بھی دیدی۔ خلیفہ مجازہ بھی بنا لیا۔ باقی مرید ایک عرصہ سے ان کی صحبت میں تھے انہوں نے طالب علموں کی طرح شیخ سے گلہ کیا۔ کہ حضرت اسے تو آتے ہی خلافت دے دی ماذون بنادیا۔ اور ہم مدتوں سے خدمت میں پڑے ہیں۔ انہوں نے اسی وقت جواب تو نہ دیا دوسرے دن ایک ایک مرغ ہر ایک کو دے کر کہا کہ جاکر اسے ایسی جگہ پر ذبح کردیں جہاں کوئی نہ دیکھے۔ سب خوشی خوشی دوڑے اور ہر ایک نے کسی خالی جگہ اور تنہائی میں مرغ ذبح کردیا۔ اور لے آیا۔ مگر اس کا وہ مرید جسے خلافت ملی تھی دن بھر پھرتا رہا۔ شام کو آیا مرغ کو زندہ ہی بغل میں لیے حاضر ہوا۔ لوگوں نے اسے سرزنش کی کہ آپ نے شیخ کے

حکم کی تعمیل نہ کی اس نے کہا دن بھر پھرتا رہا کہ تنہائی کی جگہ ملے صحراؤں میں گیا وہاں بھی اُس پاس دیکھ لیتا۔ مگر کوئی بھی نہ ہوتا تب بھی اللہ تعالیٰ وہاں موجود ہوتا۔ وہاں بھاگ دوڑ کر دوسری جگہ پہاڑوں پر دریاؤں میں گیا۔ مگر ہر جگہ اللہ کو موجود پا لیتا جبکہ شیخ کا حکم تھا کہ ایسی جگہ ذبح کر دوں جہاں کوئی نہ ہو۔ اب شیخ ہی ایسی جگہ مجھے بتلا دے کہ جہاں کوئی انسان نہ ہو۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ بھی نہ ہوں۔ تو جا کر مرغ کو ذبح کر ڈالوں گا شیخ نے جواب سن کر اوروں سے کہا کہ بھئی یہ فرق ہے۔ ان میں اور آپ میں کہ اس نے ایک لفظ سے بھی سبق لے لیا اور اسے یاد رکھا۔ تو بھئی یہ رمضان کا جو سبق ہے۔ وہ تو مسلمانی کا سبق ہے۔ کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ اسے سال بھر کیوں بھول جاتے ہیں۔

روزہ حاضر و ناظر کا اعتراف

کل پشاور سے آ رہا تھا۔ راستہ میں کچھ گڑبڑ ہو گئی۔ ٹریفک بند ہو گئی۔ لوگ ادھر ادھر وارفتہ گرمی میں بھاگ دوڑ رہے تھے۔ مگر سب پر سکون تھے۔ کہ کسی ایک کے منہ میں سگریٹ اور پانی کا قطرہ تک نہیں۔ ایسی خوشی محسوس ہوئی کہ یا اللہ یہ ہے تیرے وجود کا استحضار، یہ اسلام کا وہ غلبہ ہے شام کو سوچ سمجھ لو کہ اب امریکہ، ایشیا جاوا، سماٹرا و عرب و عجم، سارے ممالک کے مسلمان اللہ کے حکم۔ اور اجازت کے انتظار میں افطاری دستر خوان سجائے بیٹھے ہیں۔ کہ اللہ اکبر کی صدا ہو اور ہم کھا پی لیں یہ اللہ کی عظمت کا اعتراف ہے۔ اگر رمضان سے یہ ایک سبق حاصل کر لیں کہ۔ ان اللہ یری ------ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے پھر ان سے ایسا گناہ صادر نہیں ہو گا۔ ایمان یہی ہے کہ سوچ لو۔ کہ ایسا کروں تو وہ دیکھے گا۔ اس سے بات چھپ نہیں سکتی تو یہی ولی اللہ ہوتا ہے یہی غوثیت ہے۔ یہی قطبیت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ سبق رمضان کے علاوہ باقی اوقات میں بھی یاد رہے۔

ضبط نفس کی ٹریننگ

رمضان میں اللہ نے حلال سے بھی ممانعت فرما دی کہ ٹھنڈا پانی مت پیو، اپنی حلال خوراک مت کھاؤ۔ چائے مت پیو، اپنی جائز حلال منکوحہ سے خواہش کو مت پورا کرو۔ تو

ٹریننگ اور تربیت دے رہا ہے کہ خواہشات پر کنٹرول اسی طرح کیا کرو۔ ضبط کا مادہ ایسا پیدا ہوگا۔ یہ فوج کے رنگروٹوں کو ٹریننگ دیتے ہیں۔ ایک گھونٹ پانی اور خشک چنے دے کر گرمی میں پہاڑوں میں انہیں دوڑاتے پھرتے ہیں۔ تاکہ کسی میدان جنگ میں عین موقع پہ سپر انداز نہ ہوں۔ کہ ہم تو بھوکے پیاسے ہیں تو وہ جہاد کیسے کر سکتے ہیں۔ تو اللہ ہمیں بھی اس رمضان میں تربیت دے رہا ہے۔

تقویٰ کا سبق

بھائیو! اگر یہ ایک سبق لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یاد ہو جائے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے تو روزہ توڑنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ مفطرات سے مکمل احتراز کرتے ہیں۔ کہ خدا کا ڈر ہے۔ تو یہی سبق سارے سال ہمیں گناہوں سے بچا سکتا ہے۔ پرایا مال سامنے آیا۔ اب خدا کہتا ہے کہ اسے ہرگز ہاتھ نہیں لگانا ہے۔ کہ جب رمضان میں اپنے مال اپنی خوراک اور پانی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تو اب حرام کیسے حاصل کر سکتا ہے۔

پولیس نہ ہو تو نہ ہو۔ فوج نہیں تو کیا ہوا۔ چوکیدار نہ ہو تو کیا ہے جب وہاں اللہ کے استحضار کی وجہ سے بیاہ کمرے میں کھانے پینے سے احتراز کیا تھا۔ تو اب بھی وہی خدا موجود ہے۔ حاضر و ناظر ہے خدا دیکھ رہا ہے۔ تو روزہ ہمیں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا سبق سکھلاتا ہے۔ وہ مجھے دیکھتا رہتا ہے۔ وہ میرا نگران ہے۔ ساتویں زمین کے پیچھے بھی جاؤں تو اس سے نہیں بچ سکتا۔

تو بھائیو! اسلام کی برکت سے ہم آج اور قوموں سے ممتاز ہیں۔ آج ہم عبادت خانوں کو دھرم شالہ نہیں بناتے۔ نہ تصویر ہے۔ نہ بت پرستی ہے۔ آج ہم وحدانیت کا سبق سیکھ چکے ہیں۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا (سورۃ ۷ آیت ۱۷۲)

رمضان اور قرآن

رمضان میں قرآن اسی لیے سنتے ہیں کہ اس سبق پر عمل کا طریقہ سیکھیں۔ رات کو ایک بار تراویح ختم قرآن سنت ہے۔ بھائیو! قرآن مجید کا ہم پر حق ہے۔ یہ زبان یہ آنکھیں اللہ نے ہمیں قرآن ہی کے لیے دی ہیں۔ الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

سورۃ رحمٰن آیت ۱ تا ۴ ان آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں۔
کہ قرآن کو رحمان نے نازل فرمایا۔ اور قرآن کی تلاوت کے لیے اللہ نے انسان کو
پیدا فرما کر اسے قوت گویائی دی۔ یہ قوت گویائی گالی گلوچ غزلیات اور گانوں کے
لیے نہیں۔ اس لیے کہ قرآن نازل کیا اور اللہ کو یہ منظور ہے کہ انسان اس کی تلاوت
کرے۔ اسے سنے اسے پڑھے۔

بھائیو! باقی گیارہ ماہ میں تو ہم کو موقع ملے یا نہ ملے مگر اس رمضان کو قرآن کا سالگرہ
اور جشن سمجھیں۔ ایک حقیقی طالب محنتی طالب کھانے پینے، خوراک و پوشاک اور
زیب و زینت کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ جس چیز کو اپنا مطلوب و مقصود سمجھتا ہے۔
اس کو حفظ کرتا ہے۔ اس پر عمل کی سعی کرتا ہے تاکہ سبق یاد ہو جائے۔ تو ہم سب رمضان
میں طالب علم ہیں۔ رات کو حافظ قرآن سے جو قرآن سن لیا۔ وہ ہم نے سبق لے
لیا اور اب دن کو اسی پر عمل کے لیے سرگرداں ہوتے ہیں۔ نہ کھانے کا فکر نہ پینے کا
فکر بلکہ رات کو سنے گئے سبق پر عمل کا نمونہ پیش کرنے کے در پے ہیں۔ تو بھائیو!
رمضان میں جتنی بھی ہو سکے قرآن کی تلاوت ناظرہ پڑھنے کی سعی کرو۔ اور جتنا ہو سکے تو،
درود شریف تسبیح استغفار میں لگے رہو کلمات ذکر میں وقت گذارتے رہو۔

حق و باطل میں فرقان

بھائیو! اس ماہ اللہ نے باطل اور حق کے درمیان فرق
ظاہر کرا دیا ہے۔ جنگ بدر اسی مہینہ میں ہوا فتح
کافروں پر نصیب ہوئی۔ اسی ماہ میں بدر کی جنگ ہے جو ابتدائی جنگ ہے۔ اللہ
نے اسلام کو فتح دی۔ کفر کو شکست فاش ہوئی۔ اسی ماہ کی ۱۷ تاریخ کو اللہ تعالیٰ
نے اسلام کو میدان بدر میں غالب کرا دیا۔ اور اسی ماہ کی بیس تاریخ کو اللہ تعالیٰ
نے مکہ معظمہ جو ساری دنیا کا قلب اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ۸ھ میں فتح
ہوئی۔ اسی ماہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات دیئے ہیں۔ مسلمانوں کو
ظاہری غلبہ سے بھی نوازا اور اسی ماہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے ہدایت کے لیے انتظام

فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بہترین آخری کتاب دے دیا۔ سید الرسل کو دے دیا۔ اور اسی امت کے بہترین ہدایت کے ایک وسیع نظام اور لائحہ عمل نازل فرمایا تو بھائیو! شرافتہ المکان بالمکین مدینہ منورہ بہت افضل ہے۔ جہاں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ مکہ معظمہ بہت افضل ہے کہ خانہ کعبہ اس میں موجود ہے۔ تو رمضان شریف کا مہینہ بھی بہت افضل ہے۔ کہ اللہ نے قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرمادی۔

برکاتِ رمضان کے مسئلہ قادیانیت کا حل مبادی

بھائیو اہم پہ اللہ تعالی نے بے حد فضل و کرم فرمایا کہ رمضان شریف کے مبادی ہیں۔ ۷۰۔ ۸۰ سال کا فرقہ باطلہ خبیثہ قادیانی ہے۔ جو سارے عالم اسلام اور مسلمانوں کے لیے بچھو اور سانپ کی طرح خطرناک تھے۔ اس رمضان کے مبادی ہیں۔ اللہ نے ہمیں قادیانیوں پر فتح عطا فرمادی یہ بھی رمضان شریف کے برکات میں سے ہے۔

بھائیو! رمضان شریف کے بہت زیادہ برکات ہیں۔ وقت نہیں تفصیل کا۔ مگر یاد رہے۔ کہ ان ایام کے اور باقی ایام میں بہت بڑا فرق ہے بے نمازی بہت بری چیز ہے۔ غیبت، چغلخوری، ملاوٹ گناہ ہیں۔ سال کے گیارہ ماہ میں بھی گناہ ہیں۔ مگر اس ماہ میں بھی ایسے کام کرے۔ تو وہ بے غیرت اور بے حیاء ہے۔ کہ راستہ پر چلتے سگریٹ پیے۔

توہین رمضان کرنیوالے

اسلامی حکومت ہو تو توہین رمضان کرنے والے کو گردن سے مار دیے۔ اور یہ جائز ہے کہ خدا کے حکم کو توڑتا ہے خدا کے حکم کی توہین کرتا ہے۔ مقابلہ کرتا ہے۔ اور شعائر اللہ کی تذلیل کرنا چاہتا ہے۔ ہاں جو واقعی صاحب عذر ہے۔ جو بیمار ہے۔ خاتون کو ماہواری ہے۔ اولاد پیدا ہو۔ یا مسافر ہے۔ کوئی بڑا کوئی نہایت بوڑھا بوڑھی شیخ فانی ہے۔ ان کے لیے اگر رخصت افطار ہے بھی تو بہ کہیں خفیہ کھالیں باہر

نہ کھائے۔ خدا کی مخلوق کے سامنے خدا کے دین کی توہین نہ کرے۔ نہ بیمار ہو نہ کوئی اور بات ہو۔ ہٹا کٹا ہو۔ اور ایام بیض دال بھی نہ کھائے۔ رمضان میں کیسے کہ آؤ بنڈار اکہ سنتے ہیں۔ جمع ہو جاتے ہیں کہ روزہ ہے۔ آج مرغ پکاکر کھانا ہے تو بھائیو! یہ ایسا ہے کہ ایک شخص کپڑے اتار کر بازار میں پھرنے لگے۔ بے حیا اور بے غیرت ہے۔ اگر عذر ہے اور گناہ کرنا بھی ہے تو برملا تو نہ کرے۔ نادم ہو کر ڈرتے ہوئے کرے تو اس کا درجہ بھی برملا توہین کرنے والے کا فرق ہے۔ جس نے ایک روزہ رکھا اسے اللہ جہنم کی آگ سے ستّر دن کے مسافت کے برابر دور کر دیتا ہے۔

اللہ ہم اور آپ کو توفیق عطا فرمائے، رسول اللہ کی طفیل، خداوند کریم کے طفیل اور رحمتیں اس امت کے لیے مخصوص ہیں۔ مگر امتہ بھی ہم بھی تو دو قدم آگے بڑھ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال ہے۔ جُنّہ ہے۔ جب تک اسے چھید نہ ڈالو۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اس میں چھید کیسے پڑتا ہے۔ فرمایا جھوٹ اور غیبت سے جھوٹ اور غیبت سے روزہ بے تاثر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی پوری رعایت کی توفیق دے۔

رمضان المبارک ــــــ رحمتوں کا مہینہ

خطبہ جمعۃ المبارک ۔ رمضان ۱۳۶۸ھ

محترم بزرگو! اللہ جل مجدہٗ کا ہم سب پر بڑا فضل و کرم ہے کہ ہمیں زندگی دی کہ پھر رمضان شریف کی برکات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کئی ہمارے جانے پہچانے احباب پچھلے سال زندہ تھے ان کی عزّت، جسم و مال اور دولت ہم سے زیادہ تھی، شکل سے بھی ہم سے اچھے تھے۔ مگر آج ہم میں موجود نہیں، روزانہ اخبارات اور ریڈیو سے ایکسیڈنٹ کی خبریں سنتے ہیں، موٹروں اور بسوں کا تصادم ہوتا ہے۔ تو موٹر کاروں میں کرّوفر والے رؤساء اور ہم سے زیادہ دولتمند ہی بیٹھتے ہوں گے۔ مگر موت نے ان کی رعایت نہ کی اور فنا ہو گئے۔ اور ہم لوگ دنیا کے مفادات تو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ جس وقت کسی چیز کا نرخ اونچا ہو جائے خریدار بڑھ جائیں تو ہر شخص اس کوشش میں رہتا ہے کہ یہی وقت کمائی اور نفع کا ہے۔ تو رمضان بھی ایسا ہی موسم ہے۔ اور ایک صورت تو آج کل کی ہے کہ ملک بھر میں ہمارے بُرے اعمال کی وجہ سے قحط اور گرانی ہے۔

برکات ظاہری و معنوی حدیث میں ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ مومن کا رزق بڑھا دیتا ہے ویزاد فیہ رزق المؤمن ایک حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی پہلی ہی شب شیاطین باندھ لئے جاتے ہیں۔ مردۃ الجنّ سرکش جنّات قید کر دئے جاتے ہیں اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ پہلی ہی شب مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ سال بھر مسجد میں نہ آتے ہوں، نہ وعظ سے نہ بڑوں کے کہنے سے، نہ جمعہ اور عید کے وعظ اور نصیحت سے۔ مگر یکدم رمضان کے آغاز ہی سے ان میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ مسجدوں میں آنے لگتے ہیں۔ تو عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضور مخبر صادق نے پہلے سے خبر دی کہ شیاطین

باندھ لئے جاتے ہیں۔ تو جن لوگوں میں کچھ بھی صلاحیت ہو استعداد ہو، ان پر شیطان کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ نہ کچھ رغبت بھی اس ماہ پیدا ہوگئی تو ایک گونہ تسلی ہوئی کہ ہمیں شیطان نے روک دیا۔ مگر جس کو اب بھی فائدہ نہ ہوا اصلاح نہ ہوئی تو خطرے کا مقام ہے۔

مراقبۂ موت

بیٹھتے وقت ذرا سوچ لیا کرو کہ آخر قبر میں جانا ہے۔ یہ زندگی آخر ختم ہو گی اگر کل کسی حاکم کے سامنے پیشی ہو تو تمام رات نیند نہیں آتی مگر احکم الحاکمین کے سامنے پیشی کا فکر ہی نہ ہو، عزیز و اقارب کی شرم سے تو چھوٹے سے چھوٹے رسم اور رواج کی پابندی کرتے ہیں کہ ناک نہ کٹ جائے، تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ کام غلط ہے مگر کرتے ہیں۔ کہ فرضی اور مصنوعی رسوائی نہ ہو تو جب قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمام مخلوقات اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کے سامنے رسوائی ہو گی، اس کا کوئی غم نہ کیا۔ پہلے ہر گھر میں بوڑھے بچے عورتیں صبح تلاوت کرتی تھیں، بچے تہجد کے عادی بنائے جاتے تھے، اب سال بھر تلاوت کا نام نہیں لیا جاتا، اسلام نے اس نعمت سے محرومی سے بچنے کے لئے تراویح اور اس میں قرآن مجید سنانے کا انتظام کر دیا کہ عوام اور جاہل اور پڑھنے والے سب اس نعمتِ قرآن سے محفوظ ہوں۔

مؤاسات کا سبق

رمضان کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ اس میں بندوں کا رزق بڑھ جاتا ہے، غریب سے غریب کو اچھا کھانا مل جاتا ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری (شہر المؤاساۃ) کا مہینہ ہے۔ آج کل غلے کی تکلیف ہے، مسلمانوں کو رمضان ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا لیس المؤمن الذی یشبع وجارہٗ جائعٌ الی جنبہٖ وہ شخص مؤمن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

قحط کے اسباب

یہ قحط بُرے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ بُرے اعمال سامنے آرہے ہیں۔ آجکل زمیندار بھی قلتِ غلہ کے شکار ہیں کہ تمام کے تمام تمباکو بوتے ہیں، دنیاوی اسباب کے ساتھ مسبب الاسباب پر نظر رکھنی چاہیئے۔ آپ ٹیوب ویل لگا بھی دیں تو کنوئیں میں پانی کون پیدا کرے گا۔ تمہارے اعمال کا وبال ہے۔ اور یہ اس کا آغاز ہے۔ واللہ اعلم اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ حضورِ اقدسؐ کا ارشاد ہے: المحتکر ملعون۔ ذخیرہ اندوزی کرنے

والا ملعون ہے، ایسے وقت میں جو آج کل ہے۔ غلّہ کو روکنا اور چھپانا قابلِ لعنت عمل ہے صحابہؓ کا تو ایسا ایثار تھا کہ خود کو بھوکا رکھ کر دوسروں کو دے دیتے۔ گھر کے خرچ کے برابر اگر کچھ رکھ لیا تو جائز مگر فالتو اشیاء کو نکال کر فروخت کرنا چاہیئے جو غلّہ اور اشیاء ضرورت کو بیچنے سے روکتا ہے۔ وہ خدا کی رحمت سے دُور ہے۔ رمضان نے بھی یہی سبق دیا کہ بھوکوں کا تمہیں احساس ہو جائے۔ اللہ کا محبوب مہینہ رمضان ہم پر آیا کہ خدا کو راضی کریں اگر اس میں اللہ کو راضی کر دیں روئیں کہ یا اللہ بارش برسا دے اپنی رحمت کے خزانے کھول دے ہمیں امتحان میں نہ ڈال، بارش بھی نہ ہو اور ہم سنگدل بن جائیں بلیک کریں ملاوٹ کریں لوگوں کو ضروری اشیاء نہ دیں تو چو طرفہ عذاب کا شکار ہوں گے۔

افطار و سحر کے مواقع تو رمضان سے فائدہ اٹھائیے، شام کے وقت خدا کے سامنے روئیں افطار کے وقت بچوں عورتوں سب کو ذکر میں لگوایا کریں۔ ستر ہزار پردے اللہ جل مجدہٗ اور بندہ کے درمیان افطار کے وقت اٹھا دیے جاتے ہیں۔ دوسرا مبارک وقت سحری کا ہے۔ وبالاسحار ھم یستغفرون اللہ کی طرف سے آواز آتی ہے کہ ہے کوئی گنہگار جسے بخشدوں ہے کوئی رزق مانگنے والا جسے رزق دوں ہے کوئی بیمار جسے صحت یاب کروں، سحری کے وقت استغفار کریں کچھ ذکر و تسبیح میں لگے رہو یہ تھوڑا سا وقت صبح کی نماز تک یادِ خدا میں مشغول رکھا کرو اور اس وقت کو غنیمت سمجھ لیا کرو۔

۱۶ رمضان ۱۳۸۴ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء

محترم بھائیو! منادی پکارتا ہے حیّ علی الصلوٰۃ آیئے نماز کی طرف، تو ہم بہرے ہو جاتے ہیں خدا کا حکم ہے کہ روزہ رکھو تو ہم بیمار اور معذور بن جاتے ہیں۔ یہ تو ٹھگی ہے۔ اور مکر کی دوستی ہے۔ جیسے ہماری بظاہر دوستی اور دل میں جڑیں کاٹنے کے درپے ہوتے ہیں۔

نفاق کے ظاہر و باطن کا فرق ایک قوم کی تباہی کی یہی نشانی ہے کہ بظاہر دعوے تو اطاعت خدا و رسول ہو اور باطن میں خواہش کی

اطاعت کرنی ہو۔ قرآن مجید میں ایک معزز قوم بنی اسرائیل کی تباہی کا ذکر ہے۔ جو پیغمبروں کی اولاد تھے ان میں بادشاہ اور علماء بھی تھے۔ وفضلہ علی العٰلمین دنیا پر ان کو فضیلت دی گئی تھی زبان سے مسلمان تھے مگر دل میں اسلام کی دشمنی، جیسے ووٹوں کے وقت سب مسلمان اسلام کے علمبردار بن جاتے ہیں۔

ومن الناس من یقول اٰمنا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم۔ (الآیۃ)

بعض لوگ زبان سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور درحقیقت ایسے لوگ مؤمن نہیں ہوتے۔ اللہ اور اس کے رسول کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جو درحقیقت اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔

جو شخص پانچ وقت نماز نہ پڑھ سکے، حضورؐ کی طرح شکل نہیں، زانی ہے، شرابی ہے۔ وہ کیسے مسلمان ہے۔ یہ تو اسلام کے ساتھ مذاق ہے، شراب پر اسلام کا لیبل لگا دو کہ اسلامی شربت چٹکلے اور اسلام کے نمغے اور ریبل، سینما کے افتتاح کو رسم بسم اللہ کا نام دیتے ہیں۔ ایک تماشا بنا رکھا ہے اسلام سے، بنی اسرائیل کو خدا نے ایسا ذلیل کیا کہ کوئی بندر ہوا کوئی سوّر۔

فبما نقضھم میثاقھم لعنا ھم

ان کے عہدو پیمان توڑنے کے سبب ہم نے انہیں ملعون ٹھہرا دیا۔

وعدہ کیا پھر توڑ دیا تو اللہ نے اپنی رحمت سے ہٹا دیا خدا کا کسی کے ساتھ ذاتی تعلق تو ہے نہیں، وہ خالق ہے۔ ہم مخلوق۔

تین افراد کو حضورؐ کی بد دعا

نبی کریمؐ کے حکم پر صحابہؓ فدا ہوتے تھے۔ خطبہ دینے تشریف لائے تو فرمایا نزدیک ہو جاؤ، سب منبر کے قریب ہو گئے، حضورؐ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ دوسری پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ اسی طرح تیسری سیڑھی پر آمین کہا۔ یعنی یا اللہ یہ دعا قبول کر۔ صحابہؓ نے یہ نئی بات دیکھی تو وجہ دریافت کی حضورؐ نے فرمایا کہ منبر پر خطبہ اور وعظ کے لئے بیٹھ رہا تھا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر بد دعا دی کہ خدا اس شخص کو ذلیل و خوار کر دے، جس پر رمضان کا مہینہ آیا اور وہ نہ بخشوایا گیا اتنی بڑی نعمت سے محروم رہا، جس طرح بیکار دکاندار وہ ہے جو بہت بڑے میلہ میں بھی

اپنا مال نہ نکال سکے۔ فرمایا: رغم انفہ اس کی ناک گرد آلود ہو جائے تو حضورؐ نے اس پر آمین کہا۔

بد دعا کے اثرات

تو اب ایسے لوگ حضورؐ کی بد دعا سے کب بچ سکتے ہیں۔ اب یہ تباہ ہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں ان کے باطن مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کے سوٹ بوٹ پر نہ جاؤ کہ ایک دن کرسی پر اور گلے میں پھولوں کے ہار ہیں۔ اور دوسرے دن کتوں کی طرح ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پیچھے ڈھول اور باجے بجائے جاتے ہیں۔ کیا یہ عزت ہے۔ دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ مگر اپنی بے عزتی پر بے غیرتی کی وجہ سے نہیں سمجھتے، ڈگڈگی پر خدا انہیں نچا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ حلیم اور صابر ہیں۔ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کیا مدتوں اس کے سر میں درد تک نہ ہوا اور جب وقت آیا تو لاؤ لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ تو حضورؐ کی دعا یقیناً قبول ہے۔ اور معزز ترین فرشتہ حضرت جبرئیل کی دعا قبول ہے۔ دوسری دعا پہ بھی حضورؐ نے آمین کہا۔ تو فرمایا کہ جبرئیل نے کہا کہ وہ شخص ہلاک ہو جائے جس کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں یا ایک کے بڑھاپے کو پا لیا۔ اور یہ شخص ان کو راضی نہ کر سکا۔ حضورؐ نے اس پہ بھی آمین کہا، اور ہر بد عملی کی سزا خدا آخرت میں دیتا ہے۔ مگر والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔

تیسری بات جس پہ حضورؐ نے آمین کہا۔ فرمایا کہ جبرئیل نے ایسے شخص کو بد دعا دی جس نے مجلس میں میرا (حضورؐ) نام سن لیا اور پھر درود شریف نہ پڑھا تو جو شخص حضورؐ کا تعظیم و احترام کما حقہٗ نہ کرے ان کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھے، حضورؐ کے ذکر کے بعد ہر مسلمان پہ خواہ زبان سے خواہ دل سے صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے۔ ہاں یہ الگ مسئلہ ہے کہ ایک مجلس میں بار بار نام لیا جائے۔ تو ایک دفعہ کافی ہے یا نہیں تو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ دس دفعہ نام لیا جاوے تو دس دفعہ صلوٰۃ ضروری ہے۔

ہر لمحہ ہر لحظہ غنیمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وسارعوا الی مغفرۃٍ من ربکم وجنۃٍ عرضھا کعرض السمٰوٰت والارض ۝ تو جس کو خدا نے کمائی کا ایک وسیع میدان دیا۔ تو اسے تو دوڑنا چاہئے۔ خدا تو بخشنا چاہتا ہے۔ وسارعوا دوڑ آؤ۔

جلدی کرو سستی مت کرو۔ آج اگر خیر خیرات روزہ اور نماز کی طاقت ہے، تو کل پر مت ڈالو کارِ خیر میں آج کل نہیں ہونا۔ دین کے لئے دوڑتے جاؤ، جنّت کے لئے جس کی لمبائی اور عرض بھی آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ ہے۔ ہم دنیا میں کس طرح دن رات ایک کر دیتے ہیں تب کہیں ایک آدھ کنال زمین مل جاتی ہے۔ تو وہ جنّت جس کا عرض بھی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ ہے تو اس کے طول کا کیا کہنا ہے اتنے بڑے گھر کی طرف خدا ہمیں بلا رہا ہے۔ تو اس کے لئے تو ایک ایک لمحہ اور لحظہ غنیمت سمجھنا چاہئے جو وقت گزرے اس پر رونا چاہئے کہ وقت نکل گیا۔ رمضان میں نفل پڑھے تو فرض کا ثواب ہے۔ ایک فرض کا ستّر فرضوں کے برابر اجر ہے، ایک جمعہ کا ستّر جمعوں کے برابر، ایک روپیہ اللہ کی راہ میں دیا گویا ستّر روپے دے دیے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں جس نیکی پر بس چلے تو کئے جاؤ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ غمخوارگی کا مہینہ ہے۔ غریب سے غریب بھی رحمتِ الٰہی کے خزانہ سے محروم نہ رہے۔ ایک روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس نے بھی ہمدردی کی خاطر دوسرے کی کسی چیز سے روزہ توڑ دیا۔ دل میں فراخی آئی ہمدردی آئی۔ خداوند تعالیٰ اس کی گردن جہنّم سے چھڑا دے گا۔ ہماری گردن گناہوں اور رسّیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا رقبہ (گردن) خدا آگ سے چھڑا دیتا ہے۔ ایک کھجور کا آدھا حصّہ دیا اس سے بھی اتنا اجر ملا۔

انسان نما بندر اور سُور

تو ایسے بد قسمت بھی ہیں کہ ایسے وقت میں بھی دین کا کام اس سے نہ ہو سکے۔ خدا کی قسم اس مسجد سے باہر ایسے انسان نما بندر اور خنزیر ہیں کہ خدا نے ان سے نیکی کی طاقتوں کو سلب کر لیا ہے۔ دل اُن کے پتھر کی طرح سخت ہیں۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ اللہ نے ان کے دلوں پہ مُہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں اور کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

گناہ اور شر و فساد کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں، ہٹے کٹے ہیں، ڈنڈے ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔ مگر خدا ان کو دین کے کام کی توفیق نہیں دیتا۔ طاقت ہے، دولت ہے۔ مگر اللہ کی بندگی سے محروم ہیں۔ تو جو اللہ کے موفّق ہیں۔ (جن کو توفیق ملی ہے) ان کو غرور اور تکبّر نہیں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ انہیں توفیق دی وہ دوسروں سے اپنے آپ

کو اشرف و اعلیٰ نہ سمجھیں یہ اللہ کا احسان ہے۔ اور جو راہ راست پر نہیں، ان کی خیر خواہی و بھلائی میں لگے رہیں۔ ان کو ذلیل و حقیر نہ سمجھیں اور کچھ نہ ہو تو ایک کوزہ بھر کر روزہ دار کے سامنے رکھ دیں کوئی مسافر شاید اس سے روزہ افطار کر لے ہمارے گاؤں کے ایک روزہ دار نے ایک جگہ مسجد کا ذکر کیا کہ سارے مسجد میں کوزہ تک نہ تھا کہ پانی سے روزہ کھول لیتا تو یہاں تک جب حالت پہنچ جائے تو روزہ کی برکات سے کیا مالا مال ہو سکو گے؟

لیلۃ القدر

رمضان میں لیلۃ القدر بھی بڑی نعمت ہے۔ جو خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کی حقیقت اور قیمت سمجھتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا علم ہو جائے تو تمام عمر رمضان رہنے کی التجا کرتے۔ لیلۃ القدر کی رات قیام اور تلاوت میں گذاری تو ہزار مہینوں سے زیادہ ثواب اور درجہ ہے۔

انا انزلنٰه فی لیلة القدر (ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا) گویا ہزار ماہ عبادت کسی نے ۸۳ سال ۴ مہینے شب و روز اللہ کی یاد میں گذارے تو ایک مسلمان اور ایک وہ خوش قسمت جو اس رات کو پالے تو اس کا ثواب پہلے سے زیادہ ہے۔ اس رات ملائکہ حضرت جبرئیل وغیرہ آکر عابدین سے مصافحہ کرتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ اس مصافحہ کی علامت یہ ہے کہ آنسو جاری ہوں۔ کپکپی طاری ہو، خشوع میں ڈوب جائے ملائکہ نے تخلیقِ آدم کے وقت خدشہ ظاہر کیا۔ اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك الدماء تو ایسے شخص کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے جو فساد برپا کرے گا۔ اور خون بہائے گا۔ خدا نے اس وقت جواب دے دیا اور اب رمضان کی برکت کہ فرشتوں کا سردار جبرئیل علیہ السلام اپنی جماعت کے ساتھ اُتر کر سلام و کلام کرتے ہیں یہ گویا ان خدشات کا فرشتوں کو عملی جواب ہو گا۔

اعتکاف

حضور اقدسؐ اس مہینہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ عشرہ اخیرہ میں دنیاوی امور سے قطع تعلق کر کے ایک مسجد میں مجرم و گنہگار معافی کے لئے رب کے در پر پڑ جائے کہ جب تک بخشش نہ ہو یہاں پڑا رہوں گا۔ پھر ایسے وقت کہ رحمتِ خداوندی بھی جوش میں ہو اس کے در پر مسجد میں پڑا ہوا ہو۔ بیوی بچوں گھر بار کھیتی باڑی کو چھوڑ دیا ہو

تو کیا اللہ رب العالمین غیور نہیں؟ اب بندہ کو محروم جانے دے گا؟ اعتکاف کے لئے بہتر
یہ ہے کہ مسجد جمعہ (جہاں جمعہ پڑھا جائے) میں بیٹھ جانا چاہئے۔ ورنہ جو بھی مسجد ہو، جمعہ کے لئے
دوسری مسجد میں بھی جا سکتا ہے، فرض واجب اور سنت میں بھی فرق ہے۔ اعتکاف سنّت
کفایہ ہے۔ جیسا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے کسی نے بھی ادا نہ کیا تو سب گنہگار ہوئے ورنہ سب
کا ذمہ فارغ ہؤا، اب اگر کسی محلہ میں بھی یہ سنت کفایہ اعتکاف ادا نہ ہؤا تو سب تارکین سنت
ہوئے ورنہ سب کا ذمہ فارغ ہؤا۔ دولت مندوں اور صاحب استطاعت افراد کو بھی
کرنا چاہئے نہ ہوسکے تو بڑے بوڑھے گھروں میں بیکار بیٹھے رہنے کی بجائے دس دن مسجد
میں بسر کردیں۔ تو سب گاؤں اور محلہ کا ذمہ فارغ ہوجائے گا۔ اور سب کو ایسے شخص کا مشکور
ہونا چاہئے اور اس کی خدمت بھی کرنی چاہئے اس کے لئے شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں
اس سنّت کو ترک نہ کیجئے بفضلہ تعالیٰ ہماری مسجد میں یہ سنّت کئی سال سے ادا کی جاتی
ہے۔ زنانہ گھروں میں مصلیٰ ڈال دیں اور اعتکاف بیٹھ جائیں۔ اگر کوشش ہو تو یہ سنّت
زندہ ہوسکتی ہے۔ جس نے سنّت زندہ کی اسے سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

عبدیت و اطاعتِ خداوندی کا مظاہرہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (الاٰیۃ)

رمضان کی فضیلت اس وقت یہ حدیثِ مبارک جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی اس میں حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے تیسرے رکن کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ سر پر آگیا ہے جو ہمارے لئے بہت بڑا ذریعۂ مغفرت و کامیابی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جس مرد و عورت نے ماہِ رمضان میں روزے صرف ایمان کی وجہ سے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یعنی اس کا روزے رکھنا صرف ایمان اور ثوابِ خداوندی کی امید کی وجہ سے کوئی دوسری غرض لالچ و حکمت ملحوظ نہ ہو۔

بندہ کا کام تعمیلِ حکمِ خداوندی ہے شریعت کے ہر حکم اور ہر بات میں ہزار ہا نکتے اور بے شمار حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ مگر ایک بندۂ مومن کا کام یہ نہیں کہ احکامِ خداوندی کی تکمیل کے لیے مصلحتوں کے درپے ہو۔ حکمت اور فائدہ معلوم ہو یا نہ ہو مگر بندہ کا کام تعمیلِ حکم ہے۔

اگر سمندر میں کودنے کا حکم ہو تو غلام کا کام فوراً کود جانا ہے۔ اور اگر آگ میں چھلانگ لگانے کا حکم ہو جائے تو بلا چون و چرا کود جانا اطاعت و فرمانبرداری کی دلیل ہے۔ یہی

غلام کا کام ہے کہ بلا کسی پس و پیش آقا کے احکام کی تعمیل کرے۔

محمود و ایاز محمود غزنوی ایک بہت بڑے بادشاہ گذرے ہیں۔ فاتح ہند تھے غزنی سے لے کر ہندوستان کے دوسرے سرے تک سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کے ساتھ ولی اللہ بھی تھے۔ جب کہ بادشاہوں میں اولیاء بہت کم ملتے ہیں اتنی عظمت و شان کی بادشاہی تھی۔ ان کا ایک غلام تھا جو ایاز کے نام سے مشہور ہے۔ ایاز سے حضرت محمود غزنوی کو بے پناہ محبت تھی۔ محمود و ایاز کے واقعات مشہور ہیں۔ ایاز کے ساتھ بادشاہ کی غیر معمولی محبت سے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ موقعہ بموقعہ وزراء مقربین نے بادشاہ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ ہم بڑے بڑے عہدیدار ہیں اور سلطنت کے اہم امور انجام دینے کے باوجود جتنی محبت آپ کی ایاز کے ساتھ ہے اتنی ہمارے ساتھ نہیں۔ بادشاہ سُن کر خاموش ہو جاتے ——— ایک بار بادشاہ بھرے دربار میں موجود تھے۔ آس پاس بڑے بڑے عمائدین و اہل حکومت بھی موجود تھے اچانک بادشاہ نے ہیرے اور موتیوں سے مرصع جواہروں سے جڑا ہوا گلاس اٹھا کر وزیر اعظم کو حکم دیا کہ اسے توڑ دے۔ وزیر اعظم حیران و ششدر رہ گیا کہ لاکھوں کا یہ قیمتی بلوری گلاس کس طرح توڑ دوں اور کیوں بادشاہ نے ایسا حکم دیا ؟ سوچ میں پڑ گیا کہ بادشاہ کے دماغ میں فتور تو نہیں آیا ؟ بادشاہ نے وزیر کے تامل کو دیکھ کر گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور دوسرے وزیر کو دیا۔ وہ بھی پس و پیش کرنے لگا۔ اب بادشاہ نے پورے غصہ میں اس سے بھی لے کر تیسرے وزیر اور درباری کو دیا اس نے بھی حیرانی اور پست و لعل کے ساتھ تعمیلِ حکم میں کوتاہی کی۔ اسی طرح سب مصاحبوں اور کمانڈروں نے پس و پیش کیا۔ اب سلطان محمود غزنوی نے گلاس ایاز کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور اسے توڑنے کا حکم دیا۔ ایاز نے حکم سنتے ہی ایک پتھر نیچے اور ایک پتھر اوپر رکھ کر گلاس توڑ ڈالا۔ بلوری برتن کو ریزہ ریزہ کر دیا موتی جواہر توڑ ڈالے۔ اب اچانک بادشاہ نے غصہ سے چلا کر کہا کیوں ایاز تیرا دماغ خراب ہے۔ ایاز نے فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر بادشاہ سے معافی چاہی [illegible]

[illegible]

[illegible]

حضور مجھے فروخت کر ڈالیے اور میری قیمت سے گلاس کا تاوان پورا کیجیے۔ اور جو سزا و جرمانہ ہو سکے مجھ پر لگا دیجیے۔ محمود غزنوی ایاز کا یہ حال دیکھ کر درباریوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کر دیکھے ایاز اور تم میں یہ فرق ہے۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی شان یہ ہے کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل میں عقل مندی اور سوچ و فکر سے کام لینا شروع کیا اور ایاز کے ساتھ بھی عقل و فکر تھا مگر میرے حکم کی تعمیل کے بارے میں نہ اس نے عقل و فکر کو دخل دیا اور نہ مال کے ضائع ہونے و برباد ہونے کی فکر کی۔ پھر میں نے باوجود اس کے کہ تم سب کے سامنے اسے حکم دیا تھا۔ مگر جب میں نے اسے ڈانٹا اور باز پرس کی تو اس نے یہ نہیں کہا کہ آپ ہی کا حکم اس کے توڑنے کا منشاء و سبب بنا ہے بلکہ رو کر معافی مانگی لجاجت اور معذرت کی۔ گڑگڑا کر معافی مانگی۔ یہ ہے فرمانبرداری اور بے پناہ اطاعت جس کی وجہ سے ایاز نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

میرے بھائیو! ایاز نے ہمیں ایک عجیب سبق دیا ہے کہ ایک فرمانبردار غلام اپنے آقا کی کس طرح اطاعت کرتا ہے۔ ایک غلام تعمیلِ حکم کی حکمتوں کا خیال نہیں کرتا۔ ہمیں تو تسلیم کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اور اپنی ہر مرضی اور خواہش کو آقا کی مرضی پر قربان کرنا چاہیے۔ ؎

کارِ عاشق خونِ خود بر پائے جاناں ریختن

بلا چون و چرا انقیاد و عبادت کا دوسرا نمونہ

ہمارے جدامجد حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ابلیس نے اس سے قبل سات لاکھ برس اللہ کی عبادت کی۔ بڑی علم و دانش کا مالک اور بہت بڑی عبادتیں کرنے والا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدمؑ و ابلیس پر امتحان ہوتا ہے۔ جو عبادت تعمیل ہی سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے، ہر طرف چلنے پھرنے کی اجازت دی۔ مگر ایک درخت کے نزدیک جانے سے منع کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیرِ قبضۂ خداوندی کے مطابق وہ میوہ کھایا۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ قانون و اسباب کے ماتحت انھیں جنت سے نکالا جائے۔ کیونکہ ... اللہ تعالیٰ نے اسباب و مسببات کا سلسلہ جاری [illegible]

تو بہر حال خدا کی طرف سے حکم ہوا جنت سے باہر ہو کر زمین میں اترنے کا۔ اور باز پرس کی گئی کہ کیوں اس درخت کو کھایا آدم علیہ السلام کے پاس جواب کے لیے معقول وجوہات تھے۔ اگر مناظرہ کرتے تو کہہ سکتے تھے کہ یارب یہ تو تقدیر کا معاملہ تھا۔ اور میری پیدائش سے قبل میرے مقدر میں یہی فیصلہ ہوچکا تھا۔ اور چونکہ زمین میں میری خلافت مقدرات الٰہیہ میں سے تھی۔ اس لیے میں نے اس درخت کا میوہ کھایا۔ اور میرا یہ اقدام تیری ہی منشاء و ارادہ کی تعمیل تھی اور بھی کئی باتیں عرض کر سکتے تھے۔ مگر نہیں حضرت آدمؑ اپنے رب کے حضور گڑگڑانے لگے اور قصور و عجز کا اقرار کیا۔ اور رو رو کر اپنے رب سے التجا کی۔

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین۔ (الآیۃ)	(اے رب ہم نے اپنے نفس پر زیادتی کی ظلم کیا مجھ سے غلطی ہوئی اب اگر تو ہمیں نہ بخشے اور تیری رحمت و کرم نہ ہو تو ہم ہلاک و برباد ہو جائیں گے (تیری ہی رحمت کا سہارا مانگتے ہیں اور تیری ہی پناہ میں آتے ہیں۔)

یہ نہ فرمایا کہ قسمت ہی میں ایسا ہوا تھا کہ میری پیدائش سے پانچ ہزار سال قبل لوح محفوظ پر ایسا لکھا تھا۔ تو وہ تو ہونا ہی تھا۔ بلکہ بارگاہِ خداوندی میں عجز و خطا کا اظہار کیا۔ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اس بحرِ بیکراں نے حضرت آدمؑ کو اپنی آغوشِ رحمت میں جگہ دی۔

اطاعتِ خداوندی میں عقل بگھارنا ابلیس کا وطیرہ ہے

دوسری طرف عقلمند اور عالم کہلانے والا ابلیس ہے اس کا امتحان یہ تھا کہ خدا نے اسے حکم دیا کہ آدمؑ کی سمت سجدہ کرو جس طرح ہم خدا کو سجدہ کرتے وقت اپنا رُخ خانہ کعبہ کی طرف کرتے ہیں۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوا تمام ملائکہ اور ابلیس سجدہ کرتے وقت اپنا رُخ آدمؑ کی طرف کریں۔ سب ملائکہ نے فوراً تکمیل کی مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کر دیا۔ اور سیدھا کھڑا رہا۔ خدا نے پوچھا اے ابلیس تو نے کیوں میرے حکم سرتابی کی اور کھڑے رہے۔ اب اگر ابلیس اعتراف عجز و قصور کرتا تو اچھا تھا۔ مگر اس نے عقل بگھارنا شروع کی جس طرح آج کل دین کے ہر حکم کو عقل کی اندھی عینک سے دیکھا جاتا ہے۔

۔۔۔۔۔۔ تو ابلیس نے کہا کہ آپ کا یہ حکم خلافِ عقل ہے مجھے تو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو مٹی سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الآیۃ)

اب جب کہ خلقت کے لحاظ سے میں آدمؑ سے افضل ہوں تو انہیں سجدہ کس طرح کروں۔ اب کیا تھا۔ لاکھوں سال کی عبادت برباد ہوئی اور ابدالآباد تک ملعون و معتوب ہوا خدا کا مبغوض بن کر رہا ہے ۔۔۔۔۔۔ بھائیو! خدا کی بارگاہ میں رونے اور عاجزی و تواضع، درماندگی اور عبدیت کی جتنی قدر ہے وہ کسی اور چیز کی نہیں۔ ایک معمولی فوجی افسر کے احکام کی تعمیل بلاچون وچرا کی جاتی ہے۔ فوج بلا کسی پس وپیش احکامات کو مانتی چلی جاتی ہے اور اسے یہ مجال نہیں کہ یہ پوچھے کہ ہم کس طرف کوچ کر رہے ہیں فلاں حملہ اور لڑائی ہمیں کیوں کرنی ہے۔ ہمارا سفر سمندر سے ہوگا یا جہاز سے ایسی باتیں پوچھنے والے کو شوٹ کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہم ہیں کہ دین کی ہر بات اور ہر حکم خداوندی میں نکتے اور حکمتیں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ رمضان المبارک کے روزے میں بھی خداوند تعالیٰ نے ہزاروں روحانی وجسمانی حکمتیں اور فوائد رکھے ہیں جن میں سے بعض کو خود حق تعالیٰ نے بیان بھی فرمایا ہے اور نبی کریم علیہ السلام اور ان کے بعد ہر زمانے کے اولیاء و عارفین نے اس کی تشریح بھی کی ہے۔

رمضان کی سب سے بڑی حکمت

مگر سب سے بڑی حکمت اور نکتے کی بات وہی ہے جسے حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں ایماناً واحتساباً کے دو لفظوں میں اشارہ فرمایا کہ ہمارا روزہ صرف اور صرف ایمانی تقاضے اور یقین واعتقاد کی وجہ سے اظہارِ عبدیت کے لیے ہونا چاہیے اور خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کا اجر وثواب ملحوظ ہونا چاہیے۔

تعمیلِ حکم اور رحمتِ خداوندی پر یقین کے دو نمونے

حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں دو شخص بہت شور مچائیں گے ان کی چیخ و پکار بہت زیادہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ ان کے نکالنے کا حکم دے کر ان سے پوچھیں گے کہ تم نے اتنا شور ہنگامہ کیوں مچا رکھا ہے

اور بھی تو جہنم میں لوگ موجود ہیں۔ وہ کہیں گے کہ اے اللہ ایک تو اس وجہ سے کہ تو ہمیں بخش دے، اور تکلیف بھی تو شدید ہے اس لیے ہم چیختے چلاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے پھر حکم ہوگا کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ ان میں سے ایک فوراً جا کر جہنم میں چھلانگ لگا دے گا۔ اور دوسرا جہنم کے کنارے ٹال مٹول اور لیت ولعل کرے گا۔ اور مڑ مڑ کر پیچھے دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ پہلے شخص سے پوچھے گا کہ تو نے پھر کیوں آگ میں چھلانگ لگا دی۔ وہ کہے گا۔ اے رب تیرا حکم تھا اس لیے میں سرتابی نہ کر سکا۔ اللہ جل جلالہ فرمادیں گے کہ ہاں بس اسی طرح تابعداری میری دنیا میں بھی کرنی چاہیئے تھی۔ اب دوسرا شخص لیت ولعل کرنے والا کہے گا کہ اے اللہ تو رحیم و غفور ہے اور مجھے تیری رحمت پر یقین ہے کہ ایک دفعہ جب نکال دیا ہے تو دوبارہ جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ تعمیل حکم بھی ایسے ہی ہونی چاہیئے اور رحمت پر یقین بھی ایسا ہی چاہیئے۔

روزے کا مقصد اور برکات

ہمارے روزے کا مقصد محض ایمان و ثواب کی امید ہونی چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہمیں اسے بجا لانا چاہیئے جس نے اس ایمان اور امید مغفرت سے روزے رکھے غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ اس کے پچھلے سال کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ بدبخت ہے وہ شخص کہ جس پر رمضان کا مہینہ گذرا۔ اور اس نے اپنی بخشش نہ کروائی۔

ہمارے صوبہ سرحد میں پہلے رمضان کا احترام کیا جاتا تھا اب دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی رمضان کا احترام اور اس کی منزلت دلوں سے نکلتی جا رہی ہے یہ مسلمانوں کے زوال کی علامت ہے اور پھر ایسے موسم اور سردیوں میں بھی روزے نہ رکھنا بہت بڑی بدبختی ہے حضورؐ نے ایسے موسم میں روزوں کو "غنیمتِ بارِدہ" سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی ٹھنڈی غنیمت جو بلا کسی تکلیف کے ہاتھ آسکے ـــــــ اس غنیمت باردہ سے فائدہ اٹھائیں رحمتِ خداوندی جوش میں ہے "

رمضان

شانِ رحمت کا ظہور

جمعۃ المبارک ۱۰ رمضان ۱۴ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد:- وعن عبداللہ بن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون حین یلقاہ جبریل علیہ السلام وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ ۔ او کما قال۔

محترم بزرگو! مغفرت اور رحمت کا مہینہ اللہ جل شانہٗ ہم پر لا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہیں۔ بہت رحیم وکریم ہیں۔ اپنے عباد پر، نبی کریم کی امت پر وہ اعلان فرماتے ہیں مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (النساء ۱۴۷)

رحمان ورحیم کی شانِ رحمت وشفقت

اے میرے بندو اللہ کو تمہارے عذاب اور ہلاک کرنے سے غرض نہیں۔ دنیا میں بعض لوگ زور آور، جابر لوگ ان کو یہ مزہ ملتا ہے کہ کسی انسان کو تکلیف پہنچے دیکھے۔ اللہ کی رحمت اور شفقت ہمارے ساتھ ماں باپ دادے کی شفقت سے بے حد زیادہ ہے، دنیا کے سارے رحموں والے جمع کرو ایک طرف اور دوسری طرف اللہ جل جلالہٗ کی رحمت ان سب سے

زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں تفہیم کے لیے سمجھانے کے لیے آیا ہے کہ اللہ جل
شانہٗ نے رحمت کے گویا سو حصے ہیں۔ ایک حصہ رحمت کا اللہ نے اس سارے
عالم میں رکھ دیا۔ اور اس ایک حصے کا اثر ہے کہ ماں باپ بچے کے ساتھ، حیوان
اپنے بچے کے ساتھ شفقت کرتا ہے۔ گائے بیل بھی درندے شیر اور بھیڑیئے
بھی اپنی اولاد سے رحمت و شفقت کرتے ہیں۔ انسانوں میں دوستی اور رحمتوں
کے رشتے جو دیکھتے ہیں، اور حیوانات میں دیکھتے ہو۔ یہ صرف اس ایک حصے کا ظہور
ہے۔ اور ایک کم سو (ننانوے) حصے رحمتوں کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ
مخصوص ہیں۔ ایک کم سو حصے رحمت اللہ جل جلالہ اپنے بندوں پر قیامت
کے دن فرمائیں گے۔

کوئی انسان اپنے معصوم بچے کو بھوکا پیاسا نہیں رکھ سکتا اپنے معصوم
بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتا نہ یہ کہ معصوم اولاد کو سیلاب میں چھوڑ دے
اور پھینک دے یہ رحمت کا اثر ہے شفقت کا اثر ہے۔ تو اللہ کی ہم پر اتنا د
سے ماں باپ سے بڑے حکمران سے ہر چیز سے بڑھ کر شفقت اور رحمت ہے،
اس نے نیست سے ہست کر دیا، اللہ رب العالمین ہیں۔ اللہ اشیاء کو عدم سے
وجود کو لانے والا ہے۔ اور یہ ایک قدرتی اور طبعی بات ہے کہ جس کی چیز کی پرورش
کر دی، اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ پالنے کی دیر ہے۔ گھر کی مرغی بکری حیوان
کو پال لو تو اس سے پالنے کے اثر سے محبت ہو جاتی ہے ماں باپ اولاد کی تربیت اور پرورش کرتی ہے تب
اُس سے محبت بھی ہو جاتی ہے اور خدا کی پاک وہ ذات ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود کو نکال دیا ہمارے
ہاتھ پاؤں نہیں تھے ہماری آنکھیں نہ تھیں ہماری زندگی نہیں تھی اُس نے دے دیئے
...... نیست تھے تو ہست کر دیا۔ تربیت تو پھر بھی ہوتی ہے۔ کہ ایک چیز
موجود ہے۔ البتہ اسے پالتا ہے۔ دھوتا ہے اس کو دودھ دیتا ہے۔
اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ مگر اللہ تو خالق بھی ہیں۔ اللہ رب بھی ہے پالنے
والا بھی ہے۔ تو اللہ کا پیار اور محبت بندہ کے ساتھ بے حد زیادہ ہے۔

مگر اتنا تو ہے کہ بندہ اپنے خالق کا معترف تو ہو جائے۔ ایمان تو لے آئے۔ اتنا تو دل میں یقین کرے کہ کس نے مجھے پیدا کیا۔ کس نے نیست سے ہست کیا ہے۔

مقصد تخلیق کائنات

بدقسمتی تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ (اللہ مسلمانوں میں ایسی حالت نہ لائے) بہت ایسے ہیں اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ہ

(المومنون ۱۱۵)

تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے تمہیں عبث پیدا کیا۔ تمہارے پیدا کرنے کا کیا کوئی مطلب نہیں تھا؟

کیا بے مطلب بے غرض بے فائدہ بے حکمت خدا نے پیدا کیا ہے اور کوئی مقصد تخلیق نہ تھا۔ آج بہت ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک نظام ہے۔ چل رہا ہے۔ پیدا ہوتے ہیں۔ اور مرتے ہیں۔ پھر نہ قیامت ہے۔ نہ باز پرس اللہ فرماتے ہیں کہ یہ گمان تمہارا غلط ہے۔ اے انسان تم خود ایک کام بے مطلب بے فائدہ بے حکمت نہیں کرتے ہو۔ ہم سب کمزور سمجھ والے ہیں۔ پھر بھی صبح اٹھتے ہیں اگر کھرپہ بھی ہاتھ میں اٹھا کر نکلتے ہیں تو اس لیے کہ اس سے کھیتی باڑی کریں گے جانوروں کے لیے گھاس چارہ کاٹ کر لائیں گے۔ اور کتاب ہاتھ میں لیا تو اس لیے کہ اب پڑھنا پڑھانا ہے۔ کپڑے اٹھاتے ہیں کہ اسے پہننا ہے۔ یہ کمرہ بنایا تو عبث نہیں اس لیے کہ گرمی سردی میں اس کے سایہ میں رہیں گا۔

تو تم کوئی کام عبث نہیں کرتے تو خدا فرماتے ہیں کہ یہ آسمان یہ زمین یہ دریا یہ چاند یہ ستارے، یہ انسان یہ حیوان کیا میں نے بالکل بے مقصد ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ بہت بڑا ظلم کرو گے کہ اللہ کے کاموں کو بے مطلب بے فائدہ سمجھتے ہو اور خود اپنے کسی کام کو بے مقصد نہیں رہنے دیتے۔ کوئی حرکت بے فائدہ نہیں کرتے کہ عقل کا تقاضا یہی ہے۔ اور بے غرض کام کرنا دیوانگی ہے

تو کیا خدا نے یہ سارا کارخانہ کائنات بے غرض بے فائدہ پیدا فرمایا ہوگا۔

استحضار نعم خداوندی

دیکھئے اللہ بے حد مہربان ہے۔ مگر اتنا تو کرلو کہ اس کو مان تو لو۔ ایمان تو لے آؤ کہ میرا خالق ہے میرا رب ہے۔ اس نے میرے لیے یہ سارا کارخانہ عالم پیدا فرمایا ہے۔ اس بڑی مشین کے سارے کل پرزے حرکت میں ہیں۔ تو اس کے ذریعہ مجھے غذا پہنچتی ہے اس کے ذریعے میری زندگانی ہے۔ ذرہ ذرہ کائنات کا میری خیر اور بھلائی میں لگا ہوا ہے۔ اور یہ کس نے پیدا کیا۔ اللہ پاک نے تو جب ایک شخص یہ سوچ لے۔ کہ اس فرش سے عرش تک مشرق سے مغرب تک دنیا سے میری زندگی اور میری بھلائیاں وابستہ ہیں اور یہ سب خدا نے میرے فلاح وبہبود کے لیے کیا ہے۔ تو یا اللہ تیرا کتنا کرم اور رحم ہے مجھ پر تو بے اختیار زبان سے نکلے گا۔ کہ الحمدللہ الشکرللہ اے اللہ ہم تیری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ آنکھیں دی ہیں۔ اس کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ زبان دی ہے۔ اس کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ ہاتھ پاؤں دیئے ہیں۔ اس کا شکر ادا نہیں کرسکتے۔ اور ایمان سے کہیئے۔ اس روزہ میں شام کو افطار کے وقت جب ٹھنڈا شربت اور ایک سے ایک نعمت سامنے رکھی ہو۔ اور تم مزے سے لے کر اسے کھاتے ہو۔ تو اس میں سے کسی ایک نعمت کا شکر یہ تم ادا کرسکتے ہو؟ اے خدا یا تیرے اس ٹھنڈے پانی کا تیری اس نعمتوں کا جو ہم پر ہیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ ہم کبھی بھی شکریہ ادا نہیں کرسکتے۔

اے بنی آدم کچھ تو کرلو۔ ان شکرتم وآمنتم

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی کو معذب نہیں فرماتے ہیں۔ وہ بے حد مہربان ہیں۔ مہلت دیتا ہے۔ گناہگار کو قاتل کو مہلت دیتا ہے۔ کافر کو مہلت دیتا ہے۔ اور جب پکڑتے تو صحیح پکڑتا ہے۔ چھوڑتا نہیں۔ ضرور پکڑتا ہے۔ ان ربک لبالمرصاد۔

اللہ کی قبضہ قدرت

ساری دنیا اسی کے پاس جا رہی ہے۔ اٹک کے پل سے گزرنا ہے۔ چیکنگ لازماً ہونی ہے دوسرا راستہ نہیں۔ ساری دنیا میں تم مستیاں کرتے پھرو۔ مرنا ضروری ہے چھوٹ نہیں سکتے۔ اللہ کے پاس جا کر اللہ کے سامنے کھڑا ہے۔ دوسری جگہ تیری نہیں خومخواہ تیری گرفت ہوگی۔

محترم بھائیو! اے بنی آدم تیرے عذاب سے مجھے کوئی لطف تو نہیں آتا۔ ایسے ظالم دنیا میں ہوتے ہیں۔ کہ ایذاء رسانی سے مزہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ کریم ایسا نہیں، وہ فرماتے ہیں مجھے کیا کہ تمہیں عذاب دوں گا گمراتنا تو کرو۔ کہ شکر تو ادا کرو۔ ایمان تو لے آؤ مجھ پر مجھے مان لو کہ میں کسی کا پیدا کردہ ہوں کسی کا مخلوق ہوں۔ بھائیو! ہم بڑھاپے والوں کو اب پتہ لگتا ہے۔ جوانی میں پتہ نہیں لگ سکتا۔ ایک ایک نعمت خدا نے دی ہے۔ زائل ہو جائے۔ تو ڈاکٹروں کے پیچھے پھرتے ہو۔ دوائیاں، خریدو۔ ہسپتالوں میں پڑے رہو۔ تب خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر آ جاتی ہے۔ یہ رمضان شریف کا مبارک ماہ میں بھی اسی رحمت کا ظہور ہے۔ وہ ہماری بخشش کے بیے بہانہ ڈھونڈتے ہیں ؎

مغفرت را بہانہ می طلبد

شیاطین اور سرکش جنات کی بندش

رمضان شروع ہوتے ہی جنت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور جہنم کے دروازے بند فرماتا ہے۔ اور مردہ شیاطین یعنی سرکش شیاطین، زنجیروں میں باندھ کر سمندر کی گہرائیوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں مردۃ الجن جنات میں سرکش اور غنڈہ جن ہیں۔ جیسا کہ انسانوں میں ایک بڑا بدمعاش ہوتا ہے۔ ایک متوسط درجے کا بدمعاش ایک نچلے درجے کا بدمعاش اسی طرح ان جنات اور شیاطین کے بھی انواع ہیں۔ درجات ہیں جو سرکش ہیں۔

وہ پکڑ لیے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ رمضان میں بغیر کسی خاص کوشش
کے جتنی مسلمانوں میں تبدیلی آجاتی ہے۔ وہ اس کا ثبوت ہے۔ اسی رمضان
میں جتنا مسلمان عبادت نماز روزہ رکھتے ہیں۔ اتنا اور مہینوں میں نہیں۔ گیارہ
ماہ کئی دیہات میں مسجدوں میں امام نہیں نہ جماعت کا اہتمام ہوتا ہے۔ رمضان
آتے ہی ہر گاؤں میں امام آمنڈلاتے ہیں۔ کہ تراویح پڑھنی ہے۔ دیکھئے
گیارہ ماہ تو فرض نماز تھی، تراویح بھی نماز ہے۔ مگر سنت ہے۔ تو اللہ نے
اس میں شیاطین باندھ دیئے تب تو یہ فرق آیا۔ اب سب کو امام اور جماعت کے
بغیر چارہ نہ ہونے کا احساس ہوا تو اللہ نے رمضان میں یہ توفیق دے دی کہ
جماعت سے محروم نہ ہوں۔ اور سنت مؤکدہ تراویح بھی نہ رہ جائے۔ تو اتنے
غیر رمضان میں عابدین نہیں جتنی تلاوت، جتنی قیام اللیل تہجد اور عبادت، جتنے
نماز اس ماہ میں ہوتے ہیں اور ایام میں اتنا نہیں۔

صلائے عام وقت سحر

بھائیو! سحری کو آواز ہوتا ہے۔ اور ایسا ہے
کہ گو گھر بیٹھے کوئی حکمران آکر تمہارا دروازہ
کھٹکھٹا دے کہ اے فلاں میں حاکم ہوں کیا چاہیئے۔ کتنی چینی، کتنا آٹا تجھے درکار
ہے۔ تو اسی طرح رمضان میں اللہ تعالیٰ پکارتے ہیں کہ اے بندہ کوئی ہے گناہگار
کہ گناہ بخش دوں، کوئی بیمار ہے اسے شفا دے دوں، کوئی مقروض ہے کہ قرض سے
چھڑا دوں، کوئی حاجت مند ہے کہ حاجت پوری کر دوں، ہر رات رمضان
کو تہجد کے وقت یہ آواز ہوتی ہے۔ ویسے بھی یہ وقت بہت مبارک ہے۔
اگر رمضان میں اس کی برکتیں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اس کی برکت سے اللہ جل جلالہٗ
ہی عذاب جہنم سے محفوظ کر دے۔ سحری کھانے کو اٹھتے ہو منہ ہاتھ کھانے کے
لیے دھوتے ہو۔ صرف پاؤں دھونے رہ جاتے ہیں۔ تو پاؤں کو بھی دھو لو
وضو ہو گیا۔ دو رکعت پڑھ لو۔ رمضان میں ایک نفل فرض کی جگہ لیتے ہیں۔
قیامت کے دن فرائض میں کمی ہو تو خدا فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اس

بندہ کی فوراً گرفت مت کرو۔ اس کے نوافل دیکھو تو روایات میں ہے۔ دو رکعت فرض عوض ایک سو بیس یا ایک سو چالیس نفل اگر ہوں تو دو رکعت کی جگہ محسوب ہو جائیں گے۔ فرض کا اجر نفل سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن رمضان میں نفل فرض کے برابر ہے۔ اور ایک فرض ستر فرض کے برابر ہے۔ اور کسی نے شام کو کسی کے افطار کے لیے ایک گھونٹ پانی دیا۔ آدھا کھجور دیا ایک چمچہ سالن دیا اور ایک ٹکڑا روٹی دے دی تو اللہ اس شخص کی گردن جہنم سے چھڑا دے گا۔ عتق من النار۔ آدھے کھجور سے تمہیں بخشتا ہے۔ بخشنے کے لیے بہانہ ڈھونڈتا ہے۔

وقت مرگ کلمہ طیبہ

ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس شخص نے موت سے پہلے زندگی کے آخر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا یا اللہ پڑھ لیا تو دخل الجنۃ، خدا اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ اور ہم سب کی کوشش ہونی چاہیئے کہ کوئی شخص مرگ کے قریب ہو۔ مریض کا علاج ممکن نہ ہو تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ اس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو جائے۔ اور اس حدیث کا مصداق بن جائے۔ فرض کیجیے اس نے کچھ باتیں کر لیں، نصیحت وصیت کی، آٹھ دس بار کی تم پھر سے لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہتے رہو کہ مریض کا دھیان ہو جائے۔ اور جب اس نے یہ کلمات پڑھ لیے تو پھر اور باتیں اس کے ساتھ مت کرو کہ تمہارا مزاج کیسا ہے۔ فلاں بات ایسی ہے اسے چھوڑ دو اب اللہ تعالیٰ پر۔ اگر پھر بات چیت ہو گا۔ تو پھر تلقین کرو کہ آخری بات زندگی کی کلمہ طیبہ بن جائے تو خدا اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

آغاز زندگی بھی اللہ کے نام سے

اسی طرح زندگی کا آغاز بھی اللہ کے نام سے کرانا چاہیے۔ بچہ جب بولنے کے قابل ہو جائے تو چچا دادا امی اور بلی کتا کی بجائے اس کو اللہ۔ اللہ سکھایا جائے کہ اس کی زبان اسی نام سے چلنے لگ جائے۔ پھر اور باتیں بتلانے

رہو۔ اسی طرح مرتے دم بھی آخری لفظ اللہ کا اس کے منہ پر آجائے۔ زبان چل بھی جائے اللہ کے نام پر اور مرض موت میں رونے دھونے اور فضول مزاج پرسیوں سے بھی کچھ نہیں بنتا سمجھو کہ آخری وقت ہو اس پاس بیٹھے ہوئے۔ لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا ورد کرتے رہو۔ اس کی زبان پر بھی جملے آجائیں۔ اور جب اس نے پڑھ لیے تو پھر خاموش رہو۔ بار بار اسے حکم بھی مت دو کہ پڑھ لو۔

عبداللہ بن مبارک کی مرض وفات

یہ علماء کا بہت اونچا شان ہوتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک بہت بڑے عالم گزرے ہیں وہ بیمار ہیں۔ حدیث میں ہے کہ مریض کو آخری وقت کلمہ کی تلقین کیا کرو۔ عبداللہ بن مبارک کے شاگرد نے ان کے مرض وفات میں لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، عبداللہ بن مبارک سمجھ گئے۔ تو انہوں نے بھی لا الہ الا اللہ پڑھ لیا۔ اب کچھ دیر بعد شاگرد دوبارہ اسے کہتا ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ پڑھو لا الہ الا اللہ۔ حضرت عبداللہ بن المبارک نے اس حالت میں بھی مسئلہ سمجھاتے ہوئے شاگرد سے کہا کہ جب میں نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہے۔ اور اس کے بعد کوئی اور بات نہیں کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کلمہ طیبہ پر ثابت قدم ہوں۔ پھر دوبارہ وعظ کرنے کی ضرورت نہیں یہ تو موت کی حالت بڑی ہے۔ بڑی سخت گھڑی ہے تو حدیث سے امام بخاری کا استنباط یہ ہے کہ زندگی کسی کے جیسی بھی گزری ہو۔ داڑھی منڈا تا تھا فسق و فجور میں ڈوبا رہتا تھا مگر جب سکرات موت میں آخری بات لا الہ الا اللہ کہہ دی تو خدا اسے جنت میں داخل کردے گا یہ خدا کی شان رحمت میں کیوں بخل کریں۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ

بلا شبہ جن لوگوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے جنت لکھی ہے۔ انہیں [illegible] دور رکھا جائے گا۔ [illegible]

پہنچتی ہے۔ وہ حضرت معاذ کی روایت یاد ہوگی۔ کہ [illegible]

روزہ ایک دوامی عبادت

تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ مغفرت چاہتے ہیں رمضان میں دن ہے یا رات ہو چوبیس گھنٹے عبادت میں ہیں اور روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اور سب عبادتوں سے ممتاز ہے نماز میں جاگتے ہوں گے تکبیر کہو گے رکوع اور سجدہ کرو گے دست بستہ ہو کے سو گئے یا وضو توڑ دیا۔ عبادت ختم ہو گئی۔ مگر روزہ عجیب عبادت ہے سوتے ہوئے بھی ہے۔ وضو نہیں تب بھی بازار میں خرید و فروخت میں گئے ہوئے ہو تب بھی عبادت میں ہو۔ زمینداری بھی عبادت۔ کتاب پڑھ رہے ہو روزہ ہو رہا ہے۔ عبادت کا اندراج ہو رہا ہے۔ ایسی عبادت سے کوئی اور عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ ہاں جس نے خالص اللہ کے دین کے لیے گھر بار چھوڑ دیا ہے اور جہاد میں لگ گیا ہے۔ تو وہ الگ چیز ہے۔ تو بھائیو! اس رمضان میں جنت کے دروازے کھلے ہیں جہنم کے بند ہیں۔ شیاطین بند ہیں۔ تو عبادت کی طرف رجحان ہو گیا ہے اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس رمضان میں مر گیا۔ دوزخ کے لائق بھی ہے تو جیل بند ہے۔ اسے حوالات میں رکھوا جاتا ہے۔ کم از کم رمضان کے ختم ہونے تک تو چھٹی مل گئی۔

اعلیٰ علیین اور سجین کی مثال

اور یہ ہمارے اعمال جو ہیں یہ اعلیٰ علیین میں ہوتے ہیں یا سجین میں وہ جہنم کا سفلی طبقہ ہے۔ اعلیٰ علیین میں جنت کے نور کے کمشن لگے ہوئے ہیں سجین میں جہنم کے کورٹ لگتے ہیں۔ جیسے یہاں کوئی کمشنر مقرر ہوتا ہے۔ اور کسی میں [illegible] عذاب میں مبتلا ہیں۔ اور [illegible]

[illegible]

غلاظت ختم کر دی جاتی ہے تو بچپن والوں کو بھی رمضان میں ایک گونہ راحت اور سہولت میسر ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ سبحان اللہ پڑھنا، الحمد للہ پڑھنا کئی ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

وقت افطار! افطار کا وقت قبولیت دعا کا ہے۔ افطار سے قبل دو چار منٹ بات چیت چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ دھیان لگاؤ۔ اللہ اور بندہ کے درمیان کا حجاب اٹھے ہوتے ہیں۔ بندہ جو مانگتا ہے خدا اسے پورا فرماتا ہے۔ روزہ کی دو خوشیاں ہیں ایک افطار کی، ایک اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حجاب اٹھ جانے کی۔ للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

قربانی / حقیقت فضائلِ احکام اور حکمتیں

خطبۂ جمعۃ المبارک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

بعض مقامات کی اوروں پر فضیلت

محترم بھائیو! محلہ بھی ایک حصہ ہے زمین کا مگر جو فضیلت مسجد کے رقبہ کو حاصل ہے وہ کسی بادشاہ کے بنگلے کو بھی حاصل نہیں ہے مسجد کے پاس ہی کسی بادشاہ کا محل ہے وہاں چلم پیا جاتا ہے، وہاں لوگ ڈانس کرتے ہیں شراب نوشی ہوتی ہے، وہاں خانوں میں پیشاب کرتے ہیں، تھوکتے ہیں، مگر مسجد میں مسلمان آجائے تو خائف رہتا ہے، بڑی ادب واحترام سے مسجد کی ادب ملحوظ رکھتا ہے۔ مثلاً جوتوں سمیت کوئی مسجد میں نہیں چلتا پھرتا، بول و براز تو خود نا جائز ہے، ڈانس اور ناچ تو بری چیز ہے دنیا کی فضول باتیں کرنا بھی مسجد میں منع ہے، مسجد میں تو ذکر الٰہی ہو نماز ہو یا تلاوت ہو، تو مسجد اگر مٹی گارے سے تعمیر ہوا ہو نہ قالین ہوں نہ دریاں نہ وہ زیب وزینت جو بادشاہوں کے بنگلوں میں ہوتی ہے مگر پھر بھی مسجد کی زمین مقدس اور محترم ہے اور اس کے مقابلہ میں بادشاہ اور وزیر کی کوٹھی ہیچ ہے۔ تو اس مکان کو اللہ تعالےٰ نے ایک فضیلت دی اس روئے زمین پر بیت اللہ شریف بھی ہے خانۂ کعبہ مبارکہ کہ ہماری نماز تب درست ہے کہ اس کی جانب رُخ ہو، رُخ نہ ہو اور قصداً منہ قبلہ سے دوسری طرف پھیر لیا تو حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کافر ہو گیا، اس نے نماز پڑھی عبادت کی مگر امام ابو حنیفہؒ فتوٰی کفر میں محتاط ہیں تو وہ فرماتے ہیں

کہ ایسے شخص پر کفر کا خطرہ ہے یُخشیٰ علیہ الکفر۔

تو زمین کے ایک ٹکڑہ کی اتنی تقدیس ہوگئی جس پر خدا نے خانہ کعبہ بنادیا اسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی اس میں ایک نماز کا ایک لاکھ کے برابر ثواب ہے زمین کے باقی قطعات یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیا وجہ ہے کہ وہاں ایک کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب ہے اور مجھ پر ایک نماز کے بدلے دس یا باجماعات پڑھ لیا تو ایک کے بدلے ۲۷ درجے کا اجر ہے، نہیں اس خطے کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی...... اسی طرح مدینہ منورہ میں امام الانبیاء حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کا حال ہے کہ لحد مبارک کا حصّہ عرش سے، کرسی سے، خانہ کعبہ سے بڑھ کر افضل ہے۔

بعض ایام واوقات کی فضیلت

اسی طرح سال کے بارہ مہینوں کی راتوں پر لیلۃ القدر کو فضیلت ہے کہ اس کی عبادت خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ہے، اور خیر کی کوئی حد نہیں کہ دس گنا، ہزار گنا کوئی حد نہیں ہے بھائیو! اس ذی الحجہ کے مہینہ کے خصوصًا پہلے دس دن، پھر ایام تشریق ہیں گیارہویں بارہویں تیرہویں، ان ایام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی فضیلت و منقبت دی ہے پورے سال کے دنوں کی عبادات ایک طرف اور ذی الحجہ کے ان ایام میں عبادت ایک طرف۔ ذکر و اذکار کئے، سبحان اللہ کہتا رہا، الحمدللہ کا ورد کرتا رہا، استغفار کرتا رہا، دو رکعت نفل پڑھ لئے، روزہ رکھا، خیر و خیرات کر لیا، یہ سارے سال کی نیکیوں سے جس کی اللہ تعالیٰ توفیق دے اس سے بڑھ کر ان ایام کے اعمال اور عبادات فضیلت اور محبوبیت رکھتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان ایام کے علاوہ سال میں اگر کوئی جہاد میں شریک ہوا ہے اس سے بھی بہتر ہے، فرمایا ہاں اس سے بھی بہتر ہے، ہاں وہ مجاھد جو جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوگیا سواری بھی ہلاک ہوگئی اور دولت کو بھی کافروں نے لوٹ لیا اس کا مقام مستثنیٰ ہے، لیکن اس کے علاوہ گیارہ واہ بیشں دن کے جہاد اور نیک کیاری

گو اپنی ذات میں کتنی بھی بہتر اور باعثِ اجر ہیں، جہاد کا ایک بڑا مقام ہے مگر ان دس دن (عشرہ ذی الحجہ) کے عبادات کا مقام ان سے بڑھ کر ہے۔ تو ان ایام میں جتنا بھی صدقات و اعمالِ صالحہ ہو سکیں تو بہتر ہے ایک دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے، عرفہ کے روزہ سے دو سالوں کے گناہ اللہ تعالےٰ معاف کر دیتے ہیں اگلے سال کے بھی اور پچھلے سال کے بھی، اور عید کے دن مسلمانوں کے لئے، امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے قربانی مشروع کر دی ہے۔

کروڑوں روپے قُربانی کے قائم مقام نہیں ہو سکتے

محترم بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید کے دن اگر ایک شخص بڑی نیکیاں کرے کروڑوں روپے اللہ تعالےٰ کی راہ میں دے دے دوسری طرف ایک شخص نے سو ڈیڑھ سو روپے کا ایک حصہ لے کر قربانی میں شریک کر دیا، تو یہ قربانی اللہ تعالےٰ کی راہ میں دیئے گئے ان کروڑوں روپوں سے بڑھ کر باعثِ اجر ہے نفل ثواب اس سے بھی ہو جائے گا مگر اس کے مقابلہ میں قربانی کا ثواب بہت بلند ہے۔

آخرت کی سواری

امام الانبیاء سیدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب قبروں سے ہم اُٹھیں گے تو میدانِ محشر تک یہ قربانی سواری بن جائے گی۔ ہمیں کوئی نوشہرہ پشاور تک پیدل جانے کا کہہ دے تو تیار نہ ہوں گے، تو قبر سے میدانِ محشر تک کتنی مسافت ہو گی؟ تو یہی قربانی اس کے لئے سواری بن جائے گی۔ دُنیا میں دو چار میل کی مسافت کے لئے سواری دیکھتے ہیں، جہاز میں سینکڑوں روپے خرچ کرتے ہیں تو نفس سے کہہ دو کہ اے نفس! اس دُنیا میں تو ۱۰، ۵ میل کی مسافت طے کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے تو وہاں قبر سے میدانِ محشر تک کیسے پیدل جا سکو گے؟ یہ قربانی ہمارے لئے مرکب ہو گی۔

قربانی کا صلہ

امام الانبیاء سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قربانی کے جانور کے ہر حصے اس کے سینگ، اس کے بال، اس کے کھرے، یہ بھی اللہ رب العزت کے دربار میں شفاعت کریں گے، اس کا کوئی جز چمڑہ، ہڈی، بال بھی ضائع نہیں ہیں۔ قیامت کے دن ثواب کا ذریعہ ہر ہر حصہ بن جائے گا۔ ناخنوں کے بدلے قربانی کے ناخن فدیہ ہو جائیں گے سر کے مقابلہ میں قربانی کا سر فدیہ ہوگا، کانوں کے مقابلہ میں قربانی کے جانور کے کان فدیہ ہو جائیں گے، اسی طرح سارے اعضاء کے بدلے جانور کے اعضاء فدیہ ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ قربانی کے لئے بہتر سے بہتر جانور کو تلاش کیا جائے۔ خطیبوا بہا نفسا گراں سے گراں بہتر سے بہتر۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کی ایک اونٹنی تھی اس وقت غالباً تین سو دینار اشرفی گویا تین سو پونڈ اس کی قیمت لوگ دے رہے تھے کہ اسے فروخت کر دیں آپ فرماتے تھے کہ یہ میری سواری ہے تم پر فروخت کروں تو اپنے لئے اسے کیوں نہ سواری بناؤں کہ قبر سے حشر تک لے جائے، تو بہتر سے بہتر مال کی قربانی کرتے تھے۔

امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی قربانی

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانی دی، چونکہ قربانی انسانی جان کے بدلے جان دینا ہے اور یہ مسئلہ معلوم ہے کہ کسی سے قتل خطاءً ہو گیا تو اس کا فدیہ سو اونٹ ہوگا، شریعت میں ایک جان کا بدلہ سو اونٹ ہیں، تو گویا سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کے بدلے سو اونٹ قربان کر دیئے اللہ تعالےٰ کی راہ میں۔ تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح کئے اور باقی حضرت علیؓ سے ذبح کروائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تریسٹھ اونٹ خود ذبح کرنے میں اس طرف اشارہ تھا کہ تریسٹھ برس میری عمر ہے۔ ہر سال کا ایک اونٹ تو قربانی ایک خیر اور برکت کا عمل ہے۔

قربانی سنتِ ابراہیمی

صحابۂ کرام نے عرض کیا ماھذہ الاضاحی؟ حضورؐ ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنۃ ابیکم ابراھیم۔ یہ تمہارے روحانی باپ حضرت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی سنت ہے۔

ہر نبیؑ امت کے لیئے والد ہوتا ہے، اور ہمارے ماں باپ حضورؐ سے قربان ہوجائیں والد اولاد کی جسمانی اور ظاہری تربیت کرتا ہے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور نبیؐ ہمیں روح کی غذا دیتا ہے، روح کی تربیت دیتا ہے، ایمان کی تربیت دیتا ہے اگر ہم میں ایمان ہے تو پیغمبر کی برکت ہے۔ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم روح کی تربیت کرتا ہے اور ماں باپ جسم کی، امام الانبیاء سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ قربانیاں تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمارے اور آپ کے روحانی والد ہیں اور قریش یا عرب کے تو نسبی والد بھی ہوں گے، سادات کے لئے بھی نسبی والد ہیں، تو کم از کم والد کے طور طریقوں پر تو عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مہینہ کی دس تاریخ کو منیٰ کے میدان میں اپنے لختِ جگر بیٹے کو قربانی کے لئے پیش فرمایا اور اللہ تعالےٰ تو غنی، بادشاہ ہیں بندہ کے نیت اور ارادے کو دیکھتے ہیں، خدا نے ان کی قربانی قبول کر لی بیٹا بھی صحیح سالم دے دیا اور ان کے بدلے جنت سے بھیجا گیا دُنبہ ذبح ہوگیا۔ وفدیناہ بذبحٍ عظیم۔

تکبیراتِ تشریق

اس وجہ سے حکم ہے کہ کل صبح نماز کے بعد ہر شخص اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ایک دفعہ ضرور پڑھا کرے یہ تکبیراتِ تشریق ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا اُدھر خدا نے حضرت جبرائیلؑ کو دنبہ کے ساتھ روانہ کر دیا تو حضرت جبرئیلؑ نے اوپر سے بلند آواز سے کہہ دیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر، کہیں میرے پہنچنے سے پہلے ذبح نہ کر دیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کوئی خوشخبری آرہی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے بلند آواز سے کہا "لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر" اسماعیل علیہ السلام زمین پر لیٹے ہیں وہ بھی سمجھ گئے کہ اللہ تعالےٰ نے قربانی قبول فرمالی ہے تو انہوں نے کہا کہ "اللہ اکبر و للہ الحمد" تو ان سب کے ان کلمات کو تکبیراتِ تشریق کے ذریعہ محفوظ کرادیا جو یوم عرفہ کی صبح سے شروع ہو کر تیرہویں کی عصر تک فرض نماز کے بعد مردوں کے لئے جہر سے اور خواتین کے لئے فرض نمازوں کے بعد صاحبین کے نزدیک مگر آہستہ پڑھنا ہے ۔

قربانی کا اجر

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں قربانی کے عوض کیا اجر ملے گا؟ فرمایا "بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ" ہر بال کے بدلے نیکی دو لاکھ بال ہوں تو دو لاکھ نیکیاں تمہارے اعمال نامے میں درج ہوں گی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھیڑوں میں تو بہت زیادہ بال ہوتے ہیں "فالصوف یا رسول اللہ"؟ کیا اون کے بالوں کے برابر بھی؟ امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، جس نے بھیڑ، بکری، دنبہ ذبح کر دیا اسے اس کے بالوں کے برابر نیکیوں کا اجر ملے گا۔ بھیڑ بکری سال سے کم نہ ہو، گائے بیل دو سال سے کم نہ ہو، سات افراد تک بڑے جانوروں میں شریک ہو سکتے ہیں ۔

وجوبِ قربانی کا نصاب

یہ قربانی مردوں، عورتوں، بالغوں سب پر واجب ہے جب کہ اس کے حاجتِ اصلی کے اشیاء سے فالتو ساڑھے باون تولے (۵۲½) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر اشیاء اس کے پاس موجود ہوں۔ زمین ہے اس کے پاس مگر بنجر ہے بے کار ہے اب اس زمین کو اگر بیچتا ہے تو اس کی قیمت ساڑھے باون تولے سے زیادہ بنتی ہے اور فی الحال وہ زمین اس کی حاجت میں مشغول نہیں ارادہ ہے کہ اس پر گھر بناؤں گا کرایہ کے گھر میں رہتا ہے مگر فی الحال وہ زمین اس کی حاجت سے فارغ ہے تو اس صورت میں بھی قربانی ہوگی ۔

اسی طرح تین جوڑے کپڑوں پر نہیں، دو جوڑے بستر کے علاوہ بستر ہوں یا دو چار پائیوں سے زیادہ چار پائیاں ہوں اور اسے بازار میں ردی کے حساب سے یا صحیح قیمت سے بیچے تو فالتو سامان کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہوتی ہے تو اس پر قربانی

واجب ہوگی، زمیندار کے دو بیل مستثنیٰ ہیں جن سے ہل جوتتا ہے فالتو ایک جانور اور بیل ہے اس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے گا، ایک گھوڑے پر نہیں ایک گھوڑے سے زائد فالتو گھوڑے ہوں جن کی قیمت نصاب کے برابر نکلتی ہو تب بھی قربانی کرنی ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ آجکل مہنگائی ہے اور شیطان ورغلاتا ہے کہ یہ سو اور ڈیڑھ سو روپے کہاں سے لاؤ گے؟ مگر بھائیو جس طرح ہم دنیا کے باقی سارے حوائج اور ضروریات پوری کرتے ہیں، ایسا کوئی نہیں جو کہہ دے کہ روٹی چاہئے آج نہیں کھائیں گے اتنی مہنگی کون خریدے گا۔ ایسا کوئی نہیں جو کہہ دے کہ کپڑا اتنا مہنگا ہے کون خرید کر پہنے گا، ایسا ایک شخص بھی نہیں جیسے راولپنڈی سے لاہور جاتا ہے اور کہے کہ کرایہ اتنا مہنگا ہے کون برداشت کرے گا چلئے پیدل چلے جائیں گے۔ بلکہ پورا کرتے رہتے ہیں۔

تو اس قربانی میں بہت خیر و برکت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو اور جس کے ساتھ فی الحال فالتو سامان خواہ کپڑے ہوں یا گھر کا ساز و سامان یا مکان کا سامان یا فالتو مکان اور زمین ہو مگر قیمت ۵۲ ½ تولے چاندی یا اس سے زائد نکلے تو اس پر قربانی ضروری ہے ہاں اگر کسی پر قرض ہے اور یہ قیمت قرض میں محسوب ہو تو اس میں اٹھ جائے تو وہ پھر قربانی سے معاف ہے۔

روح، قربانی اور گوشت کا مصرف

قربانی کا مقصد روح کے بدلے روح کی قربانی ہے خون اللہ تعالیٰ کے راہ میں بہانا یہ گوشت، یہ چمڑا اللہ تعالیٰ نے اسی ذابح کو دے دیا ہے کہ تم جانو اور تمہارا کام جیسے چاہو اسے استعمال میں لے آؤ، البتہ مستحب یہ ہے کہ تین حصے کر لو ایک حصہ خود اور بال بچوں کو کھلا دو، ایک حصہ عزیز و اقارب، دوست و احباب میں بانٹ دو اور ایک حصہ مستحق فقراء و مساکین کو دے دو، اگر محلہ میں غریب زیادہ ہوں تو جتنا زیادہ بانٹ دیا تو زیادہ بہتر ہے۔

بہر تقدیر کروڑوں روپے کے خرچ سے قربانی کا ثواب زیادہ ہے کوئی اس سے محروم رہ جائے تو بڑی بدقسمتی کی بات ہے پہلے دن نہ ہو تو دوسرے دن، دوسرے دن

نہ ہوسکے تو تیسرے دن کر لی جائے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر تیسرے دن بھی عصر کے وقت غروبِ آفتاب سے قبل اتنی استطاعت ہو گئی، پیسے آگئے کہ قربانی کر سکے تو اُس وقت بھی قربانی واجب ہو گئی چاہئے کہ جلدی سے جانور خرید کر قربانی کر دے۔ تو اس کی غنا زکوٰۃ کی غنا نہیں جس میں نصاب بھی ہو تاہے اور نامی ہونا بھی ضروری ہے، یہاں قربانی میں نصاب تو ہے مگر نامی ہونے کی قید نہیں البتہ یہ ہے کہ حاجتِ اصلی سے زائد ہو۔

بالغ اولاد اور بیوی پر قربانی

دیکھئے اگر والد مالدار ہے اور اس نے قربانی کر لی تو بالغ اولاد کی نہیں ہوئی اولاد خود کماتی ہے خود غنی ہے تو اُن پر خود قربانی کرنی لازم ہوگی اسی طرح شوہر اور بیوی کا حال ہے کہ ایک کی قربانی دوسرے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی دونوں غنی ہیں تو دونوں پر قربانی لازم ہے، بیوی کی طرف سے شوہر نے اپنی مرضی سے کر دی تو الگ بات ہے ورنہ شوہر پر لازم نہیں بیوی سے کہہ دے کہ جب اتنے زیور جمع کرنے تھے تو اب قربانی بھی خود کرو اسی طرح اولاد اور والدین کا حال ہے ہر ایک مالی فرائض اور واجبات میں ماخوذ ہے ہر ایک اپنے طور پر جنت میں جائے گا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العلمین

خطبہ عید الاضحیٰ عیدگاہ اکوڑہ خٹک

محترم بھائیو! وقت میں اتنی گنجائش نہیں مگر دو تین باتیں عرض کروں گا، آج قربانی کا دن ہے اور ہم اور آپ نماز سے فارغ ہو کر ان شاء اللہ قربانی کریں گے۔

والدین کے لئے سبق

اس قربانی میں آباء یعنی والدین کے لئے بھی سبق ہے اور اور اولاد کے لئے بھی سبق ہے، والد کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کلمہ حق بیان کرنے میں اگر اولاد کی قربانی کی ضرورت آگئی تو بالکل

ایسے تیار ہو گئے جیسے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیٹے کی قربانی پیش کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات

میرے محترم دوستو! ہم اور آپ سب ملتِ ابراہیمیؑ پر ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی سُنّت کا احیاء ہم سب کا فرض ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بڑے ملک اور قوم کے مقتدر کی اولاد ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر کرسی چاہتے یا دولت چاہتے تو اُن کو وہ کرسی مل جاتی ان کے والد کو مذہبی امور کا وزیر کہہ لو یا لاٹ پادری کہہ دو، وہ اس کا عہدہ تھا آذر کا، لیکن ایک طرف حق کی بات ہے، اللہ کا حق ہے اور دوسری طرف دولت، امارت اور منصب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے مقابلہ میں حق کا اعلان کرتے ہیں کرسی کے لالچ میں نہ آئے، یہ ایک درجہ تھا امتحان کا، ہم اور آپ پانچ روپے کی خاطر قرآن سر پر اٹھا کر بھری کچہری میں جھوٹی قسم دے دیتے ہیں جھوٹی قسم کھاتے ہیں یہ ہے ہمارا ایمان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے وزارت ہے، سارے ملک کے مذہبی پیشوا ہونے کا عہدہ پیش ہے لیکن اسے پسِ پُشت پھینک دیا۔

دُوسرا امتحان

امتحان کا دوسرا نمبر آتا ہے خوف اور ڈر کا، حکومت دباؤ ڈالتی ہے کہ قید کر دیں گے، کچل دیا جائے گا، پھانسی دے دی جائے گی، دھمکی ہے، خوف ہے، وعید ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وہ امتحان بھی آیا حکومت اعلان کرتی ہے کہ یہ ایک نوجوان ہمارے خداؤں پر تنقید کرتا ہے سارے لوگوں سے کہا گیا کہ یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے اور اگر تم اپنے خداؤں کی امداد کرنا چاہو تو یہ کارِ ثواب ہے ایک میدان مقرر کر دیا گیا کہ سارے لوگ مرد عورت، چھوٹے بڑے سب میدان سے لکڑی ایندھن اکٹھا کر کے یہ میدان بھر دو یہ عبادت کا کام ہے اس میں ہم اس نوجوان کو جلائیں گے جو تمہارے خداؤں کے خلاف ہے۔

بھائیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے منجنیق میں بٹھا دیا گیا کہ آگ کے نزدیک اس کی تپش کی شدت سے جا نہیں سکتے تھے، تو اس میں بٹھا کر دور

سے مار کر پھینک دیں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے درمیان پہنچ جائیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھئے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہم میں بھی حضرت ابراہیم ؑ کی پیروی کا مادہ پیدا کر دے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شانِ توحید و تفویض

آسمانوں میں فرشتے رو رہے ہیں، مخلوقِ خدا رو رہی ہے

ہر چیز میں روح ہے وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ یہ درخت بھی تسبیح کرتے ہیں، یہ پرندے بھی تسبیح کرتے ہیں یہ زمین بھی اللہ تعالےٰ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے، کسی کی تسبیح حالی اور کسی کی قالی۔ تو آسمان و زمین اور فرشتے رو رہے ہیں کہ یہ ایک نوجوان ابراہیم آگ میں ڈالا جا رہا ہے، اللہ تعالےٰ نے سب کو اجازت دے دی، حضرت جبرائیل کو بھی اجازت دے دی کہ میرا یہ غلام دار اور سولی پر چڑھایا گیا جا کر کہہ دو اے جبرائیل! اگر کچھ مدد آپ سے مانگتا ہے تو کر لو اس کی مدد کی اجازت ہے تجھے، حضرت جبرائیل ؑ اللہ تعالےٰ کی وہ طاقت ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہزار ہا افراد سمیت ایک انگلی سے اٹھا کر آسمانوں تک لے گئے اور اسے الٹا کر کے نیچے پٹخ دیا اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، جبرائیل علیہ السلام کی ایک انگلی سے نمرود کی ساری حکومت مٹ سکتی تھی فوج ختم ہو سکتی تھی مگر وہ پہلے حضرت ابراہیم ؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ صاحب! میں جبرائیل ہوں میں اس لئے آیا ہوں کہ اگر کچھ مدد لینی چاہو تو حکم کریں، حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اپنی مرضی سے آئے ہو یا اللہ کے حکم سے؟ جبرائیل ؑ عرض کرتے ہیں اپنی مرضی سے آیا ہوں، فرمایا اما انت فلا کہ میں تم سے مدد نہیں چاہتا، وہ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ سے تو مدد مانگ لو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا علمہٗ بحالی حسبہٗ عن سوالی "اس کا میری حالت کو جاننا کافی ہے اُسے علم ہے تو سوال کی کیا ضرورت ہے" یہ بالکل ایسا ہے کہ طالبعلم سالانہ امتحانات دیتے ہیں اور جب پرچے بانٹ دیئے جاتے ہیں تو نالائق طالب علم اب ادھر اُدھر نظریں مارتا ہے، نقل لینے کی کوشش کرتا ہے، اشاروں سے اوروں سے مانگتا ہے۔

تو مجرم ہے یا نہیں کہ آج امتحان میں وہ اوروں سے مدد مانگتا ہے اِدھر اُدھر سے نقل لیتا ہے وہ پاس کرنے کے قابل نہیں بلکہ اسے امتحان گاہ سے اٹھا دیا جاتا ہے مدرسہ سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ تو آج حضرت ابراہیم علیہ السلام پر امتحان آیا ہوا تھا وہ اگر اوروں سے مدد چاہتے تو کامیاب نہ ہوتے اور اللہ تعالےٰ ناراض ہو جاتا، صبر و استقامت عزیمت پر کامیابی تھی کہ ایک جان ہے اگر خدا کے راہ میں چلا بھی گیا تو کیا ہو گیا؟

نارِ نمرود گل و گلزار

خلاصہ یہ ہے کہ آزمائش آتی ہے ورنہ اللہ تو بڑا غیور ہے وہ بندہ کے ارادہ اور نیت کو دیکھتا ہے، اخلاص کو دیکھتا ہے، اس کی نظر بندوں کے قلب پر رہتی ہے کہ اس میں کیا ہے اخلاص ہے، للّٰہیت ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالےٰ کے سامنے سب کچھ تھا اور اس نے نارِ نمرود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گل و گلزار بنا دیا، یہ تو اللہ تعالےٰ کی مہربانی تھی۔ تو جو مسلمان لالچی ہو، جو مسلمان ڈرتا ہو وہ یہ نہ کہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو ہوں، حق کی راہ میں، دین کی اشاعت میں اللہ تبارک و تعالےٰ کی عظمت و شان اور بڑائی بیان کرنے میں ان سب تکالیف کو سہنا پڑے گا۔

فتنوں کی آگ اور ہمارا کردار

یہ عرض کرنا بھول گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے جب آتش الاؤ تیار کیا گیا تو ساری مخلوق بے چین تھی کچھ پرندے دریاؤں سے، تالابوں سے ایک ایک بوند پانی اٹھا کر لاتے اور دُور سے آگ کی طرف پھینک دیتے اس سے آگ تو بجھ نہیں سکتی تھی مگر یہی کچھ ان کے بس میں تھا اللہ تعالےٰ نے ایسے پرندوں کو حلال اور پاک قرار دے دیا، اور ایک جانور چھپکلی گرگٹ دُور سے آگ کو پھونکیں مارتی تھی کہ اور بھڑک جائے اس کی یہی کوشش تھی، اس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ چھپکلی کو دیکھو تو اسے مارا کرو۔

تو بھائیو! فتنوں کی آگ آج بھی بھڑک رہی ہے، دین کی حفاظت تو اللہ نے خود کرنی ہے لیکن اگر اس آگ کے بجھانے کے لئے ان پرندوں کی طرح ایک قطرہ بھی اس پر ڈالا جا سکا تو اللہ تعالےٰ ہمیں اس کا اجر دے گا۔ وہ آگ اگرچہ ہمارے قطروں سے نہیں بجھے گی مگر ہمارا اخلاص تو ظاہر ہو جائے گا، اور ایک شخص ہے کہ وہ دین کا مخالف ہے

چھپکلی کی طرح آگ کو بھڑکانا چاہتا ہے، دین سے لاپرواہ ہے مگر بدبخت ہے اس کی پھونکوں سے کیا ہوگا؟ ع

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ (ترجمہ) "یہ کم بخت اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں"، کیا خدا کی روشنی پھونکوں سے بجھ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ۔

امتحان کا تیسرا مرحلہ (ترکِ وطن) بھائیو پھر تیسرا مرحلہ امتحان کا آیا وطن چھوڑ دینے کا، اور وطن چھوڑنا بھی بڑا مشکل کام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مرحلہ بھی سر کر لیا وطن چھوڑ دیا، دارالہجرت آ گئے تو وہاں اب اللہ جل مجدہٗ نے ایک اور امتحان میں ڈال دیا کہ اے ابراہیم! اب تجھے وہ وادی غیر ذی زرع آباد کرنی ہے، ایک ایسا ملک جو کھیتی باڑی کے بغیر ہے وہاں میرے گھر کو بسانا ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طوفان کے وقت خانہ کعبہ کی عمارت اٹھالی گئی تھی اس کے بعد اس کی تعمیر نہیں ہو سکی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادہ اور اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں جاتے ہیں۔

تعمیر کعبہ کا مقصد اقامتہ صلوٰۃ اور کہتے ہیں کہ اے اللہ میں اپنے بچے اور بیوی کو یہاں لا کر بسا رہا ہوں جہاں آج خانہ کعبہ ہے ربنا لیقیموا الصلوٰۃ تاکہ نماز قائم کر سکیں۔

بھائیو! آج ہمارے دین کے سارے نشانات، ہمارے اخلاق، ہمارے کردار، ہمارے معاملات، ہمارا معاشرہ، بیع و شرا سب اسلام کے خلاف ہے مگر یہ ایک چیز باقی ہے "نماز" جو اسلام کی نشانی ہے اور یہ نماز بھی ۹۰ فیصد ادا نہیں کرتے مگر حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کی تعمیر کر کے اپنی اولاد اسی غرض سے وہاں چھوڑتے ہیں لیقیموا الصلوٰۃ اقامتہ صلوٰۃ اتنا اہم کام تھا۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
ربنا لیقیموا الصلوٰۃ۔ الآیۃ ۳۷

اے اللہ میں نے یہ اولاد ایسی وادی میں بسادی جہاں نہ گندم ہے نہ کھیتی باڑی نہ فصل اور باغات۔

سب سے نازک امتحان

بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا ہے اسماعیل علیہ السلام، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہت بلند مقام ہے، خلیل اللہ ہیں:-

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا۔ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست چن لیا۔

اب خلیل کے دل میں بیٹے کی محبت بھی نہیں ہونی چاہیئے، اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لینا چاہتے ہیں اب ایک اور امتحان ہے خلت اور دوستی کا کہ اب تم میری راہ میں اسی اکلوتے بیٹے کو قربان کردو۔

جمرات

حضرت ابراہیم قربانی کے لئے کمربستہ ہوگئے، شیطان راستہ میں سامنا کرتا ہے منیٰ کے میدان میں ورغلاتا ہے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ حضرت ابراہیمؑ اسے پتھر مار کر دھتکارتے ہیں، سات پتھر مارتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر، آج بھی حاجی جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں، شیطان پر لعنت وملامت بھیجتے ہیں۔

اولاد کی قربانی

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ قربانی باپ کے لئے بھی سبق ہے کہ باپ اللہ کی راہ میں اولاد کی قربانی کرنے کو بھی تیار ہو جائے جبکہ اپنی جان کی قربانی آسان ہوتی ہے مگر اولاد کی قربانی بڑی مشکل ہے، ہم اور آپ اب دن رات مشقت کرتے ہیں گرمی میں، سردی میں محنت مزدوری کرتے ہیں کہ کچھ پیسے کمائیں تو بیوی بچوں کے لئے لاتے ہیں، خود سختی برداشت کرتے ہیں مگر اولاد کی محبت ایسی ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اسے تکلیف نہ ہو، تو اولاد کی قربانی اپنی ذات کی قربانی سے بھی مشکل ہے تو اب والدین ایسے ہونے چاہئیں جو اللہ کی راہ میں اپنی اولاد بھی قربان کر سکیں۔

آج بھی اولاد کی قربانی کا حکم ہے

اور آپ کہہ دیں گے کہ ہم بھی قربانی کے لئے تیار ہیں مگر ہمیں تو حکم نہیں ہے تو اولاد کو قربان کرنے کا

تو یاد رکھیئے کہ آج دین کی ضرورت، دین کو سیکھنے، آج دین کو پھیلانے کی ضرورت ہے، آج دین کی تبلیغ کی ضرورت ہے، کون مسلمان ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کے لئے وقف کرتا ہے۔ ایمان سے کہیئے کہ اگر طاقت ہو تو اپنی اولاد کو انگریزی تہذیب و تمدن نہیں پڑھائے؟ وہ تمدن، وہ تہذیب مغرب کا، یورپ کا، اس میں اولاد کو ڈالنا عین ترقی و کامیابی سمجھتے ہیں کبھی کسی نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کی سیرت اولاد میں پیدا کرنے کی جدوجہد کروں، حضرت ابوبکرؓ کی سیرت، امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنی اولاد کو سکھا دوں؟ نہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اسے دین سکھا دیا تو دنیا اس کی خراب ہو جائیگی پھر تو یہ حلال و حرام کا فرق کریگا، پھر تو رشوت کو، چوری کو، جوا کو حرام سمجھے گا، تو غرض یہ کروں گا کہ ۔۔

اولاد کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ سے سبق

آج متوسط طبقہ کے لوگوں نے بھی اولاد کی دنیا کی بہتری کیلئے آخرت کو بالکل پس پشت ڈالدیا تو کون ہے جس نے اپنی اولاد جہاد کیلئے وقف کردی ہو، جس نے اپنی اولاد کو دینی تعلیم اور تبلیغ کیلئے وقف کر دیا ہو، دعویٰ تو کر سکتے ہیں کہ ہم بھی اولاد کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ تو آج قربانی کرتے وقت ہمیں دلوں میں سوچنا ہے کہ یا اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیری خاطر اپنی اولاد قربان کردی اے رب میں بھی ایسا ہی تیار رہوں گا۔

اولاد کیلئے سبق

اور اولاد بھی کیسی ہو؟ جیسا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے، آج اگر کوئی والد اپنے بیٹے کو کہہ دے کہ نماز پڑھا کرو، جوا مت کھیلو، سینماؤں میں مت جاؤ، تو وہ اولاد اپنے والدین کے گلے پڑ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ تم بڈھے کیا سمجھتے ہو آج کی دنیا کی رفتار تمہیں کیا علم ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما "اپنے والدین کو اُف تک مت کہو اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرو"۔ آج کی اولاد عموماً ایسی ہوگئی ہے کہ باپ بیٹے کو کہہ نہیں سکتا کہ یہ بے راہ روی چھوڑ دو، بدکار لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو، یہ غلط کام مت کرو، اور اگر کہہ بھی دے تو اولاد کہتی ہے کہ تمہاری اپنی راہ اور میری اپنی راہ تم روکنے والے کون ہوتے ہو؟ ۔۔۔۔

۔۔۔۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ۔۔۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خطبۂ عید الاضحیٰ بمقام عیدگاہ اکوڑہ خٹک

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

سامعین تقریباً دس ہزار

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

وعن زید بن ارقم قال یا رسول الله صلے الله علیه وسلم ما هذه الا ضاحی قال سنة ابیکم ابراهیم (اوکما قال)

محترم بزرگو اور بھائیو! اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ اسلام ہمیں زندگی کے ہر موقع ہر عمل، ہر خوشی، ہر غم، غرضیکہ ہر دنیوی اور معاشی کام میں خدائی تعلق سکھاتا ہے۔

عیدین کی بنیاد عبادت

عید تمام دنیا کے اقوام مناتے ہیں، لیکن بعض تو موسم بہار کی آمد کے موقع پر کہ یہ موسم اچھا ہے میلہ منانا چاہیئے، بعض اس وجہ سے کہ انہیں اس دن دشمن پر فتح حاصل ہوئی، کامیابی حاصل ہوئی، بعض اس وجہ سے کہ ان کے راہنما، لیڈر، اور نجات دہندہ کی اس دن پیدائش ہوئی۔

مگر اسلام نے ہمیں سال میں دو عید دیئے اور دونوں کی بنیاد عبادت پر ہے۔ عید الاضحیٰ کا تہوار بھی جذبات عبدیت کا اظہار ہے۔

قربانی کی حقیقت

ایک صحابیؓ نے امام الانبیاء سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ قربانیاں کیوں دی جاتی ہیں، یہ کیا طریقہ ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے روحانی باپ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت ہے۔

بھائیو! ان تین جملوں میں قربانی کی حقیقت اور پس منظر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے کئی ہزار سال قبل بیت اللہ شریف کی بنیاد رکھتے ہوئے دعا فرمائی:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اے اللہ ایسا پیغمبر ان میں بھیج دے جو ان کی ارواح کو درست کر دے انکے نفوس کا تزکیہ کر دے تیری آیات انہیں سناتا رہے۔

ان کے اخلاق وعقائد کو پاکیزگی دے، اخلاقِ رذیلہ، ذاتی مفاد، حرص، طمع، کینہ، بغض، عناد ان کے دلوں سے نکال دے، اس مرکزِ عالم میں ایک رسول بھیج دے جو تیرے کلام سے دنیا کو منور کر دے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہی قبول شدہ دُعا ہوں۔ تو غیر مُسند اولاد ہمیشہ اپنے باپ دادا کے اچھے طریقے پر چلتی ہے جو ایسا نہ ہو وہ صحیح اولاد نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمارے جدِّ ثانی ہیں، ساڑھے نو سو سال قوم کو تبلیغ کی قوم ٹس سے مس نہ ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ان پر تو کوئی اثر نہیں ہوتا ان کی اولاد بھی ایسی ہی ہو گی (سانپ کے بچے سانپ ہوتے ہیں) ان کی اولاد بھی فاجر اور کفار ہو گی۔ ولا یلدوا الا فاجراً کفاراً، ان کو ہلاک کر دے۔

خداوند تعالے کے قہر کی تلوار میان سے باہر نکلی طوفان آیا اور پانی ابلنے لگا، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اے بیٹے! اللہ تعالے کے طوفان سے تجھے کوئی نہیں بچا سکے گا کفار کی جتھہ بندی چھوڑ دو۔ اللہ تبارک وتعالے نے تہدیدی اعلان فرمایا۔

انہ عمل غیر صالح انہ لیس من اھلك۔

یہ غیر صالح عمل والا ہے اور تیرے اہل میں سے نہیں۔

الغرض تمام انبیاء امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہمارے اوپر خاص انعامات واحسانات اور اکرامات ہیں ان کی شفقت بہت زیادہ ہے ہم ان کا اتباع کرتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا اور انکے احسانات کے شکریہ میں آج تک ہم ان پر نمازیں درود وسلام بھیجتے ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی تمہارے والد ابراہیم (جو شمع ہدایت تھے) کا طریقہ اور سنت ہے۔

حکمتِ قربانی

آج کے دن دُنیا کے تقریباً ایک ارب مسلمان جب قربانی دیتے ہیں تو اسی نکتہ پر غور کرنا اور اسی حکمت کو ملاحظہ رکھنا ہے کہ ہم اپنے جدِ امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنّت تازہ کر رہے ہیں اور ایک سبق دہرا رہے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کا سبق ہے، ہم اور آپ بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں ایمان کو ہم نے بس یہی سمجھ رکھا ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے تو مسلمان ہیں۔ جیسا کہ بیری کا تخم بویا تو بیری نکلے گی، کیکر کا تخم بویا تو کیکر، اسی طرح بس مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے تو مسلمان ہیں حالانکہ اسلام نام عمل و اخلاق کا ہے، اس کا اپنا ایک معاشرہ ہے، الگ عقائد ہیں۔ وہ ایک خاص تہذیب دنیا میں پھیلاتا ہے جس کی بنیاد آخرت اور ایمان باللہ پر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی سے ہمیں یہ درس دیا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان و مال، عزّت و آبرو اور اولاد تک قربان کرنے کے لئے تیار رہیں۔

چنانچہ قربانی جان کے بدلے جان کا فدیہ ہے، قربانی کرتے ہوئے ہم صدقِ دل سے اپنے مولا کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ:۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

میری نماز (عبادت) قربانی، زندگی اور موت (سب کچھ) اللہ کیلئے ہے جو پالنے والا ہے تمام مخلوقات کا۔

قربانی کا سبق ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو ہم اپنا خون بھی راہِ خدا اور اس کے دین کے لئے بہائیں۔

عیدالاضحےٰ کا سبق

اسی طرح آج کے دن دنیا کے گوشہ گوشہ سے مسلمان مکہ مکرمہ اور عرفات میں جمع ہو کر اللہ تعالےٰ کی عبودیت اور بندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں عالمی اخوت اور برادری اور اتحاد کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ آج کا مبارک دن ہمیں باہمی اتحاد اور کفر و باطل کے مقابلہ میں یکجا ہو کر صف آراء ہونے کا سبق دیتا ہے کہ جب تک مسلمان باہمی متحد اور ایک دوسرے کے ہمدرد و خیر خواہ نہ ہوں تو دنیا میں انکی کامیابی مشکل ہے اسلام ہمیں کہتا ہے کہ الکفر ملّۃٌ واحدۃ "کفر و باطل ایک ہی ملّت ہے"۔

آج سارا کفر اسلام کے مقابلہ میں ایک ہے اور اگر مسلمانوں کے ساتھ کچھ تعلق رکھتے ہیں تو وہ بھی اپنے اغراض کی وجہ سے۔

حج کی ایک حکمت

تو آج کی عبادت حج، دنیا بھر کے مسلمانوں کا ایک مرکز بیت اللہ اور خانہ کعبہ سے وابستگی کا ایک مظاہرہ ہے۔ اگر اس درخت کی شاخیں، پھول اور پتے جڑوں سے وابستہ ہیں تو سب سرسبز و شاداب اور تازہ رہیں گے اور اگر پھول کو توڑ کر گلدستے میں رکھ دو تو جلد مرجھا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان ایک ہی مرکز سے جڑے ہوں، ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوں تب ان کی کامیابی ممکن ہوگی۔

خطبہ حجۃ الوداع

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو:

لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔ — میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگ جاؤ۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے کسی اُمتی کا دل جب توحید کی روشنی سے منور ہو گیا تو وہ بت پرستی نہیں کرے گا، شیطان اس سے نا اُمید ہو گیا ہے، پھر حضورؐ نے یہاں کفر (کفاراً) کے معنی خود بیان فرما دیئے کہ یضرب بعضکم رقاب بعض کہ ایک دوسرے کے گردن مارنا، ایک دوسرے کے نقصان اور ذلت میں کوشاں رہنا کافروں کا شیوہ ہے۔

پھر فرمایا جس طرح آج کے دن (یوم عرفہ) مکہ مکرمہ اور میدان عرفات کا احترام اور تقدس ہے اسی طرح تمہاری عزت و آبرو، مال و جان ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ فان دماءکم و اموالکم و اعراضکم حرامٌ علیکم کحرمۃ یومکم ھذا۔

آئیے آج کے دن ہم سوچیں کہ اس کسوٹی پر کتنے پورے اترتے ہیں، ہمارے

اتحاد و یگانگت، باہمی خیر خواہی کا کیا حال ہے، پھر دنیا کی دوسری اقوام میں ہماری کتنی وقعت ہے۔ ہمارے پڑوس میں چینی قوم اسّی ساٹھ ستر کروڑ کی آبادی ہے مگر آج روس اور امریکہ اس کے اتحاد و یگانگت کی وجہ سے چکر میں ہیں اور مسلمان تقریباً ایک ارب ہیں مگر خس و خاشاک کی طرح کہ جب ایک قوم باہمی قتل و قتال شر و فساد میں مشغول ہو تو وہ اپنے کردار، معاشرہ، اخلاق و عفت کی اصلاح و حفاظت کیسے کر سکتی ہے۔

قربانی اور معاشی امور

(۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کو نمازِ عید سے قبل اکوڑہ خٹک کے وسیع و عریض عیدگاہ میں اکوڑہ خٹک اور مضافات کے ہزاروں مسلمانوں کے اجتماع میں)

محترم حضرات! آپ نے ان شبہات و شکوک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ شیطان نے بھی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے منع کرنے کے لیے کئی بار کوشش کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھر پھینک کر اسے دھتکارا جس کی یاد آج تک رمی جمرات کی شکل میں جاری ہے چنانچہ ہر سال حجاج ابلیس سے بیزاری کے اظہار کے لیے کنکریاں پھینکتے ہیں۔ آج بھی انسانی شکل میں ایسے شیاطین موجود ہیں جو ہر سال قربانی کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ آج کہا جاتا ہے کہ قربانی پر اتنی دولت کیوں ضائع کی جارہی ہے؟ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مال و جان سب کچھ قربان کرنے سے بھی اگر مولیٰ راضی ہو جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔ سراسر خوشی اور کامرانی ہے۔ ہرگز ہرگز خسارہ نہیں۔ پھر اقتصادی لحاظ سے بھی مال ضائع ہوتا ہے کہاں؟ غریب لوگ سال بھر حیوانات پال کر اچھے داموں فروخت کر دیتے ہیں۔ اور ساری رقم منافع مسلمانوں ہی کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے۔ کہیں باہر تو نہیں جاتا۔ کروڑوں روپے کی تجارت ہو جاتی ہے اس کا گوشت غریب پیٹ بھر کھا لیتے ہیں۔ ہڈیاں کھاد وغیرہ کے کام آتی ہیں اور ہزاروں لوگوں کا کاروبار اس سے قائم ہے۔

آج ملک کو معاشی مسائل کا سامنا ہے اور اس کا حل اسلام کے ایک ایک ستون گرانے میں سمجھا جارہا ہے۔ بجائے اس کے کہ اقتصادی ترقی کے لیے اپنی خواہشات، فحاشی اور بے حیائی

کو روک دیا جائے اس کا حل بھی قربانی بند کرنے اور اولاد کی پیدائش روکنے کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے، اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی مسئلہ ان طریقوں سے حل نہیں فرمایا۔ بلکہ تعلیم دی کہ اے مسلمانو! زندگی کا زیادہ حصہ اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص کر دو۔ تمہارے رزق کا کفیل خداوند کریم ہے۔

(۱) انّ اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (الآیۃ) بے شک اللہ تعالیٰ ہی بڑا روزی دینے والا زبردست طاقت والا ہے۔

۲۔ وما من دآبۃ فی الارض الّا علی اللّٰہ رزقھا (الآیۃ) اور زمین پر کوئی چلنے والا نہیں مگر اس کی روزی اللہ پر ہے۔

۳۔ وکاین من دابۃٍ لا تحمل رزقھا اللّٰہ یرزقھا وایاکم (الآیۃ) اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے۔

۴۔ امّن ھٰذا الّذی یرزقکم ان امسک رزقہٗ بل لجّوا فی عتوٍّ ونفور (الآیۃ) بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے گا اگر وہ اپنی روزی بند کرے کچھ نہیں بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں اڑے بیٹھے ہیں۔

پھر یہ بھی فرمایا کہ وسائل رزق کو بھی پوری طرح کام میں لاؤ اور سچائی اور دیانت کے اصولوں کی بنا پر تجارت بھی کرو۔ ملازمت اور زراعت بھی کرو۔ ملک کا چپہ چپہ جو قدرتی خزانوں سے بھرا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ مگر خالق سے غافل نہ ہونا —— یہ نہیں کہ تلاشِ رزق میں نہ نماز کا موقع نہ جہاد کی فکر۔ باہمی ہمدردی اور ادائے حقوق کا خیال رکھو —— دوسری چیز اسلام نے یہ بتائی کہ حصولِ رزق میں محرمات جوا، سود، رشوت ظلم اور چوری وغیرہ سے احتراز کرو۔ اسراف اور فضول خرچی سے منع فرمایا کہ یہ جوا، سود اور سینما بینی پر دولت کی تباہی یہود اور نصاریٰ کے کام ہیں۔ مسلمانوں کے نہیں۔ اس کے ساتھ اسلام میں شراب اور خنزیر اور اسی طرح کی تمام اشیاء کو حرام قرار دیا۔ حلال اور حرام سب واضح کر دیا گیا۔ اور بتایا کہ حلال سے استفادہ کرو اور حرام سے ہر طرح بچو —— تیسری چیز کی تعلیم یہ دی کہ غربت و امارت دونوں اللہ کی طرف سے ابتلاء و امتحان ہیں۔ فرمایا امیر کے پاس جو فالتو دولت ہے وہ حاجت مندوں کو دے اگر دس کماؤ اور آٹھ اپنی ضروریات میں خرچ کرو تو دو مساکین اور مستحقین پر لگاؤ۔ اپنی دولت کو

قارون کی طرح ذاتی کمائی نہ سمجھو بلکہ اسے خلقِ خدا کی بھلائی، ملک کی ترقی، دین کی اشاعت اور آخرت کے لیے خرچ کرو۔ غرض حضورؐ کے مقرر کردہ منصوبہ بندی سے کام چلے گا نہ کہ خاندانی منصوبہ بندی سے یاد رکھو اسلام کے فطری طریقوں کو چھوڑ کر اور بھی تباہی اور بربادی کے گڑھے میں جا گرو گے۔ واللہ العظیم ان ناجائز طریقوں سے تمہاری دنیاوی پریشانیاں مزید بڑھ جائیں گی۔ تقریر کے اختتام پر آپ نے ملک میں عام بے دینی کی لہر اور اسلامی غیرت وحمیت کی کمزوری پر شدید افسوس کا اظہار کیا۔ اس ضمن میں آپ نے چین کے صدر لیوشاؤچی کے استقبال میں جوان لڑکوں کے رقص وسرود اور طالبات کے ناچ گانوں کو خاص طور سے ہدفِ تنقید بنایا کہ یورپ اور غیرمسلم اقوام کی تہذیب ہم پر چھا رہی ہے۔ اپنی روایات اور قومی وملی احساسات کو برسرِ بازار رسوا کیا جا رہا ہے۔ کافر قومیں اگر یہ سب چیزیں فیشن سمجھتی ہیں تو ہمیں کہاں زیب دیتا ہے کہ ان کی تقلید میں قوم کی بیٹیوں کو یوں برسرِعام نچوائیں۔ کیا خداوندکریم نے ہمیں دشمن سے اس لیے بچایا کہ روس امریکہ اور چین کے صدر آئیں۔ تو ہم عورتوں کو نچوا کر ان کی خوشنودی کا سامان مہیا کریں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کیا ایک اسلامی ریاست کی غیور قوم کی یہ روایات ہو سکتی ہے آج ملک کے تمام اخبارات فحش تصویروں اور رقص وسرود کے مناظر سے بھرے پڑے ہیں۔ کیا کافر اقوام کے سامنے ہماری یہی اسلامیت اور قومی روایات ہیں؟ اسلام اور ایمان سے عاری شاستری تو ماسکو سے اپنے لیے تاشقند میں گائے کا دہی منگواتا ہے اور غیروں کے سامنے اس طرح اپنے ایک معمولی اصول پر پختگی کا اظہار کرتا ہے مگر ہم اپنی تہذیب کو اس طرح سڑکوں پر رسوا کریں۔

یاد رکھو! اس بے حیائی، ناچنے اور گانے سے قومیں غرق ہوئیں۔ اگر مسلمانوں کی اکثریت ان شرمناک پروگراموں پر واہ واہ کرتی رہے۔ اور اسے تہذیب وترقی کی علامت سمجھنے لگے اور اس پر قلبی ناراضگی اور بیزاری کا اظہار نہ کیا تو خطرہ ہے کہ خدانخواستہ ایک عام عذابِ خداوندی ہمیں نہ آگھیرے۔ یا اللہ ہماری لغزشوں سے درگذر فرما اور بعض کی نادانیوں سے ملک وقوم کو اپنی رحمتوں سے دور نہ فرما۔ اور ہمارے اس عزیز ملک کو اسلامی تہذیب سے مالا مال کرے۔

باب ۴

قرآنِ حکیم، علوم و معارف

کِتَابٌ اَنزَلنَاہُ اِلَیکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۤا
اٰیَاتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الاَلبَابِ۔

(ص - ۲۹)

قرآن کریم کی تشریح و تفسیر

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے جنوری ۱۹۶۹ء میں اپنے سفر مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں ۸ جنوری کو ڈھاکہ کے مدرسہ امداد العلوم میں علماء اور مشائخ کی موجودگی میں جلالین شریف کے ابتدائی درس سے تعلیمی سال کا افتتاح فرمایا۔

جلالین شریف جس کو ہم شروع کر رہے ہیں۔ یہ علم تفسیر کی کتاب ہے، تفسیر فسر سے ماخوذ ہے۔ اور فسر الاطلاع بمراد اللہ تعالیٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ کی مراد سے مطلع ہو جانا کہ فلاں آیت کا مقصد مراد اور مدلول کیا ہے؟ حضرت شاہ ولی اللہ الدھلوی رحؒ نے کچھ تعمیم فرمائی ہے۔ کہ آیت کا مضمون سیاق و سباق سے بھی مخالف نہ ہو اور قرآن میں کہیں دوسری جگہ مذکور ہو تو اس کی مراد اور الفاظ کے معانی یا مجاز متعارف کو بھی نہ چھوڑا جائے۔ تو شاہ صاحب کے نزدیک وہ تفسیر ہے۔ متقدمین کی تعریف بھی بیان ہو چکی۔ آج ہم فتنوں کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اور آپ جب باہر قدم رکھیں تو پتہ چلے گا۔ کہ دین کے اندر کن کن طریقوں سے لوگ تحریف کر رہے ہیں۔ مثلاً انکار حدیث اور اس کی صحت سے انکار اور رہا قرآن تو اس کے الفاظ سے تو بظاہر انکار نہیں کر سکتے مگر اس کے مرادات کو جو علماء بیان کرتے ہیں۔ بلکہ نعوذ باللہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت تو محض ایک ڈاکیہ تھی۔ اب ہر شخص کو قرآن کے مراد کو متعین کرنے کا حق ہے اور یہ علم تفسیر کا ذخیرہ جو ہے۔ اسے نعوذ باللہ بعد کے علماء نے مخترع کیا ہے۔ اور یہ ذہنی مخترعات ہیں۔ ایسا کر کے یہ لوگ قرآن کے معنوی تحریف کے لیے راستے نکالتے ہیں کہ جو جی میں آئے اسے قرآن سے

مستنبط کرنے کا راستہ کھلا ہو تو کیا واقعی یہ تفسیر بعد کی ایجاد ہے ! اور کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔ ؟ تو یہ باتیں ان لوگوں کی سراسر غلط ہیں الاطلاع بمراد اللہ تعالیٰ تفسیر ہے۔ جب حق تعالیٰ خود اپنی مراد بیان نہ کرے۔ تو پھر ہم اس مراد کو کس طریقہ سے۔ سمجھ سکتے ہیں اگر ایک انسان دل کو کسی انسان کے دل سے اور سینہ کو سینہ سے پیوست بھی کر دے۔ تب بھی ایک دوسرے کی مراد اور مقصد کو ہرگز نہیں سمجھ سکے گا۔ تو خداوند قدوس کی مراد اور مقصد کو بغیر بیان کے کیسے سمجھا یا جائے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ قرآن کو آسمان سے کسی پہاڑ یا اونچے مکان پر نازل کر دیا جاتا اور لوگ دیکھ لیتے۔ کہ کتاب اوپر سے گر کر آ گئی ہے۔

تو پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت کیا تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ وحی نازل فرمائی تو اب اس قرآن مجید کے معنی اور مدلول بھی وہ نہیں ہوگا جو آجکل پرویز یا فضل الرحمان یا کسی کالج کا گریجویٹ متعین کرے گا۔ کہ یہ ہے اور یہ نہیں بلکہ وہ ہوگا۔ جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمایا ہے۔ جس کا بیان جلالین۔ بیضاوی تفسیر کبیر، درمنثور ابن کثیر اور روح المعانی میں ہے اور جو معانی صحابہ کے ذریعہ ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ اور یہ تفاسیر سلف سے منقول ہیں اور یہ چیز کہ یہ حضور کے متعین کردہ معانی ہیں اور آپ اس کی تشریح فرماتے تھے۔ اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ فَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لتبین للنّاس ما نزل الیھم اور ہم نے تیرے پاس قرآن مجید اتارا کہ آپ ان لوگوں کو بیان کر دیں۔ جو چیز ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔ تبیین کسی چیز کی وضاحت کو کہتے ہیں اور دوسری جگہ ہے ھو الّذی بعث فی الامّیّین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ (الآیۃ) وہ ذات جس نے امیّین میں رسول کو بھیجا عرب امّی قوم تھی اور امی کی جہالت، جہالت بسیط ہوا کرتی ہے۔ نہیں سمجھتی تو اپنے نہ سمجھنے کو سمجھنا نہیں کہہ سکتی اور اس وقت دنیا کی اکثر قوموں کی جہل، جہل مرکب تھا۔ اپنے جہل پر اڑے ہوئے تھے۔ ضدی تھے۔ اور اپنے آپ کو سمجھدار بھی سمجھتے تھے۔ جیسے ہمارے زمانہ کا انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔ جو دین سے بالکل نابلد ہونے کے باوجود سمجھنے کے جہل میں مبتلا رہتا ہے۔

عرب کی جہالت ایسی نہ تھی۔ بلکہ کوئی اپنی ماں سے مرتبہ ہیولانی میں پیدا ہو تو جہل بسیط

کی اصلاح آسان ہوتی ہے اور دوسرے کی بہت مشکل اس کی مثال ایسی ہے کہ لکڑی کی تختی پر کوئی غلط چیز لکھی گئی۔ تو پانی یا مٹی مل لیں تو وہ دوبارہ صاف ہو جائے گی اور ایک تختی لوہے کی ہے پیتل کی ہے۔ پھر اس پر حروف بھی کندہ ہوں تو اس کی غلطیوں کی اصلاح نہ صابن سے ہوگی نہ مٹی سے۔ بلکہ اس طرح دھلنے سے اور بھی واضح اور نمایاں ہوگی۔ مٹے گی نہیں۔ اس کے مٹانے کی ایک صورت ہے کہ اسے آگ میں ڈال کر اس کی شکل مٹائیں نرم ہو تو دوبارہ تختی پہ نقش کرائیں تو ایک ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ کہ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں۔)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون (برابر ہیں ان کے حق میں اگر آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ جہل مرکب ہے جو چیز ان کے دل پہ ثبت ہے۔ اسے مٹاؤ اور اس کے لیے جہاد کرو۔ اور جہل بسیط والا شخص جب ایک چیز کو بھلائی اور ہدایت سمجھے تو فوراً اسے اختیار کرے گا اس وجہ سے یورپ زدہ دماغوں کی اصلاح مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہوتی ہے۔ وہ مسخ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے یورپ میں نبی نہیں بھیجا۔ اور اس زمانہ کی مہذب حکومتوں کسریٰ اور قیصر کی حکومتوں میں بھی نبی نہ بھیجا۔ بلکہ ان امیین میں جو جہل بسیط میں مبتلا تھے۔ اسی لیے ان میں بھیجا کہ ان کی اصلاح ممکن تھی اور اس وجہ سے ان امیین میں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم جیسے نکلے۔

یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ کے بعد نبی کا دوسرا کام یہ تھا کہ: وَیُزَکِّیۡھِمۡ کہ شرک و بدعت اخلاق سیئہ ذمیمہ سے ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ برے عقائد سے روکتا ہے اور پاکیزہ اخلاق سکھاتا ہے۔ یہ ہے تزکیہ آگے تعلیم کتاب کا ذکر ہے کہ: ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ کہ تعلیم سے پہلے تزکیہ ہے۔ تو تعلیم سے پہلے اپنے قلوب کو صاف اور پاک کر دینا چاہیئے۔ برتن صاف ستھرا ہو تو دودھ اور گھی جو بھی ڈالیں سب صاف ستھرا رہے گا۔ اور پلید ہو تو سب پلید ہو جائے گا

کہ نتیجہ تابع اخس ارذل کا ہوتا ہے۔ تو تلاوت کے علاوہ ایک ہے۔ تعلیم کتاب کے مضامین کو متعین کرنا اور الحکمہ میں اسرار و لطائف قرآن اور عام سنت و حدیث آگیا اسی طرح دوسری آیت کا بھی یہی مفہوم ہے کہ و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم ہمیں اس لیے قرآن دے کر بھیجا کہ آپ اس کا بیان اور اس کی وضاحت کریں۔

حدیث میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا کہ ؛ من یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہٗ للاسلام۔ الآیۃ۔ کا کیا مطلب ہے؟ شرح صدر کا ظاہری معنی تو کسی چیز کو کھول دینا ہے۔ اب لفظی معنی تو مراد نہیں۔ سینے کی ظاہری کشادگی کا کیا مطلب؟ تو صحابہؓ نے شرح صدر کے بارہ میں حضور اقدس سے دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا نور یقذف فی القلب (الحدیث) دنیا داری سے نفرت دنیا سے جو قلیل اور حقیر چیز ہے بے تعلقی اور موت کے لیے تیاری دل کی نورانیت یہ ہے شرح صدر جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہے کہ صحابہؓ نے حضورؐ سے اس آیت کے بارہ میں دریافت کیا۔ الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون جنھوں نے ایمان کے ساتھ ساتھ ظلم خلط نہ کیا۔ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں تو صحابہؓ کرام نے دریافت کیا کہ حضورؐ ! ظلم تو گویا وضع الشئی فی غیر محلہ کو کہتے ہیں تو ہم میں سے کون سا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو تو مھتدون کا مصداق کون رہے گا۔؟ قالوا یارسول اللہ اینا لم یظلم نفسہٗ ہم میں سے کس نے اپنے آپ پر ظلم نہیں کیا۔؟ تو حضورؐ اقدس نے وضاحت فرمائی کہ ظلم سے مراد شرک ہے عام گناہ نہیں جو شرک سے بچ گئے وہ مھتدون ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کی تشریح نہ فرمائی ہوتی تو از خود معانی کا تعین صحابہؓ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اقمت علی قراءۃ البقرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (میں نے سورہ بقرہ حضور اقدسؐ سے آٹھ برس میں پڑھی)

تو عربی تو ان کی اپنی زبان تھی ظاہر ہے انہوں نے جو پڑھا تفسیر ہی تھا حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم دس آیات پڑھ لیتے تو پھر اس پر جمے رہتے۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے عمل کرتے پھر دوسرا اور پھر تیسرا سبق لیتے ہیں حتی یحصل لنا العلم والعمل

اس طرح ہمیں علم اور عمل دونوں حاصل ہو جاتا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نے حضورؐ سے قرآن کے سمجھنے میں کافی عرصہ گذارا حقیقت یہ ہے کہ اگر حضورؐ قرآن کی تفسیر نہ کرتے۔ تو آج اسے کون سمجھتا۔ اگر حضورؐ کی توضیح و تشریح شامل حال نہ ہو تو صلوٰۃ کا معنی اس کے اوقات فرائض و مستحبات اور واجبات کا علم کیسے ہوتا تو حضورؐ نے قرآن کی تفسیر قولاً و عملاً فرمائی۔ اس کا نام ہے سنت اور حدیث اور جو شخص اسے نہیں مانتا وہ درحقیقت منکر قرآن ہے اور جو قرآن نہیں مانتا وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا منکر ہے جس کا ارشاد ہے کہ: نحن نزّلنا الذّکر وانا لہٗ لحٰفظون قرآن کے الفاظ کے لیے خدا نے حفاظ پیدا کیے۔ لب ولہجہ کے لیے قراء پیدا کیے اور مدلول و مراد کے لیے علماء حق اور مشائخ اور مفسرین کو پیدا فرمایا۔ لوگ انہیں جتنا بھی حقیر سمجھیں مگر یہ تو اللہ کا انتخاب ہے جسے منتخب فرمائے۔ تم خوش قسمت ہو خدا نے تمہیں یہاں اس لیے جمع کر دیا کہ اللہ کی مرادات کو سمجھیں، پڑھیں یہ اللہ کی جانب سے ایک بڑا انعام ہے۔ یمنّون علیك ان اسلموا قل لا تمنّوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمنّ علیکم ان ھدٰکم للایمان اللہ نے آپ کو اساتذہ اور حضرت مہتمم صاحب کو اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ ہمیں اس کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین ۰

حفاظتِ قرآن

مورخہ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ مطابق ۷ار نومبر ۱۹۶۸ء واہ کینٹ میں درسِ قرآن وحدیث کی چوتھی سالانہ تقریب منعقد ہوئی۔ یہ درس ہر ماہ کے آخری اتوار مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ خلیفۂ مجاز حضرت لاہوریؒ ارشاد فرماتے ہیں مہمانانِ خصوصی میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے علاوہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہٗ اور مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الحقؔ کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے اس اجتماع میں جو تقریر ارشاد فرمائی اس کا قلمی عکس عنوانِ بالا کے تحت پیشِ خدمت ہے۔

(محمد عثمان غنی مدیر خدام الدین والارشاد)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

(پ ۱۴ سورۃ الحجر آیت ۹)

محترم بزرگو! اللہ تبارک وتعالیٰ کا ازحد احسان ہے مجھ ناچیز پر کہ ایسے مبارک درس میں شمولیت کا موقع اللہ جل مجدہٗ نے عطا فرمایا۔

مجھ سے پہلے درسِ قرآن اور درسِ حدیث آپ سن چکے ہیں۔ وقت بھی کافی بحمد اللہ گذر چکا ہے اور اس کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم تشریف لائیں گے اور دعا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

بزرگو! بھائیو! آپ حضرات کے سامنے دونوں نعمتیں پیش ہوئیں۔ ایک قرآن مجید کا درس اور دوسرے احادیث کا درس۔ خداوند کریم کی نعمتیں ظاہر بات ہے کہ جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب اللہ جل مجدہٗ کی جانب سے ہے وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ (النحل آیت ۵۳) اللہ جل مجدہٗ فرماتے ہیں تم پر جتنی نعمتیں ہیں، اپنا وجود آپ لیں، وہ قویٰ جو اللہ جل مجدہٗ نے ہمیں دیئے ہیں، وہ شکل وصورت جو ہمیں اللہ نے عطا فرمائی، وہ جو بیرونی نعمتیں ہیں، یہ چاند یہ سورج، یہ ہوا، ہر قسم کی غذائیں جو ہمیں مل رہی ہیں، یہ سب اللہ کی جانب سے ہیں۔

کفار بھی یہی کہتے رہے۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ (لقمان آیت ۲۵) اور آج بھی چیلنج ہے۔ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ آسمان یا یہ زمین یا یہ سورج یا یہ دریا کسی اور کی مخلوق ہیں۔

محترم بزرگو! انسان کے اوپر جو نعمتیں ہیں خصوصاً، یہ تو اتنی کثیر ہیں جن کا شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (سورۃ النحل آیت ۱۸) اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اُن کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

معنوی اور حقیقی نعمت

ان تمام نعمتوں میں سے بڑی نعمت اسلام کی نعمت ہے، قرآن کی نعمت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی۔

محترم بزرگو! قرآن مجید، اس کی تلاوت، اس کی افہام اور تفہیم کا موقع جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرما دے، یہ اس قدر بیش بہا نعمت ہے کہ اس کی کوئی حد اور کوئی انتہا نہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمت تلاوت قرآن اور درس و تدریس، افہام و تفہیم قرآن اللہ جل مجدہٗ نے امتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا فرمائی۔ انسان کو عطا فرمائی۔ الرَّحْمَٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (سورۃ الرحمٰن ا تا ۴)

تلاوتِ قرآن نعمت خصوصی

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعمت،

یہ عطیہ فرشتوں کو نہیں ملا - اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان جب جماعت کے لیے ، نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو فرشتے آکر اقتدا کر لیتے ہیں ، نماز میں آکر شریک ہوجاتے ہیں اور جس وقت امام سورۂ فاتحہ کو پڑھ لیتا ہے ، تو اس کے بعد وہ ملائکہ بھی آمین پڑھتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے : وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ (رواہ مسلم)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم کسی مکان میں ، خدا کے گھر میں یا کسی جگہ پر جمع ہوتی ہے کہ وہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے ۔ درس سُنے ، درس دے ۔ (جیسا کہ آپ حضرات یہاں جمع ہیں ۔) تو اُن کے اُوپر خدا کی جانب سے رحمت برستی ہے ، اُن کو خدا کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے آکر یہاں سے آسمان تک یکے بعد دیگرے جمع ہوجاتے ہیں ؛ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ تو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ، یہ اتنی بڑی نعمت ہے ، یہ عطیہ ہے ، جس سے اس اُمّت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوازا ہے ۔

میرے محترم بزرگو! قرآنِ مجید ، جس کو وحیِ متلو کہا جاتا ہے ، اس کا بھیجنے والا ، نازل فرمانے والا ، اللہ جلّ مجدہٗ ہے ، جو پاک ہے ، يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (التغابن آیت ۱) جس کی شان یہ ہے کہ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں ، سب کی سب اس کی تسبیح اور پاکی بیان کر رہی ہیں ، جو بادشاہ ہے جو حاکم ہے ، جو مالک ہے ، جو قادر ہے ، جو حکیم ہے —— قرآنِ مجید کو نازل فرمانے والا بھی اللہ ہے ۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے ، جس طرح اللہ کے کاموں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ، اللہ کے کلام کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ، قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ (بنی اسرائیل ۸۸) (اس بنی اسرائیل آیت ۸۸) اگر تمام دنیا ، تمام مخلوق بھی جمع ہوجائے ، جن وانس سب کے سب جمع ہو جائیں ۔ اگر اس قرآن کے مثل کوئی دوسری چیز یہ پیش کریں ۔ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

صرف وحی غلطی سے پاک ہے

قرآنِ مجید کی شان یہ ہے کہ: لَا يَاتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۔ (سورۃ حٰم السجدہ آیت ۴۲) بھائی! عقل ٹھوکر مار سکتی ہے، انسان کی رائے غلطی کر سکتی ہے پوری قوم ایک چیز پر اگر جمع ہو جائے، ممکن ہے وہ غلطی کرے سائنسدان غلطی کر سکتا ہے، طبیب غلطی کر سکتا ہے، فلسفی غلطی کر سکتا ہے، عالم غلطی کر سکتا ہے، لیکن اللہ جلّ مجدہٗ نے جس وحی کو نازل فرمایا اس کے متعلق اعلان ہے: لَا يَاتِيْهِ الْبَاطِلُ ۔ کبھی اس میں آمیزش باطل کی نہیں ہو سکتی۔ الحمد للہ یہ نہیں فرمایا کہ گذشتہ زمانے میں باطل نہیں آسکتا تھا، اب آئے گا ۔ نہیں ۔ قیامت تک نہیں آسکتا لَا يَاتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ نہ آگے سے نہ پیچھے سے، اس میں کوئی آمیزش باطل کی کر ہی نہیں سکتا۔ ورنہ بھائیو! چودہ سو برس قرآنِ مجید کے نزول کا زمانہ گذرا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ باطل نے سر توڑ کوشش کی اِس قرآن کے مٹانے کے لیے، اس کے الفاظ کے مٹانے کی کوشش کی۔ اس کے معانی میں تحریف کی کوشش کی،

لہجہ، الفاظ اور رسم الخط کی حفاظت

اور اللہ نے اس قرآن کی حفاظت کیسے کی۔؟ کہ اس کا لب ولہجہ بھی خدا نے محفوظ کر لیا۔ ہمارے سامنے قاری صاحب نے دو دفعہ تلاوت کی جو آپ نے سُن لی۔ اللہ نے ایک جماعت قاریوں کی پیدا کی کہ وہ اس کے لب و لہجے کی حفاظت کریں۔ ایک جماعت حافظوں کی پیدا کی، اللہ جلّ مجدہٗ دین کی حفاظت کے لیے عجیب عجیب انتظام فرما دیتے ہیں ۔ دیکھیے! جو لولا ہو، لنگڑا ہو، نابینا ہو، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کسی کام کا نہیں ہے، لیکن اللہ نے اس کو قرآن کا حافظ بنا دیا ۔۔۔ ایک وقت تھا چودہ لاکھ حافظ مسلمانوں میں موجود تھے ۔۔۔۔۔۔ اب بھی انشاء اللہ اگر یہاں پر گنیں گے تو آپ کو بیس تیس حافظ اس چھوٹی سی جماعت میں مل جائیں گے۔ اللہ نے قرآنِ مجید کے لب ولہجہ کی حفاظت کی۔ قُرّاء کی ایک جماعت تیار فرمائی۔ اسی طرح اللہ نے قرآن کے رسم الخط کی بھی حفاظت کی ۔۔ یہاں تک کہ جس طریقے پر قرآنِ مجید لکھا گیا ہے، اس کی حفاظت

بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی — مثلاً آج تک موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا نام جو آتا ہے تو آپ حضرات تو پڑھتے ہوں گے موسیٰ، عیسیٰ یعنی الف کے ساتھ "موسا، عیسا" نہیں لکھتے بلکہ "ی" کے ساتھ لکھتے ہیں موسیٰ، عیسیٰ۔ اب اگر رسم الخط کے مطابق ہم اردو سے لیتے ہیں تلفظ کرتے تو مُوسِی عِیسِی پڑھتے لیکن ایسا نہیں پڑھتے، بلکہ موسیٰ، عیسیٰ پڑھتے ہیں — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ — اب اَلرَّحْمٰن لکھا جاتا ہے، تو میم کے بعد الف نہیں لکھا جاتا، بلکہ میم کے اوپر ایک اشارہ سا ہے مد کی طرح تو اَلرَّحمٰن پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسم الخط کو بھی آج تک محفوظ رکھا ہے۔

ایک انگریزی تعلیمیافتہ کا لطیفہ

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا لطیفہ ہے، ایک دفعہ گاڑی میں فسٹ کلاس میں جا رہے تھے، ایک انگریزی تعلیم یافتہ بھی سفر کر رہا تھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں قرآن مجید تھا تو اس تعلیمیافتہ نے عرض کی کہ حضرت! مجھے بتلائیں، کیا چیز ہے یہ۔؟ فرمایا آپ اسے کیا کرتے ہیں۔ اس نے کہا، جی میں دیکھتا ہوں ذرا۔ خیر، حضرت تھانویؒ نے دے دیا۔ تو جیسے آج حضرت مولانا زاہد الحسینی صاحب نے ہمارے سامنے الٓمّٓرٰ شروع کر دیا۔ اب وہ دیکھتا ہے اس کو، حضرت تھانویؒ نے اس سے پوچھا کہ بھائی! تم نے اس میں سے کیا پڑھا۔؟ اس نے کہا، حضرت! یہ تو آلِ رَا — نہیں بلکہ آلُو — آ — لُو — اب وہ "آلو" ہو گیا — ایم۔ اے پاس ہے الٓمّٓرٰ — جس طریقے پر لکھا ہے، الف لام را — تو نہ یہ آلِ رَا پڑھ سکتے ہیں، نہ آلو، اور اَلرَا پڑھ سکتے ہیں، بلکہ الف لام را۔

الغرض رسم الخط لب ولہجے اور الفاظ کی حفاظت کی طرح اس کے معانی کے لئے بھی اللہ جل مجدہٗ نے علماء کو پیدا فرمایا۔ یہ اللہ کی امداد اور وعدہ کا ظہور ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اس کے معانی کی حفاظت اللہ نے فرمائی۔ علماء کے ذریعے سے، اور پھر ان علماء کو اللہ نے یہ جذبہ دیا کہ تم جاؤ، پھر واور لوگوں کو قرآن مجید کے معانی سمجھاؤ۔

اُمیین میں بعثتِ رسول کا نکتہ

حضرت مفتی بشیر احمد صاحب پسروری[1] دامت برکاتہم نے آپ کے سامنے جو حضرت

---

[1] خلیفہ اجل حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جو اب مرحوم ہو چکے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو نقل کیا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ (البقرہ ۱۲۹) ایک جگہ ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (الجمعہ ۲) بھائی پیغمبر کا کام کیا ہے؟ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ ۔ خدا کی آیتوں کو تلاوت کرنا ـــــ ایک کام تو یہ ہے کہ قرآن مجید کا صحیح تلفظ بتلادے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں بھیجا ایک عظیم الشان رسول یہاں بھی ایک عجیب نکتہ ہے۔ دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اَن پڑھوں میں رسول بھیجا جہاں نہ کالج تھا، نہ سکول تھا، مکہ معظمہ کیا تمام جزیرہ عرب میں کوئی لکھنے والا پڑھنے والا نہیں تھا، کوئی تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ یہ ایک الگ چیز ہے کہ اس قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے وہ قوم اَن پڑھ تھی، لیکن اس قرآن مجید کی برکت سے اس کے پڑھنے اور اس کے نزول کی برکت سے وہاں پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ جیسے بلند مرتبہ حضرات پیدا ہوئے۔ انہوں نے کس طریقے سے انصاف کیا اور عادلانہ طریقے پر حکومتیں کیں، آج بھی سیرت العمرین یعنی حضرت عمر فاروق رض اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت کو یورپ کے بعض کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ جو حاکم بنے تو اس کو ذرا پڑھ لے۔ وہ قوم جو کہ اَن پڑھ تھی جن میں کبھی کوئی فیلسوف، کوئی ماہر نہیں گذرا تھا لیکن اس قرآن کی برکت سے اُن امییّن میں خالد بن ولیدؓ جیسے کمانڈر انچیف، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے امین اور حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جیسے فقیہہ پیدا ہوتے ہیں، اور خلفاء راشدین کی تو نظیر کسی امت میں نہیں ہے۔

فرض کیجئے اگر یہاں واہ کینٹ میں جہاں کہ بحمداللہ سکول بھی ہیں کالج بھی ہیں۔ تربیت بھی ہے، اگر اس میں کوئی تربیت یافتہ آدمی نکل آئے تو وہ بھی خدا کا احسان ہے۔ لیکن کوئی عجیب بات نہیں۔ اس لئے کہ بحمداللہ سب تعلیم یافتہ ہیں۔ اب سب تعلیم یافتوں میں اگر ایک شخص کسی مہارت کا مالک ہو جائے، تعلیم کے لحاظ سے تو وہ اتنے تعجب کی چیز نہیں لیکن جہاں کی تقریباً لاکھوں عرب آبادی اُمّی ہو، وادی غیر ذی زرع ہو، وہاں پہ اللہ جلّ مجدہٗ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اس قرآن کی برکت سے وہاں علماء پیدا ہوئے، وہاں افواج کے کمانڈر پیدا ہوئے، وہاں سلاطین کے استاد پیدا ہوئے، سیاستدان پیدا ہوئے، فقہا پیدا ہوئے، قراء

پیدا ہوئے اور تزکیۂ باطن کی تو کچھ مثالیں آپ نے سُن لیں۔

حضرت عمرؓ کا زہد وقناعت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ آٹھ آنے یومیہ تھی حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المومنینؓ کی یومیہ تنخواہ بہت کم ہے، ایک ادنیٰ چپڑاسی کی جو تنخواہ تھی وہ امیر المومنین لیا کرتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ کسریٰ کا تاج جو کروڑوں روپے کا تھا، مدینہ منوّرہ کے گلی کوچوں میں ازراہ مذاق ایک غریب شخص کے سر پر رکھا۔ اور لوگ ٹھوکریں گیند کی طرح لگاتے تھے۔ دنیا کے بیوقوف کہ دس کروڑ روپیہ تاج پر اس نے خرچ کیا۔ مال کی کمی نہ تھی لیکن خلیفۂ وقت کو آٹھ آنے یومیہ ملتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صحابہ جرأت نہیں کر سکتے کہ عرض کریں کہ کچھ نہ کچھ یومیہ یعنی تنخواہ زیادہ لے لیں۔ تو حضرت حفصہؓ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ ابن جرّاح اور دوسرے اکابر صحابہؓ پہنچے چونکہ یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ام المومنینؓ تھیں، اس لئے حضرت عمرؓ ان کا احترام کرتے تھے۔ وفد گیا حضرت حفصہؓ کے پاس کہ ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنے والد محترم کی خدمت میں عرض کریں، کہ آٹھ آنے یومیہ سے کیا ہوتا ہے؟ کچھ نہ کچھ تنخواہ زیادہ آپ لیں۔ صحابہؓ کے تزکیہ کو دیکھئے کہ مال کو کس طرح سے انہوں نے لات ماری — فوراً چہرہ سُرخ ہوتا ہے فرماتے ہیں: یہ بتاؤ کس نے کہا تم کو۔؟ انہوں نے کہا حضرت میں نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے کہ نام نہیں بتاؤں گی، فرمایا کہ اگر مجھ کو اُن کے نام معلوم ہو جاتے تو میں اُن کو سیدھا کر دیتا — اور پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں۔ حضرت حفصہؓ سے کہ یہ بتایئے کہ آپ کے ہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش کیسا تھا۔؟ حضرت حفصہؓ نے کہا میرے ہاں ایک ٹاٹ بچھا ہوا رہتا تھا، سردی کے زمانے میں اس ٹاٹ کو آدھا نیچے کر لیا کرتے تھے اور آدھا اوپر پہن لیا کرتے تھے — یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فراش — قربان جایئے۔

اہل بیت کے گھر کی حالت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ

تبارک وتعالیٰ عنہا حضرت علیؓ کی بیوی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ، خاتون جنت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہونے لگا تو فرمایا کہ اے بیٹی! تو مت رونا خاندان میں سے سب سے پہلے تیری ملاقات مجھ سے ہو گی - اور جنت کی جتنی عورتیں ہیں اُن تمام کی سرداری اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں دیں گے ـــــ وہ خاتون جنت آکر عرض کرتی ہیں کہ حضور! میں اپنے ہاتھ سے چکی پیستی ہوں، میں اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لئے گھاس تیار کرتی ہوں ازراہ نوازش مجھے خادم عطا فرمایا جائے ـــــ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! اس سے بڑی چیز میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب تم سونے لگو تو اُس وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ، ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو ـــــ یہ تو ذکر الٰہی ہوا آج بھی تسبیح فاطمی سے مشہور ہے۔ پانچ نمازوں کے بعد بھی اسے پڑھا جائے۔

حضرت موسیٰؑ کی زہد وقناعت

اور پھر یہ فرمایا کہ بیٹی! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک جبہ تھا، دن کے وقت جب وہ گھر سے تبلیغ کے لئے نکلتے تھے تو وہ پہن لیتے تھے اور رات کے وقت میاں بیوی کے لئے یہی ایک جبہ تھا۔ کون حضرت موسیٰ! جن کی لاٹھی میں اللہ نے وہ طاقت رکھی کہ فرعون کی تمام سائنس مات پڑ گئی۔ فرعون کئی لاکھ کی فوج لے کر بحیرۂ قلزم کے کنارے چلتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کہاں ہم سے چھوٹیں گے؟ فرعون جو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا دعویٰ کرنے والا تھا وہ جاتا ہے کئی لاکھ فوج لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اور ان کے پاس ایک لاٹھی ہے دریا کے کنارے پہنچے، قوم انہیں کہتی ہے کہ حضرت! وہاں سے تو ہمیں آپ نکال لائے، آگے سمندر ہے پیچھے فرعون ہے، ہم کو تو دو چکی کے پاٹوں میں آپ نے گھیر لیا، اب تو ہم ختم ہو جائیں گے۔ فرمایا: اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (الشعراء آیت ۶۲) کوئی فکر نہ کرو، ایک لاٹھی کو مارا بحیرۂ قلزم کے اوپر، بارہ سڑکیں بن گئیں، بارہ دیواریں بن گئیں، اُن سڑکوں پر وہ جو بارہ قبیلے ہیں، الگ الگ جا رہے ہیں ـــــ یعنی طاقت اللہ نے پیغمبر کو اتنی دی کہ ایک لاٹھی کی ضرب سے بحیرۂ قلزم میں بارہ سڑکیں بن گئیں، اور ان کے اوپر فوجیں جا رہی ہیں لیکن ایک طرف حالت یہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جبہ ہے اُس ایک جبے کو رات کے وقت میاں بیوی دونوں

اوڑھ لیتے تھے اور دن کے وقت اُس بچھونے کو بچھا کر تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ بیٹی! بتاؤ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
زندگی میں اچھے سے اچھا لذیذ سے لذیذ [illegible] جو تناول فرمایا وہ کیا تھا؟ وہ کون سی چیز تھی جو [illegible]
حفصہؓ نے عرض کیا ابا جان! والد ماجد [illegible] ایک دن ایک دفعہ گھی تھوڑا سا ہانڈی کے
پیچھے میں تھا، اور گھر میں جو کی روٹی [illegible] حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے ہیں
نے اس گھی کو روٹی کے اوپر مل کر خدمت میں پیش کیا۔ تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شوق
سے تناول فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی عزت وکامرانی کا معیار

میرے محترم بزرگو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیصر وکسریٰ کے خزانوں کے جو مالک
ہیں، اُن کا یومیہ آٹھ آنے ہے اور مسلمان جو اہلِ حل والعقد ہیں، مجلسِ وزراء اور مجلسِ شوریٰ جس کو
کہا جاتا ہے، وہ درخواست کرتے ہیں، درخواست میں وہ ڈرتے ہیں کہ سامنے تو ہم کہہ نہیں سکتے
حضرت حفصہؓ کو واسطہ بنایا، پھر حضرت عمرؓ جواب دیتے ہیں کہ اے بیٹی! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک راستہ ہمیں سکھلایا ہے اور اُس راستے پر میرے ایک ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ چلے اور منزلِ مقصود تک پہنچ گئے، تم اُن آدمیوں کو کہہ دینا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں
اُس راستے سے ہٹ کر چلوں؟ پھر منزلِ مقصود تک کیسے پہنچوں گا۔ میری زندگی وہی ہوگی۔ آج
آپ دیکھئے دس بارہ کروڑ مشرقِ وسطیٰ کے مسلمان ہیں۔ لیکن یہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم دس بارہ کروڑ
طاقت والوں نے بائیس لاکھ آدمیوں سے تھپڑ کھالئے اور کتنی ذلت ہم آج اُٹھا رہے ہیں۔
اور ایک وقت وہ ہے، یہی حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جب اُن کو یہ معلوم ہوا بیت المقدس
کے پادریوں نے فوج سے یہ کہا کہ اس بیت المقدس کی کنجی ہم تمہارے امیر اور خلیفہ کو دیں
گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے آنے لگے۔ طریقہ یہ تھا کہ دو میل چار میل خود
سوار ہیں۔ اور پھر اُترے، اونٹ کی مہار پکڑی، اور غلام سے کہا کہ اب چار میل تم سوار رہو۔ اتفاق
کی بات کہ جب بیت المقدس قریب آیا تو راستے میں ہزاروں پادری اور بڑے بڑے کرنل
اور جرنیل استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں ابو عبیدہ بن جراح کہ امیر المومنین تو مہار

پکڑے ہوئے ہیں اور غلام اونٹنی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس وقت ابو عبیدہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ایک جوڑا کپڑوں کا میں لایا ہوں، صاف ستھرا آپ کے سامنے یہ جتنے لوگ ہیں، اس ملک کے کفار، یہ سب کے سب تعظیماً کھڑے ہیں، بڑے زر و جواہر کا لباس انہوں نے پہنا ہوا ہے۔ آپ امیرالمومنین ہیں۔ (اس وقت کرتے کے اوپر بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں) اور پھر یہ مہار آپ نے پکڑی ہے اور آپ کا غلام اوپر بیٹھا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ان کپڑوں کو بدلیں، یہ صاف ستھرے کپڑے پہن لیں، فرمایا دیکھو ابو عبیدہ! ہم کو اللہ نے جو عزت دی یہ کپڑوں کی وجہ سے نہیں ہے، یہ اسلام اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ کی برکت سے ہے ــــــ کہاں ہم امیین اور کہاں یہ قیصر و کسریٰ اور تمام بیت المقدس کے جو پادری ہیں اور اس ملک کے باشندے، یہ ہمارے استقبال کے لئے کھڑے ہیں، یہ برکت کس کی ہے؟ یہ کپڑے کی نہیں ہے کہ ہمارے کپڑے اچھے ہوں، یا دولت کی نہیں ہے، یہ برکت ہے اُس کلمے کی، اُس قرآن کی هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ اللہ وہ ذات ہے جس نے امیین میں یعنی اَن پڑھوں میں رسول بھیجا ــــــ

بسیط جہل اور جہل مرکب

اس میں ایک نکتہ یہ بھی علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس وقت تمام دنیا غلطی میں مبتلا تھی، تمام دنیا میں شرک، گناہ، غلطی موجود تھی، لیکن عرب کی غلطی جو تھی وہ جہل کی غلطی تھی۔ یعنی امی تھے، ناسمجھ تھے، اور قیصر و کسریٰ، شام و روم اور دوسرے ملکوں کی جو غلطیاں تھیں وہ علمی تھیں وہ خوب سمجھتے تھے کہ شرک بُرا ہے لیکن کرتے رہے ــــــ فرق تھا ــــــ عرب کے باشندے جو تھے وہ جہل بسیط میں مبتلا تھے، یعنی وہ اَن پڑھ تھے اور اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے بس وہ غلطیوں میں پڑے ہوئے تھے ــــــ اور باقی دنیا کے لوگ تعلیم یافتہ تھے ــــــ

بھائیو! اَن پڑھ آدمی کا ٹھیک کرنا تو مشکل نہیں ہے، لیکن تعلیم یافتہ جب خراب ہو جائے تو اُس کا ٹھیک کرنا بڑا مشکل ہے اس کی ایک مثال میں آپ کو دیتا ہوں۔ فرض کیجئے ایک لکڑی کی تختی ہے اس پر چند حروف غلط آپ لکھ لیں، آپ نے کسی کے سامنے کر دیا، کہ بھائی یہ تختی ہے، اس پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے، وہ کہے، بھائی! یہ تو غلط ہے۔ بھائی اس کی اصلاح کیسے کریں؟

ذرا دھو لو، ـــــ پانی سے دھو لیجئے اور پھر اُس پر مٹی مل لیجئے، پھر صحیح کلمہ لکھیئے ـــــ تو جاہل جو ہوتا ہے، وہ نا سمجھی کی بناء پر چاہے جو کچھ بھی کرے لیکن ایک دفعہ جب وہ سمجھ جاتا ہے تو پھر وہ غلط راستے پر نہیں جاتا۔ آپ کے سامنے حضرت مفتی بشیر احمد صاحب نے ولید ابن ولید کا قصہ سنا دیا کہ جب تک اُسے اسلام معلوم نہ تھا وہ مخالفت بھی کرتا رہا، لڑتا بھی رہا، لیکن جب اُسے ایک چیز معلوم ہوگئی کہ یہ حق ہے، پھر وہ اس وقت سب کچھ قربان کرنے لگا، اور مسلمان ہوا۔

تعلیم یافتہ طبقہ کا جہل اور یہ تعلیم یافتہ جب خراب ہو جاتا ہے، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے لوہے کی ایک تختی میں آپ غلط حروف کندہ کر دیں، اب اس تختی میں سے آپ اُس غلط کلمے یا غلط حروف کو کیسے مٹائیں گے۔؟ دھو لیجئے صابن کے ساتھ خوب پاؤڈر بھی لگا لیجئے، مٹے گا؟ کبھی نہیں مٹتا ـــــ بھائی رگڑیے، بوری سے، ٹاٹ سے صابن سے نہیں کسی سے یہ ٹھیک نہیں ہوتا ـــــ اس کے لئے اب کیا طریقہ ہے؟ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اب اس لوہے کی تختی کو آگ میں ڈال دو تاکہ وہ پگھل جائے، لوہار کو دو تاکہ وہ پگھلا دے۔ اور پگھلنے کے بعد پھر ہتھوڑا لو اور اُسے خوب پیٹو، دوسری تختی بناؤ ـــــ مادہ تو وہی ہے لیکن اس کی پہلی ہیئت کو بگاڑ کر کے پھر اُس تختی کو ٹھیک کرو، تب اُس کے اوپر آپ صحیح حروف کندہ کر سکیں گے ـــــ

ـــــ تو عرب کی جو حالت تھی وہ اُمّی تھے، اَن پڑھ تھے، وہ جہل بسیط میں مبتلا تھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب تک انہوں نے نہیں پہچانا، وہ مخالف تھے، لیکن جب انہوں نے پہچان لیا پھر وہ سب کے سب متبع ہوگئے ـــــ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا اللہ وہ ذات ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک بڑے عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا ـــــ اس عظیم الشان پیغمبر کی برکت سے آج اسّی کروڑ مسلمان روئے زمین پر موجود ہیں، چودہ سو برس گزر گئے، لیکن الحمدللہ یہاں ایک آواز اُٹھی کہ یہاں درسِ قرآن ہوگا، تو کہاں کہاں سے پروانے جمع ہو گئے یہ ہے اللہ کی شان ـــــ

بھائیو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ہم نے اس قرآن کو نازل کیا، اس کے الفاظ محفوظ، اس کے نقوش محفوظ، اس کا لب و لہجہ محفوظ، اس

کے معانی بھی محفوظ ——

تعلیم سے پہلے تزکیہ

اور یہ بھی میں آپ سے عرض کروں کہ یہ معانی جو ہیں ان کو بیان کرنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ——

تلاوت کے بعد تزکیہ ہے تو یہ دل و دماغ جو ہے یہ ظرف ہے اور قرآن مظروف ہے —— تو جب برتن پاک ہوگا اس میں آپ دودھ ڈالیں وہ بھی پاک ہوگا۔ پیالی اگر پاک ہو تو اس میں چائے ڈالیے، دودھ ڈالیے، ترکاری ڈالیے وہ پاک ہوگی لیکن اگر برتن پلید ہو اس میں آپ دودھ ڈالیں تو وہ بھی پلید ہوگا۔ اس لیے سب سے پہلے یُزَکِّیْهِمْ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دلوں کا تزکیہ فرمایا کہ تمام کایا پلٹ دی، لوگوں کی تمام حالتیں بدل دیں۔ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے معانی سکھلائے —— اور تعلیم سے پہلے تزکیہ ذکر کرنے میں بھی یہی حکمت تھا قرآن مجید کی ترتیب اور کسی لفظ کی تقدیم یا تاخیر بھی ہزاروں حکمتوں اور بے شمار لطائف سے خالی نہیں ہوتی، تزکیہ کے بعد قرآن مجید کے اسرار معلوم ہوں گے۔

بعد تزکیہ فہم لطائف و اسرار قرآن

بھائیو ایک لطیفہ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ طالب علمی کا زمانہ تھا، اللہ نے ان کو ذہانت بہت عطا فرمائی تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں ہیں۔ ایک آیت تو ہے: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا (المائدہ ۳۸) چور مرد ہو، چور عورت ہو فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا ان کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

قانونی مساوات کی روشن مثال

آج لوگ کہتے ہیں اگر اسلام کے اوپر عمل ہو تو سب ٹنڈے منڈے ہو جائیں گے۔ دیکھئے ذرا اس ایک واقعہ کو کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کو فتح کیا، یہ حقیقت بھی کل دنیا کی تیج ہے۔ خدا کی شان کہ بنو مخزوم جو کہ قریش میں بڑی باعزت قوم تھی —— بنو مخزوم

کی ایک عورت نے چوری کی اور ثابت ہو گئی ——— یہ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے، اور مکے کے رہنے والے ہیں گویا اپنے گھر کے اوپر مسئلہ پیش آیا ——— ایک عورت نے چوری کی، اور دعویٰ ہوا، رپورٹ ہوئی۔ اب تمام بنو مخزوم اور قریش پریشان ہیں۔ یہ تو بڑی بدنامی ہو جائے گی، ہماری ایک عورت کا ہاتھ کٹ جائے جیسے کہ آج کل ہم ڈرتے ہیں بدنامی سے ——— کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کرے۔ اخیر میں سب نے کہا کہ حضرت اسامہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کے صاحبزادے تھے، بڑی محبت تھی ان سے ایک دفعہ حضرت اسامہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کے اوپر بٹھایا، اور دوسری ران پر حضرت حسینؓ کو ——— ایک طرف شہزادہ، دوسری طرف غلام زادہ ——— دونوں کے سروں کو ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا یا اللہ! مجھے ان دونوں سے محبت ہے اور تو ان سے محبت رکھ جو ان سے محبت رکھے ——— حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا کہ اگر ایک ہاتھ میں اپنا بیٹا اور نواسہ ہے، تو دوسرے ہاتھ میں غلام کا بیٹا ہے۔ اس کو کہتے ہیں مساوات جو لوگ آجکل مساوات مساوات چلاتے ہیں ——— انہیں اپنی تاریخ معلوم نہیں ——— تو لوگوں نے کہا کہ حضرت اسامہ کو پیش کر دو ——— حضرت اسامہ کی خدمت میں لوگ آئے ——— یہ ایک عورت کا معاملہ ہے چوری کا، آپ سفارش کریں۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ——— آج حکومت نئی نئی قائم ہوئی ہے اگر ابھی سے تشدد شروع کیا جائے۔ (آج کے الفاظ میں کہہ رہا ہوں) تو یہ لوگ تو متنفر ہو جائیں گے دین سے اور یہ دین ختم ہو جائے گا۔ (بالکل روسی بن جائیں گے) ——— بھائی یہ جو روسی بن جائیں گے جہل مرکب والے بننے دو، ہمیں ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ مگر اللہ کے حدود قائم کر دو۔ انہوں نے کہا کہ حضرت اس دفعہ معاف کر دیں۔ حضورؐ نے خطبہ دیا اس لئے مسئلہ میں، بیت اللہ شریف میں، اپنے خاندان پر معاملہ ہے، سب سے پہلے کھڑے ہو کر تقریر کی کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں بادشاہی دی سلطنت دی، ہم سے پہلے بہت سی قوموں کو اللہ نے سلطنت دی تھی لیکن جب ان قوموں کو سلطنتیں ملیں انہوں نے غریب کے اوپر قانون

کو جاری کیا، امیر کو معاف کیا۔ یاد رکھئے! اسلام کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔
جس عورت نے چوری کی تھی اُس کا نام بھی فاطمہ تھا، ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ فاطمہ تو میری قوم کی فاطمہ ہے اگر فاطمہ میری جگر گوشہ چوری کر لیتی (اللہ اُسے پناہ دے) میں اس کے ہاتھ بھی کاٹتا ۔۔۔ اور یہ دنیاوی سلطنتیں جو تباہ ہوئیں وہ اسی وجہ سے ہوئیں کہ جب خدا نے ان کو حکومت دی تو انہوں نے اس کی قدر نہ کی، خدا کے قوانین کا نفاذ نہیں کیا اس لئے تباہ ہوئے ۔۔۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آج ہمیں اللہ نے حکومت دی، تم کیا اس میں سفارش کرتے ہو؟

سارق اور زانیہ کی ترتیب میں نکتہ

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ آیت مبارک ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں چور مرد اور چور عورت دونوں کا ہاتھ کاٹ دو ۔۔۔ اس آیت میں مرد کو پہلے ذکر کیا۔ وَالسَّارِقُ ۔۔۔ اور عورت کو بعد میں ۔۔۔ اور دوسری آیت ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۲) وہ عورت جو زنا کرے، وہ مرد جو زنا کرے ان کو سو دُرّے لگاؤ (اگر زنا کا ثبوت ہو) ۔۔۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے شاگرد مولانا تھانویؒ سے کہ بھائی! دونوں جگہ حد کا مسئلہ ہے ۔۔۔ پہلی جگہ تو وَالسَّارِقُ مقدّم ہے، مرد مقدم ہے۔ چور مرد، چور عورت ۔۔۔ اور یہاں دوسری آیت میں عورت مقدم ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي اس کی وجہ کیا ہے۔؟ اب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچ کر کے عرض کیا، جواب دیا استاد کو، انہوں نے کہا حضرت! میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ یہ چوری جو ہے، یہ باہمت کا کام ہے، چوری کرنا تو آسان کام نہیں۔ چونکہ چور تو مرد بھی ہو سکتا ہے، عورت بھی لیکن چوری کے لئے ہمّت کی ضرورت ہے، اور ہمّت آدمی میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے چوری مردوں میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہو سکتی ہے، اور اُن میں ہمّت بھی زیادہ ہے، اس لئے اللہ نے ان کو پہلے ذکر کر دیا وَالسَّارِقُ ۔۔۔ اور یہ زنا جو ہے اس کا منشاء شہوت ہے، شہوت رانی ۔۔۔ اور شہوت عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ

زیادہ ہے۔ اس لیے یہاں اَلزَّانِیَۃُ عورتوں کو مقدّم کیا ـــ اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ ـــ تو ـــ خیر حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بڑے غصّے ہو گئے اور یہ کہا کہ نہیں، یہ جو تم نے توجیہہ بیان کی ہے اگر ایسا ہوتا تو قیامت کے دن چور کہے گا، یا اللہ! تو نے مجھے قوّتِ مردانگی اور ہمّت دی تھی اس لئے میں نے اُس قوّت کو استعمال کر لیا تو آپ مجھے کیوں پکڑتے ہیں۔؟ وہ تو میں نے فطرت کے مطابق چوری کی ـــ مردانگی اس لئے دی تاکہ لڑوں اور چھینوں ـــ اور یہ عورت کہے گی کہ یا اللہ! اگر مجھ سے غلطی ہوئی تو قوّتِ شہوانی آپ ہی نے دی تھی، سب سے زیادہ دی تھی۔ اس لئے میرا مواخذہ کیوں کرتے ہیں۔؟ اس لئے آپ نے جو نکتہ بیان کیا یہ نکتہ تو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فَاجْلِدُوْا۔ فَاقْطَعُوْا نہ مرتب ہونے چاہئیں۔ وہ تو اُن کو چھوڑنا چاہیئے ـــ حضرت تھانویؒ نے عرض کیا ”حضرت آپ ہی بتائیں“ فرمایا کہ میرے دل میں اللہ نے یہ بات القاء کی کہ دیکھو یہ چوری جو ہے یہ تو حرام کھاتا ہے۔ مرد کے لئے حلال ذریعے سے کمائی کے بہت سے طریقے ہیں، وہ تجارت کر سکتا ہے، ملازمت کر سکتا ہے، مزدوری کر سکتا ہے، چونکہ وہ آزاد ہے ہر جگہ چل پھر سکتا ہے، تو حلال روزی حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور اس پر مرد قادر ہے ـــ اور عورت جو ہے، اُس کے لئے اتنے ذرائع نہیں ہیں جتنے کہ مرد کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ عورت بیچاری پردے میں ہے تو وہ مزدوری نہیں کر سکتی، باہر نہیں پھر سکتی، ہاں گھر میں بیٹھ کر کہیں سلائی مشین وغیرہ کا کام کرے، یہ تو ہو سکتا ہے لیکن مرد کے پاس جتنے ذرائع حلال کمائی کے ہیں، وہ عورت کے پاس نہیں ہیں، اس لئے کہ وہ حجاب میں ہے، پردے اور گھر میں ہے ـــ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجرم کو پہلے ذکر کیا کہ مرد جس کے پاس حلال کمائی کے ذرائع بکثرت ہیں، پھر بھی وہ چوری کرتا ہے تو وہ ایک نمبر ظالم اور چور ہے۔ وَالسَّارِقُ ـــ اور عورت جو ہے، اُس کی چوری بھی گناہ ہے، لیکن وہ نمبر ۲ پہ ہے، اس لئے کہ اس بیچاری کے پاس حلال ذرائع آمدنی کے نہیں ہیں، اس لئے وہاں عورت کو بعد میں ذکر کیا، مرد کو پہلے ذکر کیا ـــ نمبر ایک بدمعاش ـــ اور اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ۔ اس میں عورت کو کیوں پہلے ذکر کیا۔؟ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا۔ دیکھو یہ زنا جو ہے یہ اسی وقت ہوتا

ہے کہ جہاں پر کوئی حجاب نہ ہو جہاں مرد اور عورت میں حجاب نہ ہو، اس وقت جو زنا متحقق ہوتا ہے۔ اب یہاں پر دیکھیں مرد ہے، دونوں ہر دو قتا ہے مرد کے لئے حجاب اور ستر کا حکم نہیں ہاں مرد کے لئے حکم ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور ۳۰) مسلمانوں سے کہہ دینا کہ جب راستے پر جاتے ہیں، اور کوئی اجنبی عورت آئے تو تم آنکھ کو نیچے کر لو۔

ایک دفعہ صحابہؓ یا مسلمانوں کو عیسائیوں نے پکڑ لیا اور پکڑنے کے بعد کہا کہ جیل میں انہیں لے جاؤ۔ اور جتنی حسین و جمیل عورتیں تھیں وہ وہاں لے آئے تاکہ یہ اُن پر فریفتہ ہو کر اپنے ایمان کو کھو بیٹھیں ـــــ آج کل ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، اللہ نے یہ نہیں کہا کہ مرد ایک کمرے میں بیٹھ جائیں، پردے میں رہتے ہیں جا ہیں، ہاں یہ کہا کہ جب کوئی اجنبی عورت آئے تو آنکھوں کو نیچے کر لو۔ تو گویا مرد کے لئے حجاب نہیں ہے، تو اس کے لئے زنا کے راستے کھلے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہر جگہ جا سکتا ہے بازار میں وہ جا سکتا ہے، جنگل میں وہ جا سکتا ہے، جہاں جہاں عورت نہیں جا سکتی، وہاں مرد جا سکتا ہے، اس لئے کہ جو ذرائع ہیں زنا کے وہ مرد کے حق میں کم ہیں، بخلاف عورت کے کہ عورت کے لئے تو حکم ہے کہ تم گھروں میں رہو، تم گھر کی مالکہ ہو، تم گھر میں رہو، گھر سے باہر بلا ضرورت نہ نکلنا، اور اگر نکلنا بھی ہو تو حجاب اور پردے میں قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (سورۃ النور آیت ۳۱) یہ بھی حکم ہے ـــــ دوسرے مقام پہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (الاحزاب آیت ۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی بیویوں کو، اپنی بیٹیوں کو کہہ دینا کہ اپنے نقاب کو نیچے کریں ـــــ تو اب زنا کے لئے جو موانع ہیں وہ تو حجاب ہے، تو عورتوں میں چونکہ حجاب موجود ہے، اس لئے اس کے حق میں موانع زنا بہت ہیں ـــــ اب جو عورت ان موانع کے باوجود زنا کرے تو وہ نمبر ایک مجرم ہے، اور مرد کے لئے موانع زنا بہت کم ہیں، پھر اس کے بعد اگر وہ زنا کرے، وہ بھی مجرم ہے لیکن وہ نمبر دو مجرم ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ یہاں زانیہ کو پہلے ذکر کیا اور زانی کو بعد میں اس لئے کہ نمبر دو مجرم ہے۔ اور وہاں چور نمبر ایک مجرم ہے۔ غرض جس قدر زنا کیا اس

وقت حضرت مولانا محمد یعقوب کا تھا۔ تو قرآن کے اسرار بھی اس کے مطابق ان پر کھلے۔ تو قرآن والی کے لیے وَيُزَكِّيهِمْ کی ضرورت ہے۔ کہ جب قلب پاک ہوگا، رہنا مع اللہ ہوگا، وہاں سے القاء مضامین ہوگا، وہاں سے لطائف حل ہو جائیں گے لیکن اگر خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو، قرآن مجید کی طرف کوئی توجہ ہی نہ ہو تو پھر معاملہ خراب ہے۔

بہر تقدیر ـــــ بھائیو! آج کے اس دور میں الحمد للہ یہ معجزہ ہے قرآن کا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اس قرآن کی برکت سے ہم مسلمان ہیں آج بھی ـــــ

قرآن کی حقیقی تفسیر

بھائیو! قرآن کے الفاظ، قرآن کا معنیٰ وہی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ افسوس آج لوگ ہمیں بدقسمتی سے یہ بتاتے ہیں کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ڈاکیہ خط لے آتا ہے اور کسی کو خط دیا اور وہ چلے گئے، اب خط جانے اور وہ آدمی جانے ـــــ کہتے ہیں قرآن ہم اب سمجھیں گے جو مطلب ہم لیں وہ صحیح ہے ـــــ نہیں بھائی! پیغمبر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے پیغمبر کی شان یہ ہے کہ وہ قرآن کا معنیٰ بتاتا ہے ہمارے سامنے جو بھی کوئی معنیٰ بیان کرے ہم اس سے پوچھیں گے کہ ہمیں صحیح احادیث میں بتائیے کہ یہ معنیٰ کہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؟ یا صحابہؓ نے بیان کیا؟ اگر انہوں نے بیان کیا ہو تو بالرأس والعین اور اگر انہوں نے نہیں بیان کیا تو ہمیں ایسے معانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ جلّ مجدہٗ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہے آپ بزرگوں کی کہ ایسا عالم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا بہر تقدیر یہ جماعت، یہ درس اللہ تا ابد باقی رکھے، حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ صدقہ ہے۔ یہ اللہ جاری اور دائم رکھے اور ہمارے ان احباب کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سورہ بقرہ شریف کی اختتامی تقریر

مورخہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۴ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد تقویٰ نوشہرہ چھاؤنی میں ارشاد فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْكُمْ بِہِ اللّٰہُ ۭ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاۗءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

(پ ۳ البقرہ رکوع ۴۰)

ترجمہ:۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے۔ اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے۔ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر جس کو چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب کرے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ترجمہ از مولانا احمد علی لاہوری)

سورۃ بقرہ کے احکامات کا خلاصہ

بزرگان محترم! آیات تلاوت شدہ سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بہت احکامات ذکر فرمائے ہیں۔ حقوق کی دو قسمیں ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ موجودہ صورت میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کا ذکر ہے۔ جو حقوق اللہ ہیں۔ اور اسی طرح نکاح، طلاق، خلع، رضاعت، عدت، مسائل لین دین، قرضہ، بیع، امانت ادا کرنے کا طریقہ، رہن وغیرہ یہ سب حقوق العباد ہیں موجودہ سورت چونکہ اہم مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اسے حدیث شریف

میں سنام القرآن (یعنی قرآن مجید کی کوہان) کہا گیا ہے۔ اس سورت کو اصل بنا کر اس کے ہر ہر مسئلے پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں۔

پچھلے رکوع ۳۹ میں ارشاد تھا کہ گواہی کو مت چھپاؤ۔ اگر تم نے حق چھپایا تو دراصل تمہارا دل گنہگار ہوگا۔ ان اندرونی حالات و خیالات کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے اس لیے موجودہ رکوع کی ابتدا میں اس اہم بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ تم کچھ بھی کرو۔ چاہے ظاہر کرو یا خفیہ طریقے پر اللہ تعالیٰ ان سب حالات کو جاننے والا ہے اور وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی دل کے خالق ہیں اور دل اللہ کا مخلوق ہے۔ تو مخلوق کے ہر حال سے ہر وقت خبردار رہنا یہ خالق کی شان ہے۔ اس لیے دل کے ہر وسوسے و خیال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

حاکمیت خداوندی کا بیان

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یعنی تم جانتے ہو کہ گذشتہ ۳۹ رکوع میں جو قانون آیا ہے وہ کس طرف سے ہے۔ وہ اس زمین اور آسمان کے خالق اور بادشاہ کی طرف سے ہے۔ اور ہر ملک کے بادشاہ کا یہ طریق ہے کہ وہ اپنے ملک میں قانون کا نفاذ کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ جمہوری ہو یا شخصی ہو یا کسی اور طرز کا ہو۔ مگر قانون ضرور موجود ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب کا خالق و مالک ہے۔ تو کیا اتنی بڑی حکومت بغیر قانون کے چل رہی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس نظامِ ارضی و سماوی پر بھی ایک قانون لاگو ہے۔ اور قانون بنانے والا اللہ جل شانہٗ ہے۔ جب مجازی صدروں کا قانون نافذ ہو سکتا ہے۔ تو خالق حقیقی کا قانون کیوں نہیں ہوگا؟ مالک و بادشاہ کو قانون پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ جامع الصفات ہیں۔ وہ صرف خالق و مالک ہی نہیں بلکہ علیم بھی ہیں۔ اپنی مخلوق کی ہر حالت سے باخبر ہیں۔ اس لیے اس کا قانون بھی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ اور فطرت انسانیہ کے عین مطابق ہے۔

اللہ کی صفت رحم و کرم کا بیان

اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اپنے بندوں کے ساتھ بے حد و بے حساب ہے۔ حدیث

شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے کر دو تو اس میں سے صرف ایک حصہ (یعنی ۱٪) رحمت کا پورے جہان میں پھیلا دیا گیا ہے اور خدا کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ سو کے سو حصے پوری کی پوری موجود ہے۔ اس لیے اس کا بنایا ہوا قانون محبت پر ہے اس میں انسان پر طاقت سے زیادہ مشقت نہیں ڈالی گئی تو ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا قانون مکمل و صحیح ہے۔

اور اسی صفت رحم و محبت کا تقاضا ہے کہ جب کوئی قانون خداوندی سے بغاوت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فی الفور گرفت نہیں فرماتے بلکہ ڈھیل دیتے ہیں کہ شاید یہ صحیح ہو جائے لیکن جب پوری طرح باغی بن جاتا ہے اور ڈٹ جاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ سخت گرفت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے۔ اندھیر نہیں ہے۔ اگر آپ کے دل میں نیک خیال آیا تو اس کا اجر اللہ کے ہاں موجود ہے لیکن اگر برا خیال آیا تو باوجود اس کے کہ اس کا علم اللہ کو ہے مگر اس کی کوئی سزا نہیں ہوگی جب تک اس پر عمل نہ ہو جائے۔

آجکل کی سیاست جو منافقت سے مشابہ ہے اس کا بھی اللہ کو علم ہے اور ذرہ ذرہ کا حساب قیامت کے دن ہوگا۔

حقیقی عزت حاملینِ قرآن حکیم کی ہوگی

اللہ تعالیٰ ہمارا اور آپ کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ حقیقت میں اس دن کی عزت ہے جب ابتدا سے انتہا تک ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع ہوگی۔ درس قرآن میں شامل ہونے والوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ قیامت کے دن ان کو تاج دیا جائے گا۔ اور نہ صرف ان کو بلکہ ان کے والدین کی بھی تاجپوشی کی جائے گی۔ ہمارے ہاں دارالعلوم حقانیہ میں دستار بندی ہوتی ہے۔ فارغ ہونے والے علمائے کرام کی کتنی خوشی کا موقع ہوتا ہے تو قیامت کے دن جن کی تاجپوشی کی جائے اور ان کی اولاد خادم قرآن تھی کتنی بڑی خوش قسمتی ہے اور اس دن دستار بندی فرمانے والے بھی اللہ تعالیٰ بذات خود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سعادت سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

توبہ کرو

اللہ تعالیٰ کو منانا بہت آسان ہے کہتے ہیں کہ صبح کا بھولا ہوا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا ہوا مت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے اگر تم بہت گناہگار ہو تو کیا ہے ایک دفعہ نادم ہو جاؤ پھر دیکھو کس طرح معاف کرتا ہوں۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَآءُ... اس طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے اس کی گردن پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمائیں گے تونے یہ گناہ کیا تھا یا نہیں؟ میرے کرام کاتبین نے غلط تو نہیں لکھا تھا۔ اب یہ بندہ سوچے گا کہ کیا ابھی ہی جہنم جانے کی ڈگری ملے گی مگر آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ تیرے گناہوں پہ دنیا میں بھی میں نے پردہ ڈالا تھا۔ اب بھی مغفرت کردی ہے جاؤ۔!

رحمت خداوندی کا ایک واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ اپنی قوم کے ساتھ باہر نکل کر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ مگر قبول نہیں ہوتی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو معلوم ہوا کہ تمہاری جماعت میں ۴۰ سال کا ایک گناہگار غیبت کرنے والا موجود ہے۔ اسے نکال دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جلالی تھے پس فوراً اس کا اعلان کر دیا کہ وہ خود نکل جائے۔ جو شخص اس طرح کا تھا وہ سمجھ گیا۔ دل میں کہنے لگا کہ اے اللہ میرا پردہ رکھ۔ دل میں رونے لگا اور ارادہ پختہ کیا۔ کہ بس توبہ اس کے بعد گناہ نہیں کروں گا۔ پس توبہ قبول ہوگئی۔ بادل آگئے اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حیرانگی میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی شخص کی وجہ سے اب بارش ہوگئی ہے۔ یہ ہے اللہ کی رحمت۔ سبحان اللہ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کا تعارف پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود کیوں پردہ دری کروں جب میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔

رحمت کا دوسرا عجیب و غریب واقعہ

اسی طرح بخاری شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص مرنے لگا ہے۔ اس نے کہا کہ مر جاؤں تو جلا کر مجھے کچھ ہوا میں اڑا دو اور کچھ دریا میں بہا دو۔ وہ دراصل کفن چور تھا اس کو خدا سے اتنا ڈر تھا وہ تو مردوں کے کفن چراتا تھا اور ہم زندوں کے کپڑوں کے چور ہیں

اس کفن چور کا یہ خیال تھا کہ سب ذرات ہو جاؤں گا اور وہ پھیل جائیں گے تو مجھ گنہگار کو خدا کیا یاد رکھیں گے۔ وہ تو اس دن فرعون، نمرود، قارون وغیرہ کو جہنم میں ڈال رہے ہوں گے۔ حالانکہ یہ اس کفن چور کا خیال فاسد تھا مگر یہ سب خدا کے خوف کی وجہ سے کہا۔ اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے یوں ہی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے آپس میں ملا کر پوچھا کہ تو نے اس طرح کیوں کہا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ تیرے خوف کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

بھائیو تم بھی اتنا کرو کہ مسجد میں آؤ۔ نماز پڑھو۔ قرآن پاک کے درس میں بیٹھو۔ تلاوت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے کہ نہیں۔

شرک و بدعات سے بچو

بھائیو آج کل جہالت کا دور ہے۔ موحد کہلانے والے تصویروں کے پرستار ہیں۔ شرک و بدعت میں ملوث ہیں اس لیے آگے وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ کہ جو قانونِ خداوندی کا خیال نہیں رکھیں گے انہیں عذاب بھی دوں گا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ مالک ہے خالق ہے۔ عالم ہے قادر ہے۔ ان باتوں کا تقاضا ہے کہ اس قانون پر عمل پیرا ہو۔ اسی میں نجات ہے۔ اسی لیے آئندہ آیات میں قانون پر چلنے والوں کا بڑے اچھے انداز میں ذکر فرمایا۔

(ضبط و ترتیب مولانا احمد عبدالرحمان صدیقی امیر انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر)

فجر اور عصر کی اہمیت

سورۃ والعصر کی روشنی میں

خطبہ جمعۃ المبارک اکوڑہ

والعصر ہ ان الانسان لفی خسر ہ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ (سورۃ العصر آیت ۱ تا ۳)

محترم بزرگو! مزدور کار کو عصر کے وقت اُجرت ملتی ہے، دوکاندار عصر کے وقت کام سمیٹتا ہے

رویۃ خداوندی

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار قیامت کے دن ہوگا اور اِزدحام بالکل نہ ہوگا جس طرح چودھویں کا چاند ہو بادل نہ ہو تو مشرق سے مغرب تک کروڑوں افراد ایک آن میں مکمل دیکھ سکتے ہیں، سورج نکل آئے تو ساری دنیا دیکھ سکتی ہے وہ کم پیل نہیں ہوتا۔ خدا نے یہ ایک نمونہ بنایا اس بات کا کہ قیامت کے دن خدا کے دیدار سے اسی طرح مشرف ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نصیب کرے یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ دنیا و آخرت کی کوئی خوشی اور نعمت اس سے نسبت نہیں رکھتی، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق یہی ہوگا۔

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بھا فاقرۃ۔ (سورۃ قیامۃ آیت ۲۲ تا ۲۵)

اس دن بہت چہرے تروتازہ اور خوش ہونگے کہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور بہت چہرے اداس اور پریشان ہوں گے وہ دیدار سے محروم ہوں گے خیال میں ہونگے کہ ہمارے ساتھ کمر توڑ دینے والا سلوک ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہو جائے گی تو اللہ کے بندے سجدہ میں گر پڑیں گے لیکن کفار اور منافقین کا پیٹھ تختہ ہو جائے گا کہ زندگی بھر پیشانی نہ رکھی اب تو غرض کے لئے کرتے

ہیں تو ان پر پھٹکار ہے اب وہ سجدہ کیسے کر سکیں گے۔

اللہ تعالےٰ سے محبتِ فطری

ہر شخص کی فطرت میں خدا نے پیدائش سے عشق رکھا ہے مگر دنیا کی آلائشوں سے وہ فطرت بجھ جاتی ہے جس طرح چولہے میں انگارے راکھ میں دب جاتے ہیں ہٹا دو تو انگارہ سلگ اٹھتا ہے، اسی طرح دنیا کے غموں، دنیوی کاموں، دکان، کھیتی کی آلائشوں سے نفس کی خواہشات نے اس محبتِ فطری اور طبعی جذبہ کو دبا دیا ہے، قیامت کے دن وہ فطرت پھر ظاہر ہو جائے گی۔

دُنیا کی ساری محبتیں ختم ہو جائیں گی، ماں باپ، بہن بھائی، بیوی بچے سب ایک دوسرے سے بھاگ اٹھیں گے، تو ایسے میں اگر ایک عاشق کو محبوب کا دیدار مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کون سی خوشی ہوگی؟ حدیث میں آتا ہے کہ خصوصًا وہ لوگ جو جمعہ کی نماز کو باقاعدہ آتے ہوں، اسی طرح ہفتہ میں ایک خاص وقت میں خدا تعالےٰ کا دیدار میسّر ہوگا۔ حضور اقدس صلعم نے فرمایا کہ کوشش کرو کہ عصر کی نماز تم سے رہ نہ جائے اس میں سُستی نہ آجائے کہ چلو دُنیا کے کام ختم کر کے پڑھ لیں گے، کہیں شیطان سے اس مقابلہ میں مغلوب نہ ہو جاؤ اس کے انعام و اکرام میں خدا کا جو دیدار ہے اس سے مشرف ہوں گے، یہ اُن کو ملے گا جو نماز کی باقاعدگی کریں گے خصوصًا صبح کی نماز کی۔

فجر اور عصر کی اہمیت

امام الانبیاء سیّدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر صبح اور عشاء کی نمازیں بہت گراں ہیں، آجکل عشاء کا وقت سینماؤں اور کلبوں میں عیاشیوں میں گذرتا ہے۔

دُنیا میں اگر کوئی کسی کی ملازمت کرتا ہے تو افسر اور حاکم کے آنے کا وقت ہو تو حاضری کے وقت ضرور موقعے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، تمام دن اپنی مرضی سے لگے رہتے ہیں، ریل کے مزدور ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں مگر گاڑی آنے کے وقت سب جمع ہو کر جھنڈا ہاتھ میں لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ شاید کوئی افسر دیکھ نہ لے۔

تو عصر اور صبح کے وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے اور جب وہ انسان کو نماز کی حالت میں چھوڑ کر جائیں اور آنے والے فرشتے نماز ہی میں پائیں، دن کی ڈیوٹی والے

عصر کے وقت جاتے ہیں، رات کی ڈیوٹی والے ان سے چارج لے لیتے ہیں، یہ فرشتے سرکاری نگران ہیں اس طرح چار نگران صبح کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں

فرشتوں کے معائنہ اور رپورٹ کا وقت

اللہ تعالے کو تو بندہ کی ہر چیز معلوم ہے مگر وہاں لاقانونیت نہیں، بندوں کے ساتھ قانون کا معاملہ ہے، مالک خالق اور حکیم ہیں سب کچھ کر سکتے ہیں اور وہاں پر ہر معاملے کے ہزاروں گواہ ہیں نیکی کے بھی اور بدی کے بھی۔ تو فرشتے جب رپورٹ پیش کر دیں تو خدا کو خوشی ہوتی ہے کہ آتے جاتے میرا بندہ عبادت میں مصروف ہے، گویا چار سرکاری گواہ آپ کی بندگی کے خدا کے دربار میں پیش ہوتے ہیں۔ دنیا کا کوئی افسر اگر لکھ دے کہ فلاں شخص ڈیوٹی پر حاضر تھا، کام میں مصروف تھا تو خوش ہوتے ہیں کہ اب اوپر کا افسر خوش ہوگا تنخواہ بڑھے گی، ترقی ہوگی۔ مگر جب معاملہ آخرت اور خدا کا ہو اس میں ہم بے ہمت ہو جاتے ہیں اور جب فرشتے اسے آکر دیکھیں کہ دنیا کے تمام سیر سپاٹوں میں، خواب میں اور غفلت میں پڑا ہوا تھا، آتے وقت بھی عبادت سے غفلت اور جاتے وقت بھی سویا ہوا تھا یا ڈنڈا مارے اور سڑکوں کی سیر و تفریح میں مشغول تھا۔ الغرض دن رات کے یہ طرفین خدا کے دربار میں حاضری کے لئے بہت مبارک اوقات ہیں۔

امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس سے عصر کی نماز چھوٹ گئی تو فکانما وتر اھلہ ومالہ گویا اس کا اہل وعیال اور مال و دولت سب کچھ چھن گیا۔

بعض اوقات دشمن کے غلبہ کے وقت اہل وعیال سب مر جاتے ہیں، مال سارا غرق ہو جاتا ہے، دشمن اگر چالاک ہو تو دعویٰ کر لیتا ہے کہ اس شخص نے خود اہل وعیال کو قتل کیا، ظلم کیا، اب مقدمہ الگ چل پڑا جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی فکانما حبط عملہ......

دُنیا کی بے ثباتی اور شداد کا عبرتناک واقعہ

دنیا کا ہر لحظہ قابل قدر ہے، دنیا کی عزت، مال اور وجاہت کے لئے خدا کو چھوڑ دیں تو کتنا بڑا خسارہ ہوگا۔ یہاں سے فرعون و ہامان اور شداد سب

چلے گئے۔ خداوند تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اگر میرے ہاں دنیا کی ایک مچھر کے برابر وقعت ہوتی تو کافر کو اس کا ایک ذرہ بھی اس سے نہ دیتا، مگر ایسے کافر بھی گذرے کہ ساری روئے زمین کی حکومت ان کو دی گئی تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے (اور ان کی بات بلا اصل نہیں) کہ خدا نے ایک دن عزرائیلؑ سے پوچھا کہ تم تو ارواح قبض کرتے رہتے ہو کبھی کسی پر رحم بھی کھایا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں دو افراد پر رحم آیا تھا۔ ایک دفعہ ایک سمندر میں کشتی میں لوگ سوار تھے یا اللہ آپ نے حکم دیا کہ ان کے ارواح قبض کر لوں، جہاز ٹوٹ گیا سب غرق ہو گئے، ایک تختہ پر ایک عورت اکیلی بیٹھی رہ گئی اور مصیبت و خوف سے اس کا وضع حمل ہوا آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کی رُوح قبض کر لو، اس حال میں بچے کے تنہا رہ جانے پر مجھے بچے پر ترس آیا کہ اس کا کیا بنے گا؟ دُوسرا ایک شخص تھا شدّاد جس کی بہت بڑی حکومت تھی اس نے بڑی محبت سے اور محنت سے دُنیا میں اپنے لیے جنت بنائی مگر جب وہ مکمل ہو گئی اور یہ اس میں داخل ہونے کے لیے دروازہ میں قدم رکھنے لگا تو آپ نے اُس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا، اس حالت میں اس کی محرومی پر مجھے ترس آیا۔

فرمایا کہ یہ دو نہیں بلکہ ایک ہی تھے، اسی بچے کو میں نے کنارہ پر لگایا دھوبی کپڑے دھو رہے تھے انہوں نے اسے اٹھایا اُس کی ماں تختہ پر جو تھی اسے دفن کر دیا اور بچے کو اپنے بڑے کے پاس لے گئے اُس کی اولاد نہ تھی اُس نے اُسے بیٹا بنا لیا۔ بچہ بڑا ذہین، عقلمند اور ہوشیار تھا، ایک دن وہ راستہ سے گذر رہا تھا کہ بادشاہ کی سواری جا رہی تھی یہ بھی اونچی جگہ کھڑا ہو گیا کہ سرکاری جلوس دیکھے جلوس کے آخر میں سپاہی جا رہے تھے کہ کوئی گرا پڑا سامان رہ گیا ہو تو اُسے اٹھاتے رہیں، ایک سپاہی کو راستہ میں ایک سُرمہ دانی ملی، اٹھالی کہ آنکھوں میں ڈال دوں۔ دوسرے ساتھی نے کہا کہ معلوم نہیں کیسا سرمہ ہے احتیاط بہتر ہے کسی سے تجربہ کرا لو اور اس کی آنکھوں میں ڈالدو، اتفاقاً یہی لڑکا سامنے آیا اسے بلا کر کہا کہ آنکھوں میں سُرمہ ڈال لو۔ سرمہ میں یہ تاثیر تھی کہ اس کو ڈالتے ہی آنکھوں کی بینائی شدید تیز ہو جاتی اور اتنی تیز ہوتی کہ زمین کے اندر کے خزانے نظر

آنے لگے۔ لڑکا تھا چالاک اُس نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو اب چیخ چیخ کر رونے لگا۔ پیٹنے لگا کہ میری تو بینائی چلی گئی، سپاہیوں نے ڈر سے سر وہیں پھینک دیا اور بھاگ گئے اس لڑکے نے اسے اٹھا لیا اور گھر لے گیا اور جس طرح آجکل کے ماہرین پٹرول، سونا اور معدنیات نکالتے ہیں، اسی طرح وہ سونے اور معدنیات کو نکالنے لگا اور اس طرح اسے دولت اور حکومت ملی۔ جب دولت کے نشہ میں آیا تو دینداروں نے اسے نصیحت شروع کی کہ یہ سب کچھ اللہ کی مہربانی ہے اس کی خلاف ورزی مت کرو۔ اس نے کہا یہ فضول باتیں ہیں، انہوں نے کہا کہ ان باتوں میں تمہارا فائدہ ہے، کہا کیا فائدہ؟ انہوں نے کہا کہ عمل کروگے تو جنت ملے گی جس میں یہ یہ کچھ ہے۔ اُس نے کہا اچھا جنت کی وجہ سے تم مجھے جھکاتے ہو میں دنیا ہی میں جنت بنائے دیتا ہوں۔ پھر اُس نے بے شمار مستری، ماہرین عملوں کے رقبے میں لگا دیئے اور جنت کے احوال اور نقشہ پوچھ پوچھ کر وہاں اپنی جنت بسائی، تکمیل پر ایک خاص وقت داخلے کا مقرر کیا، تمام افسر امراء اور حکام بھی جمع کئے اور وہ دیندار لوگ بھی کھڑے تھے اُس نے مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا کہ آؤ تم لوگوں کو وہ جنت دکھا دوں جس کی خاطر تم مجھے روکتے ٹوکتے تھے۔ اس حال میں یہ چل پڑا۔ اب ایک پاؤں اندر تھا اور ایک باہر کہ عزرائیل کو حکم ملا کہ اس کا روح قبض کرو، پھر اُس نے جو ایک چیخ نکالی تو سب کچھ تہس نہس ہوا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں ایک شخص نے آکر ایسے ایک شہر دیکھنے کا حال سنایا، کسی نے پوچھا کیا ایسا شہر کہیں تھا؟ فرمایا ہاں امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میرے صحابہؓ میں سے ایک شخص اسے دیکھے گا اور جس کی یہ یہ علامات ہونگی دیکھا گیا تو اس شخص میں وہ سب علامات تھیں۔

اللہ تعالےٰ کی عظمت اور بے نیازی

بہرحال سورۃ والعصر میں عصر کی اہمیت بھی واضح فرمادی کہ ایک نماز اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دنیا کے سارے مال و متاع، دولت و حکومت سے بہتر ہے اگر کوئی اس کی عبدیت اور بندگی سے گریز کرے تو اُسے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اگر ساری زمین کے باشندے اشقیاء قلب بن جائیں تو میری ملک و حکومت میں ذرہ بھر فرق نہیں لا سکتے "ما نقص من ملکی شیئا" یہ چاند، یہ سورج جس طریقے سے موجود ہیں ان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ خدا کو ہماری حاجت نہیں انبیاء کی بعثت اور ہدایت و تبلیغ دین کی تعلیم سے محض ہماری بھلائی مقصود ہے اللہ تعالے غنی ہیں وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ۔ ہماری تابعداری اور اسلام سے بھی خدا کی حکومت میں کچھ بڑھتا نہیں۔ ایک وقت تھا کہ خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت موجود تھے کچھ فرق نہیں آیا خدا کی حکومت میں اور اگر سارے انسان اتقائے قلب کی طرح ہو جائیں اور امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر تمام عالم میں متقی اور ڈرنے والا ہے تو کوئی اور انسان ایسا بن تو نہیں سکتا اگر بالفرض ایسے اتقی ہو جائیں تو اللہ تعالے فرماتے ہیں کہ میری حکومت میں اس سے اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالے تو سارے عالم کے بادشاہ ہیں، رب العالمین ہیں، اللہ تعالے پالنے والا سارے عالم کا ہے وہ مالک الملک ہے، حکمت کا مالک ہے، حکیم ہے، وہ غلبہ کا مالک ہے، عزیز ہے۔

شانِ ربوبیت ان سب باتوں کے علاوہ اس کا رحم و کرم غالب ہے، بے حد ہے۔ اس نے جس طرح ہمیں وجود دیا اسی طرح ہماری بقاء اور زندگی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت اور حاجت تھی اس کا بھی نظم فرمایا، زندگی اس نے دی اور وہ جن چیزوں سے اچھی ہوتی ہے اس کا بھی انتظام کیا، ہر لحاظ سے کل حوائج اور ضروریات پیدا کئے ہیں، ہمارے حوائج پورا کرنے کے لئے کروڑہا نعمتیں ہیں جو زمین کے دسترخوان پر بچھی ہیں اور ہم ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہمارے تمام حالات اللہ جل جلالہ کی نظر میں ہیں، ہماری زندگی اس کی نظروں میں ہے وہ ہماری بہتری چاہتا ہے مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم یہ جانتے بھی ہیں کہ اللہ ہی ہمارا خالق ہے یہ سب نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔

حقیقی کامیابی اگر اپنی خوشی اپنی عزت اور آرام و راحت کے لئے ہم نے یہ فرض کر لیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں دولت ہے، شان و شوکت ہے بس وہی کامیاب ہے، وہی ترقی یافتہ ہے، اسی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ایک شخص جاہل جیسے سمجھے کہ

میری اچھی خوراک ہو، اچھی پوشاک ہو، اچھا بنگلہ ہو، حاجت سے زائد رقم ہو دولت ہو تو زندگی تب آرام کی ہوگی۔

تو بھائیو حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام اشیاء شریعت نے ناجائز نہیں کیں مگر اسلام یہ سکھاتا ہے کہ حقیقی چین، سکون اور آرام وراحت درحقیقت ان اشیاء سے نہیں اگر ایک شخص عورت کا، دولت کا، اچھے بنگلے کا مالک ہو اور وہ اپنے آپ کو معزز اور کامیاب سمجھے تو یہ بھی غلط ہے، یہ کامیابی نہیں، یہ عزت نہیں، یہ وبال ہے انسان کے مفاد کے لئے کچھ بھی نہیں، ہمارے حرص اور لالچ کی تو حد نہیں۔ اس انسان سے زیادہ کوئی مسکین نہیں جس کا حرص بہت ہے، حدیث شریف میں آتا ہے:۔

لوکان لابن ادم وادیان من ذھب لابتغی ثالثھما۔ — اگر انسان کو دو بڑے بڑے میدان سونے کے بھرے ہوئے مل جائیں تب بھی تیسرے کی تلاش میں ہوگا۔

ایک سونے کا میدان دے دو تو کہے گا دوسرا، دوسرا دے دو تو کہے گا تیسرا، فرمایا ولا یشبع جوف ابن ادم الا التراب ایک مٹھی بھر خاک ہی اس کا پیٹ بھر سکتی ہے ہماری آخری سواری جنازہ ہے اگر نصیب ہیں، تو دو چار آدمی اس سواری کو خالی ہاتھ اٹھاتے ہیں، زندگی کے جواہر، زیورات، قسم قسم کے کپڑے، جوڑے سب یہاں رہ گئے، ہزاروں ایکڑ زمین یہاں رہ گئی، دو گز زمین لحد کی جگہ بھی نصیب ہو تو قسمت ہے ورنہ کسی پرانے مقبرے میں دفن ہوگا۔ تو اے انسان اس دنیا کے ساتھ دل باندھ کر کیا لوگے؟

حضرت علی رضؓ ایک دن قبرستان تشریف لے گئے، پکارا: اے لوگو!

قبر والوں کی حالت

مقبرے کے باشندو! اے زائرو! اے خان بہادرو تمہاری کیا حالت ہے؟ جواب نہ آیا پھر پکارا پھر پکارا تو پھر خود فرمایا اچھا! تم جواب نہیں دیتے مگر تمہارے بعد کیا حالت ہے؟ اس کا جواب مجھ سے سن لو تمہارے اموال جو تم جھگڑا کر کے جمع کرتے تھے حلال وحرام نہ دیکھتے تھے وہ اموال تمہارے وارثوں

تے لئے وہ وارث جو تمہاری بیماری اور تکلیف وغیرہ میں تمہارا پوچھتے بھی نہ تھے تمہاری بیویاں اور شوہروں کو اپنا چکی ہیں اور تمہاری کیا حالت ہے؟ پھر خود اپنے ساتھیوں کو سنوایا کہ کاش اگر یہ جواب دیتے تو تم سن لیتے کہ یہ لوگ کہتے کہ نہ ہماری مال دولت یہاں کام آئی نہ امارت اور نوابی یہ قبر دنیا کے عمل کا صندوق ہے یہاں سانپ اور بچھو ہیں یا پھر جنت کا باغیچہ ہے یہاں صرف عمل ہی کام آیا ہے، نہ جماعت نہ پارٹی نہ اولاد و اقارب کام آئے نہ اور کوئی چیز —— آج ہمیں بڑی بے آرامی اور بے اطمینانی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم آخرت کو بھول ہی گئے ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی نماز کے بعد صحابہ کرام نے پوچھا کہ کبھی اتنی لمبی نماز جماعت سے نہیں پڑھائی، انفرادی نماز میں قرات بھر کھڑے رہتے جماعت کی نماز معتدلانہ ہوتی ہے کہ اس میں بچوں اور کمزوروں کی بھی رعایت ہو۔

امت کے بارہ میں حضورؐ کی تین دعائیں

تو آپؐ نے فرمایا کہ اس نماز میں خوف بھی تھا اور رجاء بھی یعنی یہ خطرہ بھی کہ سوال رد ہو جائے اور قبول ہونے کی امید بھی تھی اس وجہ سے بین الخوف والرجاء کی حالت میں اللہ کے سامنے روتے رہے فرمایا کہ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری امت پر رحم کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن پوری کی پوری امت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے ساری امت ایک شخص کے برابر ہے تو دعا فرمائی کہ دشمن ساری کی ساری امت کو غلام نہ بنا دے یا ساری امت کفر کے نرغے میں چلی جائے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ دیکھئے ان چودہ سو سالوں میں اور ہماری اس مختصر زندگی میں دو جنگ عظیم ہوئیں کافر اتحادیوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کہ مسلمان دنیا سے مٹ جائے مگر الحمد للہ کہ حضورؐ کی دعا کے طفیل کل کی کل امت کو غلام نہ بنا سکی کچھ روس امریکہ فرانس برطانیہ کے غلام بنے مگر پھر بھی الحمد للہ انڈونیشیا سے ترکی تک اتنا عظیم خطہ اور ملک آزاد ہے یہ اتنی عظیم مملکت خدا نے دی ہے آزادی دی ہے اجتماعی طاقت اسی کروڑ سے بھی زیادہ ہے غلہ پٹرول سونا جنگل سامان کے اسباب پٹ سن وغیرہ سب کچھ خدا نے مسلمانوں کو دیا ہے اللہ کا اتنا کرم ہے کہ کفار نے یہ سب کچھ چھین لینے کی بھرپور کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے چنگیز اور ہلاکو نے فتنہ تاتار نے ساری دنیا سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے کی کتنی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے

یہ حضورؐ کے اسی دعا کا اثر ہے۔ دوسری دعا حضورؐ نے یہ فرمائی کہ یا اللہ میری امت ساری کی ساری کہیں قحط سے نہ مر جائے اور مجموعی امت اس مصیبت کا شکار نہ ہو۔ غالباً حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ قوموں پر قحط آئے گا علاقوں پر آئے گا مگر مجموعی امت کو خدا محفوظ رکھے گا۔

بے حیائی اور فحاشی کا وبال

حضورؐ کی خدمت میں صحابہؓ موجود ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں چند باتوں سے محفوظ رکھے فرمایا کہ جس قوم میں بے حیائی پیدا ہو گی اس کو خدا بیماریوں میں مبتلا کر دیتا ہے ایسی بیماریاں کہ باپ دادا نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ قوم طاعون اور طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور آج دیکھو کتنی بے حیائی بڑھ رہی ہے جو بھی اخبار اٹھا لو برہنہ عورتیں ہیں یہ فلاں صاحب کی بیوی ہے یہ روس کا ثقافتی طائفہ ہے اور یہ چین کا، ارے بے حیاؤ بے حیائی کرتے ہو تو برسر عام کیوں کرتے ہو اللہ تعالیٰ غفور ہے مگر یہ بھی فرمایا ہے کہ لا یحب اللہ الجہر بالسوء برسر عام برائی سے اللہ کی غضب کو کیوں دعوت دیتے ہو، اس کی کیا ضرورت ہے کہ فحاشی اور بے حیائی پر فخر کرو اور دنیا کو بھی بتلاؤ کہ یہ فلاں ڈانسر کو انعام مل رہا ہے فلاں کنجری کو کپ مل رہا ہے ہم نے یہ ڈانس کیا اور اس نے یہ گانا گایا تو آج اپنی حالت دیکھیں کیسی کیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں آج کسی ہسپتال میں جگہ خالی نہیں عجیب و غریب امراض ہیں حکماء اور ڈاکٹر اس کے علاج سے حیران اور بے بس ہو چکے ہیں۔

ملاوٹ اور ناپ تول میں غداری

اور یہ بھی فرمایا کہ جس قوم میں ناپ تول کی غداری آجائے کچے باٹ سے تو بیچے اور پکے باٹ سے خریدیں ایک صاحب نے کہا کہ ہمارے ہاں کوئی خالص چیز نہیں سوائے خالص گناہ کے۔ کہ سود اور زنا کو کون جائز کہہ دے گا؟ مگر باقی کوئی چیز خالص نہیں ہے چائے میں بورہ ہلدی میں مٹی اگر ہمارے حالات سے دنیا کو خبر ہو تو وہ حیران ہوں گے کہ یہ کیسی قوم ہے دھوکہ مسلمان کرتا بھی ہے تو کس کے ساتھ؟ اپنے مسلمان بھائی سے ایک عرب شاعر تھا ہر ایک کی برائی کرتا تھا اپنوں کی بھی مذمت کرتا اب جو کوئی بھی اس سے نہ بچا تو پھر اپنی ماں کے ہجو میں اشعار کہے تو اب ہم اپنے ماں باپ اور بھائی سے بھی دھوکہ کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو قوم

ناپ تول میں چوری کرے کہ انصاف کا ترازو تو ہاتھ میں لئے ہے اور اس طرح بجا اعلان کرتا ہے کہ میرے ہاتھ میں عدل و انصاف کی چیز ہے عدل و انصاف کا معاملہ کرتا ہوں مگر پھر اس میں بھی غدر کرتا ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط میں مبتلا کر دیتا ہے اور آج دیکھیں قحط نہیں تو کیا ہے کہ بلا وجہ چینی بازار سے غائب کبھی آٹا غائب اور کبھی گھی غائب ہو جاتا ہے قوم شعیب پر خدا نے اسی جرم کی وجہ سے آگ برسائی۔

حضورؐ کی دعاؤں کا اثر

اگر حضورؐ کی دعائیں نہ ہوتیں تو واللہ العظیم اب ہماری حالت یہ ہوتی کہ آگ میں جلسا دیے گئے ہوتے پتھر برسائے جاتے بادل اٹھتے وہ لوگ بارش کے منتظر تھے مگر آگ برسی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو خدا قحط اور ظلم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جو قوم حضور زکوٰۃ نہ دے خدا تعالیٰ ان پر بارش بند کر دیتا ہے آج ہر طرف سے تم شکایت نہیں سن رہے ہو۔ کوئی نہیں سوچتا کہ جو کمایا خدا کے دیے ہوئے ہاتھ پاؤں سے اسی کے دیے ہوئے علم و عقل سے اور فکر و دماغ سے کمایا پھر اس رب کے دیے ہوئے نعمتوں میں دسواں بیسواں بھی نہ دے سکے تو خدا ہمیں دس بیس سال سو سال کی مہلت دے دے گا مگر بالآخر عذاب بھیجے گا قحط اور خشک سالی آئے گی اور یہ جو کچھ برستا ابھی ہے تو وہ بھی حیوانات کی برکت سے کچھ پاک اور کمزور مخلوق کی وجہ سے ان کی برکت سے ہم کھا رہے ہیں یہ نہ ہوتے تو پھر اتنا بھی نہ ہوتا۔

ناشکری کا نتیجہ

اور فرمایا کہ جس قوم نے عہد شکنی کی خدا اسے اوروں کا غلام بنا دیتا ہے یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کا نتیجہ ہے۔

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا	جس نے میری یاد سے اعراض کیا پس اس کیلئے تنگ و ترش زندگی ہے۔

آج یہ صورت نمایاں ہے کہ ہر فرد کی زندگی تنگ ہو چکی ہے۔ رزق خدا کے ہاتھ میں تھا ہم نے مخلوق کو اس کا مالک سمجھ لیا تو جس چیز پر حکومت کا کنٹرول نہ ہو، اسکیم اور منصوبہ نہ ہو تو لوگوں کو اس کی کمی کا احساس بھی نہیں ہوتا اور جب منصوبہ کی بات ہوتی ہے کنٹرول ہوتا ہے تو کچھ نہیں بنتا ہر چیز غائب ہو جاتی ہے اس لئے رزق خدا کے ہاتھ میں ہے اسی سے مانگنا تھا اور مانگئے

کی صورت یہ تھی کہ خدا کی بندگی اور تابعداری سب کاموں میں ہوتی آئی کو رواق حقیقی سمجھتے

باہمی قتل و قتال

تیسری دعا حضورؐ نے یہ فرمائی کہ میری امت آپس میں خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ دعا قبول نہ ہوگی جب یہ نافرمان ہوں گے تو کچھ نہ کچھ تو انہیں سزا ہوگی تو میں یہ سزا ان پر مسلط کر دوں گا آج بھائی بھائی سے اولاد باپ سے حکومت عوام سے عوام حکومت سے بدظن اور نالاں ہیں یک دم یہ کایا کیوں پلٹ گئی ہے یہ ہمارے ان برے اعمال ہی کا نتیجہ تھا ہم نے کتاب و سنت کو پیٹھ پھیر دی ہمارے اسلاف اور اکابر نے کن کن طریقوں سے زندگی گزاری؟ اگر ہم زعیموں کی طرف دیکھتے ہیں ورنہ ہمارے سامنے ایسے نقوش ہیں اکابر کے کہ مادی ترنگ وغیرہ کو بھول جائیں وہ تو سب خرافے حقیقت کو اسوہ بنالو آج یہ انتشار اور پراگندگی اپنی بداعمالی کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولو ان اهل القرى آمنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض ولكن كذبوا فاخذناهم بما كانوا يكسبون (سورۃ ۷ آیت ۹۶)

انہوں نے بے ہدی کا تکذیب کی۔

اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کے برکات کے خزانے کھول دیتے لیکن وہ جھٹلانے لگے تو ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے پکڑ لیا۔

تباہی اور افتراق دین سے بے خبری کا نتیجہ

آج کروڑوں روپے تعلیم پہ لگ رہے ہیں اس پورے نصاب میں بخاری شریف کا نہ بند شریف کا کوئی حدیث ہے کہ حاکم کا کیا حق ہے یا رعایا کا کیا حق ہے، قوم کا کیا حق ہے خویش و اقارب کا کیا حق ہے تو جو لوا دی اسے کا تو فاخذناهم بما كانوا يكسبون ہم جتنی ہی دور ہوں گے قرآن سے اتنا ہی معاملہ مشکل ہوتا جائے گا نہ آرام ملے گا نہ عیش و عشرت ہوگی شرعاً ملک میں افراتفری آئے گی اور آج سب کے سب توبہ کر لیں تو دیکھیں کہ شام تک کیا حالت تھی ہے حاکم بھی اپنے جرم سمجھے قوم بھی سمجھے حکم دے کہ یا اللہ میری وجہ سے قوم پر عذاب مصیبت لاؤ اسے اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھے تو دیکھئے کیسی حالت بدلتی ہے کاش اللہ ہمیں توفیق دے کہ دین کا جھنڈا بلند کریں ہم دیکھیں یہ پاکستان کس لئے حاصل کیا گیا اور سب سے بڑی کوتاہی [illegible]

گے تو مصیبتوں کی بارش بھی برسے گی خانہ جنگی اور اختلافات بڑھیں گے دعا فرماویں کہ جہاں جہاں سے خرابی اُٹھ رہی ہے خدا انہیں اس سے تائب ہونے کی توفیق دے خدا حکام کو بھی ہدایت دے اور قوم میں اتحاد و اتفاق آ جائے کہ سب مشترکہ طور پر دین کی خدمت کے لئے تیار ہو سکیں۔

والعصر کا خلاصہ

بات لمبی ہو گی سورہ والعصر کا خلاصہ یہی ہے کہ دنیا کی کامیابی و کامرانی حقیقی کامیابی نہیں آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں نیکی کا ایک عمل، عصر کی ایک نماز کے مقابلہ میں دنیا و ما فیہا ہیچ ہے فرمایا ہر شخص خسارہ میں ہے۔ سوائے اللہ پر ایمان لانے والا اور عمل صالح کرنے والا اور دوسروں کو بھی ان باتوں کی تلقین کرنے والا اور دین کے لئے مشقت اور تکلیف برداشت کرنیوالا کامیاب ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

درسِ قرآن کی اختتامی تقریب

درسِ قرآن کی ایک اختتامی تقریب ۲ مئی ۱۹۶۶ء بروز منگل دولت خیل تنگی تحصیل چارسدہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(سورۃ فلق اور سورۃ النّاس کی تلاوت کے بعد فرمایا) بحمد اللہ آپ حضرات نے کتاب اللہ کو پڑھا قرآن کریم جو تخم ایمان اور دلوں کی روح ہے، اس سے حقیقی اور پاکیزہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کی حفاظت کے لئے خداوند کریم نے قرآن مجید کے آخر میں یہ دو سورتیں نازل فرمائیں۔ یاد رکھیں تکلیفیں اور اذیتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

۱۔ جسمانی۔

۲۔ روحانی۔

جسمانی تکالیف انسان کو ہزاروں طریقوں سے پہنچتی ہیں۔ درندوں سے بہائم سے زہریلے نباتات اور سانپ، بچھو وغیرہ سے اسی طرح انسانوں میں دشمنوں سے اور کافروں سے تکالیف پہنچا کرتی ہیں۔ اگر ان تمام مضر اشیاء کی ایذا رسانی سے جسم محفوظ ہو تو عبادت کی جاسکے گی جہاد میں اسے خرچ کیا جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور سنت کی پیروی اس سے کرائی جاسکے گی۔ غرض جسمانی اذیت کی وجہ سے انسان کئی اعمال خیر سے محروم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی سورۃ فلق (جو معوذتین میں پہلا ہے) میں جسمانی مضرتوں سے بچاؤ اور اس کے علاج کا طریقہ بتلا دیا۔

ابلیس مومن کی رُوح کا دشمن ہے

دوسری قسم تکلیف رُوحانی ہیں جو ابلیس اور اس کے لشکر کے ذریعے انسان اور خاص کر مسلمان کو پہنچتی ہیں۔ شیطان ہر مسلمان اور قرآن کی تلاوت کرنے والے شخص کا بدترین دشمن ہے۔ بعض دشمن سامنے حملہ کرتے ہیں، مال چھینتے ہیں۔ بعض لباس کے لینے والے ہوتے ہیں بعض ہاتھ پاؤں زخمی کرتے ہیں، یہ بھی طریقہ اذیت دینے کا ہے اور بعض جسم کو قتل و قتال کے ذریعہ ختم کر دیتے ہیں جو پہلے سے بدتر دشمن ہے۔ اگر مال و لباس نہ ہو بدن باقی ہو تو ہم زندہ رہ سکتے ہیں اگر بدن زندہ نہ ہو تو مال اور لباس بے کار ہے۔ بدن ہو تو اس سے فائدہ لیا جائے گا ورنہ نہیں تو لباس بغیر جسم کے بے کار ہے اور جسم بغیر روح کے بے فائدہ ہے۔ پس جسم کا دشمن تو اول کے دشمن سے زیادہ مضر ہوا۔ جسم کا قتل کرنے والا بھی اتنی اذیت نہیں دے سکتا۔ جتنا ایمان اور قرآن کا دشمن نقصان دیتا ہے۔ ایک شخص کافر کے ہاتھ یا ظالم کے ہاتھ قتل ہوا۔ بظاہر اس کا جسم روح سے جدا ہوا مگر اس کی رُوح زندہ ہے۔ اسے شہادت کا مقام مل جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ شہید کی رُوح بدن سے جدا ہوتے ہی حوروں کی گود میں چلی جاتی ہے۔ عذابِ قبر اور قبر کی ہولناکی سے بے غم ہو کر جنت پہنچتی ہے۔ دیگر مومنین کے ارواح علیین میں ہوتے ہیں جہاں انہیں جنت کی روح اور ریح پہنچتی رہتی ہے مگر شہید کی رُوح جنت میں سبز پرندوں کی پوٹلیوں میں پہنچ جاتی ہے۔ تو یہ قتل و ہلاکت جسم کے لئے بظاہر تکلیف ہے مگر یہی چیز درحقیقت ترقی اور بقائے دائمی کا ذریعہ ہے اور ابلیس ایمان کا دشمن ہے اور ایمان روح الروح (روح کی روح) ہے اور جب ایمان چھن جائے تو روح مُردہ ہو جاتی ہے جسم کی زندگی رُوح سے ہے مگر رُوح کی زندگی ایمان اور اطاعت سے ہے۔ اور ایمان پر حملہ ابلیس دلوں میں وسوسے اور شبہات ڈالنے کی شکل میں کرتا ہے تاکہ روح کی زندگی ختم ہو جائے تو کفار جسم کی زندگی کو ختم کرتے ہیں جو فنا پر منتج ہو جاتا ہے اور شیطان رُوح کی زندگی ختم کرتا ہے۔ جو شہر ہلاکت ہے۔

قرآن اور ایمان روح الروح ہے

روح الروح قرآن اور ایمان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے :-

یاایھا الذین امنوا استجیبوا — اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس

لله وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (پ۹ سورۃ انفال ع ۱۶)

جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔

تو اصل زندگی روح کی ہے جس کا مدار قرآن و حدیث اور اسلام و ایمان پر ہے پس جس روح اور قلب میں ایمان ہے وہ زندہ ہے فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ (تو اس کو ہم زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی۔ پارہ ۱۴ سورہ نحل ع ۱۸) دنیا میں قبر میں اور آخرت میں زندہ ہی زندہ ہے۔ مگر جب روح کی روح نہ ہو تو اُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرٰكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ میں گر جاتا ہے اعاذنا اللہ منہ اور دنیا میں اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔

من اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ ط (پ۱۶ سورہ طٰہٰ ع ۱۵)

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گذران تنگی کی اور لائیں گے ہم اس کو قیامت کے دن اندھا۔

جس مرد و عورت کی روح و قلب میں ایمان نہیں قرآن کی روشنی نہیں وہ بظاہر زندہ مگر دراصل مردہ اور ابدی ہلاکت اور جہنم کا مستحق ہے جو چیز دنیا سے ساتھ جانے والی ہے وہ روح ہے اور جو دشمن اس کو مارتا ہے وہ بہت بڑی تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے روح کو تباہ کرنے والا اور اس سے ایمان چھیننے والا ابلیس ہے اور شیطان روح سے ایمان نکالتا ہے تو وساوس اور شبہات کے ذریعہ سے جسے وہ دلوں میں ڈال کر ایمان اور یقین محکم کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔ ایمان عبارت ہے یقین محکم سے مثلاً اس وقت اگر دو ہزار افراد بھی دلائل پیش کریں کہ وقت عصر نہیں یا یہ مقام تنگی نہیں تو آپ اسے بکواس سمجھیں گے اور تمہارا یقین یہ ہوگا کہ اب عصر کا وقت ہے اور یہ شہر تنگی ہے یہ پختہ اور غیر متزلزل یقین ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔

دین کے بارے میں ابلیس کی وساوس اندازی

شیطان اس ایمان بالقرآن کو جو روح کی حیات ہے شبہات اور وساوس کے ذریعہ دلوں میں فنا کرتا ہے۔ وساوس ڈالنے کے مختلف شکل ہیں۔ کبھی دین کے مسائل اور مبادی کے بارے میں یہ حربہ استعمال کرتا ہے مثلاً یہ کہ فلاں حکم اور مسئلہ قرآن

یہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں مثلاً شیطان نے دل میں ڈال دیا کہ قرآن سے ڈاڑھی کا ثبوت کہاں ہے؟ اور جب بظاہر نہ ملا تو کہا یہ تو مولویوں کی اختراع ہے وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں تو اسلام کا پورا پابند ہوں مگر جب قرآن میں یہ مسئلہ نہیں تو کیوں پابندی کروں۔ اس طرح ایمان کے ساتھ شبہات جمع ہوئے اور جب ذرا بھی شک ہو تو ایمان ختم امام ابوحنیفہؒ نے اس بناء پر فرمایا کہ الایمان لا یزید ولا ینقص کہ ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ غرض آج بھی شیطان کا انسانی لشکر اور ذریت یہی طریقہ استعمال کرتی ہے۔

دین میں شبہات پیدا کرنیوالے بعض آدم زاد ابلیس

جب قرآن کے علاوہ حدیث پیش کرو تو وسادس پیدا کرتے ہیں کہ حدیث کس طرح ثابت ہوئی یہ تو عجمی سازش ہے۔ گویا شیطان ان کے ذریعہ انکار ارسنت کراتا ہے یا پھر تاویلات کا دروازہ کھول دیتا ہے کہ اس حکم کا قرآن و حدیث میں موجود ہونا تو صحیح ہے مگر اب اس زمانہ میں وہ ضرورت نہیں رہی جس کی وجہ سے یہ حکم لازم کیا گیا تھا۔ مثلاً نماز تو غیر مہذب لوگوں کو صفائی اور پاکیزگی کے لئے مقرر کی گئی اب لوگ صفائی پسند ہیں۔ زکوٰۃ بخل و کنجوسی کی عادت چھڑانے کے لئے اب لوگوں میں بخل نہیں رہا۔ حج بین الاقوامی کانفرنس کے لئے ہے۔ اب دیگر مقامات پر بڑی بڑی کانفرنسیں ہوسکتی ہیں اور اس کی علت غایت دوسری جگہ بھی حاصل ہوسکتی ہے تو ان خاص طریقوں کی کیا ضرورت؟ قرآن میں ہے کہ وحرم الربٰو (اللہ نے سود حرام ٹھہرا دیا) تو وسادس پیدا کئے جاتے ہیں کہ ربوا سے مراد مروجہ سود نہیں ہے۔ بنکوں کو یہ حرمت شامل نہیں۔ اقیموا الصلوٰۃ کو تو مانتے ہیں مگر یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔ غرض یہ سب شیطانی وسادس ہیں۔ جو انسانوں کے ذریعہ بھی پیدا کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہیں من الجنۃ والناس کہہ کر دونوں سے بندوں کو پناہ مانگنے کی تلقین کی۔ آج لاکھوں روپے ریسرچ کے نام سے اسلامی مسائل و مبادی کی تحقیق کے نام پر خرچ کئے جارہے ہیں۔ جن تو خفیہ وار کرتے ہیں مگر ان انسانوں کے ذریعہ جو حکومت کی سرپرستی اور گرانٹ سے جو کام جاری ہے وہ اس ارشاد خداوندی والناس میں داخل ہیں۔

دین میں تحریف

قرآن کریم کے الفاظ کو مان کر ان کے متفقہ معانی سے انکار بعینہٖ الفاظ سے انکار ہے۔ علل اور غایات کو اور ان کے مسائل و احکام کی تبدیلی کرنا تحریف اور قرآن ہی سے انکار ہے۔ تاویل بھی وہی صحیح ہوگی جس کی الفاظ سے مناسبت ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ پانی لے آؤ، وہ کوزہ بھر کر لایا مگر اس کے سر پر دے مارا اور کہنے لگا کہ تم نے پانی لانے کو کہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ سر سے پاؤں تک پانی پی لو اور بھیگ جاؤ۔ تو ہر شخص اس کی اس تاویل کو غلط کہے گا۔ آج قرآن و حدیث کے ساتھ بھی استہزاء اور تمسخر ہو رہا ہے۔ اور لوگوں کو اتنی جرأت ہو گئی ہے کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا صحیح مطلب وہی ہے جو ان کی سمجھ میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو نعوذ باللہ صرف ڈاکیہ کی طرح تھی کہ قرآن ہم تک پہنچایا جو خدا کا خط ہے اور اس خط کے مطالب کے ساتھ انہیں کوئی غرض نہیں۔ اب مسلمان جانے اور اس کا مطلب۔

حدیث رسول کی حیثیت

اس شیطان الانس نے لوگوں کے اذہان میں یہ بٹھایا کہ رسول تو ڈاکیہ ہے نعوذ باللہ اور تم ماشاءاللہ لٹے بیٹے کہ خدا   تمہارے نام خط بھیجا ہے حالاں کہ عقائد و عبادات، اخلاق و کردار، تہذیب و تمدن، ہمدردی اور شرافت ان سب چیزوں کی وضاحت اور بیان حضورؐ ہی کے ذمہ ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔

(۳)

(اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر، جو بھیجا ان میں رسول، انہی میں کا پڑھتا ہے ان پہ آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے۔ ان کو کتاب اور کام کی بات)

رسولؐ کی شان تو یہ ہے کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ آدم علیہ السلام جو نبی اوّل ہیں کے متعلق فرمایا:-

انی جاعل فی الارض خلیفۃ   تو رسولؐ ڈاکیہ نہیں۔ خدا کا نائب ہے۔

سید الرسل کی شان خلافت کی ہے اور وہ بھی سید الخلفاء کی۔

تلاوت و تلفظ آیات بھی توقیفی ہے

قرآن کے مطالب کو الفاظ سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کے الفاظ بھی توقیفی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے الی یومنا ثابت ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے منتقل عملہ حفاظ اور قراء کا اس کی حفاظت پر لگایا ہے۔ یہ تلاوت آیات بھی حضورؐ کا فریضہ تھا آج اسی طرح اس کی تلاوت کی جائے گی مثلاً موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اردو اور فارسی کے تلفظ میں موسے اور عیسے نہیں پڑھا جا سکتا۔ تلاوت آیات جو حضورؐ کا فریضہ تھا، اسی کا نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ نے ایک لطیفہ لکھا ہے کہ ریل کے فسٹ کلاس میں کہیں جا رہے تھے۔ اسی ڈبہ میں ایک اسٹوڈنٹ بھی تھے جو ایم اے وغیرہ تھے۔ اس نے حضرت تھانویؒ سے قرآن مجید لے کر پڑھنی چاہی، وہاں اتفاق سے آلم نکل آیا، اب جب وہ پڑھنے لگا تو بجائے آلم کے آلو پڑھا غرض تلفظ آیات بھی توقیفی ہے نہ الم پڑھو گے نہ آلو۔

تزکیہ نفوس

تلاوت آیات کے بعد دوسرا فریضہ حضورؐ کا تزکیۂ نفوس ہے۔ وَيُزَكِّيهِمْ دل پاک ہوگا تو اچھے اخلاق پیدا ہوں گے۔ اخلاق پیدا ہوئے تو اچھے اعمال بھی صادر ہوں گے اور اتنی تبدیلی آئے گی کہ تاریخ اس کا نمونہ پیش نہ کر سکے گی۔ جنگ یرموک میں حضرت ابو حذیفہؓ کے بھائی زخمی ہوئے۔ بھائی کے لئے پانی لایا ساتھ پڑے ہوئے دوسرے زخمی نے العطش العطش (پیاس لگی ہے) پکارا۔ جان بلب زخمی نے خود پینے سے انکار کر دیا جب وہاں پانی لے کر پہنچے تو ان کا انتقال ہوا تھا، اسی طرح دوسرے کو آئے تیسرے کو پانی پیش کر دیا مگر سب اپنے مولیٰ سے جا ملے تھے۔ کیا اس کی نظیر تاریخ پیش کر سکتی ہے۔ یہ حضورؐ کے تزکیۂ امت کی مثال ہے۔ ان کی مجلس مبارکہ صحبت اور تعلیم کی یہ تاثیر ہے لوگوں سے شرک اور خود غرضی نکل گئی اور ہمدردئ خلق ایثار اور مخلوق کی وقعت اور ادائے حقوق کا احساس پیدا ہوا۔

تعلیم کتاب

ویعلمہم الکتب حضورؐ کا تیسرا فریضہ تعلیم کتاب ہے ہر مسئلہ اور حکم کے اسرار و حکم اور رموز و آداب بتلائے مگر اب شیطان ان

سب چیزوں سے اُمت کو الگ کرنا چاہتا ہے، خواہ الفاظِ قرآن ہوں یا احکام یا تعلیمات
کتاب و سنّت یہ تحریک بھی منظم طریقے سے شروع ہے کہ قرآن کی تلاوت اور ...
اُردو ہی میں ہونا چاہیئے۔ اللہ اکبر کہنے کی کیا بات ہے۔ خدا بزرگ ہے، کافی ہے اور
مقصد اس تحریک کا یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ اور آیات سے لوگوں کا تعلق کٹ جائے
اور خدانخواستہ اس کا حال بھی دیگر کتب سماویہ انجیل، تورات وغیرہ کی طرح ہو حالاں کہ
اس چیز نے ان کتابوں کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ خود عیسائی علماء کو اعتراف ہے کہ ۳۵ ہزار جگہ
انجیل میں تحریف کی گئی ہے۔ سینکڑوں نسخوں کو میز پر رکھ کر اسے ہلایا گیا اور جو چار نسخے
گرنے سے بچ گئے انہیں چار انجیلوں کی صورتوں میں باقی رکھا گیا۔ جس کتاب کا انتخاب
قُرعہ اندازی سے ہو اس کی صحت اور اعتماد کا کیا حال ہوگا۔ جب ان کتابوں کا اصل نسخہ نہ
رہا تو جس کے جی میں جو کچھ آیا تمام خواہشات اور شہوات کو اس کی طرف منسوب کر دیا۔ ادہر
قرآن مجید کا یہ عالم ہے کہ کافی عرصہ قبل اعداد و شمار کے مطابق اس کی آیات اور الفاظ کے
۴ لاکھ حافظ دنیا میں موجود تھے۔ اُمید ہے اب تو یہ تعداد اور بھی بڑھ گئی ہے۔ جب تک
قرآن کے الفاظ اور عبارت محفوظ رہے گی غلط تاویلات اور غلط ترجموں اور تحریف کی
نشاندہی کی جاسکے گی اور تحریف سے قرآن پاک محفوظ رہے گا۔

تزکیۂ نفس اور قرآن پر عمل کیخلاف شیطان کی کوششیں

اسی طرح قرآن پر عمل نہ کرنے
کے کئی طریقے شیطان اور اس کی ذریت استعمال کرتی ہے۔ مثلاً یہ کہ سود اور حرام اگر چھوڑ
دیں تو آمدنی ختم ہو جائے گی، کھاؤ گے کہاں سے، جائیداد کہاں سے خریدو گے۔ ظلم نہ کرو گے
تو زندگی تکلیف سے گذرے گی وغیرہ، یہ تزکیۂ نفس کے خلاف شیطان کی کوشش ہے
اسی طرح قرآن کے مطالب و معانی یعنی تعلیم کتاب سے محرومی کے لئے شیطان ساعی رہتا
ہے۔ ان سب وساوس اور کوششوں کا نتیجہ رُوح کی موت ہے کہ جب رُوح کا نُور فنا ہو
جائے تو یہی رُوح تباہی اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے اور جب رُوح مرا اور جسم مر گیا
تو پھر آپ کے لئے خارج میں تمام کائنات کا وجود بے کار ہوگا۔

رُوح کی قوّت

صحابہ کرامؓ جہاد میں بہت قلیل ہو کر بھی فتوحات حاصل کرتے۔ امام غزالیؒ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ جب اسلحہ صحیح طور پہ استعمال ہو تو کامیابی ہوتی ہے اور یہ تب ہوتا ہے کہ ہاتھ پاؤں میں قوّت ہو اور طاقت تب آتی ہے کہ رُوح زندہ ہو، ان کی رُوح زندہ تھی تو اعضاء مضبوط اور طاقت ور تھے۔ اور فتح بھی ہر جگہ نصیب ہوئی۔ منافق کا رُوح کھوکھلا ہوتا ہے۔ اس کا رُوح متذبذب اور ایمان سے مطمئن نہیں ہے۔ مقصد کے بارہ میں اسے شک و تردّد ہوتا ہے تو دشمن کا مقابلہ کس طرح کر سکے گا۔ غرض قرآن مجید کے آخر میں ان دو سورتوں کے ذریعہ شیطان کے ان تمام ہتھکنڈوں سے بچاؤ کی صورت بتلائی گئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے مطالب پڑھنے کی توفیق دی تو اب اس کی برکات کی حفاظت ان دو سورتوں کے ذریعہ ہو سکے گی۔

خدمتِ قرآن کا مقام اور برکات

یہ جو آپ کو خدا نے قرآن مجید کی تلاوت اور درس پڑھنے کا موقعہ دیا تو یہ اس کا بہت ہی بڑا فضل و احسان ہے جہاں قرآن کی تعلیم ہو وہاں سے روشنی اُٹھ کر عرش تک پہنچتی ہے۔ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ نے تیس سال تک قرآن مجید کا درس دیا اور ایک ہی جگہ بیٹھ کر ترجمہ قرآن مکمل فرمایا۔ اسی زمانے میں حضرت شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادیؒ بھی تھے۔ جب حضرت شاہ صاحبؒ کا انتقال ہوا تو شاہ فضل الرحمان صاحبؒ نے فرمایا کہ قبر میں ان کے تدفین کے وقت چودہ میل اردگرد عذابِ قبر اٹھوایا گیا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک مہمان کی خاطر پنکھا جھلایا جاتا ہے مگر فائدہ اوروں کو بھی پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے عام قبرستان میں تدفین کو بہتر قرار دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی صالح تالیٔ قرآن اور عالم اس میں دفن ہو تو اس کی وجہ سے سب کو فائدہ پہنچ جائے۔ مسجد یا گھر یا کسی الگ جگہ میں قبر بنانے میں دیگر مفاسد کے علاوہ ایک یہ بھی ہے کہ دعا کا بھی کوئی نہیں ہوتا۔ غرض یہ تھی برکت قرآن مجید کی تفسیر اور ترجمہ لکھنے کی۔ ہمارے استاذ الاستاذ حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے واپس آکر فرمایا کہ اللہ کے دربار میں پیشی کے وقت جب خدمتِ دین کے بارے میں

میں مجھ سے سوال ہوگا تو میں ترجمۂ قرآن پیش کر دوں گا کہ میں نے حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ
با محاورہ کر دیا ہے۔ شیخؒ نے فرمایا میں نے زندگی بھر نیکی نہیں کی صرف یہ ترجمہ ہے جس کے
ذریعہ مجھے نجات کی اُمید ہے۔ حالاں کہ زندگی بھر جہاد میں مشغول رہے مشقتیں جھیلیں زندگی
جیلوں میں گذاری تختۂ دار پر چڑھائے گئے۔ درس حدیث تمام عمر دیتے رہے۔ ان سب
چیزوں کو یاد نہیں فرمایا۔ صرف قرآن کی اس خدمت کا ذکر فرمایا۔ تو اہل علم اور عارفین سمجھتے ہیں کہ
خدمتِ قرآن کا کتنا اُونچا مقام ہے۔

تمہاری اس تلاوت اور اس درس کا اثر تمام روئے زمین کے مسلمانوں تک پہنچتا
ہے کہ دنیا میں اب بھی زندگی کے کچھ آثار ہیں۔ فناء کاملہ نہیں آتی کیونکہ اللہ اللہ کہنے سے اس
کائنات کی بقاء اور اس کی برکت سے کافر بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

معوذتین کی تشریح

اب مختصراً ان سورتوں کی جنہیں معوذتین کہا جاتا ہے تشریح کی جاتی
ہے۔ (رب الفلق۔) (جو رب ہے فلق کا) فلق کہتے ہیں کو پھٹنے
کے وقت کو جس طرح صبح کے وقت رات کو عظیم تاریکی منٹوں میں ختم ہو جاتی ہے اور یہ
صرف اسی قادر ذات مالک السموات والارض کی قدرت ہے۔ اسی طرح قرآن کی روشنی
سے کفر و ضلالت کی تاریکیاں خدا نے ہٹا دیں۔ فلق کا معنی ہے پھٹنا تو اللہ وہ ذات ہے
جس نے یہ تمام سبزیاں، پھل، پھول اُگائے اور زمین ان کے لئے پھٹ گئی۔ من شر ما خلق
تمام مخلوق کی شر سے خواہ وہ ظاہری امراض ہوں یا باطنی جس کا تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔ یہ
سورتیں جادو نظر بد وغیرہ سے تعوذ کے لئے بھی اکسیر ہیں۔ صرف ایمان کی قوت اور عقیدہ کی
پختگی کی بات ہے۔ من شر غاسق اذا وقب اور بدی سے اندھیری کی جب سمٹ آئے
(یعنی رات) اس وقت چور، ڈاکو، دشمن، فساق فجار اور تمام مضر اشیاء کے مشاغل بڑھ
جاتے ہیں۔ رات ہر فتنہ کی آماجگاہ ہے۔ گناہوں کا ارتکاب اس میں ہوتا ہے۔

قل اعوذ برب الناس پناہ مانگتا ہوں تمام بنی نوع انسان کے رب کے ساتھ۔
رب العالمین نہیں فرمایا۔ گو اس کی ربوبیت تمام عالم کے لئے مگر جتنا ظہور ربوبیت انسان
میں ہے، دوسری مخلوق میں نہیں یہ تمام کائنات انسان کی تربیت میں لگا دی۔ جب بندہ

سوچے کہ میں مربوب ہوں، مخلوق ہوں، خود بخود نہیں آیا۔ ہر سیکنڈ اور ہر لحظہ میری تربیت ہو رہی ہے تو اس تصور سے شیطانی وساوس ہٹ جاویں گے۔ ایک مومن اپنی تربیت کا لحاظ کرتے ہوئے ربوبیت خداوندی کو جان کر ایمان لے آتا ہے۔ اور تربیت کو خدا کی پہچان کا ذریعہ بناتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ جب میں مربوب ہوں تو میرا رب ضرور ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون۔

خدا کی پہچان کی تعلیم

غرض اللہ نے اس ایک جملہ میں ہمیں تعلیم دی کہ رب کو پہچانو اور اس طرح شیطانی وساوس کو نکال دو۔ عقلمند وہ ہے جو ان نشانیوں کو خدا کی پہچان کا ذریعہ بنا دے۔

ایک اعرابی کو شیطان نے پھسلانا چاہا کہ تمہارا خدا کہاں ہے کہ تم اس پر ایمان لائے ہو تو اعرابی نے اسے لاٹھی مار کر کہا کہ البعرة تدل علی البعیر والاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج کیف لاتدل علی اللطیف الخبیر۔ کہ مینگنی تو اونٹ پر دلالت کرے اور نقش پا چلنے والے کے قدموں پر تو اتنی بڑی کائنات اپنے خالق لطیف و خبیر کے وجود پر دلالت نہ کرے۔ ملک الناس جو بادشاہ ہے لوگوں کا۔ ہماری زندگی چاند سورج غرض عرش سے فرش تک تمام اشیاء پر موقوف ہے۔ یہ فصلیں، غلے اور سبزیاں، چاند سورج اور بارشوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ غرض کائنات کا ہر ذرہ انسان کے نشوونما اور ترقی میں لگا ہے اور کماحقہٗ تربیت ہو رہی ہے اور یہ اس لئے کہ عرش سے فرش تک سب کچھ اللہ کے کنٹرول اور قبضے میں ہے۔ اگر کوئی چیز بھی اس کی حکومت سے باہر ہو تو انسان کی تربیت بھی نہ ہو۔ مگر جب تربیت محسوس ہے اور یقینی ہے اور اس تربیت میں کل کائنات کو دخل ہے تو کل کائنات پر اس کی سلطنت بھی یقینی ہے چور، ڈاکو اور ابلیس اور تمام سرکش طاقتوں کی رپورٹ اور اس سے حفاظت بذریعہ حکومت کی جاتی ہے۔ اب جب وہ رب ہے اور مالک ہے اور دشمن خناس کے شر سے محفوظیت دینے والا بھی وہ ہے تو ہم بھی اس کی پناہ میں آئے۔

اطاعت کی وجوہات

اطاعت و تابعداری یا تو احسان اور نفع کی امید میں کی جاتی ہے یا دفع مضرت و شر کے خیال سے۔ مثلاً ماں باپ کی تابعداری احسان کی وجہ سے اور حاکم کی ڈر کی وجہ سے۔ ایک جلب منفعت ہے دوسرا دفع مضرت۔ جس میں ایک بھی پایا جائے تو اس کی تابعداری کی جاتی ہے اور خدا میں یہ دونوں ثابت ہیں کہ رب بھی وہی ہے یعنی تمام خیر و نفع کا سرچشمہ اسی کی ذات ہے اور ملک بھی وہی ہے۔ تمام کائنات کی حکومت اسی کے ہاتھ ہے تو اب پیشانی بھی صرف اسی کی طرف جھکنی چاہئے۔ الٰہ النّاس کہ اب معبود بھی وہی ہے کہ جو مربیِٔ عالم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو بندگی بھی اسی کی زیبا ہے۔ من شرّ الوسواس الخنّاس وساوس ڈالنے والوں کے شر سے مجھے بچا دے۔ الخنّاس جو وسوسہ ڈال کر چھپ جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ شیطان کے وسوسوں سے اللہ کے ذکر کے ذریعہ پناہ لیا کرو لاحول الخ پڑھ لیا کرو یا اعوذ باللہ الخ پڑھ لو تو یہ بھاگ اٹھتا ہے۔ من الجنّة والنّاس خواہ یہ مخلوق جنّات میں سے ہو یا انسانوں میں ابلیس ہوں یا اس کے اتباع ریسرچ اور تحقیق کے نام پر ہوں یا اور کسی اسلامی آڑ میں مسلمانوں کے لئے مارِ آستین ہوں اور دین سے لوگوں کو ہٹانے کی کوشش کریں۔ اس سے اللہ ہمیں بچائے اور اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ ان دو سورتوں کو خوف کے وقت اور سونے کے وقت پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر پھونک دیں اور دونوں ہاتھ اپنے بدن پر پھیر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حفاظت رہے گی اور اس سورت کے مفہوم کو ملحوظ رکھیں تو شیطان کے وسوسوں کا دفع ہوتا رہے گا۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اسرار و معارف تعوذ و فضائل

درسِ قرآن حکیم

مورخہ ۵ اپریل سنہ ۶۳ء بمطابق ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۲ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر تقوی مسجد بالمقابل گورنمنٹ کالج نوشہرہ صدر ضلع پشاور میں انجمن خدام الدین نوشہرہ کے اہتمام قرآن مجید کے درس کی افتتاحی مبارک تقریب میں یہ تقریر ارشاد فرمائی۔ جسے مولانا احمد عبدالرحمان صدیقی فاضل دارالعلوم حقانیہ نے قلمبند کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
الحمد للہ رب العٰلمین ہ الرحمٰن الرحیم ہ مالک یوم
الدین ہ ایاک نعبد وایاک نستعین ہ اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم
ولا الضآلین ہ (آمین)

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا جزاء کے دن کا مالک ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ نہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔ (آمین) (ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری)

محترم بزرگو! اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط (جب تم ارادہ کرو) قرآن مجید پڑھنے کا تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو) اس کے بعد جس طرح سے قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا

ہے۔ اسے پڑھ لینا چاہیئے۔ قرآنی تعلیم یہی ہے کہ تلاوت قرآن سے قبل شیطان سے پناہ مانگ لیا کرو۔ ہمیشہ سے یہ قاعدہ ہے۔ کہ جہاں کوئی منفعت ہو اور وہاں کوئی مضرت کی چیز ہو تو پہلے دفع مضرت کرتے ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جلب نفع سے دفع مضرت مقدم ہے۔ یعنی نفع حاصل کرنے نقصان کا دور کرنا ضروری ہے۔ مثلاً ایک دوکاندار اپنی دوکان پر بیٹھا اشیاء فروخت کر رہا ہے اور خوب نفع کما رہا ہے۔ اس وقت کسی نے آکر دوکاندار کو اطلاع دی کہ تمہارے گھر کو آگ لگ گئی ہے۔ تو وہ دوکاندار سب کچھ اس طرح چھوڑ دے گا۔ سب سے پہلے گھر جائے گا۔ اور اس نقصان سے بچنے کی تدابیر سوچے گا۔

مسلمانوں کے دشمن اسی طرح مسلمانوں کے بھی بہت دشمن ہیں کہیں انگریز، کہیں یہود و نصاریٰ وغیرہ اور خود مسلمانوں کے اندر گمراہ فرقے موجود ہیں۔ تو ایمان جیسی نفع رساں چیز تب باقی رہ سکتی ہے۔ جب ان مفاسد و فتن کا قلع قمع کیا جائے۔ اب اگر ہر ایک کا الگ الگ نام لے کر اس سے پناہ میں آنے کی خدا سے درخواست کی جاتی تو بہت مشکل بن جاتا اس لیے ان تمام مفاسد و فتنوں کو پیدا کرنے والا شیطان، اس سے ہی پناہ مانگ لی جاتی ہے۔ اس طرح آسانی بھی رہی اور مقصد بھی حاصل ہو گیا۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں مثلاً ایک قیمتی صندوق ہے۔ اور اس میں ایک نہایت ہی گراں بہا موتی (لال) ہے۔ صرف صندوق کا چور بھی برا ہے۔ مگر موتی و لال کا چور اس سے کہیں زیادہ برا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے مخالفین میں سے کافر مشرک وغیرہ تو گولی مار کر جان ختم کر دیں گے۔ ظاہری طور سے نقصان ہوا۔ حالانکہ باطنی طور سے شہادت کا مرتبہ ملا۔ اور شیطان اندر کے موتی نکالنا چاہتا ہے۔ اس لیے پناہ مانگی گئی ہے۔ شیطان ظاہر میں تو کچھ نہیں کرتا۔ مگر آہستہ آہستہ اندر سے ایمان نکالتا ہے۔

اور یہی سب سے بڑا جرم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سبق دیا ہے۔ کہ اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو۔ شیطان کا سب سے پہلا کام یہ ہے۔ کہ وہ مرکز ہدایت (قرآن مجید) سے ہمیں ہٹائے۔ مثلاً دیکھیے! جس طرح مالاکنڈ میں بجلی کا پاور ہاؤس موجود ہے۔ اس سے یہاں کی بجلیوں و مشینوں کا کنکشن بھی موجود ہے۔ تب تو کرنٹ آتی ہے۔ لیکن اگر اس کنکشن کو ختم کر دیا جائے تو پاور ہاؤس سے تعلق ٹوٹ جائے گا اور روشنی ختم ہو جائے گی۔

روحانی روشنی کا پاور ہاؤس

الحمدللہ روحانی روشنی کا پاور ہاؤس گنبد خضرا اب بھی موجود ہے۔ جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سینہ منور ہوا اور صحابہ کرام کے قلوب منور ہوئے جس روشنی کی نظیر دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے وہ مرکز روحانیت اب بھی موجود ہے۔ صرف کنکشن کی بات ہے۔ چونکہ اب وہ نہیں رہا۔ اس لیے مسلمان قوم تکالیف میں مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے علم و عمل میں ترقی دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:- إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ٥

(ہم نے ہی قرآن مجید نازل کیا۔ اور ہم ہی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

قرآنی خدام کی فضیلت

اب جس نے بھی قرآن مجید کے سامنے زانوئے ادب تہ کر دیئے تو وہ اس ڈیوٹی پر ہے جس کی ذمہ داری احکم الحاکمین نے خود لی ہے۔ جیسے سرکاری ڈیوٹیاں بہت ہوتی ہیں۔ مگر ایک ڈیوٹی وہ ہوتی ہے جو افسر اعلیٰ خود اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اور پھر کسی کو اپنا نائب مقرر کر دیتا ہے۔ تو اس کا مقام دوسروں سے اونچا ہوتا ہے۔ تو قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے گویا اللہ تعالیٰ کے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ یہ وہ کام کر رہے ہیں جس کی ذمہ داری خدا نے خود اپنے اوپر لی ہے۔ تو شیطان بالکل اس کام کی ضد ہے۔ نور کے مقابلہ میں ظلمت ہے۔ وہ جسم کے اندر اصل نور کو چھیننا چاہتا ہے۔ جتنا کام بڑا ہو گا۔ اتنا ہی اس کا مخالف بھی بڑا ہو گا۔ شیطان کی پوری فوج ہے جسے وہ ان نیک لوگوں کے پیچھے لگا دیتا ہے۔ اور لوگوں کا کنکشن اپنے مربی مالک اللہ تعالیٰ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن و حدیث سے توڑتا ہے آپ اپنے اوپر نظر ڈالیں۔ ہمارے نظام تعلیم میں قرآن سرے سے ہے ہی نہیں۔ سکول کے طلبہ ترجمہ قرآن تو کیا ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے اس وقت سطح زمین پر مسلمانوں کہلانے والی ۸۰ کروڑ لاشیں پھر رہی ہیں۔ غزوہ بدر میں ۳۱۳ مسلمان تھے۔ ساری دنیا کے کافر لرزرہے تھے۔ اس لیے کہ وہ قرآن سے منور تھے اور آج ہم ظلمت اور اندھیرے میں ٹکریں اس لیے کھا رہے ہیں۔ کہ قرآن سے تعلق توڑ لیا ہے ہمارا کنکشن پاور ہاؤس سے نہ رہا۔

قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے

الحمدللہ اس قرآن مجید میں سیاسیات، معاشیات اقتصادیات، اخلاق، اعمال کا ایک ہمہ گیر مکمل قانون موجود ہے۔ شیطان نے مسلمانوں کا تعلق اس قرآن سے ختم کر دیا۔ شیطان کی پہلی کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا تعلق مرکز ہدایت قرآن مجید سے نہ رہے اور اگر اس میں کامیابی نہ حاصل ہو تو پھر قرآن کی روشنی جن نہروں کے ذریعے پہنچتی ہے۔ انہیں کاٹ دیتا ہے۔ ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔ وانزلنا الیك الذكر لتبين للناس مانزل الیهم (اور ہم نے نازل کیا ہے آپ کی طرف قرآن مجید تاکہ آپ بیان کریں وہ جو لوگوں کی طرف نازل کی گئی ہے۔

قرآن حکیم کا مطلب

اس قرآن کا مطلب کیا ہے، یعنی کیا ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرامؓ رہتے تھے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ بڑے شجاع تھے۔ اور دیگر صحابہؓ جن کے بڑے بڑے کارنامے تھے۔ مکہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ اسی لیے تشریف لائے تاکہ اس کتاب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ سکیں۔ صحابہؓ نے حضورؐ سے سمجھا۔

الحمدللہ صحابہؓ سے تابعینؒ اور ان سے تبع تابعینؒ نے قرآن مجید کے معانی اور مطالب سیکھے۔ اور ان سے لے کر آج تک وہی علوم و معارف جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے تھے، سینہ بسینہ منتقل ہوتے آئے ہیں اور سینوں و سفینوں میں محفوظ رکھا شیطان کا کام ہے کہ ان علوم و انوار سے تعلق نہ رہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیا یہ قرآن صرف مولویوں کو آتا ہے۔ یہ کوئی ان کا ٹھیکہ ہے۔ اسے تو تم بھی خود سمجھ سکتے ہو۔ بس انگریز جو کہیں صحیح ہے۔ پرویز و گمراہ لوگ جو کہیں بس صحیح ہے۔ سبحان اللہ یہ عقل ہے۔ ان تہذیب نو کے دلدادوں کی۔ اکوڑہ سے نوشہرہ آنے کے لیے تو راستہ موجود ہے مگر ان کے نزدیک قرآن کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ پس خود سمجھ لو۔ اگر دریائے لنڈے کا پانی پہنچانا ہو تو درمیان میں ایک نالہ نکالتے ہیں، اسی طرح قرآنی علوم بھی نالوں اور نہروں کے ذریعے سے پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان علماء کرام کی قبروں

پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے قرآن کو سینوں سے لگایا محفوظ رکھا۔

شیخ التفسیر لاہوری کا بلند مقام

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو مبارک فرما دے بڑی خوشی ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان (پاک و ہند) میں قرآنی علوم و معارف پر نہایت ہی عمیق، گہری نظر رکھنے والوں میں سے عارف کامل شیخ المشائخ، امام الاولیاء، مخدومنا حضرت شیخ التفسیر لاہوری علیہ رحمۃ واسعۃ کا مقام بہت اونچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فہم القرآن میں بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ تمام زندگی قرآن کے درس کے لیے وقف فرمائی یہ اسی خدمت قرآن کی برکت تھی کہ ان کے مزار مقدسہ سے خوشبو نکلی جسے خود میں نے دیکھا اور سونگا ہے مشک و عنبر سے زیادہ پیاری خوشبو تھی۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان خزانوں میں سے حصہ دیا ہے شیطان ان راستوں کو کاٹنا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کسی کالج کے پروفیسر یا پرویزی سے قرآن پڑھو مقصد اس کا یہ ہے کہ جب راستہ نہ رہے گا۔ تو اصل باقی نہ رہے گا۔

شیاطین کے حملوں سے بچنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سبق دیا ہے کہ شیطان کے حملوں سے بچنے کیلئے اعوذ باللہ پڑھا کرو تفسیر کا وقت تو ہے نہیں۔ اتنا معلوم ہوا کہ شیطان سب سے بڑا دشمن ہے اور شیطان کی گرفت سے بچنا چاہیے۔ ذرا یہ بھی سوچ لیں کہ شیطان جو مردود بارگاہ الٰہی ہوا اس کی وجہ کیا ہے اور کیوں ہمیں اس سے اتنا دور رہنے کا حکم فرمایا۔ اب ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی سے معلوم کیا کہ شیطان کیوں مردود ہوا۔ اس نے سات لاکھ سال تک عبادت کی اتنا بڑا عالم ہے کہ بڑے بڑے علماء کو گمراہ کر دیا۔ وہ خود کتنا بڑا ماہر ہوگا۔

شیطان کے مردود ہونے کی پہلی وجہ (غرور)

اس لیے مردود ہوا کہ اس نے گھمنڈ و غرور کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ اسجدوا لآدم ۔ الخ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ شیطان نے کہا کہ اے اللہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور میں آگ سے۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ۔ مجھے آگ سے تو نے پیدا کیا اور اس آدم کو مٹی سے۔ شیطان اپنی ذات پر نازاں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جا نکل جا۔ یہاں تیرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر و گھمنڈ سے بچائے۔ آمین۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج جیسے اہم قصے کو بیان کرتے ہوئے حضور کی تعریف فرمائی سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی) یہاں بھی عبدیت کی صفت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں عبدیت و عاجزی پسند ہے۔ تکبر اس کی ضد ہے۔ تکبر عزازیل کا خوار کرنا۔ اس لیے دعا کرتے ہیں۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ اے اللہ ہم کو گھمنڈ سے بچا۔

دوسری وجہ (حسد)

دوسری وجہ شیطان کے مردود ہونے کی حسد ہے۔ سب سے پہلا گناہ حسد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ تو ابلیس نے سوچا وہ ٹ میرا ہے۔ میں ہی بنوں گا۔ موقع کی تلاش میں تھا مگر جب آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا ۴۰ سال تک مٹی سے قالب بنا یا۔ شیطان اس کے قریب آکھڑا ہوا۔ اور فرشتوں سے کہتا کہ کیا تم اس کی بات مانوگے۔ فرشتوں نے کہا کہ ہاں تو شیطان آدم کے سارے ڈھانچہ کو دیکھتا۔ کانوں کا سوراخ، آنکھوں کا سوراخ، منہ کا سوراخ، معدہ کا کھوکھلا پن دیکھ کر بہت خوش ہوتا۔ کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر جب دل کو دیکھا اس میں سوراخ نہ تھا سخت مضبوط تھا۔ وہ بہت حیران ہوا۔ اس کے اردگرد سے دیکھا کہ کیا چیز ہے۔ اور سمجھا کہ اگر میں شکست کھا سکتا ہوں تو وہ یہ دل ہوگا۔

خدا نے دل کی بناوٹ ہی ایسی کی ہے کہ وہ ذکر اللہ ہی کرتا ہے جب معشوق کا نام لیا جائے تو اعضاء پھڑک جاتے ہیں۔ اصل میں انسان کا معشوق اللہ ہے۔ اور انسان کا

اصل دل ہے۔ دل ہر وقت تلاش میں رہتا ہے تڑپتا رہتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ والے دلوں پر اللہ اللہ کی ضربیں لگواتے ہیں۔ اور جیسے آپ حضرات بھی مجلس ذکر کرتے ہیں اور انفرادی طور سے بھی اللہ کو یاد کرتے ہیں جب یہ دل کا تڑپنا ختم ہوتا ہے یعنی عشق نہیں رہتا تو بس انسان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ تو شیطان نے گھمنڈ بھی کیا اور حسد بھی کیا کہ آدمؑ کو کیوں خلیفہ بنایا گیا مجھے کیوں نہیں بنایا گیا۔ کتنا بڑا عالم و عابد کیوں نہ ہو جب وہ حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے بس تباہ ہو جاتا ہے۔ زندگی مشکل بن جاتی ہے۔ حاسد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی نعمتیں دنیا میں نہ ہوں، چاہے مجھ میں بھی نہ ہوں۔ تو اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ اپنے فضل و کرم سے حسد سے بچائے۔ جس کی وجہ سے شیطان ملعون ہوا۔

تیسرا سبب (اعتراض) شیطان کے مردود ہونے کا تیسرا سبب اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے۔ واللہ العظیم آجکل بہت بدقسمتی ہے۔ پہلے جہاں ایک مسلمان ہوتا تھا۔ اللہ کا عذاب نہ آتا تھا۔ اب مسلمانوں کی بستیوں کے اوپر عذاب آتا ہے۔ اس میں بھی مسلمانوں کا بھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذرا خوب غفلت سے جگاتے ہیں اور بیدار کرتے ہیں کہ شاید سنبھل جائیں۔ اور یہ بھی اللہ سے ربط و تعلق کی ایک دلیل ہے۔ اگر تعلق بالکل نہ ہوتا۔ تو خدا جھنجھوڑتا بھی نہیں۔ خیر! شیطان نے ایک حکم نہ مانا، اعتراض کر دیا تو ملعون ہو گیا مگر کیا ہمارے ہاں قرآن ہے؟ ہماری انفرادی زندگی میں ہے۔ یا اجتماعی زندگی میں؟ ہم عملاً تیس پاروں کا انکار کرتے ہیں یہ دنیا تو اللہ اللہ کرنے والوں کے دم سے آباد ہے جب اللہ اللہ کرنے والا کوئی بھی نہ رہے گا دنیا تباہ ہو جائے گی۔ یہ ذکر اللہ سارے عالم کی روح ہے ہر وقت دنیا کے کسی نہ کسی گوشے سے کوئی اللہ اللہ کر رہا ہوتا ہے اسلئے دنیا قائم ہے کیا معلوم اسی اللہ اللہ کرنے اور درس قرآن و حدیث کی برکت سے ہم سب زندہ ہیں۔ اور دنیا میں بستے ہیں۔ آجکل ہم پورے قرآن پر معترض ہیں۔ شیطان نے ایک اعتراض کیا تھا۔ آج کل کہتے ہیں کہ یہ احکام اسلام فٹ نہیں۔ زمانے کے مطابق نہیں جو بھی کہو، اللہ فرماتے ہیں۔ چل مردود کہاں سے آگیا۔ استاذ الملائکہ شیطان، کتنا ذلیل بنا شیطان دو کام کرنا چاہتا ہے ایک تو اللہ نے اسے گرایا وہ اللہ تعالیٰ کو معبود باقی رہنے نہیں دیتا اور دوسرے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی وجہ سے مردود ہوا۔ اس لیے اولاد آدم کو جنت

میں جانے نہیں دیتا۔

چوتھی وجہ گستاخی و بے ادبی

شیطان کے مردود ہونے کی چوتھی وجہ گستاخی و بے ادبی ہے کہ اس نے بے ادبی کی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبروں کا جتنا ادب و احترام کریں گے، اتنی ہی اللہ سربلندی و سرفرازی دیں گے تو آدم علیہ السلام پہلے پیغمبر ہیں اور سب سے آخری سید الانبیاء، اشرف الرسل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بے ادبی سے بچائے آمین۔

اللہ تعالیٰ ادب کی تعلیم خود دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی حضور کی آواز سے اپنی آواز بھی اونچی مت کرو۔ ادب سے رہو۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز اونچی تھی۔ وہ اتنی آہستگی سے بات کرتے تھے کہ بعض اوقات حضورؐ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ یہ بہت مشکل ہے کہ فطرت کے خلاف عمل کیا جائے اور یہاں تک خدا نے فرمایا کہ اگر ادب اور احترام نہ کیا تو خطرہ ہے کہ سب اعمال ہی کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔

حبطِ اعمال کن گناہوں سے ہوتا ہے

حبطِ اعمال یا تو شرک و کفر سے ہوتا ہے اور یا بے ادبی سے، اس کے علاوہ بڑے بڑے گناہ موجود ہیں مثلاً زنا، شراب کا پینا، مگر وہاں اعمال کے ضائع ہونے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے مگر یہی بے ادبی ایک ایسی بدی ہے جو سب نیکیوں کو ختم کر دیتی ہے جس طرح وضو سے سب گناہ صغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔

درسِ قرآن روحانیت کی غذا ہے

اس درسِ قرآن کے شروع ہونے کی بہت خوشی ہوئی کیونکہ یہ روحانی غذا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں سے بنایا ہے۔ ایک جسم دوسری روح۔ اگر سائنس دان کہیں کہ روح کیا ہے ہم اسے نہیں جانتے۔ تو ہم جواب دیں گے کہ چیونٹی جیسا حقیر جاندار اور زمین جیسی چیز بھی روح جانتی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص زمین پر سویا ہوا ہے۔ بیٹھا ہوا ہے۔ دس برس بھی لیٹا رہے۔ چیونٹیاں اسے نہیں کھائیں گی۔ لیکن اگر ایک مردہ چند گھنٹے رکھ دیں تو نیچے سے چیونٹیاں اوپر سے گدھ وغیرہ پرندے چمٹ جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ

ان جانوروں کو علم ہے کہ پہلے روح تھی اب نہیں ہے۔ تو اس روح کو یہ جانور بھی پہچان رہے ہیں۔ اس طرح زمین پر غریب و امیر سب سوتے ہیں کبھی بھی زمین نے اسے نہیں کھایا۔ مگر مردوں کو فوراً زمین کھانا شروع کر دیتی ہے۔ یہ بھی اس چیز کی دلیل ہے کہ زمین بھی روح کو جانتی ہے۔

روح کی شادابی کے لیے مظاہر رحمت

انسان کی ان دونوں چیزوں میں اعلیٰ مقام روح کا ہے۔ جب روح نہ ہو تو جسم کو دفن کر دیتے ہیں۔ اب دیکھیے جسمانی ضروریات کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے سب زمین و آسمان اور اس کے اندر کی اشیاء پیدا کیں۔ کھانے کے لیے، پینے کے لیے، پہننے کے لیے وغیرہ وغیرہ اس کے لیے مکان بنایا۔ کاغذ کا انتظام فرمایا۔ لیکن دنیوی ان سب اشیاء کی ہمیں ضرورت ہے بھی اور نہیں بھی۔ مثلاً آگ ہے اس کا کام پکانا ہے۔ ہمیں پکانے کے لیے اس کی ضرورت ہے۔ مگر جب کام ہو جائے تو اس کو بجھا دیتے ہیں کیونکہ اب اس کا جلائے رکھنا باعث نقصان ہے کہیں مکان نہ جل جائے یا انسان ہی نہ جل جائے۔ اس کے لیے لکڑی و کوئلہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا۔ جب چاہو آگ لگا لو۔ اسی لکڑی و کوئلہ میں آگ کو آئندہ کے لیے محفوظ کر لو۔ اسی طرح پانی ہے یہ دریائے کابل جو قریب ہی بہہ رہا ہے۔ اگر قابل میں ہی رہتا اور اس علاقہ کے لوگوں سے کہا جاتا کہ وہاں جا کر پانی لایا کرو تو کتنی مشکلات پیدا ہوتیں۔ پانی سے فرمایا تم روانہ ہو جاؤ۔ تاکہ راستہ کے لوگ تم سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ یہ اس کی شان رحمانیت ہے۔ پانی کی چونکہ زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے اوپر بھی اور قدموں کے نیچے بھی پانی محفوظ فرمایا اگر ہر وقت ہر جگہ پانی ظاہر ہوتا تو انسان بستے کہاں، ہلاکت تھی۔ اس لیے اس کو مٹی کے نیچے محفوظ کر دیا جب چاہو حسب ضرورت پانی استعمال میں لا سکتے ہو۔ ہوا کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے سمندر کو ہر جگہ ہر وقت پیدا فرما دیا۔ دنیا کے کسی خطہ میں ایسا کوئی مقام نہیں ہے جہاں ہوا نہ ہو۔ امیر اور غریب کا کوئی سوال نہیں ہے۔ ہر ایک چیز کو ضرورت کے مطابق فرما دیا۔ یہ اس کی شان رحمانیت ہے۔ پھل، پھول مختلف رنگوں اور خوشبوؤں سے بنائے۔ ہر چیز عجیب بنائی یہ سب عقلاء کے نزدیک اہم و ضروری ہے کا کوئی بندوبست فرمایا

ہوگا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحانی غذا بھی محفوظ کرنے کا انتظام کیا ہے۔ یہ کسی انسان کا کام نہیں اور نہ ہی طاقت ہے۔ اللہ کی طرف سے عطایا ہیں اور انعامات جس کا شکریہ ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو علم و عقل میں ترقی نصیب فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلائے۔ آمین۔

مبلغین قرآن دریا ہیں

جو ان کے قریب آئے گا پیاس بجھ جائے گی جو نہ آئے گا نقصان اسی کو ہوگا مثلاً اب اگر لوگ دریائے لنڈا سے ہڑتال کرلیں کہ ہم پانی نہیں پئیں گے تو نقصان کس کا ہے۔ دریا تو بہہ رہا ہے۔ نقصان ان لوگوں کا ہی ہوگا۔ آجکل لوگوں نے قرآن سے ہڑتال کرلی ہے اب اس سے جو بائیکاٹ کرے گا خود مرے گا۔

اس لیے آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ آج سے انشاءاللہ تعالیٰ روزانہ عشاء کی نماز کے بعد اسی مسجد تکیہ میں درسِ قرآن ہوا کرے گا۔ اس میں شریک ہوکر اپنی دونوں زندگیاں بہتر بنائیں۔ والسلام۔

باب ۵

تذکارِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحی و رسالت

سیرتِ مطہرہ، تعلیمات و اُسوۂ حسنہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ط (احزاب۔ ۲۱)

وحی و رسالت

اور

نورِ نبوّت

پشاور یونیورسٹی کی ایک مسجد میں درسِ قرآن

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اللہ جل مجدہٗ نے ان دو آیتوں میں جس کی تلاوت کی گئی رسالت کا مسئلہ ذکر فرمایا ہے رسالت کے لئے مُرسِل (بھیجنے والا) کون ہے؟ مُرسَل الیہم (جن کی طرف بھیجا گیا) وہ کون تھے؟ اور رسالت، و بعثت کے مقاصد کیا تھے؟ تو مُرسِل تو اللہ رب العزت ہیں جس کی چند صفات پہلی آیت میں ذکر ہیں۔

کائنات اور اللہ کی تسبیح

ایک صفت اللہ کی مُسبّحیّت ہے کہ وہ ہر قسم کے عیب سے منزہ اور پاک ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ہمارا خالق اور مالک ہے جس نے ہمارے وجود اور جسم میں لاکھوں فائدے رکھے ہیں۔ ہماری نشو و نما اور تربیت میں حکمت کے خزانے بھر دئے ہیں۔ تو یہ یقینی ہے کہ ایسی ذات ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہوگی۔ یہ تسبیح حالی بھی ہے کہ کسی مکان کو کسی مصنوع کو دیکھ کر صانع کا باکمال ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اور قالی تسبیح یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک چیز کو وجود عطا فرمایا اور ہر چیز میں احساس کا ایک مادہ رکھ دیا ہے — وان من شئ الا یسبح بحمدہ —

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے لئے اس میں مادۂ علم و ادراک، قوی ہے اور
دیگر اشیاء میں کم ہے۔ مگر ہے سب میں، ارشاد خداوندی ہے۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (سورۃ ۲۴-آیت ۴۱)

روئے زمین پر ہر چیز کو، سب مخلوق کو، تسبیح اور عبادت کے طریقے سکھلا دیئے
جو اسے جانتے ہیں۔

صلاۃ خالق کی عظمت اور صفت جلال و کمال کی مظہر ہے اور اللہ کی عظمت پر دلالت
کرتی ہے کہ وہ مالک ہے۔

ہر چیز میں شعور و احساس ہے

آج کل سائنس دانوں نے بھی مان لیا ہے کہ ہر
چیز میں ادراک ہے۔ پرانے فلسفیوں نے بھی
ایک حد تک کہا تھا۔ تو یہ آس پاس کے جو درخت ہیں ان میں بھی ادراک کا مادہ موجود ہے۔
پتھروں میں بھی احساس ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے ہاتھوں میں پتھروں نے بھی فصیح انداز میں
کلمۂ شہادت پڑھا۔ حج کے موقعہ پر آپ نے ایک سو اونٹ کی قربانی دی۔ ۶۳۔ اونٹ
خود نحر فرمائے اور باقی حضرت علیؓ سے کروائے اور سو اونٹ ایک آدمی کی دیت ہوتی ہے۔
۶۳ کا ذبح فرمانا اپنی عمر کی طرف بھی اشارہ تھا۔ آپ نے کسی امیر کے بارے میں بھی نہیں سنا
ہوگا کہ اس نے سو اونٹ قربان کئے ہوں۔ تو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی جو فقر و
مسکنت تھی وہ اختیاری تھی جبری نہ تھی۔ تاکہ امت کے فقراء کو تسلی ہوتی رہے۔ اور امت
کے جو لوگ دنیا کے طالب ہیں وہ یہ نہ کہیں کہ طلب دنیا اور امارت و دولت تو سنت نہیں ہے
تو روایات میں ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ اونٹ ذبح اور نحر کرنے لگے تو

کلھن یزدلفن الیہ ۔ ہر اونٹ آگے کی طرف پھسلتا اور پیش قدمی کر کے
آگے بڑھتا کہ حضور ﷺ مجھے بھی اپنے دست مبارک سے ذبح کر دیں ۔ حضور اقدس ﷺ
ایک دفعہ ایک باغ میں گئے تو ایک اونٹ نے سامنے آ کر رونا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ

فرمایا اس کے مالک کو، کہ تم اس کو خوراک کم دیتے ہو اور کام اس سے زیادہ لیتے ہو۔ اس نے تمہاری شکایت کی ہے۔

حضور اقدس ؐ جب احد کی پہاڑی پر تشریف لے گئے تو احد خوشی کے عالم میں جھومنے لگا۔ تو حضور اقدس ؐ نے فرمایا۔

اسکن فانما علیك نبیٌ وصدیقٌ وشهیدان ۔ سکون اختیار کرو تم پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

حضور اقدس ؐ نے فرمایا ـــ احد جبل یحبنا ونحبه ـــ جبل احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ گویا احساس وشعور بھی نبی کریم ؐ کے ساتھ محبت جیسے پاکیزہ جذبات کا تھا۔ حضور اقدس ؐ نے ایک خشک اور سوکھے درخت کے تنے سے جس پر خطبہ میں سہارا لیتے تھے، علیحدگی اختیار کی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو وہ خشک درخت حضور اقدس ؐ کے فراق میں چیخ چیخ کر رونے لگ پڑا۔ تو ہر شے میں ادراک کا مادہ ہے۔

تکوینی تسبیح جمادات بھی اپنی اپنی ڈیوٹی دے کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور مالکیت کا اعتراف کرتی ہیں۔ اسی طرح تکوینیات میں کوئی بھی انسان خدا کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ بڑے سے بڑا متمرّد اور سرکش بھی۔ جب حکم مل جائے کہ مر جاؤ تو مر جائے گا۔ ذلیل ہو جاؤ تو ذلیل ہو گا۔ فرعون غرق ہوا۔ شدّاد کی روح قبض کر لی گئی۔ تو تکوینیات جب چار و ناچار مانتے ہیں تو پھر تشریعیات نہ ماننا کہاں کی عقلمندی ہے؟

یسبح للّٰه ـــ اللہ اسم ذات ہے ـــ وہ ذات جو مستجمع ہے جمیع صفاتِ کمال کے لئے، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسم ذاتی ہے۔ اس لئے بھی کہ قرآن میں اللہ کو باقی اسماء کے آگے بیان کیا گیا ہے یہ موصوف ہے اور باقی نام اس کے صفات ہیں جیسے هو الله الذی لا اله الا هو الملك القدوس (الایة) یا جیسا کہ الله لا اله الا هو الحی القیوم

وغیرہ ہیں، اسی طرح یہاں بھی آیت میں آگے اللہ کے صفات بیان کردئے گئے ہیں۔
ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ہر کائنات کا ذرّہ ذرّہ ۔ارضی و سماوی کائنات پکار
پکار کر کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا جو وحدہٗ لاشریک لہ ہیں۔

داخلی اور خارجی روشنی

عالم کو اُس نے پیدا فرمایا تو اس کے لئے روشنی کے انتظامات بھی فرمائے۔ اس مسجد کو تم نے بنایا تو اسے روشن رکھنے کے بھی انتظام کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بصارت (قوتِ بینائی دی۔ آنکھیں دیں تو اس سے کام لینے کے لئے باہر کی روشنی پیدا فرمادی۔ سورج اور چاند کو پیدا فرمایا اگر آنکھیں ہوں مگر آفتاب، چاند، بجلی کی روشنی نہ ہو تو آنکھیں بیکار رہوں گی۔ اور ہم اندھیرے میں ٹکریں مارتے پھریں گے اگرچہ آنکھیں موجود ہیں مگر ہم بھٹکتے پھریں گے۔ اسی طرح اللہ نے ہمیں عقل عطا فرمایا لیکن عقل کی روشنی بھی ایک خارجی روشنی سے کارآمد ہوسکتی ہے۔ اور وہ روشنی ہے وحی اور رسالت کی روشنی۔ اگر وحی کا نور نہ ہو تو چاہے کوئی کتنا بڑا فلسفی اور کتنا ہی سائنسدان بنے۔ عقلمند اور حکیم بنے مگر ہدایت نہیں پاسکتا۔

نُورِ نبوت کے بغیر روشنی بے کار ہے

دیکھئے! آج دنیا نے اگرچہ مادی لحاظ سے ترقی کی ہے مگر یہ ترقی درحقیقت انسانیت کی تباہی ہے۔ اخلاق میں سب گرے ہوئے ہیں۔ دنیا کی تباہی کے درپے ہیں۔ اس لئے کہ اس ترقی میں نُورِ نبوت سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ کتاب و سنّت کے رہنمائی کے بغیر نرا عقل اور فلسفہ تباہی کے راستوں پر ڈالتا ہے۔ اس لئے منتظم حقیقی نے روشنی کا انتظام انبیاء و رسل کی شکل میں فرمایا۔ اور اگر ایسا نہ فرماتے انبیاء کو مبعوث نہ فرماتے تو قیامت کے دن لوگ یہ بہانے کرتے کہ آپ نے ہمیں عقل دی تو مگر ہماری عقل تو محدود تھی۔ اس لئے ہمیں آپ کی مرضیات کا پتہ نہ چل سکا۔ ہمیں تو اپنے روح کی بھی حقیقت معلوم نہ ہوسکی۔ حالاں کہ اپنے ساتھ تو رشتہ عینیت کا رشتہ ہے۔ وما اوتیتم من العلم الّا قلیلًا ——

قرآن میں ہے کہ ـــــ ویسئلونک عن الروح ـــــ لوگ آپ سے روح کی حقیقت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔

ضرورت وحی و رسالت

تو جب کوئی شخص اپنے روح کو نہیں پہچانتا۔ تو وہ بغیر نورِ نبوت کے کیا بتلا سکتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مرضیات ہیں۔ اور یہ نامرضیات ہیں۔ تو اگر کوئی کہے کہ میں صرف اپنی بصیرت سے عقل سے اپنی زندگی کی راہ متعین کر لوں گا تو یہ غلط ہے۔ آج کل کہا جاتا ہے کہ وحی کی کیا ضرورت ہے ایسے شخص کو آپ اندھیرے رستوں میں چھوڑ دیں اور اسے کہیں کہ اللہ نے دو بڑی بڑی آنکھیں دی ہیں تو روشنی کی کیا ضرورت ہے تو اللہ نے اس لئے انبیاء کو بھیجا کہ لوگ خدا کے سامنے حیل وحجت نہ کریں کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ (سورۃ ۴۔ آیت ۱۶۵)

اللہ عیب سے منزہ ہے نقص اور خامی سے منزہ ہے اس نے حجت کو پورا فرمادیا وہ مالک اور بادشاہ ہیں القدوس وہ پاک ہے کسی کے اوپر ظلم اور زیادتی نہیں کرتا۔ دنیا کا ہر بادشاہ جسے چاہے گرفتار کرے۔ اللہ تو مالک الملک ہے۔ وہ تو حقیقتاً سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ جب بھی کسی کو معذب کریں گے تو پہلے اتمام حجت کریں گے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (سورۃ ۱۷۔ آیت ۱۵)

رسول اور نائب رسول کے ذریعہ وہ لوگوں تک حق پہنچائیں گے۔ آج کا زمانہ دیکھئے کہ

عصرِ حاضر اور اتمام حجت

دنیا کے گوشے گوشے تک قرآن وحدیث پہنچانے کے کیسے کیسے غیبی انتظامات ہو گئے۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ ایک حدیث سننے کے لئے دور دراز کی مسافتیں طے کرتے تھے۔ لوگ حق کے اتنے متلاشی تھے کہ احادیث کے درس میں (جو تعلیمات رسالت ہی ہیں) چالیس چالیس ہزار دوات اور قلم گنے گئے ـــ تو آج اگر لوگوں کا جذبہ کم ہو گیا ہے حق کے تلاش میں نہیں نکل سکتے

تو اگر گھر کے کسی کونے میں بیٹھ جائے تو حق کی آواز ریڈیو کے ذریعے اخبارات کے ذریعے اور لاؤڈ سپیکر سے اذان کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

امر و حکم کا حق صرف اللہ کو ہے

العزیز۔ اللہ تعالیٰ غالب بھی ہیں کسی کے دباؤ میں نہیں آتے کہ دباؤ کے وجہ سے کسی حکم کو چھوڑ دیں یا اضافہ کر دیں، قدرت اس کی ہے قوت اس کی ہے۔ البتہ وہ حکیم بھی ہیں۔ الحکیم۔ آج اگر کوئی شخص متمردانہ زندگی بسر کرتا ہے اور اس کی گرفت نہیں ہو رہی تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ بلکہ یہ اسے مہلت ہے اللہ حکیم ہے غالب ہے مقدّس ہے مالک الملک ہے۔ ہر عیب و نقص سے منزّہ ہے تو جو ذات ایسے ایسے صفات سے موصوف اور متصف ہے صرف اسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے غلاموں کو اپنے بندوں کو احکام بھیجے، قانون بھیجے۔ دنیا کا کوئی ملک جس میں حکومت ہو وہ بغیر قانون کے نہیں ہوتا۔ تو اللہ اپنے غلاموں کو سلطنت ارضی و سماوی کو قانون اور ضابطوں سے کھلا کب چھوڑتا نہیں بلکہ ہمارے لئے بھی قانون ہے جس سے مرضیات الہیہ کا پتہ چلے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو انبیاء کے ذریعہ قرآن کے ذریعہ قانون دیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔ کیونکہ انسان عقل سے مرضیات الہیہ کا ادراک نہیں کر سکتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا۔ اس غالب اور حکیم ذات نے رسول کو بھیجا۔ اذ بعث فی الامیین رسولا منہم جس نے ان پڑھوں میں عظیم الشان رسول کو بھیجا جو انہی میں سے ہیں۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ ۹ آیت ۱۲۹) تو مُرسِل اللہ جیسے جامع صفات و کمالات ذات ہیں اور مرسل حضور محمد رسول اللہ جیسی عظیم الشان

امیین میں بعثت کی حکمت

شخصیت اور مرسل الیہم عرب قوم جس کی تعبیر اُمّی سے کی گئی ــــــ اس وقت یہ لوگ غلطیوں میں مبتلا تھے اور اگر کوئی تعلیم یافتہ ایم اے کی ڈگری لینے کے بعد کوئی کمال حاصل کرتا ہے تو

یہ نادر چیز نہیں ہے کیونکہ اس نے کتابوں کا مطالعہ کیا ہو گا۔ مگر اس ملک میں پڑھنے لکھنے والے تو چند ہی ہوں گے۔ کوئی کالج، کوئی مدرسہ اور سکول نہیں اس وقت جزیرۃ العرب میں کتب خانے نہیں تھے۔ ہم لوگ پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں عمریں گذر جاتی ہیں چند طلبہ ہوتے ہیں۔ ان کو پڑھانے اور ان کے اصلاح میں ساعی رہتے ہیں ہزاروں روپیہ لگتا ہے مگر ان چند افراد کی اصلاح مشکل ہوتی ہے اس کالج اور یونیورسٹی کے احاطہ میں کتنے لاکھ روپیہ خرچ ہو رہا ہو گا اور کتنے اساتذہ ہوں گے؟ آپ ان سے پوچھیں کہ ان کی مساعی کا نتیجہ کیا نکلا؟ مگر حضور اقدس ﷺ کے تشریف آوری کے وقت عرب کی جو حالت تھی وہ آپ کے سامنے ہے مگر ۲۳ برس کا عرصہ قلیل عرصہ ہے اس عرصہ میں حضور ﷺ کی تعلیمات سے کفر مٹ گیا شرک مٹ گیا لوگوں کے عقائد بدل گئے۔ اور عقائد و مذہب کی تبدیلی کوئی آسان بات نہیں آج ہم کسی ایک رسم و رواج کو مٹا نہیں سکتے۔ ابوجہل اپنے ساتھیوں سمیت بدر میں واصل جہنم ہوا وہ کسی حکومت اور اقتدار کے لئے نہیں لڑ رہا تھا۔ زر۔ زن۔ زمین تین چیزوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ تو ان چیزوں کے لئے وہ نہیں لڑ رہا تھا۔ بلکہ وہ اپنے باطل مذہب جسے وہ مذہب سمجھ رہا تھا کسی بقاء کے لئے لڑ رہا تھا تو ایسے لوگ جو اپنے مذہب اور نظریات میں اتنے کٹر اور مضبوط تھے حضور اقدس نے ان کا کایا پلٹ دیا۔ ان میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ پیدا ہوئے۔ آج سیاست میں کیا کوئی حضرت عمرؓ جیسا سیاست دان پیش کر سکتا ہے کوئی حضرت خالد بن ولیدؓ جیسا کمانڈر ان چیف پیش کر سکتا ہے۔ کوئی حضرت عبیدہ بن الجراحؓ جیسا سالار اور امین پیش کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کی یہ حالت بنی یہاں کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے مگر ہم اپنے ماحول کو درست نہیں کر سکتے۔ اور وہاں حضور اقدس ﷺ اکیلے ہیں نہ دولت ہے نہ خزانے ہیں اور پھر ان امیین میں ایسے ایسے عالم فقیہ، حکمران سیاست دان اور ماہرین حرب و ضرب پیدا ہو گئے۔ اللہ اکبر

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم۔ اللہ کو منظور تھا

کہ ان امیین کے ذریعہ اسلام پھیلے گا۔علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس کو ایسے
دور میں مبعوث فرمایا کہ باطل طاقتیں ہر طرح طاقت اور قوت رکھتی تھیں۔
ایک ایک لڑائی میں دشمن نے ۳-۳ لاکھ افواج پیش کئے۔ ۷-۸ لاکھ کی تعداد آئی
ہے۔ مگر اللہ نے کسریٰ اور قیصر جیسے طاقت وروں کے ہاں نبی آخر الزماں کو مبعوث نہیں
فرمایا بلکہ عرب کے امیین میں تو اس کے کئی وجوہات ہیں۔ ایک ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی
تھی کہ وابعث فیہم رسولاً منہم۔ مگر ایک حکمت یہ ہے کہ جو شخص نادان ہو ان پڑھ ہو اس کی
اصلاح آسان ہے اور جو باوجود علم کے غلطی کرتا ہے اس کی اصلاح مشکل ہوجاتی ہے۔ کوئی
مولوی اور پروفیسر اگر ضد پہ آجائے تو ہزاروں سمجھائیں مگر ضد نہیں چھوڑے گا۔ اور کسی ان پڑھ
پر آپ کے بات کی سچائی واضح ہوجائے تو وہ اپنی جان قربان کردے گا۔ تو حضورِ اقدس کے تعلیمات
کی صداقت کہ ۲۳ برس کے قلیل عرصہ میں امیین کے کایا کیسے پلٹ دی ؟ غزوۂ احد میں چہرۂ
مبارک زخمی ہوگیا تو خون کو رومال سے پونچھنے لگے اور اسے زمین پر نہیں گرنے دیا اور فرمایا
کہ جب کسی قوم نے اپنے نبی کا خون گرادیا تو وہ ہلاک ہوجاتی ہے۔ اور حضورؐ نے دعا کی کہ
اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۔ یا اللہ یہ لوگ نہیں جانتے۔ علت بتلا دی کہ
لا یعلمون۔ طائف کے میدان میں حضورِ اقدس پر پتھر برسائے گئے حضرت زید رضی اللہ عنہ
حضورِ اقدس کے ساتھ میں کسی نے کہا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں تباہ کردے۔ ملک الجبال
آتے ہیں تاکہ حضورؐ کی تسلی ہو کہ میں اکیلا اور بے سہارا نہیں ہوں وہ پیش کرتے ہیں کہ چاہو
تو ابھی طائف کے دونوں پہاڑوں کو ان لوگوں پر ملا دوں اور یہ چکی کے دو پاٹوں کی طرح
اس کے درمیان ہلاک ہوجائیں۔ حضورِ اقدس نے فرمایا نہیں یہ لوگ ناسمجھ ہیں شاید ان کی
اولاد میں سے کوئی ایمان لے آئے اے اللہ ان کو تباہ نہ کر۔

کایا پلٹ انقلاب

پھر جب امیین کے سامنے حق واضح ہوگیا تو لاکھوں صحابہؓ کو
وہ مقام ملا کہ دنیا اور آخرت میں اس سے بڑھ کر عزت اور

بلندی کا مقام نہیں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یہ خدائی تمغہ ہے صحابہ کا۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ ۹۔ آیت ۱۰۰)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ (سورۃ ۴۸۔ آیت ۲۹)

عالم اکبر کے شعور و ادراک کے کمال کا دور

ایک دور میں عالم اکبر کے طرح شخص اکبر بھی طفل تھا طفولیت کا دور تھا تو انبیاء نے لوگوں کو تکوینی امور بتلا دئے جیسے بچوں کو سکھلایا جاتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شخص اکبر جوان بنا حضرت ابراہیم کے زمانہ تک جوانی کا دور تھا تو اس میں بھی انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا رہا جوانی کا اور سرکشی کا دور ہوتا ہے لڑتا ہے مارتا ہے تو سرکشوں کی سرکوبی ضرور ہوتی ہے مواخذہ اور گرفت ہوتی ہے اور اگر بچہ غلطی کرتا ہے تو سرزنش اور سزا نہیں ہوتی۔ تو حضرت آدم سے حضرت نوح کے زمانہ تک قوموں پر عذاب نہیں آیا۔ اور جوان کو سزا دی جاتی ہے۔ عالم اکبر جوان ہوگیا۔ عناصر اربعہ مضبوط تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو تشریعیات کی وحی بھیجی۔ حضرت نوحؑ نے ہر طرح لوگوں کو سمجھایا۔ ساڑھے نو سو برس حضرت نوحؑ نے تبلیغ کی۔ مگر صرف ستر کے لگ بھگ مسلمان ہوئے لوگوں نے کہ دن کو لوگوں کے سامنے آپ ہمیں نصیحت کرکے رسوا کرتے ہیں تو حضرت نوح علیہ السلام رات کے وقت ان کے پاس جانے لگے جب انہیں معلوم ہوتا تو بستروں میں دبک جاتے لحاف سے چہرے ڈھانپ لیتے خراٹے لینے لگتے کہ ہم سوئے ہوئے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ۙ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا

فِرَارًاo وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَلَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاo (سورۃ ۷۱ آیت ۵ تا ۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو معذب کر دیا۔

اس کے بعد قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب، قوم تبّع جو بڑے زور آور اقوام تھے کو بھی معذب کیا۔ اس کے بعد شخصِ اکبر پر شیخوخت اور پختہ سنی کا زمانہ آیا جیسے ۱۵ برس سے چالیس تک جوانی کا زمانہ ہوتا ہے۔ ساٹھ ستّر برس کے بعد جسمانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ مگر تجربہ اور علم زیادہ ہو جاتا ہے شعور وادراک اور علوم میں پختگی ہو جاتی ہے تو حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے علوم وفنون اور حکماء وعلماء کے نشوونما ہونے لگا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کا زمانہ آیا تو اب علوم کے انتہائی پختگی، تجربات کا دور ہوا۔ اور ایسے ایسے علوم دے گئے جو انتہائی آخری اور اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں یہ تکمیلِ انسانیت کا دور ہو گیا۔ اور وحی بھی وہ وحی نہیں جو حضرت آدمؑ کے لئے تھی بلکہ جس کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے ہوا۔ وہ تشریعیات اور ہدایاتِ ربانی جو تکمیلِ انسانیت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ فرمایا

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (سورۃ ۴ آیت ۱۶۳)

انکشاف و اکتشاف کی تکمیل کا زمانہ

اب حضور اقدسؐ کا زمانہ ہے اور ساری بنی نوعِ انسانیت اس کی ہے چاہے امتِ دعوت ہے یا امتِ اجابت ــــ مگر جو مادی ترقی اور انکشاف و اکتشاف حقائق اور علوم دینیہ اس آخری دور میں ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں کسی اور قوم کے عہد میں نہیں ہوئے آخری دور کے لئے ایسے عظیم الشان پیغمبر کو منتخب کر کے بھیجا گیا جس کا علم بھی سب انبیاءؑ سے جامع اور کامل بلکہ اکمل ہے فرمایا ــــ اوتیت علم الاولین والاخرین ــــ جنکے اعقل اور اعلم ہونے پر دشمن بھی گواہی دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کوئی مقدمہ پیش ہوا کسی نے ایک فریق کے بارہ میں کہا یہ ثقہ ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا آپ اس کے ساتھ کبھی

معاملہ میں شریک ہوئے ہیں یعنی ان کو معاملات میں برتا ہے کہا نہیں فرمایا کہ تم نے اس کو مسجد میں
عبادت کرتے دیکھا ہوگا۔ مگر صرف اس سے کسی کے حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی جب تک معاملات
میں اسے نہ آزمایا ہو تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان اُمیین ہی میں سے مبعوث فرمایا گیا کہ
جنہوں نے انہیں چالیس سال تک ہر معاملہ میں پرکھا اور جانا بعثت نبوت سے قبل ۴۰ سال
کے عرصہ میں سب انہیں اعقل الناس سمجھتے تھے سب سے زیادہ عقلمند اور ہوشیار جہاں
انہیں کوئی مشکل درپیش آیا تو سب سے زیادہ صادق القول صادق العقل آپؐ ہی کو مانتے
تھے۔ اور سب سے بڑھ کر سچا آپ ہی کو سمجھتے تھے تو جس کی ہر بات نبوت سے قبل دشمن
کے نظروں میں سچی ہے تو نبوت کے بعد کب اس کے تعلیمات جھوٹے ہوسکتے ہیں۔ حکم ہوا کہ
فاصدع بما تؤمر اب کھلے بندوں بے خوف وخطر میرے احکامات لوگوں تک پہنچا دیجیو
تو آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور پہلے اُن سے دریافت کیا کہ اگر میں تمہیں اس پہاڑ کے پیچھے آنے
والے خطرات سے ڈراؤں تو مجھے کیا سمجھوگے۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا اور شہادت کی کہ
ما وجدناک الا صادقا ہم نے تمہیں آج تک ہمیشہ سچا پایا۔ الغرض ایسا رسول آخری دور میں بھیجا۔
جو اعلم الناس اصدق الناس تھے۔

مقصد بعثت

اور ایسا عظیم الشان رسول جو **یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم
ویعلمہم الکتاب والحکمۃ** ۔ بعثت کا ایک مقصد تلاوت
آیات ہے اور دوسرا یہ کہ وہ ان کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں۔ قلب ودماغ کو شرک و کفر حسد و بغض
تمام برائیوں سے پاک کراتے ہیں اور ایسا تزکیہ فرمایا۔ کہ حضرت جعفر شہادت دیتے ہیں۔ کہ اسلام سے
پہلے ہماری زندگی لوٹ مار اور قتل و فساد ہی ہوا کرتی تھی

صحابہؓ کا بے مثال تزکیہ

مگر پھر کیسا تزکیہ ہوا؟ جنگ یرموک میں میرا بھائی زخمی ہوا
پیاس سے تڑپتا تھا میں ان کے پاس پانی لے گیا۔ ادھر
دوسرے زخمی کے آواز آئی۔ العطش ۔ ہائے پیاس ۔ تو اس زخمی نے منہ بند کردیا اور کہا نہیں

پہلے اس دوسرے زخمی کو پانی دے دو۔ وہاں پہنچا تو دوسرے طرف سے ایسی آواز آئی یہاں بھی پانی سے انکار رہا۔ اسی طرح سات صحابہؓ تک پانی پہنچا ہر ایک نے ایثار کو اختیار فرمایا پہلے زخمی تک واپس ہوئے تو انتقال فرما چکے تھے۔

اسی طرح اور بھی تو موت کے وقت یہ ہمدردی یہ ایثار یہ مؤاسات کئی کئی دن گھروں میں فاقہ ہے آگ نہیں جلتی بکری کا سرا آجاتا ہے وہ خود بھوکے رہ کر پڑوس میں بھیج دیتے ہیں وہ خود اسی طرح اوروں کے گھر میں یہاں تک کہ وہ پہلے گھر میں واپس ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ویزکیہم کا نتیجہ۔ اس کے بعد ویعلمھم الکتب والحکمتہ۔ تزکیہ مقدم ہے تعلیم پر کہ قرآن مجید دودھ کے طرح صاف و شفاف چیز ہے۔ برتن کو پہلے صاف کردو پھر اس میں دودھ ڈال دو جب دل و دماغ مزکی نہ ہو تو قرآن و سنت کے مضامین سے اسے بھر دو تب بھی اصلاح نہیں ہو گی۔ نرا علم کافی نہیں۔ علم کے ساتھ نفس کے اصلاح و تزکیہ جو اصل مقصد ہے کا بھی فکر رہنا چاہیے۔

اور حضورؐ کا کام تلاوت جو بذات خود اہم چیز ہے جب کہ پرویزی اور منکرین حدیث اسے بے کار سمجھتے ہیں۔ اور حضور اقدسؐ کا کام صرف ایک ڈاکیہ جیسا کہ خط لے آئے آگے اس کا کام ختم۔ نہیں حضورؐ تلاوت بھی کرتے تعلیم کتاب بھی اور اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہے والحکمۃ کتاب کے مقابلہ میں جب حکمت آتا ہے تو اس سے سنت مراد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے آپ لوگوں پر اور ان پر جو قرآن کو پڑھتے ہیں سمجھنے کے سعی کرتے ہیں (وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

سرچشمۂ نور و ہدایت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
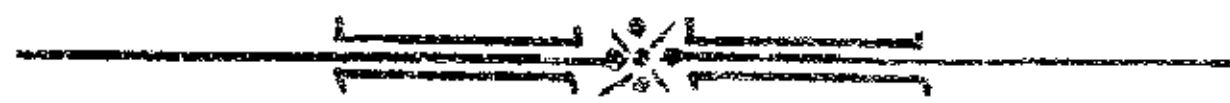
محرم الحرام کے مناسبت سے منعقد تقریب میں جامع مسجد رسالپور ایئرفورس سنٹر میں کیڈٹوں کے اجتماع سے خطاب۔ تمام حاضرین جلسہ کا تعلق فوج سے تھا۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد) یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم اٰیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ٥ (جمعہ آیت ۱-۲)

محترم بزرگو! آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھ ناچیز کو حاضری کی شرف عطا فرمائی میں ایک طالب علم ہوں۔ اور الحمد اللہ کہ آپ حضرات بھی طالب علمی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ لہذا جیسے طالب علم آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ مجھ سے بھی زیادہ توقع نہ رکھیں کہ خوش آوازی یا واعظانہ کلمات پیش کردوں۔ پھر بیمار بھی ہوں۔ ذیابیطس کا اعصاب پر بھی اثر ہے۔

سید الکائنات روشنیوں کا سرچشمہ

محترم بھائیو! سید الکائنات رحمۃ للعالمین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم کے رحمت ہیں۔ تمام کمالات کا منبع ہیں۔ جیسے کہ یہ روشنیاں ہیں۔ موم بتی، چراغ، بجلی کی روشنی ہوا کرتی ہے ستاروں اور چاند کی روشنی ہوتی ہے سب سے اوپر سورج ہے جس سے یہ ساری روشنی ماخوذ ہے جتنے سیارے ہیں ان میں سورج کے

اردگرد گھومتے ہیں۔ جیسے آپ حضرات دیتے ہیں کہ تمام روشنیوں کا منبع سورج ہے اور سب روشنیاں دنیا کے اندر سورج ہی سے چلی ہے۔ اس طرح امتوں میں سب سے زیادہ باکمال پیغمبر ہوا کرتے ہیں۔ اور سب انبیاء کا سردار خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سب میں کمال ہیں تو دیگر انبیاء مثل چاند کے ہیں تو آپ مثل سورج کے ہیں۔

صحابہؓ نجوم ہدایت

ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اصحابی کالنجوم۔ میرے تمام صحابہ ستارے ہیں۔ ان کی روشنی مجھ سے ماخوذ ہے۔ سمندر رؤ اور تاریکیوں میں ستاروں ہی سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ میرے بعد صحابہ کرامؓ سے ہدایت پاتے رہو۔ فبایہم اقتدیتم اھتدیتم جس کی بھی متابعت کروگے ہدایت پالوگے اگر صحابہؓ نہ ہوتے تو آج ہمارے پاس قرآن بھی نہ ہوتا۔ نہ احادیث کا ذخیرہ نہ اسلام فرا اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرامؓ کا قدردان بنا دے۔

توہین صحابہؓ کا انجام

ابو اسحٰق ایک بڑے عالم گزرے ہیں۔ ایک شخص مرگیا۔ بڑا آدمی تھا۔ ابو اسحٰق کو غسل کی دعوت دی گئی۔ جب آکر انہوں نے چادر اٹھائی۔ تو اس کے گلے میں ایک اژدہا لپٹا ہوا پایا۔ ڈر کر بھاگ گئے تحقیق کی تو معلوم ہوا یہ شخص صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینے والا تھا۔ ایک اور شخص نے حضرت حسنؓ کے مزار پر قصداً پیشاب کیا اور کرتے ہی کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ دیوانہ ہوگیا۔ مرنے کے بعد بھی قبر سے کتے کے بھونکنے کی آواز نکلنے لگی۔ اصحابی کالنجوم۔ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں۔

کعبہ عام و کعبہ خاص

اگر ایک شخص ایسے مسجد میں نماز پڑھتا ہے کہ سنگ مرمر سے بنا ہے سونے چاندی کی گلکاری اس پر ہوئی ہے۔ بڑی نفیس ہے۔ پھر یہ شخص الحمد (فاتحہ) پڑھتا ہے۔ اور قرآن مجید کے ۳۰ پارے بھی ختم کرلیتا ہے۔ اور مسجد میں سجدہ میں رکوع میں جاتا ہے خشوع وخضوع کرتا ہے۔ مگر اس مسجد کی سمت قبلہ رخ نہیں۔ خانہ کعبہ سے مڑی ہوئی ہے۔ کیا اس کی نماز ہوگئی؟ بالکل نہیں خدا کا حکم ہے۔

فول وجهك شطر المسجد الحرام۔ اور فرمایا۔ فولوا وجوهكم شطره۔ تم نمازوں میں اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف رکھو۔ اور اگر قصداً رخ موڑتا ہے تو دوسرے آئمہ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں مگر ہمارے امام ابو حنیفہؒ جیسے فتویٰ میں بڑے محتاط ہیں تو فرمایا یخشیٰ علیہ الکفر۔ اسی پر

کفر کا خطرہ ہے۔ دیکھیے آپ تو فوجی ہیں۔ اگر ایک افسر نے ایک سمت اور ایک رخ ایک کام کے لیے متعین کر لیا۔ پھر آپ اس پر نہ چلیں تو آپ کی یہ غلطی ہرگز معاف نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہماری زندگی کے تمام امور کھانا پینا۔ سونا لیٹنا شادی کرنا سب کچھ چاہے ہم فوجی ملازمت کریں چاہے ملک کا صدر ہو یا وزیر ہو۔ آقا ہو یا غلام ہو۔ ہمارے ان کاموں کے لیے بھی ایک قبلہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔ زندگی کے جتنے حصے ہیں ان سب کے لیے قبلہ حضور اقدس کی ذات مقرر کی گئی ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

رخ موڑنے کا نتیجہ برزخ میں

اگر کسی کا رخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو۔ وہ قطعاً غلط ہے۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک کفن کش تھا اس نے گناہوں سے توبہ کر لی۔ اگر ابو اسحاق سے قصہ بیان کرتا ہے کہ میں نے کئی اموات سے کفن نکالتے وقت دیکھا کہ ان کا رخ قبلہ سے مڑا ہوا تھا۔ حالانکہ لوگ مردوں کو قبر میں رکھتے وقت قبلہ رو کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے امام اوزاعی سے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا کہ جس نے اپنی زندگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ بنائی تو موت کے بعد فرشتے اس کا رخ دوسرے طرف پھیر لیتے ہیں۔ وہاں تو جھوٹ نہیں چلے گا۔ کہ جب فرشتے پوچھیں من نبیک۔ (تمہارا نبی کون ہے) تو یہ اس کے جواب میں غلط بات کہہ دے۔ جب زندگی بھر نفس کے تقاضوں اور خواہشات پر چلتا رہے تو قبر میں بھی اس کا رخ قبلہ سے پھیر لیا جائے گا۔

محترم بھائیو! کہاں ہم جیسے ناچیز اور کہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان۔ ع

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

کمالات اولین و آخرین کی جامع ذات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شان ہے۔ خدا کے نزدیک تو ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہے اور خدا کی صفتیں تو خدا کے اندر ہیں۔ لیس کمثلہ شیء۔ قل ہو اللہ احد

خدا کی شان یکتا ہے، بے نظیر ہے، بے مثل ہے، مگر خدا کے تمام مخلوقات میں خواہ کوئی بھی مقرب مخلوق ہو حضور کی شان سے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح	ہم نے آپ کو وحی بھیجی جیسی کہ نوح علیہ
والنبیین من بعدہٖ واوحینا الیٰ	السلام اور ان کے بعد کے دوسرے
ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق موسیٰ وعیسیٰ ابن	انبیاء کرام کو اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو
مریم ۔ (الآیۃ)	وحی بھیجی

حضرت نوح سے حضرت عیسیٰ تک جتنے کمالات انعامات انبیاء کو دیئے گئے۔ وہ سب کے سب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں۔ اگر لاکھوں ستارے اور بجلیاں لگائی جائیں۔ مگر آفتاب کی روشنی تک پہنچ نہیں سکتی اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِی حضور نے فرمایا میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔

ربوبیت خداوندی کا اوّلین معلم

حضور کی شان مبارک یہ ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے آپ کی ذات اور رتبہ ہے اور سب سے پہلے معلم اور استاد بھی رہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں عبث پیدا نہیں کیا۔ اور بدن میں اشرف چیز روح ہے۔ سب سے پہلے ارواح کو پیدا کیا۔ وہاں سبق سکھلانے پوچھا گیا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو تمام ارواح سیدنا آدم علیہ السلام سے تاقیامت پیدا ہونے والے انسانوں کے ارواح نے حضور کی طرف دیکھا کہ کیا جواب دیں۔ روح طیبہ کو حضور اقدس نے پہلے آواز دی۔ بَلیٰ اَنْتَ رَبَّنَا بے شک تو ہی ہمارا رب ہے تو تمام ارواح نے بھی یہی جواب دیا۔ آج دنیا میں کروڑوں مسئلے ہیں۔ جس میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر سب سے بڑا متفق مسئلہ خدا ہستی کا اعتراف ہے۔ مگر اس کے باوجود سب سے زیادہ انسان جس بات پر متفق ہیں۔ وہ اللہ کو ماننا ہے۔ قرآن میں ہے۔ جس بات کے بارے میں ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا۔ تو یہ لوگ کہیں گے۔ لیقولن اللّٰہ

اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ انٹی گارڈ تحریک چلانے والا روسی بھی جب مرنے لگا تو بیمار سے گرتے وقت منہ سے نکلا کہ اے گارڈ جیسا کہ ایک دن زلزلہ آیا تو گاؤں سے بھی آوازیں آنے لگیں سینما سے مسجد بنا دیا۔ خدا نے ذرا اپنی قدرت دکھا دی تو بس خدا یاد آیا۔ اور دلوں سے اس کی آواز نکلنے لگی یہی وہ سبق الست ہے اور یہ وہی پہلے سبق بلیٰ اَنْتَ رَبَّنَا کا اثر ہے۔ جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سارے ارواح میں بیٹھ گیا۔

اُمتِ محمدیؐ کا شانِ حمد

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑا پیارا نام ہے۔ یہ عربی لفظ ہے۔ یعنی وہ ذات جس کی توصیف جس کی تعریف جس کی عظمت واحترام کثرت کے ساتھ بار بار آسمانوں میں زمینوں میں قیامت تک ہوتی رہے گی۔ عجیب نام ہے حمد ایسی تعریف کو کہتے ہیں جس میں محبت ہو دل میں انتہائی محبت اور قدر ہو اور حمد کی یہ وصف ہر چیز میں نمایاں ہے۔ اس امت کو اللہ نے حمادون کا نام دیا ہے۔ بہت زیادہ حمد کرنے والے کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور کھانے کے اختتام میں الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین ہے۔ ہر آن اللہ کا حمد نماز میں الحمد للہ رب العلمین سے آغاز کرتے ہیں قرآن کا آغاز اسی آیت سے ہے۔ سوتے جاگتے حمد و ستائش سونے سے اٹھ کر دعا ہوتی ہے۔ کہ

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ — حمد و ستائش اس ذات کو ہے جس نے موت کے بعد ہمیں دوبارہ زندگی دی اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

قیامت کے دن ہر چیز کا اپنے اختتام کے پہنچ جانے کے بعد اہل جنت کہیں گے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ — ہماری آخری پکار بھی یہی ہے کہ حمد و ستائش کا سزاوار رب العلمین ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اس کا نام بھی لواء الحمد ہوگا۔ فرمایا۔

وبیدی لواء الحمد — میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا۔

حضورؐ کو بشارت بھی جس مقام کی دی گئی وہ بھی حمد والی ہے۔

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً ہ — بہت قریب کہ تیرا رب تجھے مقام محمود تک پہنچا دے۔

اور وہ احمدؐ بھی ہیں اور محمدؐ بھی اور خدا کی طرف سے نور بھی۔

لَقَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ہ

خفاش نور سے محروم ہوتا ہے تو بد قسمت بھی اس نور سے محروم ہوگا۔ حضور کی شان یہ ہے کہ۔

ویخرجھم من الظلمت الی النور ہ (الآیۃ) — وہ انہیں اندھیروں کے روشنی کی طرف نکال باہر کرتا ہے۔

حضورؐ سے امت کا تعلق اور حقوق

جہاں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن تو درود شریف پڑھا کرو۔ ایک دفعہ ساری زندگی میں درود پڑھنا تو بالاتفاق فرض ہے۔ اس لیے کہ قرآن حکیم میں صریح حکم ہے کہ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً ہ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی مجلس میں بار بار نام آجائے تو ایک دفعہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے۔

امام کرخیؒ کہتے ہیں کہ ہر دفعہ سننے سے درود واجب ہو جاتا ہے۔ تو اس کی برکت تو ہر حالت میں ظاہر ہوتی ہے۔ عیسائی وغیرہ اور اقوام میں اپنے پیغمبروں کی وہ عظمت اور نعت اور توصیف نہیں جو مسلمان اپنے پیغمبر کا کرتے ہیں۔ پانچ وقت اذانوں میں اعلان ہے کہ۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ پھر تشہد میں حضورؐ کی عبدیت و رسالت کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ پھر تشہد کے بعد اللّٰھم صلّ علیٰ محمد اور اللّٰھم بارک علیٰ محمد کہہ کر نبی کریم پر صلوٰۃ و سلام اور برکات بھیجنے کی دعا کی جاتی ہے۔ تو جیسا کہ شان ہے۔ ویسا ہی آپ کا نام بھی ہے۔ واقعی اگر اللہ کے بعد اگر کسی کی توصیف و تعریف ہوتی ہے۔ تو وہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ اور ہم نے آپ کا ذکر اونچا کر دیا۔ اور فرمایا وکان فضل اللہ علیک عظیماً اللہ کا فضل و کرم آپ پر بہت زیادہ ہے۔

نبوت کی روشنی

حضرت عثمان بن ملعونؓ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جس دن حضور تشریف لائے۔ حضورؐ کی پیدائش کے ساتھ روشنی چمک اٹھی جو شام تک پہنچی علماء نے نکتہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے عرب کے بعد شام میں اسلام پھیلا پھر حضور خود بھی وہاں نبوت سے پہلے تشریف لے گئے اور شب معراج میں بھی شام تک سفر کا ذکر قرآن میں آیا۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ (الآیۃ)

حضورؐ کے لیے انبیاء سے حلف وفاداری

اور یوم المیثاق میں خدا نے انبیاء کرام سے وعدہ لیا تھا کہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ (الآیۃ) یہ ایک حلف وفاداری تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تمام انبیاء کرامؑ سے جو اپنی امتوں کے نمائندے تھے کہ اس کے باوجود کہ تمہیں کتاب اور وحی و رسالت دوں گا مگر پھر بھی جب ایک نبی آخر الزمان آئے گا۔ تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے تمام انبیاء کرام نے وعدہ کیا کہ ہم ان کی مدد کریں گے۔ تو شب معراج میں خدا نے تمام انبیاء سے آپ کی متابعت نماز میں اقتداء کی شکل میں کرائی۔

دجالی دور اور حضرت عیسیٰؑ

اور ایک پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے آسمانوں میں زندہ رکھا ہے کہ جب حضورؐ کی امت پر فتنے آئیں گے اور سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے۔ اور دجالی فتنوں کے آثار شروع ہیں۔ آج سائنس کے ذریعہ بارش برسانے کی سعی ہو رہی ہے۔ مردوں کو زندہ کرنے کے تجربے بھی کیے جاتے ہیں۔ تو گویا دجال سائنس والوں کا باپ ہوگا۔ اور اگر یہ سب کچھ کر دکھائے گا گو دجالی دور میں سائنس کا پورا عروج ہو جائے گا تو حضرت عیسیٰؑ اس امت کو بچانے کے لیے آکر دجال سے جہاد کریں گے چالیس برس تک اس روئے زمین پر رہیں گے۔ یہ بھی وعدہ خداوندی کی ایک مثال ہے فرمایا۔ انا نبی الانبیاء میں انبیاء کا نبی ہوں۔ فرمایا سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا۔ اور وبیدی لواء الحمد ــــــ حمد کا پھریرا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور تمام امتیں اس لواء الحمد کے نیچے ہوں گی۔

مقام شفاعت کبریٰ

حدیث شفاعت میں ہے۔ جو بڑی لمبی روایت ہے
قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔ اور میل
بھر مسافت پہ آفتاب ہوگا۔ تو اس کی تمازت کا کیا عالم ہوگا؟ قاعاً صفصفاً لاتری
فیہا عوجاً ولا امتا۔

کسی کا پسینہ سر تک کسی کا سینے تک کسی کا گھٹنوں تک قدموں تک ہوگا۔ لوگ انبیاء
کرام کے پاس شفاعت کرنے حاضر ہوں گے۔ مگر ہر نبی معذرت کرے گا کہ رب العالمین
جلال میں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کافر کیوں چاہیں گے کہ جلدی حساب کتاب شروع
ہو۔ جب کہ انہیں تو جہنم میں جانا ہوگا۔ جو قیامت کے شدائد سے شدید ہوگا۔ تو وجہ یہ ہے
کہ قیامت میں دنیا کے سارے اعمال سامنے آجائیں گے۔

ووجدوا ما عملوا حاضراً (ترجمہ) تمام برائیوں کو حاضر پائیں گے۔

تو وہ رسوائی اور ذلت جو عزیز و اقارب سب کے سامنے پڑ رہی ہے اسی سے
بچنے کا وہ چھٹکارا چاہیں گے۔ شفاعت کی درخواست اس لیے کریں گے۔ تو ایسے وقت
ہی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کیلئے آمادہ ہوجائیں گے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

عقیدۂ ختمِ نبوّت

اور

مرزائیت

سنہ ۱۹۷۶ء میں قادیانی مسئلہ کے خلاف تحریک اٹھی، مسئلہ ایوان میں بھی زیرِ بحث رہا، اس دوران کا ایک خطبۂ جمعہ۔

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون....

محترم بزرگو! دینِ اسلام کو، خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے ہدایتِ عالم کے لئے بھیجا اور اس کا وعدہ ہے اس آیت میں کہ وہ دین کی حفاظت فرمائیں گے۔ انا۔ بے شک یقیناً ہم نے اتارا اس ذکر کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اگر دنیا کے باشندے کل کے کل منہ موڑ لیں، دین سے منہ پھیر لیں تب بھی اس کی حفاظت اللہ تعالٰے ہی فرمادیں گے، اگر ہم نے دین کے لئے کچھ کیا تو سعادت ہے، ہماری نجات بھی ہو جائے گی۔

ذکر و درود

اور اللہ جل مجدہٗ کا ذکر جو شخص کرے تو خدا کو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں، آسمانوں میں چار انگلیوں کے برابر ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں رکوع سجدہ، ذکرِ الٰہی میں مشغول نہ ہوں۔ ذکر سے تو خود ہمارے قلوب میں نور پیدا ہوتا ہے، ہماری نجات ہوگی اگر حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا تو اُن کی شان کی بلندی اس پر موقوف نہیں اُن کو تو اللہ تعالٰے نے بلند فرمادیا ہے ورفعنا لک ذکرک، اور اللہ تعالٰے خود اور اربوں کھربوں فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی تو ہم درود پڑھ کر اپنے اوپر

احسان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں نجات دیدے۔

نعمتِ اسلام کی بے قدری کا وبال

تو ہمارا فائدہ ہے اس میں، اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وابستگی حقیقی معنوں میں کر لی تو ہمارے لئے نجات ہے نہ کی تو یہ نہیں کہ دین مٹ جائے گا
وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم
اگر تم نے منہ موڑ لیا تو خدا تعالیٰ تمہیں مٹا دے گا، ختم کر دے گا۔
وہ تو کُن فیکُون ہے اور یَستَبدِل قَوماً غَیرَکُم کے اوّلین مخاطب صحابۂ کرام اور عرب تھے، تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ ——— اگر ہم نے خدانخواستہ کوتاہی کی تو وہ اور قوم کون سی ہوگی؟ فرمایا عجم، وہ عجم جس میں بعد میں امام ابو حنیفہؒ جیسے لوگ پیدا ہوئے، لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من فارس (الحدیث)
اگر ایمان ثریا ستارے پر ہو تو فارس کے کچھ لوگ اسے حاصل کر کے رہیں گے۔
تو دین کی خدمت میں کوتاہی ہمارے لئے باعثِ تباہی ہے، دین تو قیامت تک باقی محفوظ اور غالب رہے گا۔

دشمن سے اسلام کی تائید

اسلام پر کچھ ایسے دور بھی آئے کہ ظاہر بین نگاہیں سمجھنے لگیں کہ دین ختم ہو جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کافر، فاسق سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے، کافر کو دین کا چوکیدار، فاسق کو دین کا خادم بنا دیتا ہے۔ عنکبوت سے بھی دین کا کام لے لیتا ہے، یہودیوں کی بڑی طاقت تھی، دولت تھی جیسا کہ آج کل مرزائیوں کے پاس ہے، آج بھی یہودیوں سے سارے مسلمانوں کا انقطاع ہے مگر ہمارے ملک کے مرزائیوں کے وہاں مشن قائم ہیں، دنیا کے مسلمانوں کا تو وہاں آنا جانا مشکل ہے مگر مرزائیوں کے لئے دروازہ کھلا ہے۔
تو خیبر میں یہودیوں کی بڑی طاقت تھی دن بھر جہاد ہوتا رہتا شام کو جنگ موقوف ہو جایا کرتی تو اس روز کے احوال پر تبصرہ ہونے لگتا، کسی نے کہا آج بھی سب صحابہؓ نے دین کی خدمت کی مگر شجاعت تو اس ایک شخص نے کی جو کمین گاہ میں بیٹھ کر

جو بھی یہودی سامنے آتا ! وہیں اُسے قتل کر دیتا اُس نے بڑی تعداد یہودیوں کی قتل کی، اُس جیسی شجاعت ہم نے نہ دیکھی۔ یہ بات حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض ہوئی، فرمایا ٹھیک ہے اس نے بہادری کے جوہر دکھائے مگر وہ شخص تو جہنمی ہے ۔
صحابۂ کرام رض کا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر قطعی ایمان و یقین تھا مگر صحابہ کرام رض کو تجسس ہوا اور کچھ لوگوں نے اس شخص کی نگرانی شروع کر دی، کل پھر وہی بہادری، مگر بالآخر جب وہ ایک دفعہ زخمی ہوا تو اس نے اپنے خنجر سے خودکشی کر لی، کچھ صحابہ اس زخمی کے پاس پہنچے اور اسے شہادت کا مژدہ سنایا، مبارک باد دینے لگے۔ اس نے کہا کہ مجھے جہاد اور شہادت سے کیا غرض، میں تو اُن عورتوں کو اپنی بہادری جتلا رہا تھا جنہوں نے کل مجھے بُزدلی کا طعنہ دیا تھا کہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رض تو جیبر میں لڑتے رہیں اور تم گھر میں پڑے رہو، تو ان کے طعنوں سے تنگ آ کر میں آیا اور بتلانا چاہتا تھا کہ میں بزدل نہیں ہوں۔
گویا اس کا جہاد اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے نہیں نام و نمود اور نمائش کے لئے تھا پھر شرک کے بعد دوسرا گناہ کسی مسلمان کو قتل کرنا ہے اور اس سے بھی بڑا گناہ اپنے آپ کو قتل کرنا ہے، یہ خدا تعالےٰ کی دی ہوئی نعمت کی بے قدری ہے۔
ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاءہ جهنم (ترجمہ) جس نے کسی مومن کو قصداً قتل کر دیا پس اس کی جزا جہنم ہے ۔
صحابۂ کرام رض نے یہ صورتِ حال دیکھی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا مشاہدہ کیا تو اللہ اکبر پکار اُٹھے اور اشهد ان لا الٰہ الا اللہ و اشهد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ کہا کہ سید الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر بات سچی ہے، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:۔

ان اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر (الحدیث) — اللہ تعالےٰ اس دین کی حفاظت و تائید کبھی فاسق و فاجر سے بھی کرتے ہیں

دیکھئے اس جنگ میں دین کی تائید کس سے کرائی ؟

ختم نبوت اساس دین

وقت ہے نہیں مگر کچھ احباب کی خواہش ہے کہ موجودہ مسئلہ پر کچھ عرض کروں۔

ختم نبوت مسلمانوں کا عقیدہ اور جزو ایمان ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا ہے
ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین
عالم محسوسات میں چراغ ہے، موم بتی کی روشنی ہے، ستاروں کی ہے، بجلی کی ہے، چاند کی روشنی ہے مگر سورج کی روشنی آخری روشنی ہے، دنیا کی ہر چیز ہر مخلوق کی ابتدا بھی ہے انتہا بھی ہے۔ نبوت کی بھی ابتدا ہے آدم علیہ السلام اور انتہا امام الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صرف ایک ذات خداوندی سرمدی ہے ابدی اور ازلی ہے نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔

تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں، اس مسئلہ پر ہمارے عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور سارا دین اس پر قائم ہے۔ پچھلے دور میں جب بھی پیغمبر تشریف لائے تو لوگوں نے اسے مان لیا کچھ عرصہ بعد جب اللہ تعالےٰ نے دوسرے نبی کو بھیجا تو پچھلے نبی کی اور اس کے دین کی اطاعت ضروری نہ رہی، اب نئے نبی کی ہر بات اور ہر امر کی اطاعت ضروری ہو گئی۔ حضرت آدمؑ کے بعد خدا نے حضرت نوحؑ کو بھیجا، حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ آئے تو حضرت نوحؑ کے احکام کی اطاعت ختم ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ کی آمد پر حضرت ابراہیمؑ کے قوانین کی تعمیل باقی نہ رہی۔ باین معنی کہ وہ سب احکام اور شرائع اپنے دور میں حق تھے اور سب رسول سچے تھے مگر اب نبی موجود کی اطاعت واجب ہوئی تو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو سارے شرائع منسوخ ہو گئے صرف آپ کی شریعت واجب العمل ہو گئی۔

انہیں نبیوں سے ملتی ہیں

اور پیغمبروں ہی سے تعلیمات ملتی ہیں ہمارا اسلام ہے اسلام اور مسلمان۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملتے

۔ پیغام [illegible] جلسہ [illegible] قادیانیت کے خلاف تحریک [illegible]

والوں کا نام یہودی، حضرت عیسیٰؑ کے مومنوں کا نام نصرانی اور حضرت ابراہیمؑ کے ماننے والے حنیفی کہلائے، جب بھی نبی آیا ماننے والوں کا نام بھی الگ ہوگیا اور قوانین بھی۔

آج ہم حج کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں تو یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہمارے لئے یہ عبادات اور احکام ویسے ہی لازمی رہیں جیسے صحابہ کرام کے لئے تھے اور مسلمان کہلانا بھی تب درست ہے، نماز، روزہ، حج بھی اس وقت تک درست ہے کہ اُس نبی آخر الزمان ہی کا دین جاری و ساری ہے۔ اگر نعوذ باللہ کوئی بھی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور کہے کہ میرے پاس بھی وحی آتی ہے جس میں امر بھی ہے نہی بھی ہے تو پھر یہ ہمارے نماز، روزہ حج، زکوٰۃ سب غلط ہو جاتے ہیں یا کہ نہیں؟ دینِ موسوی کے قوانین و احکام پر آج عمل کرنے سے ہم سب گنہ گار یا کافر ہوں گے یا نہیں؟ تو یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔

آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلافات پہلے سے ہیں، تو وہ اختلافات اپنی جگہ لیکن ختمِ نبوّت کا مسئلہ جب تک محفوظ ہے تو کل دین اور بندگی کے طریقے صحیح ہیں ورنہ اگر یہ محفوظ نہ رہا تو کون سا اسلام آخر اسلام کہلائے گا؟ پہاڑ سے گرا کھجور میں اٹکا، والی بات ہوگی بلکہ حقیقتاً آسمان سے گر جائے گا، ہمارے تمام عبادات احکام و اعمال غلط ہو جائیں گے پھر تو وہی کرنا ہوگا جو مرزا (غلام احمد متنبی کذاب) کہے گا کتابوں میں خود مرزا نے لکھا ہے۔

قومی اسمبلی میں مرزا ناصر سے مباحثہ

اور ہم نے (قومی اسمبلی میں) مرزا ناصر (مرزائیوں کا خلیفہ سوم، مرزا ناصر احمد جو قادیانی مسئلہ پر پارلیمنٹ میں اپنے موقف کی وضاحت کے لئے آتے رہے) پر ثابت کر دیا اور اُس نے بھی اعتراف کر لیا کہ جو شخص بھی مرزا کی باتوں کو نہ مانے اُسے سچا نہ جانے خواہ اُس نے مرزا غلام احمد کا نام بھی نہ سنا ہو وہ سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں، یعنی دنیا بھر کے غیر قادیانی تمام کے تمام مسلمان کافر ہیں پکے کافر ہیں۔ تو بات وہی ہے کہ اب جو پچھلے نبی کی اطاعت کرے گا وہ باطل پر ہوگا گویا نئے آنے والے کے مطیع ہی مطیع ہوں گے۔

تو یہ کتنا اہم مسئلہ ہے اور چودہ سو برس کے اختلافات اور فرقوں کے باوجود کبھی ایسی تحریک اٹھی ہے کہ سب کے سب فرقوں نے کسی کی تکفیر کے لیئے ایسی تحریک اٹھائی ہو؟ شیعوں نے، سنیوں نے، دیوبندیوں اور بریلویوں نے یک زبان ہوکر آواز اٹھائی اس لیئے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ کی بنا پر کچھ اختلافات باعثِ رحمت ہوتے ہیں۔ مگر یہ عقیدۂ ختمِ نبوت تو بنیاد ہے جس پر کل مسلمانوں کا اور اسلام کا بنیادی قائم ہے، اگر یہ عقیدہ اور اساس نہ ہو تو سارے عالمِ اسلامی کی تکفیر ہو جائے گی اور ہم اپنے اعمال و عبادات اور دین کو نہ بچاسکیں گے تو کافر ہوں گے، تو پھر یا تو کہہ دو کہ ہم سب کافر ہیں اور صرف مرزائی مسلمان ہیں، لیکن الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں اور امام الانبیاءؑ حضور نبیؐ کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر مر مٹنے والے ہیں تو پھر جو بھی اس عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف ہے وہ کافر ہے اور مُرتد ہے۔

آئین میں مسلم کی تعریف الحمدللہ ہمارے آئین میں ایک اور دفعہ بھی رکھا گیا ہے کہ صدر اور وزیرِ اعظم کے لیئے مسلمان ہونا لازمی ہوگا اور اس شرط کے بعد مسلمان کی تعریف بھی آئین میں شامل ہوگئی کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک لہٗ مانے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی جن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، قرآن حکیم اللہ تعالےٰ کی آخری کتاب ہے، وہ ملائکہ، قیامت اور جُملہ ضروریاتِ دین کا منکر نہ ہوگا۔ تو اب تو یہ مسئلہ واضح ہی ہوگیا اب تو یہ بات آئین میں شامل کرانی ہے کہ مرزائیوں کا کافر ہونا قطعی ہے۔

بات یہ تھی کہ مرزا اور اُس کے متبعین مرزا اور مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ تو پندرہ دن کے مباحثوں کے بعد اور ان کی کتابوں کے حوالوں سے اس بات کو مرزا ناصر نے مان لیا کہ ہم مرزا کو نبی کہتے ہیں یہ ظلی اور بروزی باتوں سے ہمیں کوئی بحث نہیں، گو وہ اپنے آپ کو تشریعی نبی کہتا ہے، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے آپ کو کامل اور افضل سمجھتا ہے اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت مرزا لعین کے بھیس میں آکر بدر کامل ہوگئی، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، استغفر اللہ۔ تو آئین میں حضور علیہ السلام

کا آخری نبی ہونا تو تعریف میں آکر شامل ہو گیا تھا۔

مرزا ناصر نے جرح کے دوران یہ بھی کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد چودہ سو برس میں مرزا غلام احمد سے پہلے کوئی اور نبی نہیں آیا، اس سے پوچھا گیا کہ اس کے بعد آئے گا؟ کہا نہیں۔

تو یہ عجیب بات ہوئی کہ نبوت کی یہ کھڑکی تاریخ اسلام میں صرف ایک مرزا لعین کے لئے کھلی اور پھر ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی، نہ حضرت ابوبکر صدیق رض کے لئے کھلی نہ فاروق اعظم رض کے لئے نہ امام ابوحنیفہ رح کے لئے اور سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھلی اور اگر کھلی تو مرزا کے لئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

تمام دنیا کے غیر قادیانیوں کی تکفیر

دوسری بات بھی اسمبلی میں اس پر ثابت کی گئی کہ اس سے پوچھا گیا کہ تم ہمیں (مسلمانوں کو) کیا سمجھتے ہو؟ کہا مسلمان۔ ہم نے حوالہ جات پیش کئے کہ مرزا لعین تو سب کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج کہتا ہے، کہا ہم مکفرین مرزا (مرزا کی تکفیر کرنے والے) کو کہتے ہیں، یہ مولویوں کو ہم کافر کہتے ہیں۔ کیا اوروں کو نہیں کہتے؟ کہا نہیں، پوچھا کہ پھر سب کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے، سر ظفر اللہ لعین نے قائد (محمد علی جناح) کا کیوں نہ پڑھا کیا اس نے بھی کبھی مرزا کی تکفیر کی تھی؟ پھر پوچھا کہ مسلمان بچوں کا تم پڑھتے ہو؟ کہا نہیں، نکاح؟ کہا نہیں! مرزا نے اپنے ایک بیٹے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جبکہ خود مرزا نے کہا تھا کہ میری ساری اولاد میں سے یہ بڑا با ادب بیٹا تھا ــــ وہ بیٹا مسلمان تھا ــــ ہم نے پوچھا کیا اس نے باپ کی تکفیر کی تھی؟ کہا نہیں، تو پھر اس پر کیوں نہ پڑھی؟ اب بے چارہ اٹک گیا اور کہنے لگا کہ اس نے یہ جرم کیا تھا کہ مرزا کی بیعت نہ کی۔ تو اب اس پر ثابت ہو گیا کہ دنیا کے اسی کروڑ مسلمان تمہارے نزدیک کافر ہیں تو پھر کافروں کے اندر اکٹھے رہنے کی کیا ضرورت ہے؟

لاہوری مرزائیوں سے پارلیمنٹ میں مباحثہ

مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کو بھی ایوان میں موقع دیا گیا

اُن سے پوچھا گیا کہ مرزا تمہارے نزدیک کیا تھا؟ کہا محدث، ملہم وغیرہ وغیرہ، اور مسیح موعود بھی کہا ــــ اور یہ الگ بحث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مُردوں کو مسیح کی دعا سے زندہ کیا وہ دجّال کو قتل کرے گا اور خرِ دجّال کو بھی ــــ مگر تم نے کون سے کام کیے؟ تم نے تو انگریزوں کو اپنا آقا بنالیا، اسلام کے پانچ اصولوں میں ایک یہ بھی اضافہ کردیا کہ جو بھی میری بیعت کرے گا وہ انگریز کا پکّا وفادار رہے گا۔ اُس نے اپنے باپ دادا کی خاندان کی انگریز سے وفاداریاں پیش کیں، اُس نے ساٹھ برس کی عمر انگریز کی خوشامد اور وفاداری میں گذاری، پچاس پچاس الماریوں کو انگریز کی اطاعت اور اس سے جہاد کے حرام ہونے پر بھر دینے کا ذکر کیا۔ ملکہ وکٹوریہ کو ایسے ایسے تملقانہ خطوط لکھے کہ کوئی بھی شریف انسان ایسی لجاجت، خوشامد کافروں کی نہیں کرسکتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلہ میں آئے تو ڈٹ کر مقابلہ کیا، حضورِ انور صلے اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے کافروں کے مقابلہ میں آگئے اور حق کا اعلان کرتے رہے۔ تو کوئی پیغمبر تو کیا کسی رذیل انسان سے بھی اتنی چاپلوسی کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا ــــ لاہوریوں نے کہا حدیث میں ہے کہ ینزل فیکم عیسٰی بن مریم نبی اللہ ــــ ہم نے پوچھا کہ اس میں تو اسے نبی کہا ہے تم پھر مرزا کو نبی کیوں نہیں مانتے؟ کہا ٹھیک ہے مگر مجازی مانتے ہیں، پھر کہا کہ مرزا غلام احمد کے منکر ہمارے نزدیک کافر نہیں۔ ہم نے پوچھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسے مبعوث کیا، محدث کیا، ملہم کیا تو اس کا انکار تو اللہ اور رسول سے انکار ہے پھر کافر کیوں نہیں سمجھتے؟ کہنے لگے کہ کافر تو ہیں مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی مسلمان نہیں۔

اور مرزائیوں کی کتابوں میں جہاں مسلمانوں کو مسلمان کہا بھی گیا ہے وہ بھی مرزا بشیر الدین کے الفاظ میں محض تعارف اور شہرت کی وجہ سے ہوا ہے کہ عبداللہ عبدالرحمٰن، خدا و رسول کا منکر، عدو، دہری اور قاتل ہو تب بھی کتابوں میں اس کا نام عبداللہ عبدالرحمٰن ہی آئے گا تو مسلمان کو مسلمان اس کی شہرت و پہچان کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

الغرض نبی بھی مجازی، مسلمان بھی مجازی، نماز و حج و روزہ بھی مجازی، قادیان کا مکہ مدینہ ہونا بھی مجازی ـــــ لُد سے مراد بھی لُدھیانہ۔ دجال عیسائی ہیں اور خرِ دجال ریل گاڑی ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ایک مذاق بنایا ہوا ہے دین اور شریعت کو اور نبوت کو۔

الغرض اسمبلی میں پچھلے دو تین سال میں مرزائی کا نام لینا بھی مشکل تھا، سپیکر ان کا ذکر ہوتے ہی مقرر کو روک دیتا تھا، اب اللہ تعالے نے غیب سے ایسی صورت نکالی کہ دو ماہ سے دن رات اور رات کے دس دس بجے تک یہی بحث و مباحثہ اللہ تعالے نے کرایا اور ایوان کے در و دیوار عقیدہ ختم نبوت کی توضیح و تشریح سے گونجنے لگ گئے اور امید تو ہے کہ انشاء اللہ العزیز اسلام اور عدل کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

حضورِ اقدس ﷺ کا اسوۂ حسنہ

> یہ تقریر ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کے اہم تجارتی مرکز بیت المکرم کی عظیم الشان جامع مسجد میں ہزاروں افراد کے مجمع میں ۱۰ ربیع الاول سنہ ھ کو بعد از نماز مغرب سیرت کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی جسے اُس وقت احقر مرتب کتاب نے قلمبند کیا۔

خطبہ مسنونہ کے بعد! لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

محترم بزرگو! اللہ جل مجدہ کا فضل و کرم ہے اور دوستوں کی شفقت و عنایت کہ مجھ جیسے ناچیز کو یہاں پہ آنے کی دعوت دی اور دیوبند کے زمانے سے یہاں کے بہت سے احباب اور دوستوں سے تعلقِ خاطر رہا جن کے ساتھ دیوبند میں بہت وقت گزرا اور ان دوستوں کے شفقت کی بدولت یہاں آ کر سب سے ملنے کی سعادت نصیب ہو گئی۔

محترم بزرگو! یہ سیرت کا اجلاس ہے اور مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں کچھ محبت اور عقیدت کے جذبات پیش کئے جائیں۔ ع

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد

دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ایک شاعر فرماتے ہیں کہ ایک چیونٹی کو خانہ کعبہ پہنچنے کی ہوس ہوئی تو چیونٹی کی کیا حیثیت ہے کہاں ان جنگلوں پہاڑوں اور دریاؤں کو طے کر کے خانہ کعبہ پہنچ سکتی تھی کسی نے کہا اگر تجھے شوق شدید ہے تو خانہ کعبہ کے کبوتر جو کبھی کبھی یہاں سے اُڑ کر جاتے ہیں جب وہ وہاں جائیں تو ان کے قدموں میں چمٹ جاؤ وہ کبوتر اُڑ جائے گا تو تجھے بھی پہنچا دے گا۔

اسوۂ حسنہ ہی اللہ تک رسائی کا ذریعہ ہے

تو ہم سب کو بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں رسائی کی تمنا ہے لیکن ہماری کیا حیثیت کہ ہم دربار عالی میں پہنچ سکیں تو اس کی صورت سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ ہم حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو تھامیں ان کے قدموں کو پکڑیں عقیدت، محبت اور اطاعت کا رشتہ ان سے قائم کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ اللہ کے دربار میں حاضر ہیں جب ان کا دامن تھامیں گے تو اللہ کے دربار تک بھی رسائی ہو جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:- قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر اللہ سے محبت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت جو ہمارے خالق و مالک اور کارساز ہیں ہر راحت و مصیبت پہنچانے والا اللہ ہے تو کون بندہ نہ چاہے گا کہ میرا عشق و محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو تو فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ سے تمہاری محبت ہو جائے ــــــ فَاتَّبِعُونِیْ ــــــ تو میرے نقش قدم پر چلو ــــــ تو حضورؐ کی پیروی پر چلنا ان کی سیرت کو اختیار کرنا یہ ہے ہمارا طریقہ وصول الی اللہ کا اور اللہ کا کرم دیکھئے کہ فرمایا اس کے نتیجہ میں ــــــ یحببکم اللہ ــــــ ہمارے لئے تو عشاق کے درجہ میں شمار ہو جانا بھی بڑی سعادت کی بات ہے مگر یہ کرم دیکھئے کہ فرمایا کہ تم اس کے نتیجہ میں اللہ کے محبوب بن جاؤ گے ــــــ محبیت کی بجائے محبوبیت کا مقام مل گیا ــــــ اور محبوب کی ہر اچھی اور بُری بات بھی محبوب ہوتی ہے اگر آپ کو چھوٹے بچے سے محبت ہوتی ہے تو والد اور والدہ اسے گود میں لیتی ہے وہ بچہ ماں کی گود میں پیشاب بھی کر لیتا ہے تے بھی لیکن والدین کبھی اس سے نفرت نہیں کرتے کیونکہ اس کے ساتھ محبت ہے تو اُسے پھینکتے نہیں۔

حضورؐ اور حقیقی مساوات

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ــــــ حضرت زیدؓ کا بیٹا جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ــــــ فلمّا قضی زید منہا وطرا ۔ انہی زیدؓ کے بیٹے اسامہ کو حضورؐ نے اپنی گود میں اٹھا لیا ایک جانب ان کو اور دوسری جانب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو ایک تو سید شباب اہل الجنۃ کے مصداق تھے جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا کا بیٹا ــ اور وہ فاطمہ جن کے بارہ میں فرمایا ــــــ

فاطمۃ بضعۃ منّی - فاطمہ میرے دل کا میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور دوسری طرف ایک غلام زادے حضرت اسامۃ کو اور ساتھ یہ فرماتے رہے - اللّٰھم انّی احبّھما فاحبّھما واحب من یحبّھما اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اُن سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں کے ساتھ محبت رکھیں۔

——— اللہ ربی ——— آج بھی دنیا مساوات مساوات کا نعرہ بلند کرتی ہے۔

ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

عمل کے میدان میں دنیا صفر ہے۔ حضور اقدسؐ نے اپنی سیرت اور اپنے کردار سے عمل سے بتلایا کہ مساوات ایسی ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ اور اسوۂ حسنہ کی پیروی

مساوات کا حال یہ ہے کہ اس امت پر سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا عمرؓ کے احسانات ہیں ان کے عہد میں مصر و ایران فتح ہوا قیصر و کسریٰ پر قبضہ ہوا لاکھوں مربع میل زمین ان کے صدقے امت کے قبضہ میں آج بھی ہے مگر جس وقت آپ دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر فرمایا کہ اس تمام عرصۂ حکومت میں جتنی تنخواہ میں نے لی اُسے میرے بعد میرے فلاں مال سے بیت المال کو واپس کر دینا۔ اور تنخواہ کیا تھی آٹھ دس آنے یومیہ جبکہ دنیا کا سونا چاندی مدینہ کی گلیوں میں لٹایا جا رہا تھا کسریٰ اور قیصر کے تاج کے ساتھ لوگ گیند کھیل رہے تھے اور مذاق اڑا رہے تھے کہ ایسے بھی بیوقوف دنیا میں ہیں کہ ایک ٹوپی پر اتنی دولت خرچ کی ہے ایسے زمانہ میں حضرت علیؓ وغیرہ حضرات نے چاہا کہ حضرت عمرؓ سے عرض کر دیں کہ ملک خوشحال ہے آپ اپنے لئے تنخواہ بھی کچھ بڑھا دیں مگر کسی کو خدمت میں کہنے کی جرأت نہ ہو سکی تو حضرت حفصہؓ ام المومنین (جو آپ کی صاحبزادی تھیں) کے پاس حاضر ہوئے تو حضورؐ کی بیوی کی حیثیت سے اُس کے ذریعہ حضرت کو کہلوانا چاہا کہ آپ والد ماجد کی خدمت میں یہ گذارش پہنچا دیں کہ بیت المال میں گنجائش ہے اور آپ کی حالت یہ ہے کہ کرتے پر پیوند ہیں سوکھی روٹی کھاتے ہیں ایک دفعہ جمعہ کی نماز میں قدرے تاخیر سے پہنچے تو معذرت کی کہ ایک ہی جوڑا تھا دھویا تھا سوکھنے میں دیر ہوئی تو دیر سے

آیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین خطبہ دے رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ بارہ ٹکڑے مختلف رنگوں کے کپڑوں کے جسم پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔ تو حضرت حفصہؓ نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اگر آپ کی تنخواہ کچھ بڑھا دی جائے تو کیا حرج ہے غصہ ہوئے اور فرمایا کہ کس نے تجھے یہ بات کہی فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو نام نہ بتلانے کا وعدہ کیا ہے۔ ان میں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ جیسے اکابر صحابہ تھے انہیں ڈر تھا کہ امیرالمومنین اسے ہرگز گوارا نہ کر سکیں گے اور ہم پر ناراض ہوں گے حالت یہ تھی کہ دفتر میں سرکاری کام رات گئے تک کرتے رہتے کوئی مہمان آتا تو چراغ بجھا دیتے اندھیرے میں بات چیت ہوتی رہتی مہمان جانے لگا تو چراغ پھر سے جلا دیا اُس نے پوچھا کہ آیا تو بجھا دیا اب جا رہا ہوں تو جلا دیا ——— فرمایا کہ یہ تیل بیت المال کا ہے اور میں سرکاری کام میں مشغول ہوں تم میرے ذاتی دوست ہو اور کسی ذاتی معاملہ میں آئے ہو تو اتنی دیر میں جو تیل خرچ ہوگا تو قیامت کے دن مجھ سے اُس کا محاسبہ کیا جائے گا کہ اتنا تیل کہاں اور کیوں خرچ کر دیا تو حضرت حفصہؓ نے کہا ابا جان نام تو ان لوگوں کا میں نہیں بتا سکتی وعدہ کر چکی ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے آپ کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اسوہ حسنہ مستحضر کرنا چاہا جس کا ذکر ہو رہا ہے فرمایا آپ تو رسول اللہ کی بیوی تھیں تمہارے ہاں حضورؐ کا بچھونا کیسا تھا؟ اور حضور اقدسؐ کی حالت تو یہ تھی کہ ایک دفعہ گھر میں تشریف لائے تو ایک کپڑا رنگین قسم کا دیوار پر لٹکا ہوا پایا تو فرمایا واپس ہوئے حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور جا کر منت کرنے لگیں کہ کیوں واپس ہوئے فرمایا ——— مجھے دنیا کے زیب و زینت سے کیا سروکار ——— حضرت عائشہؓ نے اُسے پھاڑ دیا۔

نشانِ رسالتؐ تو دو جہانوں کے سردار جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد ہے وعلمك ما لم تكن تعلم۔ وكان فضل الله عليك عظيما حضرت آدمؑ کے مقدر میں تھا کہ وہ زمین میں بس جائیں اللہ تعالیٰ کے احکام کا اجراء اور خلافت ربانی ان کے مقدر میں تھی تو جیسے کہ طلبہ کو پہلے زرعی کالج میں تربیت دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم و حواء کو پہلے جنت میں بسایا وہاں تربیت دی قسمت میں آنا تھا دنیا میں مگر عالم اسباب میں انہیں ایک شجرہ سے روک دیا انہوں نے جیسا کہ تقدیر میں تھا اُسے کھا لیا کہ دنیا میں آنے کی وجہ

بن جائے ـــــ انی جاعلک فی الارض خلیفۃ تو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین میں اترے تو دعا کی یا اللہ بحرمت و وسیلہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر رحم فرما اور معاف کردے اور جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وہ رونے لگے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین (الآیۃ) اور حضور اقدسؐ کی شان تو یہ تھی کہ جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین ، ہم نے تجھے پورے کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے پوچھا کہ ابھی تو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ناسوت میں پیدا نہیں کیا عالم ملکوت و عالم لاہوت میں اگرچہ سب سے پہلے آپ ہی تھے ـــــ جیسا کہ کنت نبیًا وادم بین الماء والطین ـــــ سے ثابت ہوتا ہے اور حدیث میں ہے ـــــ اول ما خلق اللہ روحی ـــــ سب سے پہلے اللہ نے میرے روح کو پیدا فرمایا ـــــ تو تجھے ان کا نام کیسے معلوم ہوا؟ ـــــ فرمایا جب میرے جسد میں روح ڈالی گئی اور میری نظر عرش پر پڑی تو اس کے ستونوں پر میں نے لکھا ہوا دیکھا کہ ـــــ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؛

مقصد تخلیق آدمؑ کے لئے تکمیل نبوت کی ضرورت تھی

تو حضور اقدسؐ کی مقبولیت اللہ کی بارگاہ میں کتنی ہے؛ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جب کوئی معزز ترین مہمان آتا ہے تو مہینوں سے تیاری ہونے لگتی ہے تو حضورؐ کی تا قیامت بعثت مقصود تھی ـــــ کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ـــــ کے لئے تکمیل نبوت ضروری تھی اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے کامل تکمیل اور اکمل ترین عبادت حضور اقدسؐ کی تھی تو اللہ کو منظور تھا کہ سید العابدین سید المرسلین سید الانبیاء کو پیدا فرما دے تو سب سے پہلے تو عبادت کی جگہ کو تیار فرمایا ہزاروں سال پہلے آپ کے مولد و منشاء مکہ مکرمہ میں اللہ نے [illegible] سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل کو اس عبادت گاہ کی تعمیر کے لئے [illegible] ابراہیم و اسماعیل کے ہاتھوں اس مسجد بیت اللہ کی تعمیر و تجدید کرائی کہ کچھ عرصہ بعد میرا حبیب آئے گا اس کے لئے اور اس کی امت کے لئے

عبادت کا مرکز قبلہ اور عبادات کا رخ بھی بنے گا حضرت ابراہیمؑ بھی سراپا دعا بنے ہوئے تھے فرمایا ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم کہ جب قیامت سے قبل فتنے انتہا کو پہنچیں گے اور اس کے بعد اسلام سارے عالم میں بالآخر نمایاں ہوگا۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ (الآیۃ)	اللہ نے تمام انبیاء سے وعدہ لیا کہ جب میرا نبی آخر الزمان مبعوث ہوگا اگر تم اس وقت تک رہو تو اس کی امداد کرو گے۔

ان انبیاء سابقین میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان میں محفوظ رکھا ہے کہ جب ضرورت پڑے گی تو میثاق کی بناء پر انہیں اتار دیں گے۔

حضرات اب تک فتنے اتنے نہیں اُبھرے اور بھی فتنے ابھریں گے اور بھی فتنے عروج چاہیں گے مگر پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ روئے زمین کا کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا خواہ وہ مٹی گارے کا ہو تو اونٹ کے بالوں کا خیمہ کہ اس میں اسلام داخل ہوگا اور اسلام کا غلغلہ وہاں سے بلند ہوگا۔

عبادت گاہ کے ساتھ —— عبادت کی ضرورت

تو جس طرح خانۂ کعبہ کی شکل میں عبادات کے لئے قبلہ کی ضرورت ہوتی ہے حضرت ابراہیمؑ اس کی تعمیر کر رہے تھے اسی طرح قیامت تک عبادات اور زندگی کے اسوۂ کامل نبی کریمؐ کی بعثت کے لئے بھی ساتھ ساتھ دعا فرما رہے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس نے خشوع وخضوع تمام آداب وشرائط کی رعایت کے باوجود بھی قصداً نماز میں اپنا رخ قبلہ سے پھیر دیا تو مرتکب کبیرہ ہوا نماز نہ ہوئی امامؒ فتویٰ میں محتاط ہیں اور ائمہ نے فرمایا —— کہ ایسے شخص پہ کافر ہونے کا خطرہ ہے۔ یُخْشٰی عَلَیْہِ الْکُفْر —— تو جیسے نماز کے لئے ہر مسلمان قبلہ کی تحقیق کرتا ہے کہ رخ درست ہو تب نماز ہوگی۔

حضورؐ قبلۂ عام ہیں

تو اسی طرح یاد رہے کہ ہمارے لئے ایک قبلہ خاص کعبہ ہے اسی طرح ہمارا ایک قبلہ عام بھی ہے شادی بیاہ کیسے کرو گے؟ اس کی وجہ بیوی بچوں

سے گزر اوقات ہوگا؟ پڑوسیوں مسلمانوں سے اور پوری انسانیت کے ساتھ تمہارا رویہ کیسا ہوگا یہ امور عامہ ہیں ان سب میں ہمارا قبلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اسی طرح ہم چاہیں کتنے مہذب ہوں کتنے بڑے سائنسدان ہوں کتنا ہی مشرق ومغرب کی تہذیب وتمدن اپنائیں لیکن جب تک اپنا قبلہ۔ قبلۂ عالم سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ اور ان کی ذات نہ بنائیں گے تو نہ ہماری شادی صحیح ہوگی نہ غمی نہ عبادات مقبول ہوں گے تو ان کی زندگی اور سنت سے ہٹنا بھی کفر والی بات ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہم سب کے حق میں دعائیں فرمائیں۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم | کہ وہ رسولؐ ان میں بھیجے جو ان کے قلوب کا تزکیہ کرا دے آیات سنا دے اور کتاب وحکمت کی تعلیم انہیں دے۔

حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے ساتھ قبلۂ حقیقی کے لئے دعا کی

اب حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا نتیجہ

خاتم النبین رسولؐ اسوۂ ہر لحظہ اُمت کے سامنے ہوگا اس لیے حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ اے حفصہؓ رسول اللہؐ کے گھر میں ان کا فرش اور بستر کیسا تھا تو حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ میرے گھر میں حضورؐ کا فرش ایک ٹاٹ ہوتا تھا جو سردی میں آدھا نیچے اور آدھا اوپر اوڑھ لیتے تھے یہ تھا حضورؐ کا فراش پھر فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ حضورؐ نے تمہارے گھروں میں کون سا اچھا سے اچھا کھانا تناول فرمایا فرماتی ہیں کہ ابا جان ہمارے گھروں میں تو دو دو مہینے ویسے گزر جاتے کہ چولھے میں آگ نہ جلتی گذارا پانی اور کھجور پہ ہوتا کبھی ایسا ہوتا کہ جَو کا آٹا وہ بھی بغیر چھنا ہوا اُس کے بھوسے کو پھونک سے اُڑا اُڑا کر کچھ صاف کر لیتے اور اس سے کچھ پکا لیتے ایک دفعہ حضور اقدسؐ میرے گھر میں تشریف لائے تو گھر میں کچھ مکھن اور جَو کی روٹی تھی جو میں نے حضورؐ کو پیش کردی اور یہی ایک ایسی غذا تھی جو حضورؐ نے میرے ہاں کچھ رغبت سے کھائی۔

اختیاری فقر

اور یاد رہے کہ حضورؐ کا فقر بھی اختیاری تھا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کو یتیم بنایا گیا کہ اُمت کے لاکھوں یتیموں کو یتیم ہونے کی حسرت نہ رہے کہ جب ہمارے آقا بھی یتیم تھے تو ہمیں کیا افسوس ہے ووجدک یتیماً فاوی اور ہم

نے تجھے یتیم پاکر ٹھکانہ دے دیا اور ووجدک عائلاً فاغنیٰ اور تجھے فقیر پالیا تو تو انگر کردیا۔ تو آپ نے اختیاری طور پر فقر کو ترجیح دی کہ امت کے لاکھوں اور کروڑوں فقیروں کو افسوس نہ رہے ـــ ایک لاکھ روپیہ آیا تو ہمارے آقا نے افطاری سے قبل قبل صدقہ کردیا۔ افطاری کے لئے بھی کچھ نہ رکھا غزوۂ حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ ۴۰ ہزار بکریاں ۱۲ ہزار اوقیہ چاندی آیا حضورؐ نے دو دو سو تین تین سو اونٹ تقسیم کردیئے اور اپنے لئے فقیری کو اختیار کیا کہ میری امت کے فقراء کو اس سے ایک گونہ تسلّی ہوگی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے ایک دفعہ درخواست کی کہ غنیمت میں آئی ہوئی باندیوں سے مجھے بھی ایک دے دیں کہ خود چکی کرتی تھیں آٹا پیستی تھیں پانی بھرنے سے جسم پر داغ پڑ گئے جھاڑو خود دیتی تھیں خود حضرت علیؓ کے گھوڑے کو چارا مہیا کرتیں تو چاہا کہ ایک باندی مل جائے خدمت میں کچھ ہاتھ بٹائے گی۔ حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہؓ تجھے اس سے بہتر چیز بتلاؤں اور وہ یہ کہ تسبیحات پر مداومت کرو رات سوتے وقت ۳۳ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر کہا کرو۔

معاشی مساوات نہیں مؤاسات

اس زمانہ میں طبقاتی تفاوت اور استحصال کے جھگڑے نہ تھے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں نہ کھاؤں بلکہ میرا ہمسایہ کھالے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائعٌ الی جنبہ (الحدیث)	وہ شخص مومن نہیں کہلاسکتا جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ خود تین دن بھوکے رہے اور مسکین، یتیم، اسیر (قیدی) کو ترجیح دی۔ (اس دوران عشاء کا اذان ہوا تو تقریر روک دی اذان کے بعد آپ نے دعائے وسیلہ پڑھی اور کچھ دیر تک اس کی تشریح بھی فرمائی)۔

حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اے بیٹی بدر کے شہداء کے وارث اور مجاہد ان باندیوں کے زیادہ مستحق ہیں ـــ الغرض حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے سوال و جواب کے بعد ان سے فرمایا اے حفصہؓ میرے دو ساتھی تھے (حضور اقدسؐ اور سیدنا ابوبکرؓ) دونوں ایک راہ پر چلے اور منزل پر پہنچ گئے تیسرا ساتھی راستہ پر ہے تو کیا یہ لوگ مجھے اپنی منزل سے

ہٹانا چاہتے ہیں اور بیوی میں اضافہ کی درخواست مسترد کر دی ــــ حضرت عمرؓ کے بیٹے کی تنخواہ حضرت اسامہؓ سے پانچ سو روپے کم تھی ابن عمرؓ نے پوچھا کہ میں اور اسامہؓ دونوں ہم عمر ہیں دین کی خدمت میں برابر کے شریک ہیں پھر یہ تفاوت کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بیٹے تو میرا محبوب ہے اور وہ حضورؐ کے غلام زادہ ہیں میں اپنے بیٹے کو حضورؐ کے غلام زادہ کے برابر کبھی نہیں بنا سکتا ــــ تو حضورؐ نے حضرت اسامہؓ اور حضرت حسینؓ کو گود میں لیا ہے اور فرماتے ہیں اللھم انی احبھما...... کہ اسامہؓ بچہ ہیں حضورؐ اس کی ناک صاف فرماتے ہیں حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں صاف کر دیتی ہوں فرمایا نہیں ــــ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو حضور اقدسؐ کے نقش قدم پر چلو محبوب کی ہر بات کی تقلید اور اتباع تو طبعی چیز بن جاتی ہے وہ کیسی محبت جس میں اطاعت نہ ہو؟ ۔

مال و جان کی حرمت

حضورؐ نے ہمیں تعلیم دی کہ اے لوگو بجائے اس کے کہ اپنا سارا وقت معاشیات (دنیا) پر خرچ کر رہے ہو اس سے زیادہ وقت دین کو دے دو۔ فرمایا المسلم من امن الناس علی دماءھم واموالھم مومن وہ ہے جس سے تمام لوگ اپنے مال و دولت اور خون کے بارہ میں مطمئن اور بے خطر ہو یہاں راستہ میں کسی سے کچھ گرا تو سب جانیں کہ یہاں ڈھاکہ میں سب مومن ہیں وہ اسے اٹھا کر ضائع نہیں کریں گے دکانیں کھلی چھوڑ کر بھی مطمئن رہیں ــــ حجۃ الوداع میں حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ جیسا کہ یہ مہینہ اور یہ شہر اور یہ دن محترم ہے اسی طرح قیامت تک تمام مسلمانوں کے مال و دولت عزت حرمت سب انسانوں پر محترم کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا ــــ تو حضورؐ کا مقصد یہ تھا کہ معاشیات ہی کو مطلوب و مقصود حیات نہ بناؤ کچھ وقت دین کو بھی دو اور اسی کو اصل سمجھو معاشیات بھی دین کو معیار بناؤ ــــ فرمایا لا یربو لحم نبت من سحت الا کانت النار اولی بہ حرام کمائی سے بنا ہوا گوشت اور خون لازماً جہنم کی آگ سے جلایا جائے گا حرام قطعاً مت کھاؤ فرمایا جو مال کماتے ہو اس میں اوروں کا بھی حصہ ہے۔ زکوٰۃ، صدقات کفارات جس شکل میں بھی ہو مال میں اوروں کے حقوق ادا کرتے رہو ــــ اور فرمایا۔ اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ ــــ اللہ اس وقت تک اپنے بندوں کی

مدد فرماتے ہیں جہاں تک وہ اپنے بھائیوں کی امداد اور خیر خواہی میں لگے رہیں ــــــ اور فرمایا کہ تمہاری کمائی دین کے لئے ہونی چاہیئے ــــــ

میرے بھائیو! حضور اقدسؐ کی سیرت مطہرہ کا کہاں تک بیان کیا جائے ان کی شان تو یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ــــ

حُسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

اتباعِ سیرت ذریعۂ نجات

آپ کی سیرت اور شان کو بیان کرنا ہم جیسے جاہلوں کے بس میں کہاں؟ وہ شان بڑی عالی اور ارفع ہے کیا عجب تھوڑی دیر کے لئے یہاں بیٹھنا اور حضورؐ کے ذکر مبارک کے خاطر نجات کا ذریعہ بن جائے۔ آپ کی شان تو یہ ہے کہ فرمایا کہ قبر سے سب سے پہلے میں ہی اُٹھوں گا جنّت کا دروازہ سب سے پہلے میرے لئے کھولا جائے گا اور آج یہ حضورؐ کا صدقہ ہے کہ پاکستان جیسا بڑا ملک اللہ نے ہمیں اسلام کی برکت سے دیا ہے تو اگر حضورؐ سے ہمارا رابطہ ہوگا آپ کی سیرت پر چلیں گے اور اپنی اجتماعی انفرادی قومی اور سیاسی زندگی آپ کی سیرت سے منوّر کریں گے اور حضورؐ سے محبّت و اطاعت کا رابطہ ہوگا نماز کی طرح تجارت و زراعت ملازمت اور معیشت تمدّن و معاشرت میں حضورؐ کی ذات کو قبلہ بنائیں گے تو انشاءاللہ ہر طرح کامرانی اور سرخروئی ہمیں نصیب ہو گی۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ط

تقریر سیرت

یہ خطاب انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر کے سہ روزہ سیرت کانفرنس کی پہلی نشست میں ۷ جون ۶۹ء کو ہوا۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد) میرے محترم بزرگو اور بھائیو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور اس محبوب کی جس ادا کو بھی ہم اختیار کریں گے ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ وہ ہمارے لئے ذریعہ نجات بنے گا، مغفرت را بہانہ می طلبد، مغفرت را بہانہ می طلبد۔ خداوند کریم بخشش کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔

خریداران یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام بازار میں فروخت کرنے لائے گئے۔ تو بڑے بڑے امراء لعل و جواہر لے کر خریدنے کے لیے آئے تو ایک بڑھیا عورت بھی آئی اس کے ہاتھ میں کچھ سوت کے دھاگے ہیں اس عورت سے کسی نے پوچھا کہ تو یہاں کیا لینے آئی۔ تو کہا نیلام ہوگا، تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں میں بھی اپنا نام درج کرانا چاہتی ہوں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جہاں نیلام ہوتا ہے تو جتنے بھی خریدار ہوتے ہیں۔ ان سب کا نام پہلے لکھ دیا جاتا ہے۔ دس آدمی پندرہ آدمی بیس آدمی پھر قرعہ ڈالتے ہیں۔ یا بولی دیتے ہیں۔ جس کی بولی زیادہ ہو اسی کے نام پر کر دیتے ہیں

لیکن لکھتے وقت سب خریداروں کا نام لکھا جاتا ہے۔ تو اس بڑھیا نے کہا کہ میں بھی
جاؤں کسی نے کہا تو عجیب دیوانی عورت ہے۔ بڑے بڑے امراء۔ لال وجواہر
والے موجود ہوں گے۔ تمہاری کیا استطاعت ہے۔ تمہارے چند دھاگوں کی کیا قیمت
تو بڑھیا نے کہا مجھے یہ معلوم ہے لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ یوسف علیہ السلام کے خریداروں
میں نام تو ہو جائے گا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے ناموں کو حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے غلاموں کی فہرست میں لکھ دے۔

محبت سے محبوب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کے محبوب ہیں
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم
اللہ (پ ۳ آیت ۳۱) کیا عجیب جملہ ہے۔ دیکھو اللہ جو مالک السموات والارض ہے
ہمارے لیے کیا یہ سعادت کم ہے کہ ہم درخواست پیش کریں اور خداوند کریم اس کو قبول
فرمائیں اور اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ ہمارے لیے یہ بھی بہت بڑی سعادت ہے۔
مگر یہاں تو اللہ کی جانب سے اعلان ہو رہا ہے کہ اے پیغمبر آپ لوگوں سے
کہہ دیں کہ اگر تم نے میری اتباع کی۔ میری پیروی کی تو یحببکم اللہ تم محبوب ہو جاؤ گے۔
خدا تمہارا محب ہو جائے گا۔ اللہ اکبر!

بھائیو! اگر حق تعالیٰ کے عاشقوں کی فہرست میں نام شامل ہو تو یہ بھی نعمت
ہے۔ کہاں ہم کہاں خدا کی ذات لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے کہ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فرمائیں انہیں کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
اگر تمہیں خدا کے ساتھ محبت ہے تو میری پیروی کرو۔ اور جب تم میری پیروی
کرو گے تو نتیجے میں تم محبوب بن جاؤ گے کس کے؟ یحببکم اللہ اللہ کے
محبوب بن جاؤ گے۔

اب دیکھو، بظاہر ہے ذرا آپ کے چھوٹے بچے ہوتے ہیں۔ یہ ماں باپ سے کے
محبوب [illegible] ہیں ماں باپ کی محبت ہوتی ہے۔ [illegible]
بچے کے ساتھ جو گود میں پلتا ہے۔ وہ باپ کی گود میں پیشاب بھی کبھی کر لیتا ہے

پاخانہ بھی۔ تو کبھی آپ نے اس کی ماں کو دیکھا نہیں ہوگا۔ کہ بچے کو اٹھا کر پھینک دے "کہ بڑا گستاخ ہے۔ تم نے میری جھولی کو پلید کر دیا"، کبھی پھینکا ہے؟ نہیں کیوں؟ اس لیے کہ محبت ہے، اور اگر کوئی دوسری عورت اس عورت کی ماں سے کہہ دے کہ اس بچے کو دور پھینک دے یہ گندہ ہے۔ اس نے تمہارے کپڑے کو بھی ناپاک کر دیا تو وہ ناراض ہو جائے گی۔

اس بچے کے ساتھ باپ کا پیار ہے محبت ہے۔ تو وہ چھوٹا بچہ ناسمجھی کی وجہ سے کبھی باپ کی ڈاڑھی کو ہاتھ ڈال لیتا ہے کبھی بال کھینچتا ہے۔ لیکن چونکہ بچے کے ساتھ باپ کی محبت ہے تو وہ باپ بچے کو زمین پر پھینکتا نہیں کہ اس نے گستاخی کر لی بلکہ محبت کی وجہ سے اسے اور بھی سینے کے ساتھ لگا لیتا ہے۔ تو کیسی عجیب چیز ہے محبت۔ فرمایا اگر تم نے میرے پیغمبر کی تابعداری کی تو تم خدا کے محبوب بن جاؤگے۔ تمہاری جتنی گندگیاں ہیں، تمہاری جتنی برائیاں ہیں۔ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ گناہ ہیں نجاستوں سے بھی زیادہ نجس ہیں اسکے سامنے نجاست ظاہری کی کوئی حقیقت نہیں یغفر لکم ذُنُوبَكُمْ اگر خدا کے محبوب بن جاؤگے تو تمہارے گناہ اللہ تبارک و تعالیٰ بخش دے گا۔

شانِ رسالت

بھائیو! حقیقت تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نرالی شان ہے۔ یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ ہم پہ رحم فرمائیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ ہم پر کرم فرمائیں۔ اللہ چاہتا ہے کہ اپنی رحمتوں کو ہم پر برسائے۔

دیکھیے ایک جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اللہ اور اللہ کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فیض رب العزت ہر آن میں بڑھتا رہتا ہے ترقی دیتا رہتا ہے ہر آن میں ترقی ہوتی رہتی ہے معراج کی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دربار میں پیش ہو کر اپنی عبادت

اپنی بندگی قولی مالی بدنی ہر لحاظ سے پیش کی التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات
۔۔۔۔۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبدیت پیش کی ۔ اللہ کی جانب سے جواب ملتا ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ اے میرے پیغمبر تجھ پر سلامتی ہو میری جانب سے اور خدا کی رحمتیں ہوں آپ کے اوپر اور برکتیں ہوں ہر تکلیف سے ہر نقص سے ہر عیب سے اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ فرمایا سلامتی کا اور خدا کی طرف سے وعدہ ہوا ۔ رحمتوں کے نازل ہونے کا ۔ اور پھر اس کے بعد ہے کہ اس معراج کی رات میں بہت رحمتیں آپ کے اوپر اتریں و برکاتہٗ ان رحمتوں میں ان سلامتیوں میں ہر آن میں برکت ہوگی یعنی ترقی ہوتی رہے گی ۔ تو آج بھی ترقی ہے ۔ کل کا دن آج سے بھی ترقی کا ہے ۔ قیامت کا دن آئے گا تو اور بھی ترقی ہوگی ۔ آگے جنت کا منظر آئے گا تو اور بھی ترقی ہوگی ۔

درود شریف

تو پیغمبر کی شان کو تو اللہ نے بڑھا دیا ہے اور روزانہ بڑھاتے رہتے ہیں لیکن اللہ کریم ہے ۔ وہ ہمیں بھی شامل کرنا چاہتا ہے

ہمیں فرماتا ہے کہ دیکھو کہ جس کام کو میں کرتا ہوں تو تم تو میرے غلام ہو اور بندے ہو تم بھی اس میں شریک ہو جاؤ ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ تاکہ تمہارے درجے بھی بلند ہو جائیں ۔ سبحان اللہ ۔ وہ دینا چاہتا ہے ۔

وہاں فرمایا کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو ہمارے لئے تو یہ بھی غنیمت ہے ۔ فخر ہے ۔ کہ یا اللہ ہم آپ کے عاشق بن جائیں ۔ ہمارے لیے یہ تو بڑے فخر کی چیز ہے لیکن وہاں سے اعلان ہوتا ہے کہ تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو بنو وعدہ کے مطابق خدا کے محبوب بن جاؤ گے یحببکم اللہ اور یہاں ہمیں اللہ شریک کرنا چاہتے ہیں کہ تم کو بھی چاہیئے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور دعائے رحمت کرتے رہو ۔ تاکہ تمہارے لیے قیامت کے دن

شفاعت واجب ہو جائے۔ تم پیغمبرؐ کے حق میں ایک دفعہ درود پڑھو گے۔ اللہ دس دفعہ اپنے دربار میں تمہارا نام لے گا کہ میرے بندے نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود شریف پڑھ لیا ہے۔ تمہاری پریشانیوں کو اللہ دور کر دے گا تمہارے غموم کو اللہ تعالیٰ مٹا دے گا۔ تمہارے کاموں کو اللہ تبارک و تعالیٰ پورا کر دے گا۔

پیغمبرؐ کی ادائیں بھی محبوب ہیں

بھائیو اور بزرگو! پیغمبرؐ کی ادا تو پیغمبرؐ کی ادا ہوتی ہے۔ دیکھو! وہ قصہ آپ لوگوں نے قرآن شریف میں پڑھا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الرسل ہیں۔ وہ تمام پیغمبروں کے سردار ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اولو العزم نبی ہیں۔ فرعون ہمیشہ موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرتا ہے اور حق کے ساتھ ان حکومتوں کی لڑائیاں ہوا کرتی ہیں۔ قدرتی بات ہے یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے یہ سلسلہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔ قدرتی بات ہے اور اسی میں خیر و برکت ہوتی ہے۔

معرکہ حق و باطل اور خدا کی حکمتیں

دیکھیے اگر حق کے مقابلے میں باطل نہ ہوتا تو اہل حق کی استقامت حق والوں کا صبر حق والوں کے جو درجے بلند ہوتے ہیں۔ وہ کیسے بلند ہوتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ایک سیکنڈ میں باطل کو مٹا سکتا ہے۔ لیکن اہل حق جو کہتے ہیں کہ ہم حق کے متبع ہیں۔ ہم ہر سختی میں حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ حق کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ حق کے لئے جنگ احد میں صحابہ کرام شہید ہوئے تو یہ موقع پھر کہاں ملتا یہ تو تب ہی ملے گا تاکہ ایسے مواقع اللہ دنیا میں لاتے رہیں تاکہ حق کے مقابلے میں باطل سر اٹھائے اور اہل حق اس کو کچلنے کی کوشش کریں اور پھر ٹکراؤ اور تصادم کے دوران مصیبتیں بھی آتی ہیں۔ اس کو برداشت کریں۔ اس کو استقلال کے ساتھ تحمل کے ساتھ خوشی کے ساتھ برداشت کریں۔

حضور اقدسؐ کا جذبہ قربانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میدان احد میں ایک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ میدان احد میں شہید ہوتے ہیں۔ ان کے ناک ان کے کان ان کے اعضائے رئیسہ کاٹے جاتے ہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اپنے چچا کے جسد مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ کے راستے میں میرے چچا نے قربانی دی۔ چچا باپ کے برابر ہوتا ہے۔ اور فرمایا اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ کا خیال نہ ہوتا کہ وہ کہے گی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چچا کو قبر میں دفن نہیں کیا۔ تو میں انہیں باہر ہی چھوڑ دیتا اسی حالت میں تاکہ یہ جو باقی بدن ہے اس کو حیوانات کھاتے پرندے کھاتے۔ چرند کھاتے اور قیامت کے دن میں جب اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا تو میرے چچا کے جسم کی ایک ایک بوٹی چرندوں کے پیٹ سے، پرندوں کے پیٹ سے درندوں کے پیٹ سے اکٹھی ہوتی اور یہ آواز ہوتا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا محترم حضرت حمزہؓ سید الشہدا ہیں تو میرے لیے یہ باعث فخر ہوتا تو ہمارے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی ہی تمنا کرتے ہیں کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ میں تیری راہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید ہو جاؤں۔ لیکن اللہ نے کافروں کو موقع نہیں دیا، ہنسنے کا۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو آج کافر مذاق کرتے مسلمانوں کے ساتھ کہ ہم نے تمہارے پیغمبر کو شہید کیا ہے۔ قتل کیا ہے۔

اس لیے جو کہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو تمنا شہادت ہے۔ وہ اللہ نے پوری فرما دی۔ ایک طرف اگر حضرت حمزہ شہید ہیں سید الشہدا ہیں۔ تو دوسری طرف نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کے ایک مسئلے کے لیے کہ حکومت نسبی چیز نہیں کہ باپ حاکم ہو تو بیٹا بھی ضرور حاکم ہو گا۔

اگر کوئی شخص محض اس بنا پر اپنے آپ کو حقدار سمجھتا ہے تو غلط سمجھتا ہے

تو آپ دین کے ایک مسئلہ کو زندہ رکھنے کے لیے میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا کا ظہور ہے۔

بھائیو! ایسے مواقع امتحان کے ہوا کرتے ہیں۔ جن کو جنت کمانا ہوتی ہے، وہ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ حق کے لیے آواز بلند کر دیتے ہیں۔

جن کو ڈوبنا ہوتا ہے مرنا ہوتا ہے۔ جہنم جانا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں بھئی یہ مولویوں کی باتیں ہیں۔ کرتے رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین کہ ہم دین کے لیے جئیں۔ دین کے لیے عزت جان و مال و اولاد سب کچھ ایسا قربان کریں جیسا کہ ہم نے وعدہ کیا ہے اللہ کے ساتھ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔

حضرت موسیٰؑ اور ساحرین کا مقابلہ

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون تھا۔ میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا عزیز مہمان آئے ہوئے ہیں وہ تقاریر فرمائیں گے۔ صرف اتنا عرض ہے کہ پیغمبر کی اتباع میں کتنی برکتیں ہیں۔ فرعون کا مقابلہ ہوا تو اس نے تمام ملک میں اعلان کر دیا۔ اس نے ساحروں کو جمع کیا۔ اور اس نے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے جو معجزات ہیں۔ اس کا مقابلہ میں کروں گا۔ میرے ساحر کریں گے۔ تو اس نے ساحروں کو جمع کر دیا۔ ملک بھر کے ساحر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جیسا کہ آپ کے ہاں کھیلتے ہیں۔

کالجوں میں سکولوں میں دو پارٹیاں ہوتی ہیں۔ دونوں طرف سے کھیلنے والے ہوتے ہیں ان کے یونیفارم ان کے کپڑے ایک طرح کے ہوتے ہیں تو ان ساحروں نے جادوگروں نے جو فرعون کی پارٹی کے لوگ تھے جن کے متعلق فرعون نے کہا تھا کہ ہم تمہیں خطاب یافتہ بنائیں گے، خان بہادر بنائیں گے نواب بنائیں گے۔ سر بنائیں گے تمغہ دیں گے دربار میں کرسی ملے گی۔ جیسے پہلے زمانے میں انگریز خطاب دیتے تھے۔ بڑا خطاب تمہیں ملے گا مربعے بھی ملیں گے جاگیر بھی ملیں گی۔

اگر تم ہماری طرف داری کرو گے۔ تو فتح یاب ہو جاؤ گے۔

ان ساحروں نے کہا فرعون سے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو ایک نظر دیکھنا چاہتے ہیں کہ کل جس کے ساتھ مناظرہ مقابلہ ہوگا۔ اس کو ذرا دیکھ لیں۔ دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی ایسے ہی کپڑے بنا دیجئے، جیسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے ہیں۔ تاکہ یونیفارم تو ایک طرح کا ہو۔ کپڑے ایک طرح کے ہوں۔

اسلام سے مذاق آج کل لوگ کہتے ہیں کہ یہ سارا اسلام کپڑوں میں آگیا۔ بھائی کپڑوں میں اسلام نہیں، کھانے میں اسلام نہیں سود اور بغیر سود میں اسلام نہیں۔ تو معلوم نہیں اسلام کونسا ہوا۔ اسلام کہاں پڑا ہوا ہے۔ کپڑوں میں اسلام نہیں ہے۔ داڑھی میں نہیں ہے۔ کھانے میں نہیں ہے۔ سود میں نہیں ہے زنا میں نہیں ہے۔ ناچنے میں نہیں ہے۔ کھیلنے میں نہیں ہے۔ جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔ مولوی ٹوکتا ہے تو کہتے ہو کہ کیا اسلام اس میں ہے۔ تو آخر یہ لوگ بتلائیں کہ اسلام کہاں ہے؟ بھئی عجیب بات ہے

اگر ہم یہ کہیں کہ تم اگر خواہ مخواہ انگریز بننا چاہتے ہو۔ تو کیا کوٹ پتلون ہی میں انگریزیت ہے تم سید ھا انگرکھا اور قمیض پہن لو اور انگریز بن جاؤ۔ لیکن کہیں گے کہ نہیں کہ اس کوٹ اور پتلون کے بغیر ہم انگریز نہیں بن سکتے۔ تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان باتوں میں بھی اسلام ہے۔ تم اگر اس شعار کو پہنو گے جو انگریزوں کی ہے تو ہم کبھی بھی نہیں پہچان سکیں گے کہ تم انگریز ہو یا پاکستانی، تو خدا نے مہربانی کی کہ جب پاکستان بن رہا تھا۔ تو یہاں بہت سے مسلمانوں کو جب دوسرے لوگوں نے پکڑا کہ یہ ہندوؤں میں قتل کر دو انہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں تو اس نے پوچھا تمہارے اندر نشانی کیا ہے۔ اسلام کیا تم نے بھی تو وہ ساری صفتیں اپنا رکھی ہیں داڑھی ہے تو وہ اس نے منڈا رکھی ہے۔ تو ختنہ جو ایک سنت طریقہ تھا اس سے پہچانے گئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اب سمجھئے کتنے ہی کتنی برکت سے ختنے کی برکت سے کتنے مسلمان بچ گئے ورنہ اس سے پہچاننے کی کوئی علامت ہی نہ تھی

ہر قوم اور ہر شعبہ حیات میں پابندیاں

دیکھیے کہ جس محکمے میں آپ جائیں گے۔ آپ کے اوپر ہزاروں قیودات لگ جاتی ہیں۔ آپ اگر سعودی ملازم ہیں تو آپ کے اوپر قیود آتے ہیں۔ آپ اگر فوج میں ہیں تو آپ پر پابندیاں آتی ہیں۔ پولیس میں ہیں تو آپ کے اوپر قیودات آتے ہیں۔ اور صرف اسلام ایک ایسی چیز ہے کہ اسلام میں آجائیں تو مادر پدر آزاد ہو جاتے ہیں۔ پھر کوئی قید نہیں ہے اپنے اوپر برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ عجیب چیز ہے۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی تو پابندی ہے۔ لیکن یہاں کوئی پابندی نہ ہو بھائی! کپڑوں میں کتنی برکت ہے۔

میں آپ سے عرض کر رہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساحروں نے مقابلے کے وقت فرعون سے کہا کہ ہمیں ان جیسا یونیفارم اور کپڑے بنا دو۔ فرعون کے پاس کارخانے وسائل اور تو بڑے بڑے تھے۔ درزی بھی بہت تھے۔ رات بھر درزی لگے اور سب کے ویسے ہی کپڑے بنا دیے۔

ساحرین فرعون کا ایمان

صبح کے وقت مقابلہ ہوا۔ مقابلے کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ ساحروں نے شکست کھائی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ساحر اور پھر وہ جیسا کہ ہمارے شاعر ابن گیلانی صاحب نے کہا کہ ہم مرنا بھی جانتے ہیں۔ فرعون نے ان کو کہا کہ یہ تو تم ایمان لے آئے۔ میرے بغیر کیسے ہوئے۔ انہوں نے کہا تمہارا جی جیسے آئے فیصلہ کرنا ہے کر لے۔ فاقض ما انت قاض انما تقضی ھٰذہ الحیٰوۃ الدنیا تو تو اسی دنیا میں فیصلہ کرتا ہے تاکہ جیل میں ڈال دے پھانسی کر دے اور کیا کر سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اگلی زندگی اچھی ہو جائے۔ اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے تو جو فیصلہ چاہے دے دے ہمیں پھانسی کرتا ہے۔ قتل کرتا ہے تو قتل کر دے ہم اسلام کو اب نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لائے ہیں۔ مسلمان ہو گئے۔

تشبہ بالانبیا کی برکت

تو کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب آئے ہیں اپنے کمرے ہیں اللہ کے سامنے درخواست کی پیغمبر ہیں یا اللہ! یہ اتنی کوشش جو کی گئی کئی برسوں سے "، یہ مناظرہ کا میدان مقرر ہوا۔

یہ سب اسی لیے تھا کہ فرعون اور اس کی فوج اور طاقت مسلمان ہو۔ دیکھو! اگر بادشاہ مسلمان ہو جائے تو رعیت کروڑوں کی تعداد ہیں ہو تو اچھی ہو جاتی ہے رعیت تو نالوں کی طرح ہیں۔ اگر سرچشمہ خراب ہے نالے چاہے سونے چاندی کے بنالو مگر اس کا پانی گندہ ہی ہوگا۔ اور اگر چشمہ جہاں سے پانی نکلتا ہے اچھا ہو تو پھر نالیوں کے کنارے ہیں پر اگر گندگی بھی ہو لیکن پانی صاف ستھرا جائے گا تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ یا اللہ یہ انتظام تو اس لیے کیا گیا تھا کہ فرعون مسلمان ہو جائے کھلے طریقے پر اس کی فوجی طاقت جیسے یہ مسلمان بن جائے مگر یہ ساحر مسلمان ہو گئے اور وہ کافر ہی رہا۔ تو خداوند کریم نے کیا جواب دیا۔

خداوند کریم نے فرمایا کہ یہ فرعون ہے بڑا متکبر اس نے اپنے کوٹ پتلون کو اپنے یونیفارم اور وردی کو بدلا نہیں جو ان کا شاہی مروج لباس تھا اور یہ ساحر جو آپ کے سامنے مقابلے ہیں آئے تو انہوں نے کپڑے تمہارے جیسے پہن لیے تو اللہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت نے اس چیز کو گوارا نہ کیا کہ میرے محبوب نبی کے لباس ہیں ایک شخص آئے۔ اور ہیں اسے جہنم ہیں پھینک دوں۔ میرے محبوب کے لباس ہیں ایک شخص آئے، ہیں اسے جہنم ہیں کیسے پھینک دوں۔ ان ساحروں نے یہ تو ساٹھ، ستر ہزار آدمی تھے یا کم یا زیادہ انہوں نے آپ جیسا لباس اپنا لیا۔ تو دیکھیے پیغمبر جیسے لباس کی مشابہت اختیار کرنے سے جنت مل گئی۔

دین کی حفاظت اور سخت جانی

اور یہ بھی آپ سے عرض کر دوں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے محافظ اور اس کے دین کے محافظ اللہ ہی ہیں۔ آج تک خدا نے حفاظت کی اور ان شاءاللہ قیامت تک جب تک اللہ کو منظور ہوگا اس دین کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ اس کے ساتھ چاہے کوئی کتنا ہی ٹکر مارے۔ دیکھو یہ اسلام کی مثال جو ہے۔ اس کی مثال گیند جیسی ہے۔ اس کو زور سے نیچے مارو۔ آپ یہ کہیں گے کہ میں نے بالکل اس کو نیچے کر دیا۔ لیکن جتنا زور سے آپ اسے پھینکیں گے اتنا ہی وہ اونچا کود دے گا۔ ابھرے گا۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی خالد ابن ولید فاتح تھے وہی خالد ابن ولید بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پہ آکر گرتے ہیں اور سیف من سیوف اللہ کا خطاب حاصل کرتے ہیں

اسلام کی تاریخ

اسلام کی تاریخ یہ ہے کہ جس نے اس کو گرانے کی کوشش کی وہ خود گرتا ہے خود مٹتا ہے۔ جس قوم نے بھی بے پرواہی کی وہ قوم مٹ گئی میں آپ سے کہتا ہوں۔ کافروں کو مہلت دی جاتی ہے لیکن ہمیں خدا مہلت نہیں دیتا۔ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اور پھر وہ اسلام کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری نہیں کرتا۔ وہ غدار ہے۔ اس غدار کو خدا کی حکومت کبھی مہلت نہیں دیتی

سیرت

بھائیو! یہ جلسہ ہے سیرت کا میں آپ سے عرض کرتا ہوں سیرت یہ صورت کے مقابلے میں ہے۔ صورت کہتے ہیں ظاہری شکل کو کسی چیز کی ظاہری شکل کو صورت کہا جاتا ہے اور کسی شخص کے اندرونی حالات کو سیرت کہا جاتا ہے۔

سیرت کی برکت سے جزیرۂ عرب کے لوگوں نے سلطنت حاصل کی، سیرت رسول اللہ کی برکت سے وہ علماء کرام بنے۔ اس سیرت کی ضرورت ہر زمانے میں ہے۔ لیکن اس بیسویں صدی میں آج کا جو دور جہالت ہے آج کل جو تباہی ہر سو چھا رہی ہے۔ آج جتنی اخلاقی گراوٹ ہے مسلمانوں کے اندر اس کا

علاج یہ ہے کہ ہم سیرت رسول اللہ کی روشنی کو ہاتھوں سے لیں ہمارے پیغمبر نے شادی کے معاملہ تجارت کے معاملہ حکومت کا معاملہ تمدن کا معاملہ معاشرت کا معاملہ کس طریقے پر انجام دیا۔ ان کے اخلاق مبارک کس طریقے پر تھے؟ انہوں نے ہمیں کون سے طریقے بتلائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کو معلوم کریں۔ اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالیں۔

سیرت سے حقیقی تعلق

یہ ہے سیرت سے تعلق۔ بھائیو! اگر ہم سیرت کا مطلب اتنا ہی لے لیں کہ چلو ہم نے جلسے میں شرکت کر لی تو کہتے ہیں، ایک مسلمان تھا۔ ہندوستان میں ایک مسلمان تھا روزے نہیں رکھتا تھا۔ افطاری کے وقت ہندوستانی لوگ زیادہ انتظام کرتے ہیں افطاری کے لیے وہ بہت ساری چیزیں پکاتے ہیں کھانے پینے میں شرکت کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ تو افطاری کے وقت سب سے پہلے وہ روزہ نہ رکھنے والا بیٹھ جاتا تھا۔ افطاری کے لیے تو کسی نے اسے کہا بھائی روزہ تو رکھتا نہیں۔ افطاری کے لیے سب سے آگے بیٹھ جاتا ہے۔ تو وہ شخص کہتا ہے کہ بھائی کیوں مجھ کو اتنا پکا کافر سمجھ لیا ہے۔ دو کام ہیں۔ دین کے روزہ رکھنا اور افطار کرنا ایک تو میں نہیں کر سکتا گناہ گار ہوں تو یہ دوسرا بھی نہ کروں پکا کافر بن جاؤں تو ہمارا عشق رسول اللہ اور مسلمانی بھی رہ گئی ہے۔ کہ سال بھر ہیں تو اعمال اور اقوال سے پیغمبر کا مقابلہ کرو۔ پیغمبر کے دین کو کھلم پیغمبر کے دین کے خلاف کرو۔ اس کا مذاق اڑاؤ اور جب ربیع الاول کا مہینہ آگیا ہے تو کہتے ہیں کچھ نہ کچھ مسلمان تو ہیں کچھ میلاد شریف کر لیں کچھ قوالی میں شرکت کی۔ افطاری کے لیے سب سے آگے بیٹھ گئے اس لیے کہ اس پر پیسے خرچ نہیں ہوتے۔ پیسے خرچ بھی ہوں تو خیر نام بھی تو ہو جائے گا۔ نہیں پیغمبر نے ہمیں زندگی کے ہر شعبے کے لیے احکامات چھوڑے ہیں۔ قوانین چھوڑے ہیں اور اعمال کا نمونہ ہمارے سامنے چھوڑا۔

ہمیں چاہیئے کہ اپنی ساری زندگی کو اس کے مطابق کر دیں۔ بھائیو! حقیقت ہے

ہیں پھر آپ سے عرض کرتا ہوں۔

امریکہ تماشا گاہ عبرت

قاعدے کے مطابق کافروں کے لیے تو جہنم ہیں عذاب ہیں۔ دنیا میں ان کے لیے عام طور پر عیش وعشرت ہے۔ لیکن اللہ بتا رہا ہے ہماری عبرت کے لیے کہ آج جس امریکہ کے سامنے ہماری آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ آج یہ امریکہ پٹ رہا ہے۔ ویٹ نام میں آج اس امریکہ کی حالت یہ ہے کہ معمولی سے معمولی بات کے اوپر وہاں کتنے بلوے ہو رہے ہیں۔ کتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ اب یہ آپ نے دیکھا کہ جس نے یہودیوں کی سرپرستی کی امریکہ نے جب بھی اس مغضوب قوم کی سرپرستی کی، "اسرائیل کی" اس وقت سے وہ پٹ رہا ہے۔

اور آج بھی ایک شخص ان میں قتل کیا گیا عیسائی کے ہاتھ سے کہ کیوں تم نے یہودیوں کی حمایت کی یہ اللہ تمہیں بتاتا ہے کہ تم عبرت پکڑو۔ جو قوم اللہ کی دشمن ہے اس کی جو بھی سرپرستی کرے گا۔ وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

بہت بڑے عذاب اور گرفت کا خطرہ

مسلمان کے لیے تو عموماً مہلت بھی خدا اتنی انہیں دیتا ہمارے بیس سال گزر گئے ہمیں خدا نے بڑی مہلت دی ہے۔ مجھے تو ڈر ہے کہ خدانخواستہ اگر بے دینی کی یہی رفتار رہی اور سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم ویسے ہی کورے رہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر چلتے رہے جیسے کہ آج ہمارے سامنے ہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ کہیں خدا کا عذاب آ جائے اور یاد رکھو کہ آج اگر ہمارے اوپر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے دنیا میں زلزلے آئے۔ لیکن کیا یہ کوئی کم عذاب ہو گا کہ ہمارے ملک کو خدانخواستہ میدان جنگ بنایا جائے۔ اور آزادی کی نعمت چھن جائے ہمارے ملک پر ہائیڈروجن بموں کی گولہ باری ہو۔ پھر ہمارا ملک تباہ و برباد ہو جائے۔ خدا کے قہر سے ڈرنا چاہیئے۔ خدا کی گرفت سے ڈرنا چاہیئے۔ ہماری نجات کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ کہ ہم سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اس کا مطالعہ

کریں اور سمجھیں اپنی گھریلو زندگی اور بیرونی زندگی اپنی تجارت، اپنے معاملات اپنی حکومت اپنے تمام طرز کو پیغمبر کے طریقوں پر بنائیں۔ ان شاء اللہ اس سیرت کے ذریعے سے جو زندگی ہمیں ملے گی۔ ہم دنیا میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔ آخرت میں بھی، کامیاب ہو جائیں گے۔

آپ خلوص سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں دنوں کے اجلاسوں کو کامیاب کر دے اور ان بزرگوں کو ان بھائیوں کو جنہوں نے یہ کوشش کی کہ اس مسلمان قوم کو سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف کرائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کے درجوں کو بلند فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

سُنّتِ نبویؐ

معاشرۂ اسلامی کی اساس

(رمضان المبارک کے دوران ایک خطبے کا حصّہ)

معاشرت اسلامی مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ کھانا کھاؤ تو داہنے ہاتھ سے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آغاز میں پڑھ لو۔ چائے پیتے ہو تو بائیں ہاتھ سے پیالی مت اٹھاؤ۔ پانی پیو تو گلاس داہنے ہاتھ سے پکڑ لو۔ اگر انگلیاں سالن سے گندی ہیں تو داہنے ہاتھ کی ہتھیلی میں رکھ کر پی لو۔ بایاں ہاتھ استنجا کے لئے اور ناک صاف کرنے کے لئے ہے۔ جسم کے غیر شریف کاموں کے لئے ہے اس لئے خدا نے دو ہاتھ دیئے کہ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کر لو۔ کھانا داہنے ہاتھ سے کھا لو، استنجا بائیں ہاتھ سے کر لو۔ پانی داہنے ہاتھ سے پی لو۔ اس ایک ہی ہاتھ سے دونوں کام کرنا کتنی دناءت کی بات ہے۔ لکھنا ہے تو دائیں سے چلنا ہے تو دائیں ہاتھ۔ مگر فرنگی کو اللہ تعالیٰ غرق کر دے۔ فرنگی کی ذریت کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دے اس نے ہماری روایات اور چھوٹے سے چھوٹا طریقہ بھی ایسا بگاڑ کر رکھ دیا کہ ہم سوچے سمجھے بغیر اور محسوس کئے بغیر اپنے نبیؐ کے، اپنے دین کے سب طور طریقے چھوڑ بیٹھے۔ انگریزی لکھنی ہے تو وہ بھی صفحہ کے بائیں جانب سے، ٹریفک ہے اور راستہ پہ چلنا ہے تو بائیں ہاتھ سے۔ وہ سوچ سمجھ کر ہمارے تمدن اور شریعت کی جڑیں ہی کاٹنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے اور سنتیں مٹانا ہی ان کا مقصود ہے۔ یہ تو مسلمان ہے کہ بالکل سویا ہے کہ اس کا کوئی نصب العین اور مقصد حیات ہی نہیں۔ اور قوموں کے پاس تو اپنا مذہب اور اپنی تہذیب ہے ہی نہیں وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم تو کٹے ہوئے ہیں مگر یہ مسلمان قوم کیوں اپنے مذہب سے وابستہ رہے کیوں کامیابی اور کامرانی سے

ہمکنار ہو؟ کیوں جنّت چلی جاتے؟ جیساکہ شیطان کہتا ہے کہ جب میری اصل جگہ جہنم ہے تو یہ مسلمان کیوں مجھ سے بچ کر جنّت جا سکے گا۔ تو شیطان کی ذرّیت کا بھی یہی وطیرہ ہوتا ہے کہ یہ حق پر رہنے والے کیوں حق پر رہیں۔

قرآن کریم کا اعجاز مخالفین کا اعتراف

قرآن کریم کے اس اعجاز کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ دشمنوں میں بڑا دشمن ابتدائے اسلام میں ابوجہل تھا۔ اسی طرح ابوسفیان اور اخنف بن شریک۔ یہ لوگ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ ابوجہل کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر خداوند کریم نے فتح مکّہ کے بعد فضل فرمایا اور اسلام لائے۔ تو یہ لوگ حضورؐ کے ابتدائی دَور کے مخالف گروہوں کے لیڈر تھے اور جیساکہ آج کا لیڈر جتنا جھوٹ بولے، بہت ہشیار اور چالاک ہو بہت شور وشغب مچا سکے اور اپنے لئے خوب خوب کما سکے۔ اسلام اسلام کر کے پوری قوم کو فریب دے سکے وہ اتنا ہی بڑا لیڈر ہے۔ یہ یورپ اور کمیونسٹ لیڈروں نے کامیاب لیڈر کی تعریف کی ہے۔ اور قرآن کریم کی عجیب تاثیر ہے مگر ہم اس سے بے خبر ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم کا دشمن پر بھی اثر اور تاثیر کا حال سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ رمضان شریف میں کتنی کتنی جگہ شبینے ہیں۔ آدھی رات اور ساری رات بچّے، بوڑھے، کمزور، بیمار دست بستہ خشوع وخضوع سے اللہ کے سامنے کھڑے رہ کر قرآن کریم سنتے رہتے ہیں۔ تو یہ قرآن ہی کا اثر ہے اور قرآن ضرور بالضرور اثر کرتا ہے۔ تو امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ تینوں لیڈر ابوجہل اخنف اور ابوسفیان دشمنی میں پیش پیش تھے اور جیساکہ آج کل سیاستدانوں کا حال ہوتا ہے کہ قوم کے سامنے بڑے چیختے چلاتے ہیں اور پھر آپس میں ہو جائیں تو شیر وشکر۔ تو یہ تینوں ایک رات اپنے اپنے گھر سے چھپ کر نکلے۔ اور حضور اقدس صؐ جس مکان میں تلاوت فرما رہے تھے چھپ کے کھڑے ہو گئے سننے لگے۔ ایک دوسرے سے بے خبر ہیں ایک ایک کونے میں چپکے سے آیا دوسرا دوسری دیوار کے ساتھ۔ تیسرا بھی آیا کسی اور جانب سے کان لگا کر کھڑا ہوا کہ کچھ دیر سُن

کہ چلے جائیں گے۔ مگر قرآن کی لذت تو عجیب و غریب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں کھڑے ہوئے پڑھ رہے ہیں۔

اور یہ لوگ باہر کھڑے ہیں امتحان کے طور پر جو سن رہے ہیں ان پر اثر ہوتا ہے تو جو ادب سے دو زانو ہو کر متوجہ ہو، یقین ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور میرے لئے باعث ہدایت ہے تو سبحان اللہ! اس کے اوپر کتنے اثرات پڑیں گے وہ تو پھر رگ و ریشہ میں سرایت کرتا ہے۔ تو ان تینوں پر صبح ہو گئی۔ اب جانتے ہیں تب جاتے ہیں، مزہ آگیا، لذت میں ڈوب گئے۔ چلتے چلتے ہیں صبح ہو گئی۔ اذان کے وقت کے قریب حضورؐ نے تہجد ختم کر دی تو یہ لوگ بھی کھسک گئے۔ اتفاق یہ ہوا کہ آگے چل کر یہ تینوں آپس میں ملاقی ہوئے۔ ارے بھائی! تم کہاں رات گئے کیا کر رہے ہو۔ تینوں قوم کے لیڈر ہیں ایک دوسرے کو حقیقت بتلا دی کہ میں تو امتحاناً سننے آیا تھا۔ کہ کیسا کلام ہے؟ دوسرے نے کہا میں عشاء سے آیا ہوں۔ تیسرے نے بھی یہی کہا۔ پھر تین دن ایسا کرتے رہے اور کلام الٰہی سنتے رہے۔ تیسرے دن اکٹھے ہوئے تو طلاق اور حلف دلوایا ایک دوسرے سے کہ یہ تو بہت برا ہوا اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو سب مسلمان ہو جائیں گے۔ دو تین دن بعد اخنف ان میں سے ابو سفیان کے پاس آیا کہ خدا کے لئے بتلا دو کہ اس کتاب کے بارے میں کیا رائے تم نے سن کر قائم کر دی ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ ظاہر بات ہے یہ خدا کا کلام ہے انسان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ ہر طرح سوچا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ بلاغت یہ عقائد، یہ تدبیر منزل، یہ سیاست، یہ اخلاق نہ کسی کتاب میں پڑھے نہ سنے نہ دنیا میں گھوم پھر کر کہیں دیکھے۔

اخنف نے کہا کہ بھئی میری بھی یہی رائے ہے۔ اخنف پھر ابو جہل کے پاس گیا اور ابو جہل سے کہا تم نے کیا رائے قائم کر دی۔ تین راتیں تو تم نے بھی قرآن سن لیا۔ اس نے کہا کہ بھائی اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ تو اللہ کا کلام ہے۔ انسان کا کلام نہیں۔ اس کے عجائبات غرائبات ایک ایک جملہ ایک ایک آیت کی خوبیوں کا تو جواب نہیں ہو سکتا۔

وضوح حق کے باوجود حمیت جاہلیت

اخنف نے کہا کہ پھر آخر ہمیں کیا پڑی ہے کہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کیوں کرتے ہو۔ ابوجہل نے کہا دیکھو ہم لوگ آپس میں چچیرے بھائی ہیں۔ بنو عم ہیں اور ہم میں پرانی رقابت اور دشمنی چل رہی ہے قومی وجاہت، قومی ترقی، قومی وقار پھر ہر معاملہ میں ہم نے ان بنو ہاشم سے برابری اور ہم سری کی ہے۔ سخاوت کی تو ہم نے۔ اس کے مقابلہ کی سخاوت کی۔ بنو ہاشم زمزم میں کھجور ملا کر شربت مہمانوں کو پلانے لگے تو بنو امیہ نے کہا کہ ہم دودھ ملا کر پلائیں گے کہ ان سے کم نہ رہیں۔ اگر انہوں نے شجاعت میں کوئی قدم اٹھایا تو ہم نے ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ الغرض قدم بہ قدم برابری اور سبقت کی سعی کرتے رہے تو اب جب ان میں ایک نبی بنایا گیا تو ہم اس کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے کہ ہم بھی اپنا نبی کھڑا کر دیں (کہ وہ تو خدا کے انتخاب پر ہے) تو اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ مخالفت اور مقابلہ کریں اور اس کی نبوت اور دعوت مٹا کر دم لیں۔ اب تو برابری کی کوئی صورت نہیں۔ نبوت کسی کے گھر کی بات تو ہے نہیں اپنے بس کی بات نہیں۔ سخاوت و شجاعت کی بات ہوتی تو کر بھی لیتے مگر نبوت تو وہبی چیز ہے۔ مگر طبیعت ماننے پر بھی آمادہ نہیں کر سکتے کہ یہ فضیلت حریف کو حاصل ہو تو علاج سوائے مقابلہ اور لڑائی کے ہمارے بس میں نہیں۔

حضورؐ کے طریقوں کی پیروی

الغرض بات یہ ہو رہی تھی کہ ہمیں حضور اقدس صلعم نے ہر معاملہ میں ایک سنت اور طریقہ چھوڑا ہے۔ شیطان جب رمضان میں بند تھا تو نہ وعظ کی ضرورت تھی نہ تقریر کی نہ لالچ کی اور نہ ڈرانے دھمکانے کی۔ تراویح بھی پڑھتے ختم قرآن بھی ہوتے رہے۔ بارش بھی شدید تھی سردی بھی۔ مگر کسی کو عبادت سے نہ روک سکی۔ جذبہ تھا کہ حضورؐ کی ایک سنت تراویح کو کیوں چھوڑیں تو سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جو حضورؐ نے ہمارے لیے چھوڑ دیا۔ مثلاً کہ کھانا کھائیں تو دائیں ہاتھ سے شروع کرو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرو، ختم کر دو تو الحمد للہ پڑھو۔ پیالی گلاس دائیں ہاتھ

سے پکڑو۔ ہاتھ میلا ہو تو ہتھیلی میں رکھ کر بائیں ہاتھ سے تھام لو جسم کے خسیس افعال میل کچیل ہٹانے استنجا وغیرہ کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ مگر فرنگی کب ان سنتوں اور طریقوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ فرنگی سے میرا مطلق کافر مراد ہے ابلیس اور ابلیس کی فوج کہتی ہے کہ ہمارا مذہب تو ختم ہے دنیا میں رہا نہیں یہ مسلمان کیوں مذہب مذہب کرتا پھرے؟ تو صرف مخالفت برائے مخالفت ہے۔ باطل کی حق سے جنگ ہے اور کوئی مقصد نہیں اس لئے کہ امتی پیغمبر کی سنت پر قائم نہ رہے لیکن کاش مسلمان یہ سوچ لے جو رمضان میں اپنے نبیؐ کے سنت کی خاطر گرمی سردی کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

فرض نماز کی اہمیت

اور دیکھو بھائیو! تراویح کی جتنی بھی قدر کی تو بہتر ہے۔ مگر اسی طرح فرض نماز وہ چیز ہے کہ حضرت اسامہؓ رسول اللہ کے جرنیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری مرض وفات میں مقرر ہو گئے تھے۔ عرب میں قومیت پر نسب و قوم پر ملک وطن پر فخر بہت زیادہ تھی۔ حضورؐ نے ۲۳ برس قوم کو تبلیغ کی۔ تعلیم دی تو دنیا سے جانے سے دو ایک روز قبل ایک اہم مہم کے لئے سب کا کمانڈر ایک ایسا جرنیل مقرر کیا جو غلام زادہ تھا حضرت زیدؓ کا صاحب زادہ، ایک نوجوان کو مقرر کیا گیا ایسے فوج کا جس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جیسے افراد بھی ہیں اور یہ ارادہ تھا کہ عراق کی طرف مارچ ہو گا۔

امارۃ اسامہؓ اور امتؐ کا امتحان

اس میں کئی اور حکمتوں کے علاوہ حضور اقدسؐ یہ بھی معلوم فرمانا چاہتے تھے کہ میری یہ قوم یہ امت کس لیول پر ہے۔ رنگ و نسل کے دائروں سے نکل چکی ہے یا نہیں ــــ یہ کون کر سکتا ہے یہ پشتون ہے یہ مولوی ہے یہ سید ہے اب کسی کمتر شخص کی امارت قبول کی جائے تو بہ توبہ۔ اب میں اس کو سلام کروں گا۔ اس کا حکم کیسے مانوں گا یہ تو میری بے عزتی ہے۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مدار شرافت تقویٰ کی ہے تو ایک نوجوان غیر عرب کو سب پر مقرر کر دیا۔ گر سب نقادوں میں اس

دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے۔

ابھی حضرت اسامہؓ کی لشکر نے کوچ نہیں کیا تھا کہ حضور اقدس کے بیماری کی وجہ سے حضرت اسامہؓ واپس ہوتے، جہاد پر روانہ نہ ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں ضعف ہے اسامہؓ حاضر ہوئے تو جھک کر اپنے کان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کے قریب کر دیے کہ حضورؐ کچھ فرما رہے تھے تو فرمایا کہ حضورؐ نے میرے لئے دعا فرمائی اور اس کے بعد فرما رہے تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ اے میری امت نماز کا پاس رکھا کرو۔ اور اپنے غلاموں، نوکروں، خادموں، ضعیفوں زیر دستوں کا خیال رکھا کرو۔ آپؐ کے ان دو جملوں میں سارا دین آ گیا۔ دین یا تو خدا کے حقوق ہیں یا بندوں کے حقوق۔ تو حضورؐ کی آخری وصیت تھی کہ خدا کے حقوق ادا کرو جس کا اہم ترین مظاہرہ نماز ہے اور خدا کا حق ادا کرتے ہیں۔ تو رمضان میں تو تراویح اور سنتیں بھی نہیں چھوڑ سکتے اور رمضان کے علاوہ فرض نماز بھی نہ پڑھیں تو کتنے افسوس کی بات ہو گی۔ اللہ تعالیٰ دین کے دشمنوں کے اثرات اور سازشوں سے محفوظ رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نبی الرحمۃؐ اور صحابہؓ کی شانِ رحمت

اسوۂ حسنہ کی متابعت

خطبہ جمعہ یوم الجمعۃ ۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا (الایۃ)

کل عالم پر خدا کی ظاہری و باطنی نعمتیں ہیں۔ ہمارے جسم کی نشوونما کے لئے جن جن چیزوں کی حاجت ہے خدا نے وہ سب پیدا فرمائیں اور خاص کرم اور خدا کی جو خاص رحمت ہے وہ یہ کہ ہمیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضورِ اقدسؐ تمام جہان کے لئے سارے عالم کے لئے سب سے بڑی رحمت ہیں۔ اس رحمۃ للعالمین نے صرف اپنے تابعداروں کی نہیں بلکہ اپنے دشمنوں کی بھی بدخواہی کبھی نہ کی۔ ایک دعا میں فرمایا کہ یا اللہ میں انسان ہوں اگر غصہ میں کبھی میرے منہ سے کسی مسلمان کو کوئی بددعا نکلی ہو تو اسے اس کے حق میں دعا بنا دے۔ اے خدا میری کسی تلخ بات کو بھی ان کے حق میں رحمت اور رفع درجات کا باعث بنا دے۔ فرمایا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ اَوْ لَعَنْتُهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّ زَكٰوةً وَّ قُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ ۔ (الحدیث الاعظم للبخاری)

اے اللہ میں تجھ سے عہد لیتا ہوں تو مجھ سے ہرگز اس کا خلاف نہ کرے گا۔ اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ میں ایک بشر ہی ہوں تو جس کسی مومن کو میں نے تکلیف دی ہو یا اس کو برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس کو کوڑے لگانے کا حکم دے دیا ہو یا بشریت کی بنا پر اس پر لعنت کی ہو تو اس کے حق میں اس کو رحمت، پاکی اور ایسی قربت کا ذریعہ [illegible]

حضورِ اقدسؐ نے کبھی دشمن سے بھی سخت برتاؤ نہیں کیا۔ مدینہ منورہ میں حضورؐ کے سب سے بڑے دشمن عبداللہ بن ابّی تھے۔ کہ کبھی نقصان اور تکلیف پہنچانے میں کمی اور کسر نہ چھوڑی منافق تھا۔ جہاد میں بھی شریک ہو کر ایسی سازشیں کرتا کہ حضورؐ جب راستہ سے گذریں تو اپنے منافق ساتھیوں کو نقاب پہنا کر کھڑے کر وا کر کہ حضورؐ کو شہید کر لیا جائے۔ اندرونی سازشیں بھی بے حد۔ کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر یہود کو آمادہ کرتے کہ احد کے جنگ میں کافروں سے مل لیں۔ بدر میں بھی یہی حالت تھی اس کی تو حضورِ اقدسؐ نے اپنے ایسے دشمن کی رسوائی اور اذیت کی خواہش بھی نہیں فرمائی۔

حضرت عمرؓ نے جب عبداللہ بن ابّی پر جنازہ پڑھنے سے حضورؐ کو روکا تو فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستّر مرتبہ سے زیادہ استغفار سے اس کی بخشش ہوتی تو اے عمرؓ میں اس کے لئے ستّر مرتبہ سے زیادہ دعا کر لیتا۔ اندازہ لگتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کا بھی جہنم جانا گوارا نہ تھا۔ آج ہم دین اور اسلام کی بدنامی کے لئے کیا کیا کرتے ہیں آج صرف ووٹ کے لئے کتنی جانیں ضائع کر دی جاتی ہیں۔ اور میدانِ جنگ کے موقع پر تو سب کچھ حلال سمجھ لیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور صحابہؓ کی شانِ رحمت

مگر حضورِ اقدسؐ کے تربیت یافتہ صحابہ تو حضرت عمرؓ جیسے تھے صحابہ جن سے اسلام ظاہر ہوا۔ اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ حضرت عمرؓ اسلام لائے تو فرمایا کہ یہ کیا مطلب کہ بُت پرستی تو کُھل کر ہو رہی ہو۔ دھرم سال تو آباد ہوں اور اسلام کی عبادت خفیہ ہو۔ تلوار نیام سے نکال کر لوگوں کو للکارا کہ اب خدا کی بندگی علانیہ ہوگی، ہے کوئی جو ہمیں روک سکے۔ حضرت عمرؓ نے ہزاروں مساجد آباد کئے ہزاروں شہر قبضہ کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کئے۔ ملک کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ پھر ایک ظالم کے ہاتھوں نماز پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے۔

مقام صحابہؓ میرے بھائیو! صحابہ کا بڑا اونچا مقام ہے صحابہ کرامؓ کا طبقہ خیر القرون قرنی (الحدیث) کا مصداق ہے۔ (کہ بہترین عہد میرا عہد اور قرن ہے) فرمایا:۔

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور فرمایا:۔

کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر ۔ میرے بعد ان دو افراد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی پیروی کرو۔ حضرت عمرؓ تو حضرت عمرؓ تھے فرمایا۔ لو کان بعدی نبیؐ لکان عمر۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر نبی ہوتے ۔۔۔ تو حضرت عمرؓ کے رائے ہوتی تھی کہ جو مار آستین مسلمانوں کے جماعت میں چھپے ہوتے ہیں اور مار آستین سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔ اسلام کو ہمیشہ ان مار آستین سانپ اور بچھوؤں سے نقصان پہنچا۔ باہر کے لوگ اسلام کو کیا نقصان دے سکتے؟

شہادت عمرؓ ظلمت کیا روشنی کا مقابلہ کرے؟ خفاش کب سورج کا مقابلہ کر سکے گا۔ یہ اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوتے چوہے اور بچھو اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں۔

تو حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ مدینہ منورہ جو اسلام کا مرکزی دار الخلافہ ہے اس میں مخبر اور باہر کے عجمی کافر جو غلاموں کے شکل میں کیوں نہ ہوں انہیں مہمان نہ رہنے دیا جائے۔ یہ ان کا حکم تو نہ تھا مگر مشورہ تھا، رائے تھی۔ خدا کے فضل سے اب اکثر صحابہ مالدار اور دولت مند تھے۔ ان کی تجارت اور کاروبار ایسے غلاموں کے ذریعہ ہی ہو رہا تھا۔ تو حضرت عمرؓ کو ایسے ہی غلاموں میں سے ایک غلام ابو لؤلؤ نے نماز کے عالم میں خنجر اگھونپ دیا۔ حضرت عمرؓ زخمی ہوگئے قاتل کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ فلاں قاتل تھا اور جب لوگوں نے اُسے گھیر لیا تو اس نے خودکشی کر لی۔ یہ ایک بڑی سازش تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ یہ تو ابو لؤلؤ تھے۔ تو فرمایا کہ تمہارے والد مدینہ میں غلام رکھنے کے حق میں تھے۔ کہ باہر کے لوگوں کے تعاون کے بغیر کام نہیں چلتا۔ میں تو چاہتا تھا کہ اس مرکز میں مار آستین نہ رہیں۔

اخبارات میں ہوتا ہے کہ دنیا میں جو بھی گڑبڑ ہے یہ امریکہ کے جاسوسی ادارہ سی آئی اے

کے کرتوت ہیں۔ اسلامی ممالک کے کالجوں، طلبہ تجار، اخبارات کو قبضہ میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ اب خود امریکہ والے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔ تو حضرت عمرؓ کی باطنی فراست اور بصیرت تھی۔

عہدِ صحابہ اور عصرِ حاضر کے تصوّرِ عدل کا موازنہ

بہرحال حضرت ابن عباس نے یہ سن لیا تو بے اختیار زبان سے یہ لفظ نکلا۔ کہ اچھا اب انہیں سمجھ لیں گے۔ حضرت عمر نے کہا کہ یہ غلط بات ہے ایسا ہرگز نہ ہونے پائے اسلام ایک کے بدلے دوسرے کو سزا دینے کے حق میں نہیں۔ بیٹے کے گناہ میں باپ نہیں پکڑا جائے گا۔ محلہ عزیز و اقارب، قوم اور وطن ایک کے جرم میں نہیں پکڑا جائے گا۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ   ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا

یہ جاہلیت کے طریقے ہیں اور ہمارے پٹھانوں میں تو اب بھی رائج ہے کہ ایک کا بدلہ دوسری تیسری نسل والے ایک دوسرے سے لیتے ہیں۔ پچھلے دنوں زیارت کاکا صاحب کے ایک معصوم بچے کو سکول جاتے ہوئے قتل کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ یہ تو فلاں کے خون کا بدلہ تھا۔ ایسا کلمہ کہنا بھی کفر ہے (الا لایجنی جان علی ولدہ او کما قال) ایک اور صحابیؓ سے فرمایا۔

لا یجنی علیک ولا تجنی علیہ   اس کی جنایۃ تمہیں نہیں اٹھانی اور تمہارے جرم کا یہ سزاوار نہیں۔

تو حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ اگر ہمارے جیسے زمانہ میں ہو جاتا تو کیا قتلِ عام ہو جاتا۔ مدینہ منورہ میں ہزاروں سینکڑوں غلام تھے۔ تو خلیفۂ راشد فاروقِ اعظمؓ کے قتل میں کتنے لوگ دھر لئے جاتے۔ آج معمولی سی اتفاقی بات کو بھی سازش بنا لیا جاتا ہے۔ یہ اسلام اور موجودہ زمانے کا فرق ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں دوسروں کو کچھ نہیں کہا جائے گا وہ ہمارے امن میں آئے ہیں۔ تو یہ برکت تھی حضورؐ کی تعلیم و تربیت کی۔

حضرت عثمانؓ کی شانِ رحمت

حضرت عثمان ذوالنورین ہیں خلیفہ راشد ہیں۔ حضورؐ نے یکے بعد دیگرے دو صاحب زادیاں عقد میں دیں دوسری بھی فوت ہو گئی تو فرمایا کہ میری تیسری لڑکی ہوتی تو وہ بھی نکاح میں دے دیتا۔ تو محبت اور مقبولیت کا یہ حال ہے۔ حضرت عثمان خلیفہ ہیں چالیس روز تک محاصرہ میں ہیں۔ پولیس، عوام سب آپ کے حق میں ہے۔ صرف چند شوریدہ سر مخالف ہیں۔ تمام قوت آپ کی پشت پر ہے۔ جان نثار اجازت مانگتے ہیں کہ ان باغیوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ فرمایا، ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ میں اپنے تخت اور خلافت کے لئے کسی کا ایک بوند خون نہیں بہانا چاہتا میں خون میں سرخ ہو کر خدا کے ہاں مظلوم بن کر پیش ہو جاؤں۔ مگر خدا کے ہاں ایک قطرہ خون کے محاسبہ کے لئے تیار نہیں۔

آج جو ہم حالات کا رونا رو رہے ہیں تو یہی رونا ہے کہ ہم کہاں پہنچے؟ اور یہ جو لوگ اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں تو اس لئے کہ اگر اسلام صحیح شکل میں لوگوں کو معلوم ہو جائے تو پھر ہمارا ٹھکانہ کہاں رہے گا؟ بدمعاشی کیسے چل سکے گی۔ آج اکثریت بے دین ہے۔ شرابی، زنائی ہیں بے غیرت ہیں۔ ڈانس کرنے والے ہیں۔ حیاء، ومروت سے خالی ہیں۔ اب یہ چند مولوی اسلام اسلام کرتے ہیں یہ تو ہماری حقیقت کھول رہے ہیں اس لئے حقائق اور حقیقت سے کتراتے ہیں۔ تو حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے مگر کسی کا خون بہانا منظور نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے قاتل کے بدلے دوسروں کے بارہ میں ابن عباسؓ کی بات پر سخت ناگواری ظاہر کی کہ ایک کی سزا دوسروں کو نہیں دی جا سکتی۔

خانہ جنگی اور فساد سے گریز

مگر یہ بیماری اتنی عام ہے کہ ہم دیوبند میں تھے۔ اور یہ مدارس کے طالب العلم بھی انہی عوام سے نکل کر آتے ہیں آسمان سے تو نہیں کہ ان کے کاموں پر تعجب کیا جائے۔ تو دہلی میں سواتی طلبہ اور پشاوری طلبہ کی لڑائی ہوئی تو کسی جگہ بھی دوسرے فریق کے وطن کا کوئی مل جاتا تو اس پر حملہ کر دیتے۔ یہ حالت ہو گئی ہے مسلمانوں کی۔ تو اسلام شر اور فساد نہیں چاہتا۔ حکومت اگر دس آدمیوں کو کسی حق میں پھانسی کر دے تو اس کو حق ہے مگر ہمیں از خود انتقام اور بدلے کا حق نہیں۔ اسلام یہ خانہ جنگی نہیں برداشت کر سکتا

قصاص کا حق مقتول کے ولی کا ہے مگر اس کی تعمیل حکومت سے کرے گا کہ خانہ جنگی اور فساد نہ پھیلے۔

وطن اور قوم کے بدبودار نعرے

اس وجہ سے حضورؐ نے فرمایا کہ جو بھی وطنیت کے نعرے لگاتا ہے (جیسے سرحدی، پنجابی، سندھی، بنگالی) یہ جاہلیت کا بدبودار نعرہ ہے ایک مہاجر نے انصاری کو مذاق میں تھپیڑ دی انصاری نے ۔ یا للانصار اور مہاجر نے یا للمہاجرین کا نعرہ لگایا۔ حضورؐ نے ناگواری ظاہر کی اور فرمایا کہ مسلمان ہو کر ایسے بدبودار نعرے ؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ایسا شخص جہنم کا بیل ہو گا جو وطنیت اور قومیت کے نعرے لگائے ۔ وان صام وان صلی الخ اگرچہ وہ نمازی ہوں روزہ دار ہو۔ تو اسلام کی اپنی امت کو یہ تعلیم ہے۔ حضورؐ دشمنوں کو دعا دیتے ہیں۔ ابن ابی جیسے دشمن کے لئے دعا مانگتے ہیں ہم نے ایسے رحمۃ للعالمین نبیؐ کا کیا طریقہ اپنایا؟ کونسا عمل اختیار کیا ؟

کلوروفام

ہم ایسے دور میں ہیں کہ مسلمانوں کو کلوروفام سنگھایا جاتا ہے دنیا کی قومیں جاگتی ہیں اور ہماری ایک ایک بات جو اسلام کی ہے اس کی رگ رگ پر نیش زنی کرتی ہیں۔ اب ہمارے ملک میں امریکہ کے طرز پر عمارتیں بن رہی ہیں۔ مجھے یونیورسٹی کی نئی تعمیر کے بارہ میں کسی نے کہا کہ اکثر پاخانوں کا رخ قبلہ کے طرف ہے وہ نہیں چاہتے کہ ہم اس ایک اسلامی سنّت کو بھی قائم رکھیں۔ حضورؐ نے فرمایا

لا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا — استنجا کے دوران قبلہ کے طرف نہ رخ پھیرو نہ اس طرف پیٹھ پھیرو۔

لیٹے ہو تو قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ لیٹو۔

آداب اور طریقوں کے خلاف سازش

تو دشمن کی اتنی کوشش ہے کہ دنیا کے پاخانوں اور قدمچوں کا رخ قبلہ کی طرف موڑ دیا جائے کہ بیٹھنے والے کا رخ خواہ مخواہ قبلہ کے طرف ہو۔ مگر ہمیں احساس تک نہیں ہوتا۔ ٹھیک ہے کہ قضائے حاجت ایک عام ضرورت ہے مگر مسلمان تو گئے بیل کی طرح نہیں کہ جہاں ضرورت پڑ گئی اور جیسی

طرح ہوا فارغ ہوا۔ کچھ آداب اور طریقے اس کے بھی اسلام نے سکھا دئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گائے بیل کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب مت کرو۔

لا تبل قائما کہ اس طرح تو پیشاب کی چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر پڑیں گی۔ اور قبر کا عذاب ہو گا۔ مگر دشمن ایسا ہوشیار ہے کہ اس نے امریکہ سے لے کر چین تک سب کو کھڑے ہو کر بول کا طریقہ سکھایا۔ ٹیڈی پتلون پہنا کر مجبور کر دیا کہ جہاں پیشاب آیا گائے بکری کی طرح پاؤں ٹھیلے کر کے پیشاب کر دو۔ اور اگر کچھ کہا جائے تو کہیں گے مولوی صاحب کیا بیٹھ کر پیشاب اور کیا کھڑے ہو کر اس میں کیا فرق ہے؟ تو ہم ان سے کیوں نہیں کہتے کہ اے مسٹر کیا کھڑے ہو کر پیشاب کیا بیٹھ کر تم بیٹھ کر کیوں نہیں کرتے۔ تو اصل مقصد دشمن کا اسلام کے طور طریقوں، عادات و اطوار کو بدلنا ہے اگر مسلمانوں کو ان سب باتوں کا احساس ہو جاتے تو پھر یہ مسلمان ساری دنیا پر دوبارہ قبضہ نہ کر بیٹھے گا؟

دشمن جانتا ہے کہ ان عادات اور اسلامی آداب کا بھی ایک اثر ہے جس سے تمام مسلمانوں کی روحانیت پر اثر پڑتا ہے۔ اور وہ غالب ہو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح کھانے کے طریقوں کو بھی بدل دیا گیا کہ اپنی تمدن اور معاشرے سے ہٹ جاتے۔ لوگ فیشن سمجھ کر قطعاً نہیں سمجھیں گے۔ اور کلوروفام سونگھا کر مسلمانوں کے روح کو مضمحل کر دیا گیا۔ جب کہ رحمۃ للعالمینؐ کے طریقوں میں نجات اور کامیابی تھی اور اس کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم تمام ذرائع اور وسائل اختیار کرنے کے بعد بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ مہذب اقوام اور ذلیل و خوار قوموں کی طرح ان کا بھی انجام ہو جائے۔

ایک اور خطبۂ جمعہ کا ایک حصہ

قرآن میں حضورؐ کی شان اور چار صفات

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم

محترم بزرگو! اللہ جل مجدہ نے ہم پر سب سے بڑا احسان عظیم فرمایا کہ ہمیں حضور اقدس ص کے امت میں پیدا فرمایا۔ حضور اقدس ص کی شان اس آیت مبارکہ میں بیان کی گئی ہے اور چار صفات حضور نبی کریم علیہ السلام کے اللہ جل جلالہ نے بیان کئے ہیں۔ خداوند کریم فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے خداوند کریم نے ایک ایسا عظیم الشان رسول بھیجا جو تمہاری نوع میں سے ہے تم اسے پہچانتے ہو اس کی ساری زندگی، بچپن، شباب، سب تمہارے سامنے ہے دعوت الی اللہ کا دور بھی تمہارے سامنے ہے اور جب اللہ نے انہیں سلطنت و بادشاہت دی وہ زندگی بھی تمہارے سامنے ہے۔

الصادق الامین

حضور اقدس ص مکہ معظمہ میں ظہور نبوت سے پہلے ہیں تو لوگوں نے انہیں صادق الامین لقب سے پکارا۔ یعنی سچے اور امانت دار۔ ان پر دشمنوں کا اتنا اعتماد تھا کہ یہ اتنے امین ہیں کہ وہ اپنی قیمتی چیزیں ان کے پاس امانت رکھتے۔ نبوت ملنے کے بعد کفار نے شدید مخالفت شروع کر دی۔ ایذا رسانی اور تکالیف رسائی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی مگر یہ عجیب ہے کہ باوجود عداوت اور مخالفت کے جب سفر وغیرہ پر جاتے تو اس زمانہ میں بھی اپنے امانات حضور ص کے پاس رکھتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں اور ہم مذہبوں پر اتنا اعتماد نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ جس رات حضور ص ہجرت فرما رہے تھے تو اپنے پیچھے حضرت علی کو چھوڑا ہے۔

شیطانی اسکیموں کی ناکامی

اور اس دور میں کفار نے دار الندوۃ میں حضور ص کے شہادت کی اسکیم بنائی تا کہ حضور ص کی دعوت اور نہ پھیلے۔ حبشہ تک تو بات پہنچ گئی۔ تو کسی نے حضور ص کو جلاوطن کرنے۔ کسی نے قید کرنے کی تجویز پیش کی تو ابلیس جو ایک نجدی شیخ کے لباس میں شریک تھا اپنے دلائل سے ایک ایک تجویز کی مخالفت کی کہ اس طرح تمہیں کامیابی نہ ہوگی۔ حضور ص باہر جا کر اپنا مرکز بنا لیں گے۔ یا جیل میں ہو تو اس کے قبیلے والے اکٹھے ہو کر انہیں نکال دیں گے۔ پھر حضور ص کو شہید کرنے کی تجویز پیش ہوئی مگر قوم اور قبیلہ کا

قصاص لینے کا اشکال سامنے آیا کہ عرب تو انتقام چھوڑنے والے نہ تھے تو ابلیس نے تجویز پیش کی کہ اس کا علاج یہ ہے بتلاؤں کہ قریش کے تمام خاندان جو ہیں ان سے ایک ایک فرد لیا جائے۔ اور یک دم اور یک جا حضورؐ پر وار کر دیں۔ اس صورت میں ہر ہر خاندان کا فرد قاتل شمار ہو گا تو سب کے ساتھ حضورؐ کے خاندان والے نہیں لڑ سکیں گے۔ سارے شہر کا مقابلہ ان کے لئے مشکل ہو گا۔ چار و ناچار دیت لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دو سو اونٹ اکٹھے کر کے دے دیئے جائیں گے۔

اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور رات کو حضورؐ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا چنانچہ سب نے رات کو گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور عرب میں بعض صفات غیرت کی بھی تھیں اور دشمنی کے باوجود یہ مناسب نہ سمجھتے تھے کہ گھر میں عورتوں کے ہوتے ہوئے داخل ہوں یا سوتے میں کسی کو قتل کر دیں۔ تو ارادہ ان کا یہ تھا کہ جب رات کو حضورؐ باہر آئیں گے تو تاریکی میں ان پر حملہ کر دیا جائے گا۔ مگر حضورِ اقدسؐ کو وحی کے ذریعہ بتلا دیا گیا۔ حضورؐ حضرت صدیقؓ کی معیت میں باہر نکلے۔ چاروں طرف کفار تلوار سونتے کھڑے ہیں۔ حضورؐ نے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور شاہت الوجوہ تین دفعہ پڑھ کر ان کی طرف پھینک دی کہ یہ چہرے منحوس و ناکام رہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وجعلنا من بین ایدیھم سدًا و من خلفھم سدًا فاغشیناھم فھم لا یبصرون ○	ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھینچ دی ہے کہ حق ان کے قلوب تک پہنچے اور نہ ان کی نظر لگتی ہے۔

الغرض یہ سب کا فر اندھے ہو گئے کہ کسی کی نظر بھی آپ پر نہ پڑی۔ حضورِ اقدسؐ اطمینان سے باہر تشریف لے گئے ـــــ اب بھی علماء لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص لوگوں کی نگاہوں سے کترانا چاہے تو مذکورہ آیت اور حضورؐ کا وظیفہ "شاہت الوجوہ" تین دفعہ پڑھ کر پھونک دے انشاء اللہ ان کے نظر نہ پڑے گی۔

ایک جن کا واقعہ

ہمارے حضرت مولانا مدنیؒ قصہ سناتے تھے کہ ایک جن تھا الہ آباد میں وہ کسی عورت پر اثر کر گیا عاملین آجاتے کہ علاج کریں۔ مگر جنات ان کی خوب پٹائی کر دیتے اور رسوا کر کے باہر نکال دیتے۔ وہ جن پھر گنگوہ آیا اور خود قصہ سناتا تھا۔ کہ ایک میلا کچیلا عامل آیا میں نے اسے ڈانٹا کہ تیرے جیسے بہت سوں کو میں نے مار بھگایا ہے دم پھونک نہیں چلے گی۔ مگر وہ آیا اور مجھے ڈانٹا کہ نکل جا اور اس نے آیت ، وجعلنا من بین ایدیہم الخ پڑھ کر پھونک دی۔ اور ایک فولادی دیوار میرے طرف کھنچ گیا میں ہنس پڑا۔ مگر پھر اس نے یہ آیت پڑھی۔ دوسری دیوار کھڑی ہوگئی۔ تیسری دفعہ آیت پڑھی تو تیسرے طرف سے بھی محصور ہو گیا۔ اب تین طرف سے تو قلعہ کھچ گیا ایک طرف کھلا تھا تو اس نے کہا کہ اب بھی بھاگتے ہو ورنہ جلا دوں گا۔ تو اسی وقت بھاگ کر الہ آباد سے گنگوہ آیا ہوں۔ تو یہ تو خدا کا کلام ہے اس میں اتنی قوت کیوں نہ ہو؛ —— تو حضورؐ نے اس وقت حضرت علیؓ کو چارپائی پر سُلا کر چھوڑ دیا۔ کافر کبھی کبھی جھانک کر دیکھ لیتے اور مطمئن ہو جاتے کہ ابھی حضورؐ چادر تانے سوئے ہوئے ہیں۔ بالآخر پتہ چلا کہ حضورؐ تو جا چکے ہیں پھر کفار نے تلاش شروع کر دی قصہ تفصیلی ہے۔

ابوبکر اور غار ثور کی رات

حضورؐ جب غارِ ثور کے قریب ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق ساتھ تھے کہا حضورؐ اندھیرا ہے۔ میں اندر جا کر غار صاف کرتا ہوں۔ سانپ بچھو نہ ہو۔ اسے کہتے ہیں عشق و محبت حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری عمر بھر کی نیکی اور بھلائی ایک طرف اور حضرت ابوبکرؓ کی اس ایک شب کی خدمت دوسرے طرف اور وہ مجھے مل جاتے تو میری سعادت ہوگی۔
ہزاروں شہر حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام میں داخل ہوئے۔ مگر یہ ان سب نیکیوں پر اس ایک رات کو بھاری سمجھتے تھے۔ تو حضرت ابوبکر نے جسم کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بلوں کو بند کر دیا۔ کہ کوئی زہریلی چیز حضورؐ کو ڈس نہ لے۔ دو سوراخ پھر بھی رہ گئے تو حضرت ابوبکر نے قدموں کی ایڑیاں ان کے سامنے لگا دیں کہ کوئی سانپ بچھو تو مجھے ڈس لے مگر حضور محفوظ رہیں۔ صحابہؓ کرام کے قربان جائیے انہوں نے بھی عشق و محبت کی انتہا کر دی۔ اور خاتم النبیین نے بھی انتہا کر دی ہے

احد میں ہزاروں کافر حضورؐ کو گھیرے ہوئے ہیں کچھ پیچھے کھڑے ہیں کہ تیر اور تلوار کے وار اپنے جسم پر سہہ سکیں اور حضور محفوظ رہیں۔ ابو دجانہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تیروں سے بچا رہے ہیں۔

بہر حال حضرت علیؓ کو جاتے وقت گھر پر چھوڑنے کا یہ بھی مقصد تھا کہ جو جو امانت لوگوں نے رکھی ہیں خواہ وہ جان کے دشمن تھے مگر میرے بعد حضرت علیؓ وہ امانتیں اُن تک پہنچا دیں۔

آیت کی تشریح

اب وقت ختم ہے ان شاء اللہ کسی اور فرصت میں آیت کریمہ کی تشریح ہو گی اب صرف مختصر بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ خداوند قدوس نے فرمایا بے شک آیا ہے تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول کہ جن باتوں سے تمہیں تکلیف پہنچے وہ اس پر سخت بھاری ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ امت پر یسیر و سہولت ہو۔ آسانی ہو اور دنیا دی و اخروی ہلاکتوں اور عذاب سے محفوظ رہے۔ اس کے دل میں ہر وقت تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی تڑپ ہے۔ تمہاری ہدایت کا حرص ہے اور وہ ایمان والوں پر نہایت شفیق ہیں سراپا رحمت و مہربان ہیں یہ چار صفات ہیں:۔

۱۔ عزیزٌ علیہ ما عنتم۔ ۲۔ حریصٌ علیکم۔ ۳۔ رؤوفٌ۔ ۴۔ رحیم — وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اجتماعِ سیرت

یہ خطاب ربیع الاول ۸۸ھ کو اس وقت کے صدر آزاد کشمیر کے دعوت پر مظفر آباد کے ایک جلسہ سیرت میں ہوا ۔ تقریب میں صدر آزاد کشمیر اور دیگر اعلیٰ حکام بھی موجود تھے

(خطبہ مسنونہ کے بعد) صدر محترم و معزز حاضرین گو میں کچھ عرض کرنے کے قابل نہیں مگر یہ حاضری کا شوق جو مجھے بھی بہت دنوں سے تھا کہ یا اللہ ان بھائیوں سے ملنے کا موقعہ ملے جو آزاد کشمیر کے نام والے خطہ میں رہتے ہیں۔ جو مجاہدین اور مہاجرین کی سرزمین ہے ۔ اس جذبہ کے تحت آپ کے ہاں حاضری کا موقع ملا ۔ اور دل نے چاہا کہ آپ سے ملوں ۔

نصرت خداوندی کا ذریعہ

محترم بھائیو اور بزرگو۔ گذشتہ ۶ ستمبر ۶۵ء کے موقعہ پر تمام پاکستان کے مسلمانوں بالخصوص آزاد کشمیر کے مسلمانوں نے جس جذبۂ دینی کے تحت ایک طاقتور دشمن کو شکست دی اور دشمن کو دنیا میں رسوا کیا گیا حقیقت میں ارشاد خداوندی کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃ باذن اللہ کا مصداق تھا یہ محض خدا کی امداد تھی جو نصرت دین کے نتیجہ میں شامل حال ہو جاتی ہے ۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم اگر تم اللہ کے دین کی نصرت کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا ۔ دین کی امداد کے لئے کمر باندھ لیا ہمت کی تو اللہ جل جلالہ نے تمہاری امداد فرمائی ۔ ہماری حیثیت فوج اور اسلحہ اور وسائل کے لحاظ سے کچھ بھی نہ تھی مگر خدا نے مدد فرمائی تو غلبہ حاصل ہوا ۔ اور ایک نقشہ ہمارے سامنے مشرق وسطیٰ کا آیا کہ عدد کے لحاظ سے ۱۲ کروڑ ہیں پیٹرول کے لحاظ سے آدھے پیٹرول کے مالک ہیں اور سامان جنگ بھی ہے مگر اس میں شکست ہوئی ۔ یہ دونوں

عبرت کے واقعے ہیں۔ ہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے بے دست و پا تھے مگر اس وقت مسلمانوں میں ایک جذبہ تھا، اسلامی جذبہ۔ ہمارے لئے حکومت کرنے کا دو سو برس کی غلامی کے بعد آزادی کا ایک موقع عطا فرمایا۔

صحابہؓ کی قربانیاں

صحابہ کرام پر ایک آزمائش بدر کے شکل میں سامنے آئی۔ تو حضورؐ نے صحابہؓ کے سامنے صورت حال رکھ دی کہ ایک ہزار مسلح بہادر نوجوان دشمن بن کر سامنے ہیں اور مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ دو گھوڑے، ستّر اونٹ ہیں اور صرف ۳۱۳ مسلمان ہیں ایک ایک اونٹ پر باری باری چلتے تھے۔ مدینہ منورہ سے بدر تک چار دن کا راستہ تھا۔ اور رمضان کا مہینہ۔ قربان جائیے حضور اقدسؐ کے سیرت سے۔ حضورؐ کے ساتھ دو ساتھی ہیں حضرت علی اور حضرت ابو لبابہ تو تینوں اونٹ پر باری باری چلتے ہیں۔ صحابہ کرام جو جان و مال و آبرو سب کچھ حضورؐ کے قدموں پر قربان کرتے تھے اور باعث سعادت سمجھتے تھے۔ مگر حضور اقدسؐ آقائے نامدار نے ہمارے سامنے ایک سیرت پیش کی کہ سب کی طرح باری میں برابر شریک ہیں۔

لقد كان لكم فى رسول الله اسوةٌ حسنة بے شک تمہارے لئے حضور اقدسؐ کے ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ خدا کرے ہم عمل کے لحاظ سے بھی مسلمان بن جائیں۔ قولی بھی ضائع نہیں جاتا ثواب ملتا ہے۔ مگر صرف قولی مسلمان ہونے پر فخر کرنے کے قابل نہیں۔ حضرت ابو لبابہ حضرت علیؓ ہاتھ جوڑتے ہیں کہ حضورؐ ہماری جان اور ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضورؐ آپ سواری سے نہ اتریں۔ فرماتے نہیں۔ آپ دیکھیں کیا تم مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو گئے ثواب کے زیادہ حاجت مند ہو۔

ذلت و ادبار کا احاطہ

تو آج ہماری حالت کیوں بدل گئی۔ بیت المقدس جہاں حضورؐ نے امامت فرمائی وہاں آج رقص گاہ بنائی جا رہی ہے۔ یہود کی گولیوں سے مسلمان چھلنی ہو رہے ہیں۔ آج سندھ سے داہری ہونے کے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو محمدی کہیں راجہ داہر پہ فخر کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ بھی تو مسلمان تھے کہ حضرت سلمانؓ فارسی مدینہ کے

تلاش میں غلام در غلام بن کر جا رہے ہیں بالآخر مدینہ پہنچے اور گوہرِ مقصود پالیا اسلام قبول کیا تو
تو لوگ نام و نسب پوچھتے۔ فرماتے میرا نام اسلام ہے، باپ کا نام اسلام، وطن اسلام۔ تو ایک
مسلمان کے لئے فخر کی چیز تو اسلام ہے۔ مؤمن مسلم۔ اسلام اس کے علاوہ اور کوئی چیز قابلِ فخر
نہیں۔ مگر آج راجہ داہر کی طرف نسبت کرتے ہیں یہ حالت ہوگئی ہے ہماری خرمستیوں کی۔ حجاج
بھی مسلمان تھا کہ سندھ سے فریاد سن کر اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو بھیجا جس نے فریادیوں
کو چھڑایا۔ اور ملتان تک فتح کرتا آیا۔ اور اسلام پھیلایا اور ایک ہم ہیں کہ بڑے آرام و راحت
کے ساتھ بیت المقدس کی رسوائی برداشت کر رہے ہیں۔ آج ہزاروں خواتین کی آبروریزی
کا بھی ہم پر اثر نہیں۔

فتح و کامرانی کا اصل سبب

تو حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد جو اس وقت مرکز تھا، تمام
پادریوں اور عیسائیوں کا اور حضرت عمرؓ جس کے مال و دولت اور خزانوں
کی کمی نہ تھی مگر حضورؐ کے سیرت پر چلنا مقصود تھا۔ لوگ استقبال کے لئے جمع ہیں اور سوچتے ہیں کہ
فاتح روم و فارس دوسرا خلیفہ راشد کیسے زرق برق لباس میں ملبوس ہوں گے۔ سونے کے کمر بند ٹکے
ہوں گے۔ مگر حضرت عمرؓ اس حال میں ہیں کہ ایک اونٹنی ہے اس پر زادِ سفر، کپڑے وغیرہ بھی ہیں اور
ایک غلام بھی اس سواری میں شریک ہے۔ دو تین میل سے اس پر غلام سواری کرکے آرہا ہے۔
حضرت عمرؓ ساتھ ساتھ پیدل جا رہے ہیں۔ مہار تھامے ہوئے ہیں۔ افواج کے کمانڈر حضرت
امین الامت ابوعبیدہؓ بن الجراح عرض کرتا ہے کہ حضور آپ کے کپڑے سفر کی وجہ سے گرد و
غبار میں اٹے ہیں۔ کرتے میں کئی پیوند لگے ہوئے ہیں تو کپڑوں کو بدل دیجئے۔ مفتوح قوم دیکھ
رہی ہے۔ تو فرمایا کہ یہ سلطنت ہمیں خدا نے کپڑوں کے برکت سے نہیں دی۔ اسلام اور لا الٰہ
الا اللہ کی برکت سے ملی ہے نحن قومٌ اعزنا اللہ بالاسلام اور عملاً بتلا دیا کہ اسلام
نے جس عدل و مساوات کا سبق ہمیں دیا ہے۔ اب اتفاق سے جب غلام کی باری ہے تو یہ نہیں
کر سکتا کہ اس کی حق تلفی کی جائے۔ پہنچ گئے تو اب سلامی ہو رہی ہے۔ لوگ اونٹ کے سوار

کو امیر المومنین سمجھ رہے ہیں۔ یہ حضور کے تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ جیسا حضورؐ نے بدر جاتے ہوئے حضرت علیؓ اور حضرت ابو لبابہؓ کو سواری میں شریک بنا دیا تھا ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

بدر کے موقع پر خدا نے فتح دی تو کیوں؟ ان تنصروا اللہ ینصرکم کا نتیجہ تھا۔ ہمارے اوپر جو بھی کچھ انعامات ہیں وما بکم من نعمۃ فمن اللہ یہ آسمان یہ ستارے یہ پہاڑ یہ ہوا اللہ نے پیدا کئے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم نے آسمان کو تھاما ہے یا زمین بنائی اور یہ دریا چلائے ہیں۔ جانسن۔ خروشچیف۔ کینیڈی کوئی بھی ایسا دعوٰی کر سکتا ہے۔ امریکہ کا ملعون قوم یہود کی حمایت کا نتیجہ سامنے ہے۔ کینیڈی نے ایک دن کہا اور میں نے اخبار میں پڑھا۔ کہ اگر ہم ایک بٹن دبائیں تو دنیا فنا ہو جائے گی۔ کہ ایٹم بم کا اتنا ذخیرہ ہے۔ یہ پڑھ کر اسی وقت میں نے کہا کہ خدا خیر کرے۔ بڑائی کا جملہ بے حد خطرناک ہوتا ہے۔ چند دن گذرے تھے تین چار دن ہی گزرے تھے اور آج تک اس کے قتل کا پتہ نہیں چل سکا۔

بدر اور صحابہ کی اطاعت کیشی

الغرض حضور اقدسؐ نے بدر کے موقع پہ صحابہؓ سے پوچھا کہ اب کیا رائے ہے یہ صورت حال ہے لوگوں نے جواب دیا سب باتیں ہیں مگر بخاری شریف کی روایت کا جو ایک ٹکڑا ہے کہ حضرت مقداد نے کہا یا رسول اللہ ہم قوم موسیٰؑ کے طرح نہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے خدا نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھڑایا (جیسے کہ ہم انگریز کی غلامی سے نکلے) بنی اسرائیل پر بھی خدا نے انعام کیا تو حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم کے تعمیل کا کہا کہ اب اپنے دشمن عمالقہ سے لڑو تو انہوں نے گویا کہا کہ اے موسیٰ ہم تو غلامی میں ہی اچھے تھے۔ قبطیوں کے خانساماں ہی بھلے تھے اسی حالت میں رہنے دیجئے۔

اذهب وانت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون ۔ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے یہ کیا لڑائیاں ہمارے گلے ڈال رہے ہیں۔ تو حضرت مقدادؓ نے حضورؐ سے کہا کہ ہم تو بنی اسرائیل کے طرح نہیں کہ آپ سے کہیں کہ اذہب انت وربک (الآیۃ) کہ تو اور

تیرا رب جانے۔ اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ سمندر میں کود و تو ہم چون وچرا نہیں کریں گے

سنّت رسولؐ

اور وہ کونسا مسلمان ہو گا کہ پھر پوچھے کہ اس کا فلسفہ کیا ہے اگر کوئی مسلمان سے کہے کہ یہ بات حضورؐ کی سنّت ہے اور پھر وہ پوچھے کہ سنت کا کیا مقام ہے، تعجب ہے کہ آج مسلمانوں کو مسلمان ہو کر اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ حدیث اور سنّت کا مقام متعین کیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضورِ اقدس صلعم تو قرآن کے شارح ہیں مفسّر و معلّم ہیں حدیث کی حیثیت تو وہ ہے جو خدا نے متعین فرمائی کہ

وماکان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

کسی مومن اور مومنہ کو اللہ اور اس کے رسول کے کسی بات اور فیصلہ کرنے کے بعد کسی معاملہ میں کوئی چون وچرا کرنے کا اختیار نہیں۔

اللہ اور رسول جس بات کا حکم دے پھر مسلمانوں کو کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں

فلا وربک لا یؤمنون حتّٰی یحکّموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلّموا تسلیمًا

تیرے پالنے والے کی قسم کہ اس وقت تک یہ مومن نہیں کہلا سکتے جب تک آپس کے جھگڑوں اور معاملات میں تجھے حکم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلے کو دل میں کسی طرح تنگی لائے بغیر دل وجان سے تسلیم بھی کریں۔

فطرت، یوم المیثاق اور حدیث وسنّت کا مقام

آج آپ حدیث کا مقام ہم جیسے جاہلوں سے کیا پوچھتے ہیں۔ اس کا مقام تو سارے عالم ارواح سے پوچھو جب عالم میثاق میں اللہ نے پوچھا کہ الست بربکم۔ کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں۔ کیا دولت، دوکان، یہ رشوت اور یہ سمگلنگ تمہیں پالتے ہیں یا خدا پالتا ہے اگر ایسا ہے تو ماں کے پیٹ میں کونسی رشوت تمہیں مل رہی تھی وہاں چھت تھا۔ پنکھا تھا۔ مکان تھا؟ کونسی چیز تھی کوئی نہیں صرف خدا تھا رب تھا۔ تو تمام عالم کے روحوں نے اللہ کی اس

سوال کے جواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روحِ مبارک کی طرف توجہ کی کہ وہ سارے عالم کے استاد اور مرشد تھے

کنت نبیًا وآدم بین الماء والطین (حضورؐ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے گارے میں تھے) تو حضورؐ نے جواب میں فرمایا۔ بلیٰ انت ربنا۔ جی ہاں اے رب تو ہی ہمارا پالنے والا ہے۔ تو یہ بھی حضورِ اقدسؐ کا ایک حدیث ہی تھا۔ سارے عالم نے یک زبان ہوکر آپ کے پہلے جملے اور پہلی حدیث کو مان لیا اس حدیث پر سارے عالم نے عمل کیا اور یہ یوم المیثاق کا سبق اور عہد کہلایا۔ آج بھی اکثریت دل سے خدا کی قائل ہے۔ جو نہیں وہ بھی ذرا زلزلہ، طوفان آجائے تو اس وقت یہ غیر محتاط اور عیاشی کے باتیں کرنے والے بھی سر بسجود ہوجاتے ہیں۔ آخری بات منہ سے یہی نکلتی ہے کہ یا اللہ ہمیں بچا دو۔ یہ فطرت ہے۔ جو دنیاوی علائق اور خواہشات کے وجہ سے راکھ میں چھپ جاتا ہے۔ کہ محبوب غائب ہے مرتے وقت پھر پہنچتا ہے۔ جب پھنس جاتا ہے اے خدا، اے گارڈ، اے اللہ۔ اور وہ بھی وقت آئے گا کہ سب کی سب مخلوق خدا کے سامنے حاضر ہوگی۔ وہاں لوگ اکتا کر انبیاء کے پاس حاضر ہوں گے۔ حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کہ حساب کتاب شروع ہو جائے اور سارے عالم کے سامنے ذلت سے بچ کر ایک طرف ہو جائیں۔ مگر یہ سب انبیاء اللہ کے جلال کی وجہ سے معذرت کریں گے۔ حضورِ اقدسؐ فرماتے ہیں کہ میں ہی یہ شفاعت کبریٰ کروں گا۔ سجدہ میں گر کر اللہ کے محامد بیان کروں گا پھر سفارش کروں گا کہ یا اللہ حساب کتاب شروع ہو جائے پھر حساب شروع ہو جائے گا۔

خسرو پرویز، انکارِ حدیث کا بانی

اور مجھے منکرینِ حدیث کی بات سن کر خسرو پرویز کسریٰ فارس کا خیال آجاتا ہے کہ جو قرآن و حدیث نہیں مانتے وہ خسرو پرویز کے مقلد ہیں اس پرویز نام میں کچھ اثر ہے۔ اس کو مستند رکھو۔ بڑے نام کی تاثیر ہے کہ انکارِ حدیث کا بانی خسرو پرویز تھا۔ انکی زبردست حکومت جس کو امریکہ یا روس سے تشبیہ دیں تو غلط نہ ہوگا۔ تو حضورِ اقدسؐ جو

سارے عالم کے لئے ہادی، داعی اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے ، کافۃ للناس تھے حضور اقدس ؐ نے خط بھیجا خسرو کے نام من محمد بن عبد اللہ الی کسریٰ عظیم فارس ۔ اما بعد اسلم تسلم ۔ تو یہ بھی ایک حدیث ہی تھا حضور کا ۔ تو اس نے خط مبارک پڑھتے ہی اس کاغذ یعنی حدیث کو ریزہ ریزہ کر دیا ۔ اور انکار کر دیا ۔ حدیث کو پھاڑ دیا تو حضور ؐ نے فرمایا کہ یہ خود ریزہ ریزہ ہو گیا اور خلافت راشدہ میں اور بہت جلد کسریٰ ختم ہو گیا ۔ پھر چودہ کسریٰ مسلسل یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے اور قتل ہوتے رہے ۔ اس نے حدیث کی بے ادبی کی تو اس کی حکومت جو ختم ہوئی تو پھر کبھی قائم نہ ہو سکی اور ان شاء اللہ نہ ہو گی ۔ فرمایا ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ ـــ ادھر قیصر روم نے کاغذ کو ، خط مبارک کو یعنی حدیث کو چوما ۔ اس کی قدر کی ۔ اس کا بھتیجا شریر تھا اس نے ٹوکا بھی اور کہا پھینک دو ۔ مگر ہرقل نہ مانا ۔ انجام جیسے وہ دوچار نہ ہوا تو آج ہم مسلمان اتنے گر گئے کہ حدیث کا مقام دریافت کرتے ہیں ؟ صحابہ ؓ نے تو حضور ؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ اگر آپ برک الغماد تک بھی جائیں تو ہم کوئی وجہ اور علت نہیں پوچھیں گے جب رسالت و نبوت قطعی دلائل سے ثابت ہو گئی تو اب فلسفوں اور حکمتوں کے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے حضرت مقداد ؓ نے جواب میں یہ بھی کہا کہ ہم آپ کے آگے پیچھے داہنے بائیں جانب لڑیں گے ۔ خداوند تعالیٰ نے بدریین ایسے صحابہ کے بارہ میں فرمایا اور بشارت مغفرت دنیا میں دی کہ

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم جو بھی چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے ۔

آپ لوگوں نے جب بھی جہاد کے معاملہ میں ایسی سرفروشی اور جذبے کا مظاہرہ کیا تو خدا بھی تمہاری نصرت کرے گا ۔ آج ہم کسی بت کسی ستارے کسی انسان کے سامنے سجدہ نہیں کرتے کسی آسمان کسی پہاڑ سے مرعوب نہیں تو یہ سب حضور ؐ کی تعلیم توحید کی برکت ہے ۔

محترم بھائیو ! ایک بات اور عرض کرنی ہے کہ اسوۂ حسنہ اور سنت رسول ؐ سے عشق مدار ایمان ہے ۔ مرض وفات میں حضرت ابوبکر ؓ نے حضور ؐ کے کفن کے سنت کی تعمیل کرائی ۔ اپنے عمر کا پوچھا کہا گیا ۶۳ برس ہے ۔ کہا حضور ؐ کا وصال کون سے دن ہوا ۔ بتلایا کسی نے کہ پیر کے دن حضرت

ابوبکرؓ نے خواہش ظاہر کی کہ کاش مجھے بھی یہ متابعت اور حضورؐ سے موافقت نصیب ہو جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق بھی آتا ہے کہ جب ۶۳ برس کے ہوتے تو ہر روز پریشان ہو ہو کر پوچھتے رہتے اور چاہتے کہ انتقال ہو جائے کہ اس سنّت تکوینی میں موافقت آ جائے۔ اسوۂ حسنہ کا امتثال اور حضور کا ادب و عظمت محبت اور پھر اطاعت کے ساتھ اور ہر وقت قصد اور عزم ہو عمل کا تب نجات اور سرخروئی نصیب ہو گی۔

(اس کے بعد تقریر نوٹ نہ کی جا سکی)

تجلّیاتِ وحی

انوارِ کتاب وسنّت

(خطبہ جمعۃ المبارک)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — وعن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال ثلث من جمعهن فقد جمع الایمان الانصاف من نفسك وبذل السلام للعالم والانفاق من الاقتار یہ ایک حدیث ہے جو حضرت عمار بن یاسرؓ سے منقول ہے۔

حدیث موقوف ومرفوع اس کو اصطلاح محدثین میں حدیث موقوف کہا جاتا ہے صحابی کا ایک قول صحابی کا ایک عمل ایک فتویٰ بھی حدیث ہے مگر جس حدیث میں یہ تصریح ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے، اس کا نام محدثین حدیث مرفوع رکھتے ہیں، اور صحابہؓ کا منبع علم اور علم کا ماخذ، عمل کا ماخذ بھی تو ذاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ظاہر بات ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ نبی کریمؐ ہی سے انہوں نے سنا اور دیکھا تب تو وہ کرتے ہیں اس وجہ سے حدیث مبارک میں الفاظ ہیں اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم یہ میرے صحابہؓ جتنے ہیں ستارے ہیں اور ہدایت کی روشنی دینے والے ہیں۔ اور ان تمام ستاروں کی روشنی سورج سے ماخوذ ہے، تو صحابہ کرامؓ کا جس قدر علم ہے جس قدر روشنی ہے، وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے۔ اس لئے وہ بھی حدیث ہے مگر محدثین ان میں کو جو رسول اقدس سے روایت ہو، منقول ہو اس کو مرفوع کہتے ہیں۔ اور صحابی سے منقول ہو تو موقوف کہتے ہیں۔

اور یہ حدیث بخاری شریف میں ہے جو میں نے تلاوت کی مگر حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو جامعیت پائی جاتی ہے جو شانِ جامعیت اس میں ہے یہ اسی سرچشمے کا معلوم ہوتا ہے جس کو جوامع الکلم فرمایا گیا ہے یعنی حضورِ اقدسؐ کا کلام مبارک اس لئے حافظ ابن حجرؒ

فرماتے ہیں کہ چاہے ہمارے پاس سند نہ ہو مگر مجھے یقین ہے کہ حدیث، حدیث مرفوع ہے۔

محدثین کا وجدان باطنی اور نورانیت

اتنی بات یاد رکھیں کہ ان محدثین رحمہم اللہ کو کثرت مزاولۃ اور رات دن حضورؐ کے احادیث سے تشغل کی وجہ سے اس قدر نورانیت ان کے سینوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سنتے ہی کسی کلام کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کس کا کلام ہے۔ جیسا کہ کسی صراف کے سامنے آپ سونا چاندی پیش کر دیں وہ دیکھتے ہی سمجھ لے گا کہ یہ کھوٹا ہے یا کھرا۔ اس طرح ان علماء محدثین کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطاء فرمایا۔ اور بعض بزرگ تو مشاہدہ ان انوار کا کر کے حکم دیتے ہیں۔

شیخ عبدالعزیزؒ

شیخ عبدالعزیزؒ اپنے زمانہ کے ولی اور بزرگ تھے کہا جاتا ہے کہ شیخؒ نے پورا قرآن مجید بھی نہیں پڑھا تھا۔ مگر ان کے سامنے جب قرآن کی آیتیں پڑھی جاتیں، حدیث پڑھی جاتی، دونوں کو ملا کر پڑھا جاتا تو وہ بالکل امتیاز کر کے بتلاتے کہ یہ قرآن کا جملہ ہے وہ حدیث کا جملہ ہے، اور یہ کسی اور انسان کا کلام ہے اس طریقے سے وہ امتیاز کرتے تھے، کسی نے تلاوت کی کہ حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر تو الشیخ نے فرمایا وصلوٰۃ العصر یہ قرآن نہیں بلکہ یہ حدیث ہے۔ خبر واحد ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیسے جان لیا۔ تو فرمایا کہ جس وقت قرآن مجید پر تلفظ کیا جائے تو اس وقت شعاعیں نور آفتاب کی طرح نکلتی ہیں، پھیلتی اور چمکتی ہیں عرش سے فرش تک نور پھیل جاتا ہے۔ جیسے ٹارچ کا نور پھیلتا ہے۔ اس طرح جب آپ کہیں کہ الحمد —— للہ —— تو ہم تو اندھے ہیں کچھ نظر نہیں آتا اور یہ جو آنکھوں والے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ کتنی روشنی پھیلی، تو شیخؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے تلفظ سے سورج کی طرح نور چمکتا ہے۔ اور جب حدیث پڑھی جائے تو اس کی نورانیت ایسی جیسی چاند کی ہوتی ہے۔ اور چاند بھی بدر یعنی چودھویں رات کی مانند اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جس مکان میں کوئی مرد عورت یا بچہ قرآن کی تلاوت کرتا ہو تو جیسے ہم زمین والوں کو آسمان پر ستارے نظر آتے ہیں وہ چاند ہے وہ سورج ہے وہ زہرہ ہے وہ مریخ ہے وہ عطارد ہے۔ اُسی طرح اوپر آسمانوں کی مخلوق کو فرشتوں کو نیچے زمین پر وہ گھر اور

مکان جہاں تلاوت ہوتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ستارے چمک رہے ہوں
وہ وہاں سے معلوم کرتے ہیں کہ یہاں قاری حافظ تلاوت کر رہا ہے چلئے ہم بھی وہاں
پہنچیں تو ساتویں چھٹے آسمان پر وہ چمک ستاروں کی مانند نظر آتی ہے۔ یہاں کا نور انہیں
وہاں نظر آتا ہے امام سیوطیؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس کا بیٹا جب والد
کی قبر کی زیارت کو جاتا تھا۔ تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ سورہ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی تلاوت
میں لگ جاتا۔ اور جتنا بھی ہو سکے قبر کے پاس کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر تلاوت کرنی چاہیئے۔
اور نیت اگر صاحب قبر کو ایصال ثواب کی کرے تو اللہ تعالیٰ ثواب پہنچانے والا ہے
تو وہ شخص آتے ہی تلاوت کرنے لگتا۔ تو خواب میں صاحب قبر نے اپنے بیٹے کو کہا کہ
بیٹے تم جب میری قبر پر آتے ہو تو تھوڑی دیر رک کر تلاوت شروع کیا کرو۔ جب تم آتے
ہی تلاوت شروع کرتے ہو تو تمہارے چہرے پر تلاوت کے انوار اتنے پھیل جاتے
ہیں جیسے سورج کوئی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس طرح تمہارا چہرہ انوار و تجلیات میں
ڈھک جاتا ہے۔ اور تم میری نظروں سے غائب رہتے ہو، میں دیکھنے نہیں پاتا۔ تو قرآن
کے انوار دیکھنے والے دیکھ لیتے ہیں تو شیخ دباغ فرماتے ہیں کہ گویا کہ قرآن کا ہر لفظ ایسا ہے
جیسا اندھیرے میں بٹن دبائیں تو فوراً روشنی پھیل جاتی ہے۔ جب آپ زبان سے کہیں۔
الحمد للہ۔ اس کلمہ کے کہتے ہی عرش سے فرش تک نور پھیل جاتا ہے۔ سورج کی روشنی کی
طرح اور جب حدیث پڑھی جائے جیسا آپ پڑھتے ہیں دار العلوم میں تو بدر کے چاند
جیسی روشنی پھیلتی ہے۔

گنج مراد آبادیؒ کی وصیت

حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صوفی گذرے ہیں انہوں نے وصیت
کی جب مجھ پہ نزع کی حالت طاری ہو جائے تو اس وقت بخاری شریف میرے پاس آ کر
بیٹھ کر پڑھتے رہیں تاکہ اس کے انوار و برکات سے نزع کی تکالیف اللہ تعالیٰ آسان کر دے
مولانا نے وصیت کی اس لئے کہ موت کے وقت احادیث کی عبارت پڑھنے سے اس
کے انوار ہوتے ہیں چاند کی روشنی کی طرح۔ اور دوسرے کسی شخص کے کلام میں خواہ وہ

افلاطون اور ارسطو کیوں نہ ہو۔ وہ نورانیت نہیں ہوتی بالکل۔ تم لوگوں نے اس کا تجربہ کیا ہوا ہے۔ یہ اللہ کی ایک مہربانی ہے۔ فضل ہے کرم ہے جس پر ہو جائے۔

اسی شیخ عبدالعزیز دباغؒ کا ایک اور قصہ کتابوں میں نقل ہوا ہے کہ وہ خود کتابیں پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ مگر بڑے بڑے مشکل مسائل ان سے ———————————

حل کیا کرتے تھے تو چند لوگوں نے آکر ان کے سامنے ایک مسئلہ رکھا کہ حضرت شمائل ترمذی شریف میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب راستہ پر تشریف لے جاتے تھے تو کانما ینحط من صبب جیسا کہ فراز سے نشیب کی طرف کوئی جاتا ہو جیسے سیڑھی سے آپ اتریں تو سر جھکا ہو گا۔ اور احتیاط سے پاؤں رکھیں گے۔ اور آج تو لوگ اٹنشن ہو کر جاتے ہیں سینہ تان کر چلتے ہیں۔ اس تکبر نے تو شیطان کو غرق کر دیا شیطان نے بڑی عبادت کی بڑا عالم ہے۔ جو علماء کو اب بھی ورغلاتا ہے۔

امام رازیؒ کا سفر سلوک

امام رازیؒ کتنے بڑے عالم اور محقق گذرے ہیں۔ عجیب واقعہ ہے ان کا۔ امام رازیؒ [illegible] علم کلام [illegible] تفسیر منطق اور فلسفہ کے بہت بڑے امام تھے۔ مگر روحانیت اور تصوف اور قلب کی صفائی کے لئے ضرورت ہوتی ہے ایک رہنما کی، ایک استاذ کی۔ اور اسلاف کا اس کے لئے یہی طریق رہا ہے کہ وہ بیعت کسی کامل کے ہاتھ پر کرتے ہیں۔ اس نیت سے کہ اصلاح ہو جائے۔

بیعت کی حقیقت

آج کل ہم بیعت کرتے ہیں تو اس نیت سے کہ دکان کا کام چل جائے تجارت میں نقصان نہ ہو مقدمہ سر پہ ہے، اس میں بری ہو جائیں، کوئی تعویذ یا وظیفہ پیر سے مل جائے تو ہم پیر کو اس لئے پکڑتے ہیں، ٹھیک ہے مگر یہ تو [illegible] الگ بات ہے وہ تو قرآن کی حدیث کی خاصیت اور تاثیر ہے۔ مگر بیعت

کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے قلب کو درست کر دو، اپنے اخلاق باطنیہ اخلاق ظاہرہ کو درست کر دو۔ آجکل کی بیعت کا الگ مقصد بنا لیا گیا۔ مگر اس وقت یہ بات نہ تھی امام رازیؒ کتنے بڑے عالم، تفسیر کبیر کے مصنف فلسفہ کے امام جب انہوں نے ارادہ بیعت کا کر لیا تو اسی زمانہ کے ایک عالم شیخ نجم الدینؒ کی لوگوں میں شہرت تھی بڑے متقی بڑے پارسا انسان تھے۔ تو امام رازیؒ اصلاح نفس کی نیت سے ان کے پاس آئے۔ اب عالم کی جو شان ہے اور امام تو تمام دنیا میں مشہور تھے تو اس تمام عالمانہ شان کو چھوڑ بیٹھے جبہ، قبہ اور صافہ کو اتار کر ایک ملنگ بن گیا۔ فقیر اور مسکین بنے اور شیخ نجم الدینؒ کی مسجد اور خانقاہ کے دروازے پر بیٹھ کر استنجاء کے ڈھیلے بنانے لگے اسے جسم پر مَل مَل کر صاف کرتے پھر کبھی کبھی منہ پر بھی اسے رگڑتے کہ ہموار ہو جائیں۔ لوگ آتے جاتے دیکھتے ہیں کہ کوئی فقیر بیٹھا ڈھیلے بنا رہا ہے، ماؤف دماغ ہو گا کوئی۔

چند دن گذرے کہ ایک عیسائی آیا اور آکر شہر میں اعلان کر دیا کہ اسلام پر میرے کچھ اعتراضات ہیں اور اگر اسلام حق مذہب ہے تو ان اعتراضات کا جواب کوئی مولوی کوئی عام مسلمان دیدے۔ چیلنج دے دیا کہ یہاں کے علماء اور مشائخ جواب دیں۔ یہ لوگ شیخ نجم الدین کے پاس آئے کہ پادری بازار میں چلا چلا کر اشکالات پیش کر رہا ہے اس کا جواب تو نظر نہیں آتا۔ شیخ نے فرمایا کہ بھائی اس کا جواب تو امام رازیؒ ہی دے سکتے ہیں۔ امام رازیؒ کے پاس پہنچ کر انہیں یہ اشکال پیش کر دیں کہ وہ جواب لکھ دیں۔ اور کوئی ایسا محقق اور فلسفی اور ماہر ریاضی تو اس زمانہ میں ہے نہیں۔ امام رازیؒ دروازے پر ملنگ بنے بیٹھے ہوئے ہیں اصلاح نفس کے لئے آئے ہیں سب بزرگی، علمی شان ذکاوت اور تبحر الگ رکھ دیئے ہیں۔ عالم تھے سمجھ رہے تھے کہ نفس کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ تو شان بان کیسی؟

آجکل ہم میں یہ بڑا عیب ہے کہ یہ زعم ہے کہ میں خوددار ہوں معلوم نہیں یہ خودداری کے نام سے انانیت کہاں سے آئی کہتے ہیں ہم اپنے حقوق کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہم خوددار ہیں۔ تو یہ شیطان کے چیلے ہیں، اچھا ہم تو غلام ہیں اللہ کے۔ بھائی غلام کی کیا خودی

ہے۔ غلام کی خودی کچھ بھی نہیں، آقا جو کچھ بھی کہے وہ غلام کی خودی ہے۔ بہر تقدیر امامؒ نے باتیں سنیں کہ ایک قاصد بھیجا جا رہا ہے میری طرف تو قاصد کو راستہ میں روک لیا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے ڈانٹا کہ دیوانے تجھے کیا۔ کہا بتا دو۔ کیا حرج ہے، اس نے کہا امام رازیؒ کے پاس پادریوں کے اعتراضات لے کر جا رہا ہوں تاکہ وہ انکے جواب دیدیں، امام رازیؒ نے کہا کہ مجھے تو بتلا دو، کیا حرج ہے، سوالات دیکھ کر کاغذ پنسل لیا اور کھڑے کھڑے جوابات لکھ دیئے اور قاصد سے کہا کہ یہ لے کر شیخ نجم الدینؒ کو بتلا دے اگر وہ اسے ناپسند کرے تب امام رازیؒ کے پاس چلا جا۔ شیخ نجم الدینؒ نے جب وہ جوابات دیکھے تو سمجھ گئے کہ ایسا جواب تو امام رازیؒ کے بغیر اور کوئی لکھ نہیں سکتا۔ پوچھا کس نے لکھے ہیں یہ جوابات کہا وہ استنجا کے ڈھیلے بنانے والے فقیر اور مسافر نے۔ کہا اسے بلاؤ۔ بلائے گئے، شیخ نے مصافحہ کیا۔ بٹھایا، تنہائی میں لے جا کر کہا تو امام رازیؒ تو نہیں کہاں ہوں۔ فرمایا کیسا عجیب آدمی ہے۔ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ کہا حضرت میں اپنے نفس کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ مولوی ہوں اور مولوی کا نفس بھی بہت بڑا ہوتا ہے۔ دنیا مجھے قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تو اس نیت سے چلا آیا کہ اپنے نفس کی اصلاح کروں اور آپ تک بغیر اصلاح و نفس کشی کے رسائی مناسب نہ سمجھی، پھر شیخ نے پوچھا بیعت کرنا چاہتے ہو۔؟ کہا اسی لئے تو آیا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ مراقبہ ہوئے توجہ دی۔ امام رازیؒ تھوڑی دیر مراقبہ کے بعد اچھل پڑے۔ شیخ نے پوچھا کیوں۔؟ کہا میرے دل و دماغ میں پہاڑ گر رہے ہیں۔ ٹوٹ رہے ہیں، نکل رہے ہیں۔ تحمل نہیں کر سکتا۔ شیخ نے فرمایا ٹھیک ہی تو ہے۔ جب نیا مکان آباد کرنا ہو تو پرانی عمارت گرائی جاتی ہے۔ توڑ پھوڑ ہوتی ہے بنیادیں اکھڑتی ہوں گی تب دوسری تعمیر ہوگی، اب تم تصوف و سلوک کے میدان میں آئے ہو، معرفت و حکمت کے علوم حاصل کرنا چاہتے ہو اب اپنے منطق و فلسفہ کو نکالنا ہوگا علوم معقولہ کو نکالنا ہے وہ جو علم کلام کے جھگڑے ہیں یہ ختم ہو رہے ہیں۔ ٹوٹ رہے ہیں۔ یہ علوم نکل رہے ہیں۔ امامؒ نے فرمایا، حضرت بوڑھا ہو گیا ہوں ان علوم میں اور اب جی نہیں چاہتا کہ اب ان علوم سے عاری ہو جاؤں۔ شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا بہت بہتر اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت اور حفاظت کے لئے تم جیسے علماء کو پیدا کیا ہے تم لوگ

ظاہر دین کے محافظ ہو۔ آج اگر روئے زمین پر تم جیسے علماء نہ ہوتے تو دشمنوں کا توڑ کون کرتا تمہاری منطق و فلسفہ اور علم کلام کی مہارت آج کام آئی۔ اللہ کو یہی منظور ہے بس آپ جا کر پڑھتے پڑھاتے رہیں آپ کام میں لگے رہیں، تمہاری بیعت ہو گئی۔

امام صاحبؒ چلے گئے، مدت گذری، کہا جاتا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کتنے سو دلائل امامؒ نے اپنے ذہن میں تجویز کئے ہوئے تھے کہ جان کنی اور نزع کے وقت جب شیطان آکر انسان کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے۔ تو ان دلائل سے اسے شکست دوں گا۔ تو امامؒ نے اللہ کے وجود، وحدانیت کے دلائل مستحضر کر رکھے تھے۔ تو جب نزع کا وقت طاری ہوا امام پر۔ تو شیخ نجم الدین نے سینکڑوں میل دور اچانک جبکہ وہ وضو فرما رہے تھے وضو کا لوٹا پھینک کر فرمایا "بگو من خدا را بلا دلیل شناختم" اور یہ اتفاقاً اس وقت شیخ کو کشف ہو گیا تھا۔ یہ علم غیب نہیں جو خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ یہ کسی خبر کی بات کا علم خدا دے دیتا ہے۔ تو شیخ کو کشف ہوا کہ امام رازیؒ ابلیس کے ساتھ مناظرہ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سارے دلائل پیش کرتے جا رہے ہیں اور ابلیس ان کا مقابلہ اور جرح کر رہا ہے۔ تو شیخ نجم الدینؒ نے امام رازیؒ کے مرشد نے انہیں للکارا کہ دلائل میں مت پڑو، شیطان کے ساتھ مناظرہ مت کرو، بس کہہ دو کہ میں بلا دلیل خدا کو مانتا ہوں، تجھے کیا ــــ ہم چھوٹے تھے تو یہ قصہ سنا کرتے تھے کہ کسی شہر میں ابلیس آیا کسی کے پاس اور کہا تو مانتا ہے خدا کو؟ کہا ہاں، کہا کہاں ہے دکھاؤ؟ اس نے ایک لاٹھی لی اور ایک ماری دوسری ماری تیسری ماری اور کہا یہ آسمان یہ ستارے یہ دریا۔ یہ زمین یہ میرا وجود کیا تیرے باپ نے پیدا کئے ہیں۔ اس قدر مارا کہ ابلیس نے کہا خدا کے لئے چھوڑ دو، تمہاری دلیل سب سے مضبوط ہے۔

ایمان محکم

تو یہ عوام کا ایمان بہت محکم ہوتا ہے، بس کوئی دلیل نہیں چاہئے۔ ایمان ہے کہ خدا ایک ہے، اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ شیطان سے مناظرہ مت کرو۔ میں خود دیوبند میں تھا ایک بنگالی طالب العلم نزع کی حالت طاری تھی وہ بولتا جا رہا تھا، دلائل پیش کر رہا تھا، کچھ دیر بعد کہنے لگا وہ بھاگا وہ بھاگا، سالہ بھاگ گیا ہم سمجھ گئے کہ شیطان مناظرہ میں شکست کھا گیا۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ابلیس سے کبھی [illegible] نہ بیٹھنا۔

امام مالکؒ اور سکرات موت

امام مالکؒ کتنے بڑے بزرگ ہیں بڑے محدث اور امام دارالہجرت ہیں۔ نزع کی حالت
میں امام مالکؒ اپنا چہرہ کبھی اس طرف پھیرتے تھے کبھی اس طرف، لوگ سمجھے کہ تکلیف اور پریشانی
ہے، تو کہا حضور آپ نے تو ساری عمر حدیث کی خدمت کی، آپ پر تو اللہ کا بڑا کرم ہوگا۔
آپ کیوں پریشان ہیں، تو انہوں نے جواب دیا، پریشانی اور کچھ نہیں، ابلیس سامنے کھڑا ہے
اور ہاتھ مل رہا ہے کہ یہ بڈھا ایمان سلامت لے کر کیوں جا رہا ہے۔ تو جب ادھر منہ پھیرلوں
تو وہ ادھر آجاتا ہے۔ اُدھر پھیرلوں تو اُدھر سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ تو میں ابلیس سے منہ پھیرتا ہوں
اور اسی طرح ایک اور عالم کا قصہ ہے، بزرگ شخص تھے موت کا وقت جب آیا تو ابلیس نے
آکے کہا کہ شکر کرو اب تمہاری موت کا وقت ہے مگر تو میرے پھندے سے بچ گیا۔ اور مجھ
سے محفوظ رہا ـــــ اللہ رحم کرے اس عالم پر اس نے کہا ابلیس یہ بھی جھوٹ بولتے ہو۔
میں تیرے پھندوں سے اب تک محفوظ نہیں ہوں، تیری شرارت جانتا ہوں۔ پھر کہا کہ میری
ایک دو منٹ کی زندگی دنیا میں ہے، اب شیطان چاہتا ہے کہ میں اطمینان سے رہوں کہ
ایمان پر خاتمہ ہوگا۔ تو ایک منٹ میں بھی میرا کام خراب کردے اور دو آدمی جب کشتی لڑتے
ہیں تو ایک کوشش کرتا ہے کہ مدمقابل دو ایک منٹ بھی غافل ہو جائے تو میں اپنا کرتب
دکھا کر اسے پچھاڑ دوں گا۔ تو ابلیس کا بھی یہی حال ہے کہ ایک منٹ کی غفلت سے بھی فائدہ
اٹھانا چاہتا ہے وہ کہتا ہے اب مطمئن ہو جا۔ عالم نے کہا نہیں اب بھی میں تیری شرارت جانتا
ہوں۔ تیری تاک میں ہوں کہ اس ایک دو منٹ میں بھی مجھے گمراہ نہ کردو۔

الغرض ابلیس نے خودی کا دعویٰ کیا کہ میں بھی کچھ ہوں خلقتنی من نار وخلقتہ من طین
اور اکڑ فون چلتا ہے متکبرانہ چال اور ابلیس کا یہی طریقہ ہے۔ جب اُسے آسمان سے زمین
پر پھینک دیا گیا۔ تو اس نے اپنے ہاتھ خاصرہ پہ رکھے ہوئے تھے، اٹنشن کھڑا تھا، جیساکہ اب
بھی ایسا کرتے ہیں کہ دشمن کو خوشی نہ ہو کہ میں خفا ہوں۔ جیساکہ فوجی چال ہوتی ہے، تو کافر کے
سامنے تو اٹنشن کھڑا رہنا کمال ہے۔ مگر مسلمانوں کے سامنے اللہ کے سامنے جھکا رہنا کمال
ہے ـــــ تو تکبر کی وضع شیطان کی وضع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے پھرتے اٹھتے

بیٹھنے میں تواضع اختیار فرماتے تھے چلنے میں بھی تواضع، چال ایسی کہ آگے جھکے ہوئے - کانما
ینحط فی صبب سر مبارک آگے جھکا ہوتا تھا، قدم مبارک مضبوطی سے اُٹھاتے اور
رکھتے تھے جیسا کہ کوئی اُوپر سے فراز سے نشیب کی طرف جائے، تو شیخ عبدالعزیز دباغ
سے طلباء نے شمائل کی اس حدیث کے بارہ میں دریافت کیا۔ تو شیخ عبدالعزیزؒ نے فرمایا
بھائی کل میں بتلاؤں گا کل صبح کے وقت یا کسی اور وقت ساتھیوں کو لے کر صحرا کی طرف
نکلے جب وہاں گئے تو ساتھیوں سے مریدوں سے کہا کہ کل تم نے کانما ینحط فی صبب
حدیث کا مطلب پوچھا تھا۔ حضورؐ کی چال اور رفتار کے بارہ میں معلوم کیا تھا۔ تو مجھے معلوم
نہ تھا تو رات میں مراقبہ ہوا اور اللہ نے مجھ پر فضل کیا۔ حضورؐ کی خدمت میں کشف کے ذریعہ
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ طلباء رفتار مبارک کے بارہ میں دریافت کرتے ہیں کہ وضع اور ہیئت
کیسی تھی تو حضورِ اقدسؐ نے فرمایا دیکھ میں چلتا ہوں تو حضورؐ نے چند قدم خود لئے کہ میں ایسا
چلتا ہوں ——— تو شیخ نے مریدوں سے طلبہ سے کہا کہ دیکھو اب میں حضورؐ کی رفتار
کی نقل اُتارتا ہوں۔ حضورؐ نے میرے سامنے جو قدم مبارک اٹھائے وہ اس طرح تھے۔ اب
جب شیخ چلنے لگے تو سب کے اوپر گریہ طاری ہوا، غشی طاری ہوئی، سب رونے لگے وہ
تو حضورِ اقدسؐ کی رفتار مبارک کی نقل تھی اس کا اثر سب پر ہوتا تھا سب رونے لگے، خوشی
سے رونے لگے۔

الغرض دل کی نورانیت جس کو حاصل ہو جائے اس کو اللہ تعالیٰ علم اور مکاشفہ کے ذریعہ
منور کر دیتے ہیں۔ یہ الگ بحث ہے کہ کشف کے ذریعہ جو بات پیش ہو وہ حجت ہوگی یا
نہیں؟ حجت تو قرآن شریف ہے، حجت تو حدیث ہے، حجت تو اجماع اور قیاس ہے
بہر تقدیر اس روایت عمار بن یاسرؓ میں ایسے کمالات اور خوبیاں ہیں کہ علماء نے کہا کہ بظاہر
موقوف ہے مگر ہمارا وجدان یہ ہے دل گواہی دیتا ہے کہ حدیث مرفوع ہوگی۔ اب وقت ختم
ہو گیا ہے اس لئے حدیث کی تشریح نہیں ہو سکتی البتہ مختصراً کچھ عرض کرتا ہوں۔ حضرت عمارؓ نے
فرمایا کہ تین باتیں جس شخص میں جمع ہوں گویا اس نے اپنا ایمان مکمل کر دیا۔

انصاف الانصاف من نفسك ہر شخص اپنے بارہ میں دوسرے سے انصاف کا

مطالبہ کرتا ہے، ہم خدا سے سب کچھ مانگتے ہیں جب معمولی بات میں بھی دیر ہو جائے تو خدا
سے گلے شکوے کرتے ہیں اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتے کہ ہزاروں کروڑوں حقوق
ہم نے ادا نہیں کئے۔ اپنا نفس ہی باعثِ خسران ہوتا ہے۔ اس طرح آپس میں معاملات
کا حال ہوتا ہے۔ اگر ہر شخص اپنے ساتھ انصاف کرتا اپنے نفس کو ملامت کرتا تو کوئی شر و فساد
نہ ہوتا جو چیز اپنے لئے عیب جانے تب دوسرے کے لئے بھی عیب جانے جب کہے
کہ فلاں بڑا بخیل ہے۔ تو یہ بھی خیال کرے کہ میں کہاں کا حاتم طائی ہوں یہ عیب مجھ میں تو
نہیں ہے یہ ہے انصاف۔ الانصاف جامع لفظ ہے۔ اس میں یہ سب کچھ آگیا، حقوق کا
مطالبہ کرتا ہے تو فرائض کا بھی سوچے دوسرے سے عدل کا طلبگار ہے تو اپنی حالت کو بھی
دیکھے۔ انصاف سب سے پہلے خود اپنے ساتھ کرے گا۔ تب اوروں کے انصاف اور
عدل کا بھی امیدوار ہوگا۔ آگے فرمایا وبذل السلام للعالم اس میں تواضع کے ساتھ
ساتھ خلقِ خدا سے ہمدردی بھی آگئی احترام انسانیت بھی آگیا۔ کافر کو بھی جلب قلوب اور
تکالیف و میلانِ قلب کی بناء پر سلام کہنا مناسب ہے اس طرح بچوں پر بھی سلام کرنا
چاہیئے اپنے گھر اور کمرہ میں داخل ہوتے وقت بھی اگرچہ خالی ہو سلام مناسب ہے جو
موجب منفعت و برکت ہے۔ اسلام نے دیگر مذاہب کی طرح سلام کا طریقہ رائج رکھا
مگر اس کے معنی میں جو جامعیت ہے وہ کہیں دوسرے دعائی جملہ میں نہیں پائی جاتی کوئی
صبحک اللہ بالخیر۔ مساک اللہ بالخیر کہتا ہے۔ انگریز گڈ مارننگ، ہندوستانی آداب عرض
پٹھان سترے مہ شی خہ چارے ان سب میں جامعیت نہیں کسی خاص دعا اور خاص
وقت سے تعلق ہے یا دعا ہے ہی نہیں مقصد سب کا احترام اور خبر گیری ہے مگر اسلام
کی دعائے سلام بہترین جامع مانع ہے فی کل وقت من الاوقات دنیا و آخرت کی ہر قسم
کی ظاہری و باطنی روحانی اور جسمانی عیوب و آفات سے سلامتی ہو تو اسلام کی ہر بات
کی طرح یہ مختصر کلمہ بھی عجیب شانِ امتیاز رکھتا ہے۔

انفاق آگے فرمایا: الانفاق من الاقتار۔ فقر و احتیاج کے باوجود اللہ کی راہ میں

خرچ کرے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ یہ غایۃ درجہ کرم ہے بہ نسبت اس کے کہ لاکھوں روپے کا مالک ہو تو اس میں سے کچھ دے دے صحابہؓ کی حالت یہ ہوتی کہ گھر میں۔ مد۔ صاع کے برابر بھی کچھ ہوتا وہ خدا کے نام پر دے دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرضیاتِ خداوندی پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ط

باب ۶

ہجرت شہادت اور جہاد

حقیقتِ ہجرت و شہادت

(خطبہ جمعۃ المبارک محرم ۱۳۸۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم بزرگو! مسلمانوں کے حساب کتاب کے لحاظ سے سنہ ہجری کا آغاز محرم الحرام کے مہینہ سے ہوتا ہے۔ تو گویا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اللہ کی راہ میں خویش و اقارب اور ملک چھوڑنے کے تیرہ سو پچاسی سال گزر گئے۔

مسلمانوں کے قومی اور انفرادی کارنامے

مسلمان کا ہر کام اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کے قومی کارنامے ہوں یا انفرادی خوشی ہو یا غمی، دین کے کام ہوں تو بھی اللہ کی رضا کی خاطر، دنیا کے ہوں تب بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے مقصد سے گویا مسلمان کی ساری زندگی اللہ کے رنگ میں رنگی ہوتی ہے۔ اسلام اسے زندگی کے ہر موقع پر غمی اور خوشی میں دنیاوی اور معاشی امور میں غرض ہر عمل میں خدائی تعلق سکھلاتا ہے۔ مثلاً عید دنیا کی تمام اقوام مناتی ہیں لیکن بعض تو موسم بہار کے آمد کے موقع پر کہ موسم اچھا ہے میلہ لگانا چاہیے۔ بعض اس وجہ سے کہ انہیں اس دن اپنے دشمن پر فتح نصیب ہوئی کسی قوم و ملک کو قبضہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ بعض لوگ قومی تہوار کے طور پر کہ وہ دن ان کے کسی رہنما، لیڈر اور نجات دہندہ کا یوم پیدائش ہوتا ہے۔ مگر اسلام نے ہمیں سال بھر میں دو عیدیں دیں اور دونوں کی بنیاد عبادت اور بندگی پر رکھی گئی ہے۔ عید الاضحیٰ یا عید الفطر دونوں میں جذباتِ عبدیت کا اظہار ہے۔

یہی حال مسلمانوں کے سنوی نظام اور قمری حساب کا ہے۔ ہر قوم نے اپنا حساب و کتاب رکھنے پچھلے ۱۳۸۵ھ سال کے حساب سے

کے لیے ایک تاریخ مقرر کی ہے اور ایک خاص واقعہ سے اپنے نئے سال کا آغاز کیا جاتا ہے مثلاً ہمارے ملک میں عیسوی سنہ کی مقبولیت ہے اور انگریزوں کے اثرات کی وجہ سے انگریزی سنہ رائج ہے۔ جس کا سال جنوری سے شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں کا بکرمی حساب بھی رائج ہے۔ مگر مسلمانوں کا نیا سال "ہجرت" سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس مناسبت سے اس کا نام بھی "ہجری" رکھا گیا ہے۔ دنیا کی اقوام اپنے حساب اور سن میں ان امور کا لحاظ رکھتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں دن پیدا ہوا۔ یا فلاں بادشاہ تخت نشین ہوا جس کی خوشی میں اس دن کو اہمیت دے دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں بھی ایسے انقلابی ایام اور فتوحات و کامیابیوں کی کمی نہ تھی جس دن حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوتی۔ وہ تاریخ کا ایک انقلابی دن تھا اور اللہ کی طرف سے انسانیت پر انعام کا سب سے بڑا مظاہرہ۔ مگر مسلمانوں کے سنہ کے لیے واقعہ ہجرت کا انتخاب کیا گیا کہ حضورؐ کی پیدائش تو انعام کا سب سے بڑا مظاہرہ۔ مگر مسلمانوں کے سنہ کے لیے واقعۂ ہجرت کا انتخاب کیا گیا کہ حضورؐ کی پیدائش تو ایک تکوینی انعام ہے۔ بندوں کے اختیار میں نہیں۔ مسلمان کی زندگی کے ہر نئے سال کا آغاز تو ایسے وقت سے ہونا چاہیے کہ اُسے سال کے بارہ مہینے عمل اور قربانی، بندگی اور جاں سپردگی کا ایک سبق ملتا رہے۔ گویا اسلام نے اس میں بھی عمل کا اعتبار کیا جو اختیاری چیز ہے تکوینی نہیں۔ سال کے نئے ہونے کے ساتھ ہی ہمیں ہجرت کا درس دیا گیا۔ جو پورے سال میں ہر تاریخ کو ہجری کی صورت میں دہرایا جاتا ہے۔

ہجرت کا معنی

تو ہجرت کیا ہے؟ اس کا معنی و مقصد کیا ہے؟ اس کے ظاہری اور معنوی مطالب کیا ہیں! ہجرت کا معنی کسی چیز کو ترک کر دینا اور اس سے جدائی اختیار کر لینا ہے ـــــ تو اسلامی ہجرت اللہ کی رضا اور اس کے دین کی خاطر اپنی جان و مال، ملک اور جائیداد دوست احباب اور اہل و عیال کو چھوڑ دینا ہے۔ اور اسلام کا پہلا سبق پہلے دن سے یہی ہے کہ ہر چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے اور کسی خواہش اور آرزو پر اپنا اختیار نہ رہے۔ اسلام کا معنی ہی سپردگی اور تفویض ہے۔

اِنَّ اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ۰

(اللہ تعالیٰ ہم سے ہماری جان اور مال (سب کچھ) جنت کے بدلے خرید چکا ہے)

اسلام کے تقاضے

ایک شخص جو دائرہ اسلام میں آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے کہ "اے اللہ میری عزت، میری آبرو، میری مال و دولت، حکومت و سلطنت تیرے سپرد ہے تو مجھے اس کے عوض جنت دے"۔ ظاہر ہے کہ جب ایک چیز کسی پر فروخت کر دی جائے تو بائع (فروخت کرنے والا) کو اس میں تصرف کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ خریدنے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ جہاں چاہے اب اسے کام میں لگا دے۔ اگر امانتاً عارضی طور پر بائع کے ساتھ چھوڑ دیا ہے تو جب چاہے بائع انکار نہیں کر سکتا اور اسے واپس کر دیتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے بھی تقاضے ہیں۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر اسے نباہنا مشکل ترین کام ہے کیونکہ اس دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں اس کی مرضی کی خاطر فروخت کر دیا پھر یہ بھی اللہ کی شان کریمی ہے کہ جو چیزیں ہم نے بیچ دیں وہ بھی ہماری نہیں بلکہ اس کی دی ہوئی تھیں اور اگر ہم نے یہ سب کچھ اس کی راہ میں قربان کر بھی دیا تو اُسی کا تھا ہمارے پاس تھا کیا کہ اس کے بدلے جنت کے طلبگار ہوں، ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا،

خداوند کریم کی شانِ کریمی

اگر ہماری زمین و دولت ہے، جان و جسم ہے۔ روح اور زندگی ہے۔ سب کچھ اس کا عطا کردہ ہے اور یہ اس کا کمال کرم ہے کہ اس کے مانگنے کے وقت اسے بیع اور خرید و فروخت کا نام دیا ہے۔ یہ بیع و شراء حقیقی کب ہو سکتی ہے، گویا ایسی مثال ہے کہ معصوم بچے کو مٹھائی اور کھلونے دیئے جائیں پھر اسے پیسے دے کر اس کے عوض اس سے مانگے جاتے ہیں۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ میں نے انہیں کوئی چیز دے کر پیسے حاصل کر لیے۔ غرض اللہ نے دیا، پھر فرمایا کہ مجھ پر فروخت کر دو۔ میں تمہیں جنت دے دوں گا۔ اب جو ہوشیار ہو وہ فانی اور ناپائیدار چیزوں کو ابدی نعمت جنت پر بہ ہزار خوشی قربان کر دے گا۔ غرض عمل کا تقاضا جو ہوتا ہے۔ اس کا میدان خداوند کریم خود تیار کر رہے ہیں اس ہجرت میں بھی عمل کی تعلیم ہے۔ وہ عمل جو ہجرت کی شکل میں سید الکائنات سردارِ دو جہاں حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے باعظمت صحابہؓ نے اختیار کیا۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کر رہے

پر انبیاء کے بعد خدا نے اُن جیسی بہترین مخلوق پیدا نہیں کی۔ اور انبیاء کے بعد انسانیت میں ان سے افضل ہستیاں پیدا نہ ہو سکیں۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی وغیرہم رضی اللہ عنہم ان سب نے ہجرت کی شکل میں انسانی خواہشات کی قربانی دی اور اللہ کی راہ میں تمام موانع توڑ ڈالے۔

ایثار اور قربانی کا سبق

محرم الحرام کے آغاز سے ہی ایک مسلمان سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کا ذہن اس تاریخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا۔ مال و اولاد، اعزہ و اقارب کو خیرباد کہا۔ اللہ کے دین کی خدمت و اشاعت مکّہ میں نہ ہو سکی کہ کفار کا غلبہ تھا۔ اپنے پرائے سب مقابلہ میں آئے مکہ کے ارد گرد طائف، جدّہ، حنین کا بھی یہی حال تھا۔ تیرہ برس کیا کیا تکالیف اٹھائیں اور جب یقین ہوا کہ اس علاقہ میں دین کا پودا پھل پھول نہیں سکتا۔ زمین شوریدہ ہے تو اللہ کے حکم سے اپنے جائے پیدائش اور آبائی شہر کو الوداع کہہ دیا۔ اور دو ڈھائی سو میل دور مدینہ طیبہ کو دین کی خدمت کا مرکز بنا ڈالا ______

بظاہر ایثار و قربانی کا یہ مظاہرہ کہ اپنا قبیلہ و کنبہ چھوڑ کر ایک اجنبی مسافر اور نو وارد بن جائے بہت مشکل ہے بلکہ مسلمان کو اس کے پیغمبر نے عملی نمونہ سکھایا کہ تمہارے لیے تو یہ سب کچھ آسان ہے کہ سارا ملک خدا کا ہے۔ تمہاری مال و متاع اس کی چند روزہ امانت ہے اور جب اس کی راہ میں اس سے دست بردار ہونے کا موقع آتا ہے تو ہمیں کیا مجال دم ہے۔ بغرض حضور کے اس ایک عمل "ہجرت" میں دین کا سارا خلاصہ سمٹ آیا ہے۔ آج کل بعض لوگوں کو دین کے ست نکالنے کا خبط ہے کیونکہ سائنس اور فلسفہ کا زمانہ ہے۔ ہر چیز کا جوہر تلاش کیا جاتا ہے۔ مگر اسلام سارے کا سارا جوہر اور ست ہے۔ اس کے ظاہر و باطن دونوں میں جوہر ہی جوہر ہے۔ فلسفہ اور زائد کوئی چیز نہیں۔ اگر اسلام کا ایک جزء لاتیجزیٰ بھی چھانا جائے تو ناممکن ہے کہ اس میں سے کوئی زائد اور غیر ضروری چیز نکل سکے۔ دین سراسر خلاصہ اور ست ہے۔

گناہوں سے اجتناب کا سبق

محرم جو ہجرت کا مہینہ ہے ہمیں یہ سبق بھی دیتا ہے کہ جب ایک مسلمان اپنا گھر بار، ملک و وطن اللہ کی راہ میں چھوڑ سکتا

ہے تو ناممکن ہے کہ ان سارے اعمال وافعال سے کنارہ کش نہ ہو جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مرضی کے خلاف ہوں ناممکن ہے کہ ایک مسلمان، مسلمان بھی ہو، جوا، شراب نوشی، حرام کاری، ظلم و عدوان گناہ اور معصیت بھی کرے۔ بلکہ اسے تو ان سب چیزوں سے ہجرت کرنی ہوگی جب ایک شخص اللہ کی مرضی کی خاطر اپنی ساری کائنات چھوڑتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ وہ بے نمازی، بدعملی، بے حیائی کو ترک نہ کرے۔ غرض حضور اقدسؐ اور ان کے صحابہؓ نے ہجرت کی شکل میں یہ درس دیا کہ یہ مال و متاع آخرت کا ذریعہ ہے۔ اصل چیز دین ہے۔ دنیا نہیں۔ اور جو دنیا، جو قبیلہ، جو قوم اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ اسے ابدی مسرت اور دائمی مرضیاتِ الٰہی حاصل کرنے کی خاطر چھوڑ دیا جائے کہ دنیا تو روس اور امریکہ کا مقصد ہے۔ مسلمان کا نہیں مسلمان تو اس دنیا پر جو دین کا ذریعہ نہ بنے لعنت بھیجتا ہے اور ایسی ہی دنیا مراد ہے اس حدیث میں کہ فرمایا حضورؐ نے کہ "دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے۔ مگر اللہ کی یاد (ذکر اللہ) اور جو چیزیں اس کا ذریعہ ہیں۔" دوسری نصیحت ہمیں اس مہینہ سے شہادت سیدنا حسینؓ کی شکل میں حاصل ہو رہی ہے۔

۳؎ (یہاں سے بعد کا خطبہ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ کو ارشاد فرمایا گیا)

اس مہینے کا دوسرا سبق

اس مہینے کا دوسرا سبق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی اللہ کے راہ جان کی قربانی دینا ہے۔ سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ دونوں حضور اقدسؐ کی دختر مبارک خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراؓ کے بیٹے اور حضورؐ کے جگر گوشے ہیں نواسے ہیں جن کے ساتھ حضورؐ کی خاص محبت و شفقت تھی۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ خطبہ جمعہ دے رہے تھے یہ بچے جو تین چار سال کی عمر کے تھے۔ کھیلتے کودتے سامنے آئے۔ اپنے نانا کے پاس منبر کی طرف آنے لگے۔ اور چلنے میں گرتے پڑتے، تمام صحابہ کا دل پریشان ہے کہ کہیں گر کر انہیں چوٹ نہ آ جائے۔ ادھر خطبہ کی طرف دھیان ہے۔ حضور اقدسؐ منبر سے اتر کر ان کے پاس تشریف لائے۔ گود میں اٹھایا اور فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ سید اشباب اہل الجنۃ حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اس بچے کے ذریعہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں کو خونریزی سے بچائیں گے۔ یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ ان کے صلح کرنے اور خلافت سے دستبردار ہونے کی طرف اشارہ تھا چنانچہ یہی پیشگوئی تھی کہ فوجیں آمنے سامنے تھیں اور طرفین خونریزی کے

لیے تیار تھے۔ کہ حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ بیعت کی اور صلح کو آمادہ ہوئے کہ حضور اقدسؐ کی امت کا خون بہنے سے بچ جائے۔ حضرت کے ساتھیوں کو اس فیصلہ سے ناگواری ہوئی۔ مگر انہوں نے اپنے نانا مبارک کی یہی پیشنگوئی ان کو سنائی اور انہیں مطمئن فرمادیا۔ الغرض حضورؐ کی ان کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ خطبہ کے دوران ان کو اٹھایا کہ کہیں انہیں تکلیف نہ ہوجائے خطبہ کی حالت ایک خاص حالت تھی اور مسئلہ یہ ہے۔

سلام کرنا کہاں مناسب نہیں

کہ خطبہ کے دوران سلام بھی نہ کیا جائے اور نہ سلام کا جواب دیا جائے۔ اسی طرح کوئی اذان دے رہا ہو یا تلاوت قرآن ہورہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہیئے نیز اگر کوئی شخص جوا کھیلنے یا دوسرے کسی گناہ میں مشغول ہو اس کو بھی سلام نہ کریں۔ پیشاب یا رفع حاجت کے دوران پاخانہ میں سلام اور رد سلام مناسب نہیں کسی شخص کے برہنہ ہونے (یعنی بدن کا وہ حصہ کھلا ہو جس کا چھپانا واجب ہے) وہ گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو بھی سلام کرنا جائز نہیں۔

کھیلوں میں بے حیائی

آج کل مردوں میں یہ وبا عام ہے کہ وہ رانوں کو ننگا رکھتے ہیں حالانکہ مرد کے بدن کا ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ اور عورتوں کا سارا حصہ عورت ہے۔ اور اس کا چھپانا واجب ہے۔ بدقسمتی سے آج کل تمام نوجوان کرکٹ، فٹ بال اور کبڈی وغیرہ کھیلتے ہوئے اپنی رانوں کو کھلا رکھتے ہیں جو ناجائز ہے۔

شرم و حیا کا سرے سے وجود ہی نہیں رہا اور مسلمانوں پر دین کی یہ چھوٹی چھوٹی باتیں گراں گذرتی ہیں۔ بے شک مسلمان ورزش کرتا رہے جنگ وجہاد کے لیے ہر وقت تیاری کرے مگر گناہ کے طریقوں سے نہیں کہ مخلوط میچ ہوں اور ستر کے واجب اعضاء کا لوگوں کے سامنے مظاہرہ کریں یہ نہ تو ورزش ہے اور نہ جہاد کی تیاریاں بلکہ بے حیائی اور نفس پرستی کے مظاہرے ہیں۔

غرض اس مہینہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی قربانیوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس مہینہ اور اس کے آغاز ہی کے ساتھ سیدنا حضرت حسینؓ نے ستر ساتھیوں سمیت دین کی حفاظت اور ایک سنت کے بقاء کی خاطر مال و دولت ملک اور وطن کو چھوڑا ــــــ خانوادۂ رسالت کے معصوم بچے اور دیگر افراد ساتھ ہیں اور بالآخر کربلا کے میدان میں حق کی خاطر جان کی بازی

لگاتے ہیں۔"

یوم عاشورہ کی فضیلت

حضرت حسینؓ کی یہ قربانی اور شہادت کا واقعہ ساری امت کے لیے قابل رشک اور قابل فخر کارنامہ ہے۔ دسویں محرم کو پیش آیا۔ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس تاریخ پر پچھلی امتوں پر بھی رجوع بالرحمۃ فرمائی آئندہ بھی بعض اقوام پر اسی دن رحمت فرمادیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پہاڑ پر اسی دن ٹھہری۔ فرعون مع لاؤ لشکر اسی دن بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا اور حضرت موسیٰؑ کو فرعون سے آزادی ملی۔ علمائے تاریخ نے انبیاؑ کے تقریباً تمام واقعات کا اس دن ظاہر ہونا نقل کیا ہے ویتوب فیہ علیٰ قوم آخرین اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جو بھی اس دن برے اعمال سے تائب ہوا، روزہ رکھا، عبادت کی، بدعملی ترک کی۔ اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس دن ایک روزہ کی فضیلت اتنی آئی ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے عوض پچھلے تمام سال کے وہ گناہ معاف کر دے گا جس کا تعلق اللہ تعالےٰ سے ہے۔ یعنی حقوق العباد کے علاوہ جو بغیر ادا کرنے کے معاف نہیں ہو سکتے۔ حدیث کے اس ظاہری مطلب کے علاوہ علماء فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت حسینؓ کی شہادت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان پر ایک بہت بڑا احسان وکرم کیا کہ انہیں شہادت کا مقام دیا۔ اپنے جان خویش و اقارب کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی توفیق دی۔ امت میں ان کے ذریعہ اعلاء حق کے لیے قربانی کی ایک مثال قائم کر دی کہ جان قربان ہو مگر دین کے دامن پر کسی ایسے عمل کا دھبہ نہ لگ جائے جس کا ثبوت حضور اقدسؐ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہ ہو تو اس ماہ کا یہ عبرت انگیز واقعہ ہمیں جہاد کی تعلیم دیتا ہے جس طرح ہمیں ہجرت کا سبق دکھاتا ہے۔

جہاد اور ہجرت

کہ جہاد اور ہجرت دونوں ایک ہی قسم کی چیز ہیں ایک اللہ کی راہ میں ملک، وطن گھر بار کی قربانی اور دوسری جان کی قربانی اور جہاد میں ایک گونہ ہجرت بھی ہے۔ اور ہجرت میں جہاد بالنفس موجود ہے حضرت حسینؓ نے اپنے عمل سے سکھایا کہ اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے تیار رہو۔ اگر وہ دنیاوی عزت اور دولت و منصب پسند کرتے تو سب کچھ پالیتے اور کوئی تکلیف نہ اٹھاتے۔ مگر ایک نظریہ اور اصول کی خاطر کہ اس کی صداقت

پر ان کا یقین تھا۔ جان کو قربان کر دیا۔ اور اپنے مقصدِ شہادت و اعلاءِ حق کو پا لیا جو خوشی اور فخر کا مقام ہے کہ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

رونے پیٹنے کا یا فخر کا مقام

یہ تو رونے پیٹنے کا مقام ہے اور نہ افسوس و ماتم کا۔ یہ بزدل قومیں مسلمانوں کو رونے پیٹنے کا درس دے رہی ہیں۔ یہ یہود دیانہ سازشیں تھیں کہ قربانی کے عظیم اور قابل فخر کارنامے کو رونے دھونے اور ماتم کی سیاہی میں چھپا دیا گیا۔ شہادت اور پھر حضرت حسینؓ کی شہادت۔ اتنا اونچا مقام اور سعادت مندی اور پھر اس پر رونا پیٹنا اور ماتم کرنا ایک مسلمان کا ہرگز شیوہ نہیں ہو سکتا۔ حضورِ اقدسؐ نے خود تمنا کی کہ کاش میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ ہو جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں۔ پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید ہو جاؤں اسی طرح بار بار شہادت کی لذت لیتا رہوں۔ شہادت تو صرف کپڑے بدلنا ہے کھدر کے خراب اور ناپائیدار کپڑے بدل کر جنت کا ابدی اور دائمی لباس پہننا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون۔

غرض اسلامی سنہ ہجری کے آغاز ہی میں جس طرح ہمیں اللہ کی راہ میں ہجرت کا درس دیا گیا۔ اسی طرح اس واقعہ شہادت سے ہمیں تعلیم دی گئی کہ مسلمان اللہ کی راہ میں دین کی قربانی بھی سعادت اور ذریعۂ نجات سمجھتا ہے۔ اور مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات نہیں ہو سکتی۔

صحابہؓ میں شہادت کا عجیب و غریب ذوق و شوق

صحابہ کرامؓ میں قربانی کا عجیب ولولہ تھا اور عجیب طرح انہوں نے جذبۂ قربانی کے مظاہرے کیے تاریخ و سیر و احادیث کی کتابیں ان کارناموں سے بھری پڑی ہیں حضرت حنظلہؓ کے والد ابو عامر راہب منافقوں کے اونچے لیڈر رہتے۔ حضرت حنظلہؓ کی نئی شادی ہوئی ہے۔ کانوں میں جہاد کی آواز پڑتی ہے غسلِ جنابت بھی نہیں فرما سکے اور اسی حال میں جہاد میں شریک ہو کر شہادت پائی حضورؐ نے لاشوں کا معائنہ کیا دیکھا کہ اس کی لاش فرشتوں نے اٹھائی ہے اور سونے کے تخت پر اسے غسل دیا جا رہا ہے۔ تدفین کے بعد حضورِ اقدسؐ

نے اس کی بیوی سے معاملہ کی حقیقت دریافت کی معلوم ہوا کہ ابھی غسل بھی نہ کرنے پائے تھے
کہ کانوں میں جہاد کی دعوت پہنچی اور اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے یہ حال تھا صحابہ کے اللہ کی راہ
میں قربانی کے ذوق کا عمرو رضؓ بن جموح پیر سے لنگڑے ہیں۔ معذور ہیں، جہاد کا موقعہ آیا چار بیٹے
تھے اور سب کے سب جہاد میں شریک ہیں۔ انہیں بھی جہاد جانے کا شوق ہوا۔ ان کے چار بیٹوں
نے منع کرنا چاہا کہ ہم سب موجود ہیں اور آپ معذور ہیں حضورِ اقدسؐ کی خدمت میں آکر فریاد
کی بیٹے مجھے جہاد جانے سے روکتے ہیں اور میری تمنا ہے کہ لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں پھروں
——— حضورؐ نے چاروں بیٹوں کو فرمایا کہ کیا حرج ہے اگر ان کا شوق جہاد پورا ہو اور شہادت
انہیں نصیب ہو۔ اور اس کو فرمایا تم پر جہاد معاف ہے کہ معذور ہو۔ مگر جب تیری خواہش ہے۔
تو بہتر ہے۔ اجازت ملی تو خوشی سے سرشار جہاد میں حصہ لیا اور شہادت پائی گھر سے نکلتے وقت
دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے تیری راہ میں شہادت ملے اور پھر میں گھر تک نہ آسکوں جہاد میں
اس کا بیٹا حضرت خلادؓ حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی شہید ہوئے۔ آپ
کی بیوی جن کا نام ہندہ ہے نے چاہا کہ شوہر بیٹے اور حضرت عبداللہ بن عمرو تینوں کی لاشیں
مدینہ جا کر دفن کردں۔ اونٹ پر لاش لادی گئی مگر اونٹ کا رخ مدینہ کی جانب نہیں ہو رہا
تھا۔ اور وہیں بیٹھ جاتا۔ احد کی جانب رخ کرتا حضورِ اقدسؐ کو یہ واقعہ بیان کیا گیا اور گھر سے
نکلنے کے وقت ان کی دعا کا بھی ذکر کر دیا گیا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی
دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالےٰ کے بندے جو خدا سے چاہیں خدا ان سے قبول فرماتے ہیں چنانچہ
وہیں احد کے دامن میں دفن کر دیئے گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد
سے ایک روز قبل حضرت عبداللہؓ بن جحشؓ نے مجھے فرمایا کہ کل جہاد ہوگا آیئے! دونوں کل کے
لیئے اللہ تعالےٰ سے دعا مانگیں اور دونوں ایک دوسرے کی دعا پہ آمین کہیں چنانچہ ایک طرف
جا کر دعا کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں۔ کہ پہلے میں نے دعا کی کہ یا اللہ میدان جہاد میں
ایک مضبوط اور قوی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور میں بالآخر اسے قتل کر ڈالوں اور اس کے اسلحہ
وغیرہ پر قبضہ کر لوں۔ اس طرح اسلام کا نام اونچا ہو۔ حضرت عبداللہ نے میری دعا پر آمین
کہا۔ پھر حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا کی جس کے الفاظ یہ تھے۔

اللّٰھم ارزقنی عدا رجلا شدیدًا	اے اللہ کل جب لڑائی ہو تو میرے مقابل مضبوط اور
باسہٗ شدیدا حرذہ اقاتلہٗ	طاقتور کافر آئے میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے بھڑ
فیك ویقاتلنی فیقتلنی ثم یاخذنی	مجھ پر غالب ہو کر مجھے قتل کر دے پھر ناک اور کان کاٹ
فیجدع انفی واذنی فاذا لقیتك	ڈالے پھر جب میں تجھ سے ملوں تو آپ پوچھیں اے
قلت یاعبداللّٰه فیماجدع انفك	عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے ہیں۔ تو میں
واذنك فاقول فیك وفی رسولك	کہوں کہ اے اللہ تیری اور تیرے رسول کی راہ میں
فتقول صدقت۔	ایسا ہوا تو آپ فرمائیں کہ تو نے سچ کہا۔

سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ انہوں نے دعا کی میں نے آمین کہا۔ کل لڑائی میں ایسا ہوا حضرت عبداللہ اس کیفیت سے شہید ہوئے۔ ان کے اعضاء اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے ان کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ حضرت عبداللہ کی تدفین حضرت امیر حمزہؓ سید الشہدا کے ساتھ ایک قبر میں ہوئی۔ دو ضعیف العمر بوڑھے صحابہ کو بھی رسول اللہ نے جہاد سے روک دیا جن میں ایک حضرت حذیفہ کے والد یمانؓ تھے۔ دونوں چپکے سے مجاہدین کے پیچھے گئے اور جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی زندگی جہاد اور کفار کی سرکوبی میں بسر ہوئی بدن کا کوئی حصہ تلوار خنجر اور تیروں کے وار اور نشان سے خالی نہیں تھا۔ مگر موت بستر پر آئی تو رونے لگے کہ اے اللہ تمام زندگی میری کفار کے مقابلہ میں گذری اب میں چارپائی پر مر رہا ہوں۔ غم انہیں یہ ہے کہ میرا جسم اللہ کی راہ میں شہید ہو کر کیوں خرچ نہ ہوا کہ جو چیز اپنے مصرف و محل میں خرچ ہو جائے تو حقیقی کامیابی وخوشی ہوتی ہے۔ بے جا استعمال ایک پیسہ کا بھی ہو جائے تو اس پر افسوس ہونا چاہیئے۔ تو حضرت حسینؓ بھی اللہ کے دین اور اپنے نانا کی ایک سنت کی احیاء کی خاطر میدان کربلا میں شہید ہوئے اور حق تعالےٰ کی دی ہوئی جان اور جسم کو اپنے موقعہ و محل میں لگا دیا۔

بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللّٰه من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الاخوف علیھم ولا ھم

(بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دیا ہے خوش ہونے والے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک ان

کے پیچھے سے ان کے پاس نہیں پہنچے اس لیے کہ نہ ان پر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔
شہادت کی لذت ایسی ہے کہ شہادت پانے کے بعد شہید کو بار بار زندہ ہوکر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا ہوتی ہے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے۔ الجہاد ماضٍ الی یوم القیامۃ

جہاد کی فرضیت

ایک روایت میں آتا ہے کہ خواہ بادشاہ عادل ہو یا ظالم مگر تم کفار سے جہاد کرتے رہو۔ اسلام اور دین کی حفاظت تمام مسلمانوں کا مشترکہ فریضہ ہے تو جہاد بادشاہ کے عادل ہونے پر موقوف نہیں۔ حاکم فاسق ہو یا عادل جہاد میں سستی نہیں کرنی چاہیے۔ کہ بادشاہ اور حکام تو آتے جاتے رہتے ہیں مگر اسلامی مملکت کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت ہر حال میں ضروری ہے۔ فاسق امیر کو بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن جب کافروں کو غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر ان سے نجات مشکل کام ہے۔ اس لیے اگر ایک بالشت زمین پر بھی کافروں کا قبضہ ہو تو ساتھ والے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اگر ان سے نہ ہو سکے تو جو نزدیک ہیں ان پر مدافعت لازم ہے۔ اسی طرح روئے زمین کے سرے سے دوسرے سرے تک رہنے والے مسلمانوں تک اس کی فرضیت پہنچ جاتی ہے۔ پھر مسلمانوں کے جہاد کا مقصد ملک گیری اور غیروں پر حکومت نہیں بلکہ اللہ کی سرزمین کو ظلم و ستم اور کفر و شرک سے خالی کرکے سلطنت خداوندی کا قیام اور نظام عدل جاری کرنا ہے۔ ہمیں زمین کا قبضہ مقصود نہیں بلکہ اللہ کے دین کی اشاعت مطلوب ہے۔ حضرت حسینؓ بھی دنیاوی اغراض اور اقتدار کے لالچ میں نہیں لڑے۔ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔ (تاکہ اللہ کا نام اور دین سربلند ہو)

تزکیہ نفس اور جہاد

ایمان کی جلاء اور نفس کی صفائی جہاد ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز حضور اقدس نے ایک جہاد سے واپسی کے دوران صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم جس وادی سے گذرتے ہو اس حال میں مسلمانوں کی دعائیں اور ہمدردیاں تمہارے شریک رہتی ہیں جو ضعف یا دوسرے اعذار کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ وہ لوگ جہاد کے ثواب اور فضیلت میں بھی تمہارے شریک ہیں۔ غرض اسلام کی سربلندی اور دین کی اشاعت کی خاطر ہر وقت جہاد کے جذبے سے سرشار رہنا چاہیے۔ آج اگر ہمیں فکر ہے تو کارخانوں کا، دنیاوی ترقیات کا، کافر اقوام کی تقلید و اتباع کا لیکن اسلام کا

نام بھی نہیں لیا جاتا۔ سوائے اپنی اغراض کے ــــــــ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسخ شدہ قلوب کو اسلام کی جانب پھیر دے اور اسلام کا جھنڈا اس ملک اور دیگر ممالک میں سربلند ہو۔ اے اللہ تو نے محض اپنے فضل و کرم سے ہماری آبرو رکھی اور رحمت کے پردوں سے ہمارے عیوب کو دشمن پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ اب ہمیں توفیق دے کر تیرے شکر گزار بنیں اور خدمت دین اور اشاعت اسلام کی توفیق عطا فرما اور عالم اسلام کو کفار کے شر و فساد سے محفوظ رکھ۔"

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ه
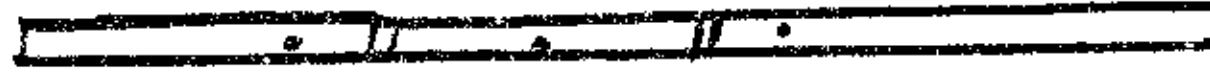
نگاہِ مومن میں جہاد اور شہادت کا مقام

خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی پیش کیجئے

(خطبۂ جمعہ۔ ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۸۵ھ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا۔

محترم بھائیو! دو سو برس بعد مسلمانان پاکستان کو خدا نے موقع دیا ہے کہ اللہ کے دین کی بلندی کے لیے علم جہاد بلند کریں۔ اس وقت ہمارے مسلمان بھائی محاذوں پر کفر سے برسرپیکار ہیں گو انگریزوں سے بھی طویل عرصہ تک مسلمانوں نے جنگِ آزادی لڑی اور جہاد کیا مگر وہ عدم تشدد کی لڑائی تھی۔ تلوار اور بندوق سے باطل سے ٹکر لینے کا موقعہ خدا نے عطا فرمایا ہے اس نعمتِ عظمیٰ کا موقع میسّر ہونے اور توفیق جہاد پر ہمیں خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

مسلمان کی دنیا اور آخرت اور آخرت کی کامیابی، عزت اور وجاہت جہاد ہی میں ہے جنت تک پہنچنے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین اور آسان طریقہ جہاد ہی ہے۔

بارگاہِ خداوندی میں شہید کا مقام

شہید کو موت آتے ہی ابدی آرام سرخروئی اور بارگاہِ خداوندی میں قرب عطا فرمایا جاتا ہے۔

عام مومنین کے ارواح بعد از موت علیین پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ علیین کی مثال اس مسجد کی طرح ہے کہ پاور ہاؤس سے یہاں بجلی آرہی ہے۔ پنکھے اور بجلی جلتی ہے اور اس ربط و تعلق کی وجہ سے ہمیں آرام و راحت حاصل ہوتی ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ مسلمان کے لیے قبر اور برزخ یا علیین ہی میں جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور وہاں کے برکات و ثمرات اور جنت کی کیفیات اسے پہنچنے لگتی ہیں اس کے بعد روزِ قیامت میں حساب و کتاب وغیرہ کے بعد جنت میں باقاعدہ داخلہ نصیب ہوتا ہے مگر

خدا کی راہ میں شہید ہونے کے بعد فوراً جنت پہنچ جاتا ہے جنت کی حور اور فرشتے اس کے اعزاز و اکرام کے لیے ایستادہ ہوتے ہیں اور ان کے ارواح عرش سے لٹکے ہوئے قنادیل میں پہنچا دیئے جاتے ہیں اور سبز پرندوں کی پوٹلیوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر کرتے ہیں۔ عام مومنین کے لیے بوقت نزع جو شدائد اور تکالیف احادیث میں وارد ہیں شہید کی روح اس سے بھی محفوظ رہتی ہے اور اس کو قبض روح کے وقت صرف کقرص النملۃ (چیونٹی کے کاٹنے) کی تکلیف ہوتی ہے اور خوشی خوشی اس کی روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمتی اور سعادت ایک مومن کے لیے کیا ہوگی کہ ابدی زندگی کی سرخروئی اسے نصیب ہو۔ موت تو لازمی ہے اگر گناہوں سے بھری ہوئی زندگی کے ساتھ ہم اللہ کے سامنے پیش ہوں تو کتنی بڑی شرمندگی اور ندامت ہوگی کہ خدائے ذوالجلال نے ماں، باپ، مالک و آقا ہر ایک سے بہتر ہماری پرورش کی۔ اس کے انعامات کی نظیر نہیں۔ جان اور جسم اس نے دیا۔ دولت و عزت۔ جاہ و مال سب کچھ اس نے دیا اور فرمایا کہ چند روزہ زندگی کو آخرت کا ذریعہ بناؤ۔ کچھ کماؤ مگر ہم نے اللہ کی سب نعمتیں اس کی نافرمانی میں خرچ کیں۔ ساری قوتیں ظلم و معصیت اور خدا سے بغاوت میں لگائیں اب جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو کتنی ندامت اٹھانی پڑے گی جب کہ اس کا ارشاد ہوگا کہ اے غلام میں نے تجھے کس طرح نوزا اور تو نے کیا کیا؟ ایسے موقع پر دنیا کی کسی عدالت میں حاضری اور پیشی کے ڈر سے تو ہماری جان نکلتی ہے اور بہت سے لوگ خودکشی کر لیتے ہیں کہ بوجہ ندامت اپنے کو پیشی کے قابل نہیں سمجھتے مگر وہاں خدائے احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہونے سے تو ہمیں موت بھی نہیں بچا سکتی۔ اگر کوئی بچ سکتا تو بڑے بڑے سائنسدان بادشاہ اور حکمران بچ جاتے۔

شہادت ذریعہ نجات

اب جو بندہ اللہ کی راہ میں باوجود گنہگار ہونے کے اپنی جان قربان کر دے تو سخی اور کریم آقا اس کو ضرور بخش دے گا اگر اس نے ناسمجھی سے مال و دولت اور زندگی گناہوں میں لگائی ہو لیکن جب روح جیسی متاع عزیز اس کی بارگاہ میں قربان کر دی تو اس کی ساری خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں تو شہادت ایک مومن کے لیے کتنا بڑا ذریعہ نجات ہے اور سعادت و خوش بختی کا مقام ہے یہ جان کو تباہ کرنا نہیں بلکہ گناہوں سے بخشش کا ایک عظیم ذریعہ اور جان کو ابدی زندگی دینی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت

میں ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد میں شرکت کی خواہش ظاہر کی حضورؐ نے فرمایا کہ تم کافر ہو شریک نہیں ہو سکتے وہ بخوشی مسلمان ہوا اور پوچھا کہ اب اگر میں جہاد میں شہید ہو جاؤں تو میری بخشش ہو جائے گی حضورؐ نے فرمایا اسے شہید کا درجہ ملا اور اس کی مغفرت ہو گئی گو اس نے تمام عمر کوئی نیکی نہیں کی مگر ایک شہادت ہی سے آخرت کی کامیابی حاصل کی۔

جہاد ہماری بنیادی مشکلات کا حل ہے

محترم بھائیو! جو قوم بھی جذبۂ جہاد سے مخمور ہو تو تھوڑے عرصہ بعد اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ معاشی مسائل بھی مسلمانوں کے حل ہو جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا رزق تلوار اور نیزے کے سائے میں ہے۔ یعنی مسلمان اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر جہاد کرے گا اور دنیا کی مال و دولت تخت و تاج ان کے قدموں میں ہو گی۔ صحابہ کرامؓ نے حق کی خاطر پیٹ پر پتھر باندھ کر جہاد کیا۔ بدن ڈھانپنے کے لیے ان کے پاس کپڑے نہیں تھے مگر قانون جہاد پر عمل کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد حالت یہ ہوئی کہ ایک مجاہد یعنی حضرت زبیرؓ کا ترکہ پچاس کروڑ روپے سے زائد رہا۔ مدینہ منورہ میں ان کی زمین (غابہ) کا ایک ایک حصہ ایک ایک لاکھ روپے میں فروخت ہوا۔ جہاد کی بدولت اندلس، شام، عراق، کابل و خراسان تک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے آج معاشی مسائل کا حل خاندانی منصوبہ بندی میں ڈھونڈا جا رہا ہے۔ ناسمجھی کی وجہ سے اس غلطی کا ارتکاب کیا جا رہا ہے ورنہ واللہ العظیم ان طریقوں سے معاشی مسائل کبھی حل نہیں ہو سکتے۔ ایک مجاہد امت کے لیے جہاد ہی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ اور تمام مالی مشکلات کا حل ہے۔

اللہ کی نصرت

مدتوں بعد خدا نے آج یہاں مسلمان قوم کا رخ سیدھے راہ پہ لگا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت اور حوصلہ دے۔ الحمدللہ کہ عام مسلمانوں کے حوصلے بلند ہیں اور ہر خاص و عام سربکف جذبۂ شہادت سے سرشار اور شہادت کا متمنی ہے۔ اللہ کے ہاں ہمارے اسی جذبہ اور نیت و اخلاص کی قدر ہے۔ ورنہ درحقیقت آج صرف اور نصرت امداد خداوندی کام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی لاج بلند رکھتے ہیں ورنہ ہند کی تعداد اور طاقت و قوت کئی گنا ہم سے زیادہ ہے مگر ہر صبح و شام مسلمان کامیاب ہو رہے ہیں یہ محض اللہ کی نصرت ہے۔

—— ہمیں اس مقدس جذبہ کو ختم کرنا نہیں بلکہ اس کی پرورش کرنی ہے اور آئندہ کے لیے ہمیں مستعد رہنا ہے اور یہ عزم ہونا چاہیئے کہ انشاء اللہ اسلام کا جھنڈا کفرستان ہند پر لگا کر ہی دم لیں گے۔ خدا نے پاکستان کی شکل میں جہاد کا ایک مرکز ہمیں دیا ہے یہ ہمارے لیے جہاد کی چھاؤنی ہے اور ہمیں یہاں جہاد کی تربیت و ٹریننگ کر کے ساری دنیا و ہند کے کفر و ظلمت کو اسلام کی روشنی سے منور کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (الآیۃ) یعنی تم خیر امت ہو سارے لوگوں کی ہدایت کے لیے تمہیں بھیجا گیا ہے تو افریقہ و امریکہ چین و جاپان اور بھارت سب للناس میں داخل ہیں۔

جہاد بالمال اور دعا کی ضرورت

مجاہدین کے ساتھ ہمیں جانی تعاون کے علاوہ مالی امداد کی بھی ضرورت ہے اگر کوئی مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر سکے تو جان کی قربانی کس طرح دیگا۔ جو لوگ مال و دولت سے مدد کریں وہ بھی جہاد میں شریک ہیں اسی طرح مجاہدین کی فتح اور اسلام کے غلبہ کے لیے ہر وقت دعائیں بھی جاری رکھیں جو کامیابی کا بڑا روحانی ذریعہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازوں کے وقت کے بعد دشمن پر حملہ کرتے تاکہ نماز کے بعد مسلمانوں کی دعائیں مجاہدوں کے ساتھ شامل ہوں اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے۔ اس کے علاوہ اپنے تمام اعمال کو اللہ کی تابعداری اور سنت کے مطابق بنادیں اور غیر اسلامی افعال۔ اختلاط مرد و زن۔ سود۔ جوا۔ فحاشی اور بے حیائی کو یکسر بند کر دیں۔ اگر کوئی مسلمان اس وقت دین پر عمل شروع نہ کرے تو اور کب عمل کرے گا ایسے اوقات میں لازمی ہے کہ اللہ کو یاد کریں حسد و بغض باہمی عناد و نفاق ترک کر دیں۔ تب ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی۔ ہمارے اکابر و اساتذہ جو اولیاء تھے انہوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ذلت کے بعد عزت اور کامیابی حاصل ہوگی۔

جہاد کی حقیقت

ہمارا مقصد مسلمانوں کو نجات دلانا اور حق کا بول بالا کرنا ہے مسلمانوں کے جہاد کا مقصد نہ ملک گیری ہے اور نہ دوسروں کے اموال و ممالک پر قبضہ کرنا۔ بلکہ صرف اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا ——

جہاد کی مثال اپریشن اور مجاہد کی مثال ڈاکٹر کی مانند ہے کہ ڈاکٹر شفقت اور جذبۂ علاج

کے ماتحت عضو فاسد کو کاٹ دیتا ہے تاکہ باقی یہ بدن محفوظ رہے۔ اسی طرح مسلمان اللہ
کی مخلوق کو جہنم سے بچاکر جنت اور ابدی کامیابی کی طرف بلانا چاہتے ہیں اور جو کافر
اس کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے اسے ہٹانا جہاد ہے تاکہ اللہ کی دی ہوئی نعمت اسلام
اور قانون میں اوروں کو بھی شریک کیا جائے جس نے یہ نعمت قبول کی اس کے حقوق
ہمارے برابر ہو جائیں گے ان کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔ آخر جب کوئی
ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے اسے بچانا فرض ہے۔ یہی ہے جہاد کہ اللہ کا پیغام پہنچ جائے۔
اور حق کی فتح ہو اور لوگ جہنم سے محفوظ رہ کر خدا کی رحمت یعنی دین اسلام سے مستفید ہوں۔

شہادتِ حسینؓ — اور — یومِ عاشوراء

(خطبہ جمعۃ المبارک محرم الحرام ۱۳۹۶ھ)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد صیام رمضان صیام یوم عاشوراء وقال علیہ السلام لقد تاب اللہ فیہ علی اقوام و یتوب فیہ علی قوم آخرین (او کما قال علیہ السلام)

محترم بزرگو! محرم کا مہینہ ہے اور مسلمانوں کے سال کی ابتداء اسی مہینہ سے ہوتی ہے سنہ ہجری اسی کو کہتے ہیں اب سنہ ۱۳۹۶ھ ہوگیا اسلام کا سال ختم ہوتا ہے قربانی پر جو ذی الحجہ میں ہوا کرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر مسلمانوں نے عمل کیا مگر، ہم نے خداوندکریم سے وعدہ کر لیا تھا قربانی کے وقت کہ ہماری جان، مال اور اولاد سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے ہے اور اللہ کی راہ میں قربانی کے لئے میں تیار ہوں قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (سورۃ ۶ آیت ۱۶۲، ۱۶۳) اور اب اس مہینہ میں اس وعدے کا ایک عملی نمونہ پیش ہو گیا بہر تقدیر اس ماہ کو اللہ تعالٰی نے بہت فضیلت عطا فرمائی ہے۔

یومِ عاشورہ کے فضائل

اور یہ حدیث جو تم نے سنی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزوں کے بعد اس محرم کے روزے بہت بڑی فضیلت رکھتے ہیں اس ماہ میں ایک دن ہے دس محرم کا، یومِ عاشورہ کا، اللہ تعالٰی نے اس دن ایک قوم پر رجوع بارحمۃ کیا ہے اور آئندہ بھی اللہ تعالٰی رحمتوں سے نوازیں گے، اس ماہ کی دس تاریخ کو جس نے روزہ رکھ لیا اس کو ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا اور پچھلے سال کے گناہ اللہ تعالٰی معاف فرما دیں گے۔

اگر ہم بزرگوں کی دنیاوی [illegible] ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں [illegible]

کوشش کرتے ہیں کہ اس دعویٰ سے بچ جائیں، اس کے لئے کتنی سعی کرتے ہیں کتنے حاکموں کے پاس دوڑتے ہیں، وکیلوں کی فیس، بڑوں کی منت سماجت، سفارشیں، اور جب بری ہو جائیں تو سب مبارکباد دیتے ہیں کہ بڑی کامیابی ہوئی۔

تو بھائیو سال کے اندر ہم کیسی کیسی نافرمانیاں کرتے رہتے ہیں اس خدا کی جو بڑا مہربان ہے ایک سال کے گناہ وہ ایک روزہ سے بخش دے تو یہ کتنا بڑا اجر و ثواب ہے، یہ روزہ دس محرم کا جو ہے جسے خدا توفیق دے تو بہتر یہ ہے کہ نویں کا یا گیارھویں کا بھی ساتھ رکھے۔ جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے تو عاشورہ کا روزہ فرض تھا، جب رمضان کے روزے فرض ہوئے اور آیت فرضیتِ رمضان شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ الآیہ نازل ہوئی تو پھر فرضیت عاشورہ منسوخ ہو گئی۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جس چیز کی فرضیت منسوخ بھی ہو جاتی تو استحباب کو باقی رہنے دیتے، ابتدا میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر اُمت کی آسانی کے لئے اس کی جگہ پانچ رہ گئیں، پچاس منسوخ ہو گئیں تب بھی امام الانبیاء پچاس دن رات میں پوری فرماتے، سال میں چھ ماہ روزے رکھتے۔

تو یہ عاشورہ کا جو دن ہے بڑا مبارک دن ہے اس سے قبل یا بعد بھی روزہ رکھ لینا مستحب ہے فرض یا واجب نہیں، پیدائش عالم سے خدا نے اس دن کو ایک منقبت و فضیلت دی ہے۔ علماء نے تفصیلات لکھی ہیں کہ حضرت آدمؑ کی توبہ اسی دن قبول ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات خدا نے اسی دن دی جس طوفان نے سارے عالم کو غرق کر دیا تھا اور کوہ ہمالیہ تک بھی پانی میں ڈوب گیا، زمین پر اونچے سے اونچا پہاڑ بھی چالیس چالیس ہاتھ زمین میں ڈوب گیا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی، عاشورہ ہی کا دن تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بحیرۂ قلزم سے بسلامت پار ہو گئے ان کے پیچھے فرعون کو مع ساری قوم کے اللہ تعالیٰ نے بحیرۂ قلزم میں غرق کر دیا، بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نجات دے دی۔

الغرض دنیا کے اہم رحمت کے واقعات اسی عاشورہ کے دن ہوئے اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ اس دن بعض اقوام پر رجوع بارحمۃ فرماویں گے ویتوب فیہ علی اٰخرین تو اس میں اشارہ ہے، دیگر واقعات کے علاوہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت ورفقاء جو آپ کے ساتھ تھے کی شہادت کی جانب بھی اور اس کے ساتھ تخصیص نہیں بلکہ جو مسلمان مرد اور عورت بھی اس دن عبادت کرے روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی توجہ فرماویں گے۔

شہادت رونے پیٹنے کا نہیں فخر و مسرت کا مقام ہے

محترم بھائیو! آج ہم لوگ دس محرم الحرام کو صرف اس حیثیت سے پہچانتے ہیں کہ اس دن حضرت حسینؓ شہید ہوئے، پھر خاص طور سے ایک خاص فرقہ جو اس دن ماتم کرتا ہے، سینہ کوبی کرتا ہے، سینے کھول کر چاقو زنی کرتے ہیں، اسلام نے ہمیں قربانی سکھائی ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قربان ہو گئے شہید ہو گئے وہ زندہ ہو گئے، اللہ پاک فرماتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ حضرت حسینؓ شہید ہو گئے حضرت امام حسنؓ شہید ہوئے ہیں۔ اور شہادت کی یہ تمنا حضور اقدسؐ نے خود بھی فرمائی ہے، مجاہد کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے بعد بخاری شریف میں ہے کہ:۔

لوددت ان اموت فی	میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ
سبیل اللہ ثم احیی ثم	کی راہ میں شہادت پاؤں اور زندہ
اقتل ثم احیی ثم	ہو جاؤں پھر شہادت پاؤں۔
اقتل۔	(اسی طرح بار بار)

حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں بھی روایت ہے کہ انہوں نے بھی اس تمنا کا اظہار کیا ہے اور حضور اقدسؐ نے بھی میں چاہتا ہوں کہ شہادت کے فضائل و درجات اور اللہ کی راہ میں جان و مال سب کچھ پیش کر دوں، مسلمانوں سے بھی یہی کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (ترجمہ اللہ تعالیٰ مومنوں

سے ان کی جان اور مال جنت کے بدلہ میں خرید چکا ہے۔" ہمارا سب کچھ اللہ کا ہے ہمارے ساتھ جو ہے ہمارا نہیں، جو جان ہے جو مال ہے اولاد ہے سب اسی کا دیا ہؤا ہے ہم نے جنت کے عوض اللہ پر بیچ دیا ہے اور اسے اشترا بھی مجازی کہا جیسے معصوم بچے کو کہہ دو کہ لڈو مٹھائی لے لو اور یہ روپیہ مجھے دے دو، مجھ پر بیچ ڈالو، تو یہ لڈو اور روپیہ تو سب والدین کا دیا ہؤا ہے بچے کے پاس ہے کیا؟ اسی طرح ہمارے پاس سب کچھ تھا ہی خدا کا مگر یہ سب اسی کا بہت بڑا رحم اور شفقت و مہربانی ہے کہ اسے بیع و اشتراء کا نام دے دیا۔

امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت

بہر تقدیر بھائیو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی عبدیت ہے ایسی تو اور کسی کی ہے نہیں شانِ عبدیت غالب ہے سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً شبِ معراج میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی اور جسمانی دونوں عروج میسر ہو گئے، تو اس کی وجہ یہی عبدیت ہے، اسریٰ بعبدہٖ لیلاً۔

مزید فرمایا قل ان کنتم فی ریبٍ مما نزلنا علےٰ عبدنا اگر تمہارا شک ہو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے علیٰ رسولنا اور علیٰ نبینا نہیں کہا بلکہ علےٰ عبدنا تو عبدیت علے وجہ الاکمل تھا آپؐ میں، تو آپ جیسا عبد کامل بار بار اللہ تعالےٰ کی راہ میں شہادت کی تمنّا فرماتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؑ کی تمنّائیں اور دعائیں یقیناً اللہ تعالےٰ قبول فرماتے ہیں، مگر یہاں دنیا کے سارے کافر امام الانبیاءؐ کو شہید کرنے کے لئے شب و روز یہی کوشش کرتے تھے یہی ان کا مطمحِ نظر تھا کہ امام الانبیاءؐ کو (نعوذ باللہ) کیسے قتل کر دیں، ایک کافر نہیں سارے عرب میں تھے، شام و ایران سب دشمن تھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان ہؤا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ الآیۃ ترجمہ "اللہ تعالےٰ تجھے لوگوں سے بچاتا رہے گا۔"

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پولیس نہیں تھی آج ایک معمولی شخص ...

آگے پیچھے جیپ ہوتی ہے، حفاظتی گارڈ ہوتی ہے، بندوق بردار ہوتے ہیں۔ گھر کے باہر پہریدار اور مصاحب نہ تھے دن کو رات کو اکیلے ہی آنا جانا ہوتا نہ ساتھی، نہ پولیس، نہ ہوٹو نہ ہٹو بچو کے نعرے لگتے، گھر کے دروازے بھی نہ تھے۔ گھر کا ایک دروازہ مسجد میں ہوتا، تختوں کے دروازے نہ تھے بلکہ ٹاٹ اور بوری کا پردہ لٹکا رہتا، مگر اللہ تعالے کا وعدۂ حفاظت جو حفاظت کر رہا تھا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری چوکیداری مت کرو واللہ یعصمك من النّاس ۔۔۔ شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر حضورؐ کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو کافروں کو ہنسی کا موقع ملتا کہ مسلمانو! تمہارے نبی کو ہم نے شہید کیا ہے، تو اللہ تعالے نے ہمیں دشمنوں کے شماتت سے بچا دیا کافروں نے ہر موقع پر امام الانبیاءؐ کو شہید کرنے کی سعی کی مگر اللہ تعالے کا وعدۂ عصمت وحفاظت مکمل ہو گیا۔

دوسری بات یہ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو کافروں کو اس وعدۂ خداوندی پر اعتراض ہوتا کہ جب سرکاری آرڈر ہوا، حکم ہوا کہ تمہیں کافروں سے محفوظ کر دیا گیا ہے تو پھر اس کو کون توڑ سکتا ہے؟ شاہ عبدالعزیزؒ تو شاہ عبدالعزیزؒ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ پھر بھی اللہ تعالے نے دو شکلوں میں حضورؐ کی تمنائے شہادت کو پورا فرمایا، ایک تو آپ کے دونوں نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو شہادت کا درجہ مل گیا، دوسرا یہ کہ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ کافروں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی اس وقت تو آپؐ بچ گئے مگر کچھ نہ کچھ اثرات زہر کے باقی رہ گئے، مقررہ وقت پر موت کے وقت آپؐ کی رگیں اسی زہر کے اثرات ظاہر ہو جانے پر کٹ گئیں اس طرح آپؐ کی تمنائے شہادت بھی پوری ہو گئی اور کافروں سے بھی حفاظت ہو گئی اور مسلمان کافروں کی ہنسی اور شماتت سے بچ گئے۔

خاندانِ نبوّت شہیدوں کا گھرانہ

تو عرض یہ ہے کہ خاندانِ نبوت تو سارا ہی شہیدوں کا خاندان ہے آپ کو معلوم ہے کہ

اُحد میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوگئے، رخساروں میں زرہ کی کڑیاں گھس گئیں، حضورؐ کے عم محترم حضرت حمزہؓ میدانِ اُحد میں شہید ہوگئے اور حضورؐ نے اپنے چچا کو اس حالت میں دیکھا کہ دل، جگر، کلیجہ کافروں نے کاٹ کر نکال دیا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے حضرت صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی بہن کا خیال نہ ہوتا کہ عورتوں کے دل بڑے نرم ہوتے ہیں تو میں آپ کے باقی جسم کو میدانِ جنگ میں دفنائے بغیر چھوڑ دیتا کہ چرند پرند اسے کھا لیتے یہ بھی نفع ہوتا، آج ہم میں سے کوئی دریا میں ڈوب جائے تو کراچی تک دریاؤں کو چھانتے پھرتے ہیں نعش مل جائے تو مبارک سلامت ہوتی ہے حالانکہ وہ عزیز زندہ نہیں ہوجاتا بلکہ لاش مل جانے پر بھی خوشی ہوتی ہے کہ قبر میں تو محفوظ ہو جائے گا یہ بھی ایک گونہ انتفاع ہوتا ہے ورنہ ہزاروں روپے لاش کے تلاش کرنے پر کیوں خرچ کرتے ہیں۔

تو امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قبر میں حفاظت اور دفنانے کا نفع بھی میں نہ اٹھاتا اور حضرت حمزہؓ کو دفن نہ کراتا، وجہ یہ ہے کہ ہر غلام آقا کو اپنی خدمات پیش کرتا ہے، قیامت کے دن بھی سب آ کر اپنے اپنے کارنامے اور خدمات پیش کریں گے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں قیامت میں اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑا ہوں گا اور میرے کارنامے اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو میرے چچا کے جسم کی ایک ایک بوٹی درندوں اور حیوانات کے پیٹ سے اکٹھا کر کے لائی جائے گی جس سے جسم مبارک بنے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے اپنی قربانی دی۔ تو شہادت اللہ کے راہ میں یہ حقیقی زندگی ہے یہ حقیقی مبارک باد اور خوشی کا مقام ہے حضرت حمزہؓ کی شہادت پر کوئی ماتم نہیں کرتا نہ سینہ کوبی کرتا ہے۔

عمرؓ و عثمانؓ کی شہادت

حضرت عمر فاروقؓ اپنے دورِ خلافت میں ایک ایرانی کے ہاتھوں نماز کی حالت میں خنجر سے شہید ہوگئے حضرت عثمانؓ اپنے ہی گھر میں محصور ہیں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں حضرت عثمانؓ

کے ذریعہ کابل اور خراسان تک اسلامی سلطنت کا دائرہ بڑھ گیا، اس وقت جمہور سب اُن کے ساتھ ہیں، ہزاروں مخصوص خادم اور غلام بھی تھے، چند بلوائی جب آتے ہیں تو حضرت عثمانؓ کا اپنی ساری مملکت میں اعلان ہوا کہ میرے خلاف ان چند یورش کرنے والے مفسدوں کو کوئی بھی کچھ نہ کہے پکڑ سکتے تو کیا کچھ کہا بھی نہ جائے انہیں آنے دو میرے پاس یہ لوگ جلوس جلسے کراتے مدینہ منورہ تک پہنچ گئے مسجد نبوی تک پہنچ گئے، حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا آپ کا پانی بند کر دیا مسجد تک آنا آپ کا بند کر دیا باغیوں کے امام نے مسجد نبوی پر قبضہ کر لیا مسلمانوں نے درخواست کی کہ امیر المؤمنین اجازت دیجئے کہ انہیں ابھی درست کریں، فرمایا نہیں میں اپنی خلافت کے لئے کسی کا خون نہیں بہانا چاہتا، کوئی فساد اور قتال نہیں کرانا چاہتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو باغی اور مفسد ہو کر مسجد میں نماز پڑھا رہے ہیں، ہم لوگ جماعت کا کیا کریں؟ فرمایا جو وہ بہتر کام کرتے ہیں اس میں ان کی اتباع کرو برا کرتے ہیں تو ساتھ مت دو، نماز تو اچھا کام ہے تم اس میں ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرو، حضرت عثمانؓ کے خاص غلام اور ملازمین بپھر گئے ہیں کہ ہمیں تلوار اٹھانے دیا جائے اور کیوں نہ ہوتے حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں جتنی خدمت اسلام کی ہوئی ہے اور جتنا اسلام دنیا میں پھیل گیا ہے پھر مسلمانوں ہی کے ہاتھوں جتنا ظلم حضرت عثمان غنیؓ پر ہوا ہے ان دونوں باتوں کی نظیر اور مثال نہیں ملتی۔ حضرت عثمانؓ اپنے غلاموں کو فرماتے ہیں کہ جس غلام نے تلوار رکھ دی وہ آزاد ہے، انہوں نے تلواریں رکھ دیں وہ آزاد ہو گئے مطلب امام مظلومؓ کا یہ تھا کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف نہ پہنچے ایسی پاکباز ہستی کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہیں، بلوائی گھر کے اندر داخل ہو گئے اور آپ کو بے دردی سے شہید کر دیا۔

اہل سنت کسی شہید پر ماتم نہیں کرتے

مگر آج اہل سنت میں مسلمانوں میں ایک بھی حضرت عثمانؓ کا ماتم کرنے والا نہیں کہ سینہ کوبی کرے، زنجیروں سے اپنے آپ کو مارے اور زخمی کرے اور

گلی کوچوں میں ہائے ہائے کرتا پھرے۔ حضرت علیؓ مسجد میں نماز کے دوران شہید ہو گئےؓ تو دیکھئے یہ گھر تو سارا ہی شہیدوں کا ہے۔ گلاب کے پھول ہیں سرخ پھول، سب شہید ہیں وہ دکھا دو جو شہید نہ ہوئے ہوں۔

شہادت حسینؓ کا سبق

تو حضرت حسینؓ کی شہادت نے بھی ہمیں کچھ سبق سکھائے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت حسینؓ یزید کے مقابلہ میں ہیں ایک تو کافر اور مسلمان کے درمیان مقابلہ ہوتا ہے کہ ہر ایک کو جوش پیدا ہوتا ہے کافروں کے مقابلہ کا، اور ایک مسلمانوں کا باہمی قتل و قتال کہ اس میں وہ جوش و خروش نہیں اٹھتا کہ چلئے دونوں آپس میں مسلمان ہیں تو ایک طرف تو خاندان ایک ہے حضرت حسینؓ قریشی النسب اور یزید بھی قریشی النسب ہیں آپس میں بنی العم ہیں، ایک خاندان ہیں اور ایک مکہ مکرمہ کے باشندے ہیں، تو اگر حضرت حسینؓ کوئی عہدہ چاہتے تو یزید بڑے سے بڑا منصب پیش کر دیتا، تو ایک بات یہ ہے کہ جس نے حق کی راہ میں اپنے پرائے کی، دولت اور لالچ کی پرواہ نہ کی اور حق کی تائید کر لی اسے خدا زندگی دے دیتا ہے اور ایک شخص دولت اور حکومت کے نشہ میں، کرسی کے نشہ میں آجاتا ہے اور باطل پر جما رہے تو بالآخر جلد یا بدیر وہ ختم ہو کر رہتا ہے اور ہر ایک بعد میں اس کو برا بھلا کہتا ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد تھا اور جو بھی تھے خدا نے ان کو اس وقت بھی سزا دی اور آج بھی دلوں میں ان کی نفرت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حق کی تائید کرنی چاہیئے، مقابلہ میں اپنا ہو یا پرایا، حکومت ہو یا طاقت، کسی چیز کی حق کے مقابلے میں پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔

حضرت امام عالی مقام سیدنا حسینؓ نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو حکومت اور اقتدار کے نشہ میں مست ہو، فوج اور طاقت پر غرور کرتا ہو اس کے لئے دو چار روز کی زندگی ہے پھر اس کے بعد نفرت و ملامت کا سزاوار ٹھہر جاتا ہے۔ یہ اس واقعہ کا سبق ہے۔

شیعوں نے منہ پھیر لیا

باقی یہ بات کہ لوگ حضرت حسینؓ کا ماتم کرتے ہیں اور باقی سب شہداء کو بھول چکے ہیں تو یہ ایک لمبی داستان ہے، حضرت حسینؓ کو کوفہ کے لوگوں نے اور اپنے ساتھیوں نے ہزارہا خطوط بھیج کر طلب کیا میدان میں پہنچ گئے تو انہی خطوط بھیجنے والوں کو مقابلہ میں پایا تو خطوط کی بوری سے خط نکال نکال کر پوچھنے لگے کہ اے فلاں کیا تم نے یہ خط نہیں بھیجا تھا اور مجھے یہاں نہیں بلایا تھا؟ مگر اب وہ لوگ حکومت کا ڈنڈا دیکھ چکے تھے لالچ دیکھ لیا تھا، انکار کر بیٹھے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں، ہم نے تو آپ کو نہیں بلایا، شیعوں نے منہ پھیر لیا۔ شیعہ وہ ہے جو دعویٰ کرے کہ میں سب سے پہلے اہل بیت پر قربان ہوں گا، تو یہ تھی ان کی پہلی قربانی حضرت حسینؓ کے لئے کہ انکار ہی کر بیٹھے، وہاں حضرت حسینؓ کو بھی شہید کرا دیا، پھر سر مبارک نیزہ میں اٹھا کر دمشق لے گئے، اُدھر یزید نے دیکھا تو پلٹا گئے اور قاتلوں کو سرزنش کی اور کہا میں نے تو تمہیں محصور کر کے زندہ پیش کر دینے کا حکم دیا تھا قتل کرنے کا تو نہیں کہا تھا۔ اِدھر خدا ناراض اُدھر حکومت کو راضی کرنے کے لالچ میں سب کچھ کیا تو حکومت کی طرف سے بھی مار پڑی اور یزید نے لعنت ملامت کی کہ یہ جرم کیوں کیا؟ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

یزیدیوں نے جلوس نکالا

اب مار پیٹ اور سینہ کوبی شروع کر دی کہ ہائے یہ کیا کیا ہم نے، غرق ہو گئے، دُنیا بھی گئی اور آخرت بھی ہاتھ سے گئی، حضرت حسینؓ اپنے رفقاء کے ساتھ شہید ہو گئے ایک امام زین العابدینؒ زندہ رہ گئے وہ جلوس کہاں نکالتے؟ یزید کے لوگوں نے اور فوج نے حضرت حسینؓ کے گھوڑے کو پھرایا، سر کو نیزوں پر اٹھا کر اس کا جلوس نکالا کہ جو بھی آئندہ سر اٹھائے گا ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔

آج وہی یزیدیوں کا نقشہ ہے اور طریقے۔ اسلام نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کی اجازت نہیں دی، رونا پیٹنا اہل سنت کا طریقہ نہیں اور اگر رونا جائز ہے تو

پھر ہر روز ماتم و شیون کرنی ہوگی کہ ایسا کوئی دن نہیں جس میں یا تو کوئی پیغمبر شہید نہ ہوا ہو یا کوئی صحابی یا کوئی مجاہد، رونا ہے تو پھر سب پر رو۔ دنیا کا کوئی اور کام ہی نہ کرو۔

دشمنوں کی تضحیک کا سامان

ایران میں ایک شاعر تھا بہت مشہور، عاشورہ محرم کے دن کہیں اس نے شیعوں کا یہ ہنگامہ دیکھا کہ ماتم اور سینہ کوبی ہو رہی تھی، اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں ایسا کر رہے ہیں، اس نے پوچھا نماز جنازہ کس وقت پڑھی جائے گی؟ لوگوں نے کہا ارے انہیں تو صدیاں ہو چکی ہیں شہید ہوچکے ہیں اس نے کہا اچھا تو پھر آج ماتم وزاری اور رونا پیٹنا کیوں؟ میں سمجھا کہ شاید آج ہی وصال ہوا ہے۔

بہر حال یہ ایک بہت بڑی پرانی سیاسی سازش ہے جو مسلمانوں کے خلاف کھیلی گئی ہے مگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان فتنوں سے محفوظ رکھے اور سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اللہ تعالیٰ سب کی مشکلات دور فرماوے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

باب

العلم والعلماء

آدابِ علم وعمل

وارثینِ علومِ نبوّت کا مقام اور ذمّہ داریاں

يَرْفَعَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ۔

(مجادلۃ - ۱۱)

دعوات عبدیت
حق
ضبط و ترتیب / ادارۂ ...

علم اور علم والوں کی قدر و منزلت

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم ۔ محترم بھائیو! خداوند تعالیٰ کے ہر انسان اور ہر مخلوق پر غیر متناہی احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان تعدّوا نعمۃ اللّٰہ لاتحصوھا۔ — اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو۔

الآیۃ۔ (ابراہیم پ۱۳) — (ترجمہ شیخ الہندؒ)

خاص کر اہل علم طبقہ اور ہم مساکین کے زمرۂ طلبہ پر جو فضل و کرم اور احسان ہے اس کی تو حد ہی نہیں، آپ کو علم کی راہ پر چلنے کی توفیق دی اور یہاں تک پہنچایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سھل اللّٰہ لہٗ طریقاً الی الجنۃ۔ — جو علم کی طلب میں علم کے راستہ پر چلنے لگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان بنادیگا۔

علم اور جہاد میں فضیلت | غالباً امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے درمیان اس بارہ میں بحث ہے کہ زندگی کو جہاد میں صرف کرنا بہتر ہے یا علم کی راہ میں لگانا افضل ہے۔ امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ دونوں فرماتے ہیں کہ جہاد کے مقابلہ میں علم دین میں مشغول ہونے کا درجہ زیادہ ہے۔ گو بعض اوقات کافروں کے حملہ کرنے کے وقت جہاد کی افضلیت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ مگر وہ منقبت عارضی ہے جسطرح اقراء باسم ربک میں مقام کے تقاضا اور فضیلت عارضی کی وجہ سے اقراء مقدم کیا گیا۔ بلکہ تمام معتدل حالات میں افضل اور بہترین مقام حاصل کرنے کے لئے علم ہی ایک بہترین عبادت ہے۔ حالانکہ جہاد ایک ایسی عبادت ہے کہ ایک مجاہد ہر حال و ہر وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔ مجاہد کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا سب عبادت ہے۔ یہاں تک کہ اس کے گھوڑے اور اس کے بول و براز کو بھی اعمال صالحہ میں تولا جاتا ہے۔ ایک صحابیؓ نے پوچھا اگر کوئی شخص جہاد کے برابر ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، ... جو شخص ہمیشہ صائم ہو دن رات عبادت ...

ذکر و اذکار میں لگا ہو۔ شاید وہ شخص ایک غازی کے برابر ہو جائے۔

اب جہاد اور علم کے مقابلہ میں دونوں ائمہ کرام (جو زہد و تقوٰی فقاہت اور علم میں اونچا مقام رکھتے ہیں) فضیلت علم کو ترجیح دیتے ہیں اتنی عظیم نعمت کی توفیق پر اگر ہم شکریہ ادا کرنا چاہیں تو کس طرح ادا کر سکیں گے اگر ہمارے جسم کا ایک ایک بال بھی زبان بن کر شکریہ میں لگ جاتے تو ہم اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کر سکیں گے۔

خلافت آدم بوجہ فضیلت علم سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کا عظیم منصب ملا اس کی اولاد کو تمام مخلوقات پر جو فضیلت دی گئی وہ صرف علم ہی کی نعمت ہے وہ علم ہی کی منقبت اور خصوصیت تھی جسکی وجہ سے بنی آدم کو عالم پر درجہ دیا گیا حضرت آدمؑ کو علم کا مظہر بنا کر مخلوق پر برتری دی۔ اب حضرت آدمؑ کی اولاد میں وہ مقام خدا نے آپ لوگوں کو علم دین کا طالب بنا کر دیا اور اس راستہ پر چلایا خداوند تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی فضل و کرم و احسان کا شکریہ کسطرح ادا ہو سکتا ہے۔ خاصکر مجھ ناچیز عاجز پر تمہاری خدمت کرنے کی توفیق دینے کی صورت میں جو عظیم احسان ہے میں اس کا ذکر کن الفاظ میں کروں۔ اگر میں تمام عمر سجدہ میں پڑا رہوں تو خداوند کریم کا شکریہ ادا نہ کر سکوں گا۔ قاصر ہوں۔ لا احصی ثناءً علیك۔ ہم کیا اور ہمارا شکریہ کیا۔ حضورؐ کی ذات اقدس جو افضل المخلوقات ہیں لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك۔ کا ورد فرما کر اظہار شکر سے عاجزی ظاہر کرتے ہیں۔ خداوند کریم تمہارے درجات بلند فرما کر تمہارے علم و عمل کے ان مساعی میں برکت ڈال دے۔ تمہارا یہاں دار العلوم میں علم دین کے لئے جمع ہونا اور گھر بار چھوڑ کر آنا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور فخر کی بات ہے۔ طلبہ علوم دینیہ کا وہ مقام ہے کہ رحمت کے فرشتے ان کی راہ میں اپنے پر بچھاتے ہیں۔ حضور اقدسؐ نے وصیت کی اور تاکید بھی کی کہ علم کے طالبین جب تمہارے پاس آئیں تو انہیں مرحبا اور خوش آمدید کہیں ان کے ساتھ کمال درجہ محبت رکھیں۔ اور ان کے بارہ میں میری طرف سے وصیت خیر قبول کریں۔

طلب علم کی راہ کے شدائد اور امتحانات علم کے اس اونچے مقام کے حصول کا پہلا مرحلہ طلب کا مرحلہ اور منزل ہے کہ علم کی تلاش میں گھروں کو چھوڑ کر نکل جانا پڑتا ہے۔ اور چونکہ علم دین کی طلب پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت دونوں میں ہر لحاظ سے بڑی اجر و مرتبت اور عزتیں مرتب کی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ منزل اتنی ہی تکالیف اور امتحانات سے بھری ہوئی ہے، عالم بننے کیلئے پہلی منزل طالب علمی کی ہے۔ جو بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ ہر طرح کے امتحانات اس راہ میں ہمارے اکابر پر آئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔ جتنی تکالیف آئیں تو سمجھنا چاہئے کہ اتنا ہی درجہ مقبولیت کا ہے اور اتنی ہی کامیابی اور اونچے شان کی علامت ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

العلم عزّ لا ذلّ فیه یحصل بذلّ لا عزّ فیه۔

علم ایسی عزت ہے جس میں ذلت کا کوئی شائبہ نہیں مگر بڑی تکالیف اور ذلتوں سے حاصل کیا جا سکے گا۔

اس راہ میں جتنی بھی فروتنی عاجزی تواضع اور انکساری کی جائے گی۔ تکالیف پر جتنا بھی صبر و تحمل ہوگا اتنی ہی زیادہ یہ دولت نصیب ہوگی۔ بھوک کی تکلیف آئے گی، کتابوں کے نہ ملنے کی تکلیف آئے گی، کئی قسم کی پابندیاں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تب کامیابی نصیب ہوگی۔ اور یہ تجربہ اور مسلمات میں سے ہے۔ کہ یہ عظیم عزت انتہائی ذلیل بننے (تکلیف اٹھانے سے) سے آئے گی۔

صحابہ کرامؓ کی حالت ہمارے سب کے مقتداء صحابہ کرامؓ تھے ان کی زندگی اس بارہ میں ہمارے لئے نمونہ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ میں تعلیم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ بسا اوقات بے طاقتی اور بھوک سے کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاتے باہر سے آئے ہوئے بدوی مہمان دیکھ کر یہ سمجھتے کہ ان پر آسیب یا مرگی کی بیماری ہے۔ ھٰؤلاء مجانون۔ (کہ یہ تو مجنون ہیں۔) اور نماز سے سلام پھیر کر اور ہمیں اس حال میں پاکر ہماری گردنوں پر اپنے قدم رگڑتے، گویا اپنے خیال میں جنات نکالنے کا علاج کرنا چاہتے تھے مگر وہ جنون نہ تھا۔ ہاں ایک جنون اور دیوانگی تھی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے عشق کی دین کی طلب کی جسکی وجہ سے بھوک اور فاقے برداشت کرتے رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ بھوک نے ایک دفعہ مجھے پریشان کر دیا، مزدوری کا لباس پہن لیا ایک کھال گلے میں ڈال کر نکلے جو قلی اور مزدور کی خاص نشانی ہے۔ مدینہ سے باہر ایک یہودی کا باغ تھا وہاں گیا اور دیوار کے دریچے سے باغ کے اندر جھانکنے لگا۔ یہودی نے دیکھ کر پوچھا: کیا مزدوری کرنا چاہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، ایک کھجور پر ایک ڈول نکالنا طے ہوا۔ میں کنوئیں سے ڈول بھرنے لگا۔ اور ایک ایک ڈول کے بدلے وہ میرے ہاتھ میں ایک ایک کھجور رکھتے جاتے تھے۔ جب مٹھی بھر گئی تو چھوہارے کھائے پانی پی لیا اور ڈول چھوڑ کر سیدھا مسجد واپس چلا آیا، حضورؐ تشریف فرما تھے، پھر اسی تعلیم و تعلّم میں لگ گئے۔

صحابہ کرامؓ جب پڑھنے پڑھانے کے مشاغل سے فارغ ہو جاتے تو جنگل چلے جاتے، لکڑیاں چن چن کر لاتے اور دو چار پیسوں میں فروخت کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرتے اور پھر اپنے تمام اوقات قرآن و حدیث کے اسباق میں لگاتے۔

اکابر امت کی حالت امام بخاریؒ نے کس غربت اور تکلیف سے علم حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کبھی حصول علم کے زمانہ میں ناغہ نہ کرتے مگر ایک دن اسباق میں حاضر نہ ہوئے طلبہ نے جاکر معلوم کیا تو فرمایا کہ میرے پاس آج اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ عورت غلیظہ کو اس سے ڈھانک کر باہر نکلتا۔ اور سوال کرنا خودداری اور علم کی شان کے خلاف تھا اس لئے اسباق میں حاضر نہ ہوا۔ تب انہوں نے چادر دی اور شریک ہوئے مشہور حکیم ابونصر فارابی نے درختوں کے پتے چبا چبا کر علم حاصل کیا۔ ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام نانوتویؒ کی

مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دہلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی کہ سبزی فروش (بقال) جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کرکے جوش دیتے اور گذر اوقات کر لیتے اور رات کو مطالعہ کے لئے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دوکان کے قریب کھڑے ہوکر دوکان کے لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے ابھی ہمارے زمانۂ طالب العلمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی، مجھے خود یاد ہے کہ زمانۂ حصول علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک ایک روٹی پر اکتفاء کیا۔ پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا وہاں سے میرٹھ چلا گیا وہاں استاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارا مشکل ہے اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں روٹی چپاتیوں اور دال کا انتظام کرادوں گا، میں نے اسے بھی غنیمت سمجھا، ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کردے، نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے۔ اور دوپہر کا کھانا مجھے دیکر خود بھوکا رہتا ہے ——— دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے، اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں ٹھہرے تھے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا، مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کیلئے ملتا تھا۔ اور سحری کیلئے پاؤ آدھ سیر چھاچھ، وہ بھی محلہ کے لوگ نمبر وار مسجد لاتے۔

موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ میں اہل علم کیلئے سبق

قرآن مجید کے سورۂ کہف میں تعلیم و تعلّم کے آداب اور طلب علم کی شان کے بارہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق زیادہ تر طلب علم اور اس کے ضوابط و شرائط سے ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے بخاری کی کتاب العلم میں اس واقعہ سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاریؒ علم التفسیر میں بھی علم حدیث کیطرح بے نظیر ماہر ہیں۔ اگر تفسیر میں بھی بخاری شریف کی طرز کی کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو بے مثل چیز ہوتی۔

سورۂ کہف کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ سید السادات ہیں، لیکن حصول علم کے لئے رخت سفر باندھتے ہیں، مسافری و غربت برداشت کرتے ہیں۔ اولوالعزم نبی ہیں اور حضرت خضرؑ کے نبوت کے بارہ میں پہلے تو اختلاف ہے کہ نبی تھے یا نہیں، اگر ہوں بھی تو موسیٰ علیہ السلام کی شان کے برابر نہیں، حضرت موسیٰؑ کا درجہ بلند و ارفع ہے، تشریعی نبی ہیں، جاہ و جلال اور دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ بنی اسرائیل جیسی متمرد قوم کو قبضے میں رکھا، پتھر کو لاٹھی سے مارا یہاں تک کہ جلالی شان ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اور فرعون جیسے جابر و ظالم کی حکومت کو تہ و بالا کر دیا۔ ایسے ظالم بادشاہ کیلئے آپ کا انتخاب کیا گیا جس نے انا ربکم الاعلیٰ۔ کا اعلان اور دعویٰ کیا۔ مگر حضرت موسیٰ کو اتنا رعب و جلال خدا نے دیا تھا کہ باوجود اسکے فرعون ان پر گرفت نہیں کر سکے اور کہ [illegible] دن بھی جیل تک کی سزا نہ دے سکے، کہیں بھی اشارہ نہیں کہ فرعون نے انہیں تکلیف پہنچانے کا تہیہ کیا ہو۔ یہاں تک لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں جب آپ پہنچ جاتے تو فرعون کو خوف و رعب کی وجہ سے اسہال ہو جاتا تھا اگر

اسی فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی ولادت سے قبل ان کی ولادت کی پیشگوئی سُنی تو ستر ہزار بچوں کو قتل کر ڈالا یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاءٌ من ربکم عظیم۔ الآیۃ۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں پیش کئے گئے ساحر جب حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے تو انہیں سولی پر چڑھایا۔

لاصلبنکم فی جذوع النخل (طٰہٰ) اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر (شیخ الہندؒ)

اور ظلم کا یہ عالم تھا کہ اپنی بیوی کو ایمان لانے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں پر میخ ٹھونک کر چومیخہ طریقہ سے مار ڈالا، ایسی نیک اور پاکباز رفیقۂ حیات کو اس طریقہ سے قتل کرنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ مگر عجیب ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب سامنے آتے اور بحث و مناظرہ ہوتا تو فرعون اور اس کے ساتھی سب لرزہ براندام ہو کر دب جاتے ہمت نہ ہوتی کہ پولیس کو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیدیتے، ہتھکڑی پہنوا دیتے یا ڈنڈا مار دیتے۔ ہاں خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتا رہتا مگر کامیابی نہ ہوتی، یہ تھا حضرت موسیٰؑ کے جاہ و جلال کا عالم کہ فرعون کو جرأت نہیں، کتنی مقبولیت اور وجاہت خداوندی تھی مگر یہی حضرت موسیٰؑ ہیں کہ اس شان و عظمت کے باوجود پوری عاجزی اور انکساری سے حضرت خضرؑ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے سامنے تقریر کر رہے تھے، بیان فصاحت و بلاغت سے بھرپور تھا، لفظ لفظ سے معجزانہ بلاغت و حلاوت نمایاں تھی اور سامعین متاثر ہو رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے علم و حکمت سے متحیر ہو کر پوچھ بیٹھا کہ کیا اس وقت روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم موجود ہے۔ اب حضرت موسیٰؑ حیران ہوئے کہ اگر کہوں کہ ممکن ہے کہ مجھ سے بڑا عالم موجود ہے۔ تو بنی اسرائیل ٹیڑھی قوم ہے اب یہی بات اپنے لئے حجت نہ بنالیں کہ تجھ سے بڑھ کر عالم جب موجود ہے تو ہم آپ سے رشد و ہدایت کیوں حاصل کریں ہمارے سامنے تو وہی عالم آنا چاہیئے۔ اس طرح یہ لوگ علم اور وحی کے فیض سے محروم ہو جائیں گے۔ اور یہ ٹھیک بھی ہے کہ پیغمبر اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوتا ہے جس کے علم کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا اور پھر اولوالعزم پیغمبر اور تورات سنانے والا تو سیدنا موسیٰؑ کی زبان سے نکلا کہ میں اس وقت اعلم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک پیغمبر کے دل میں بڑائی کا احتمال بھی نہیں صرف ترغیب مقصد تھی ادعا اور تکبر نہیں کبر کا تصور بھی نہیں مگر صورت دعویٰ کی بن گئی۔ حق تعالیٰ کیطرف سے مؤاخذہ ہوا اور فرمایا گیا: بلیٰ عبدنا خضر هو اعلم منك۔ اور حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی کی گئی حضرت خضرؑ کیطرف۔ حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر ایک عالم ہے، تو اس وقت علم کا ایک ولولہ پیدا ہوا اور خود تمنا ظاہر کی کہ یا اللہ ان سے ملنے کا تو انتظام فرما دے اور صرف ملاقات کیلئے نہیں بلکہ تعلّم کے لئے سفر اختیار کیا۔ بڑی مشقتوں اور تکالیف کے بعد ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خادم ساتھ ہے۔ کھانے کیلئے کئی دن کی باسی روٹی اور خشک مچھلی زادِ راہ ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے قرآن مجید میں اس سفرِ علم کی مشقتوں کو حضرت موسیٰؑ کی زبانی ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا (کہف) لاابرح

پاس ہمارا کھانا ہم نے کھائی اپنے اس سفر میں تکلیف۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

جب حضرت خضرؑ کے ہاں پہنچے وہ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا انّی بارضك السلام۔ یہاں کیا سلام کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا تعارف کیا کہ میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں، اور بہت نرمی سے درخواست پیش کی کہ میں اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ :

هل اتّبعك علىٰ ان تعلّمن	کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ تو مجھ کو
ممّا علمت رشدا ۔	سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ ۔

اتّباع اور پیروی کی درخواست پیش کرتے ہیں، مگر ادھر سے حضرت خضرؑ نے سختی سے جواب دیا۔

انّك لن تستطيع معي صبرا ۔	تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ۔

اور فرمایا کہ میرے پاس جو علم ہے اس کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور مجھے تمہارے علم کی۔ مگر پھر بھی حضرت موسیٰؑ نہایت عاجزی سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

ستجدني انشاء الله صابراً ولا اعصي	تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا
لك امرا ۔	اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم ۔

ایک بہت بڑے انسان اور اولوالعزم پیغمبر کے منہ سے یہ منّت ولجاجت معمولی بات نہیں صرف علم حاصل کرنے کیلئے اتنی عاجزی اور انکساری اس منّت سماجت کے بعد جب حضرت موسیٰؑ کے تڑپ و اشتیاق کا یقین ہوا تو ساتھ رہنے کی اجازت دیدی مگر داخلہ کیلئے یہ شرائط لگاتے کہ تم ازخود کسی واقعہ کے بارہ میں سوال نہیں کرسکو گے پوچھنے کی ممانعت ہوگی ایک ذہین اور ذکی طالب العلم پر اگر اتنی کڑی پابندی لگائی جائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے۔ مگر حضرت موسیٰؑ نے یہ پابندی بھی قبول کی معمولی پابندی نہیں تھی ایک طالب العلم کا گلا گھٹ جاتا ہے کہ تجسس اور استفہام اور سوال کرنے کی اجازت بھی نہ ہو۔

فان اتبعتني فلا تسئلني عن شيئ	پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو
حتىٰ احدث لك منه ذكرا ۔	مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں
	تیرے آگے اس کا ذکر ۔

وہی عظیم پیغمبر جس کے سامنے چھ لاکھ اسرائیلی خاموش دبے رہتے ایک لفظ منہ سے نہ نکال سکتے لیکن طلب علم کی شان میں یہ عاجزی اور منّت سماجت اور یہ اس حال میں جب آزادی مل گئی تھی دولت و سلطنت بھی تھی مگر پھر بھی استاذ کے سامنے کتنے جھکے ہیں شرائط مانتے اور جب شرط کی پابندی نہ ہو سکی تو معافی مانگتے ہیں ۔

قال لا تؤاخذني بما نسيت ولا ترهقني	کہا مجھ کو نہ پکڑ میرے بھول پر اور مت ڈال مجھ پر
من امري ۔	میرا کام مشکل (شیخ الہندؒ)

دوبارہ جب شرط کی خلاف ورزی ہوئی اور ڈانٹ ملی تو پھر بھی درگذر کرنے کی درخواست پیش کی کہ ایک مہلت اور دے دیجئے۔

قال ان سألتک عن شیئٍ بعدھا — کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو

فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا۔ — مجھ کو ساتھ نہ رکھیو تو اتار چکا میری طرف سے الزام

اور پھر بالآخر جب مرضیٔ خداوندی پوری ہوئی تو حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو گویا مدرسہ علم سے خارج کر دیا۔

ھذا فراق بینی وبینک۔ — اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ۔

تو حضرت موسیٰؑ کا یہ واقعہ اہل علم اور طلبۂ دین کیلئے بہت بڑی عبرت و موعظت کا واقعہ ہے۔ کہ علم اتنی بڑی عزت ہے۔ کہ ایک پیغمبر بھی بعد از سیادت علم کیلئے یہ سب کچھ برداشت کرتا ہے۔ مگر حاصل تب ہوتا ہے کہ بہت زیادہ تواضع اختیار کی جاتے۔ بنی اسرائیل یہ مان بھی نہیں سکتے کہ حضرت موسیٰؑ اتنا عجز و لجاجت اور اسی وجہ سے اس واقعہ کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں۔

خشیۃ و تواضع | اور یہ تواضع سب سے پہلے اللہ کے سامنے اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ علم خدا کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ یہ صفت عاصی اور نافرمان کو نہیں دیتے۔ تب عالم بنیں گے کہ اللہ کے سامنے عاجزی اور تابعداری اختیار کریں اللہ کا خوف و خشیۃ پیدا ہو۔ ارشاد فرمایا:

انّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء۔ — اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جنکو سمجھ ہے۔

(فاطر پ۲۲)

اللہ تعالیٰ سے تمام بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں۔ انّما کلمۂ حصر ہے کہ ما یخشی اللّٰہ من عبادہ الّا العلماء۔ کہ اگر خدا کا خوف پیدا ہو تو سمجھو کہ عالم ہے ورنہ نہیں اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اکثر علماء زمانہ خوف و خشیۃ سے عاری ہیں ان کے اعمال فاسد ہیں۔ اور دوسرے طرف بسا اوقات غیر علماء افراد میں خشیۃ خداوندی موجود ہے۔ اب کلام خداوندی تو اصدق الکلام ہے اسکی کیا توجیہ کی جائے گی۔ تو یہاں سے اس اشکال کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر خوف ہو تو عالم ہے ورنہ جاہل۔

علم کی حقیقت | اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم کا ترجمہ "دانستن" ہے۔ ہمارے خیال میں عالم وہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں حافظہ میں جو حدیث یا حکم خداوندی ہو وہ زبان سے ادا کرے اور لوگوں کو حلال و حرام بیان کرتا رہے۔ حالانکہ یہ علم نہیں ہے۔ کیونکہ کاغذوں اور کتابوں پر بھی نقوش ہوتے ہیں۔ بلکہ پتھروں پر بھی کلمات حق کندہ اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کا محفوظ کرنا علم ہے تو یہ چیزیں ہم سے زیادہ عالم ہوں گی۔ مگر کتابوں اور کاغذوں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور آج کل تو ٹیپ ریکارڈر میں تمام مضامین لفظ بلفظ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اسے بھی عالم کہا جائے گا۔ اس طرح اس شخص کو

جو کاغذات اور کتابوں سے نقوش اور مضامین کو ذہن میں منتقل کر دے عالم نہیں کہہ سکتے بلکہ علم تو۔ نورٌ یتجلّٰی بما الذکور۔ کے مطابق ایک نور اور روشنی ہے ایک قلبی شے ہے جس سے دل منوّر ہو جاتے۔ اب بظاہر جو علماء اعمال منہیہ کرتے ہیں اور منکرات میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کے قلوب علم سے خالی ہوتے ہیں اور بعض غیر اہل علم عوام بظاہر عوام معلوم ہوں لیکن ان کا قلب اس روشنی سے منوّر ہوتا ہے جسکی وجہ سے درحقیقت وہ لوگ عالم ہیں اور اس کی وجہ سے خشیۃ اُن میں پائی جاتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں :

انّ اللّٰہ لم یتّخذ جاھلًا ولیًّا فان اخذہٗ علّمہٗ۔	اللہ نے کسی جاہل کو دوست نہیں بنایا اگر بنایا تو اسے تعلیم دے کر اور علم کی دولت دے کر بنایا۔

علم حقیقی اور بصیرت ملا نظام الدین سہالوی مشہور علامہ تھے درس نظامی ان کے نام سے موسوم ہے۔ علامہ بحر العلوم عبد العلیؒ کے والد ہیں۔ ان کا ایک مرشد تھا، بلکہ عوام جیسا ان پڑھ کتابیں نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب مراقبہ ہوتا اور استغراق طاری ہو جاتا تو شرح اشارات وغیرہ کی عبارات اور اصطلاحات زبان پر جاری ہوتیں، جب مراقبہ سے اٹھ جاتے تو فرماتے کہ محقق طوسی کو جہنّم کے اسفل الطبقات سے نکالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ بہت دور ہوتا جاتا ہے معلوم نہیں اس نے کیا لکھا ہے۔؟ تو گویا ظاہری کتابوں کے علم سے جاہل مگر قلبی بینائی اور بصیرت کا یہ مقام تھا۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز اس قسم کے کئی واقعات بیان فرماتے۔ انہوں نے فرمایا کہ قریبی زمانہ میں ایک صاحب حسن الافغانی گذرے ہیں۔ قرآن مجید نہیں پڑھا تھا، عالم نہیں تھے مگر عارف اور بندۂ مومن تھے، ایک طالب العلم نے قرآن مجید اور اسکی شرح جلالین یا بیضاوی شریف کی عبارت دونوں وزن اور لہجہ میں شروع کر دی امتحان لینا مقصود تھا۔ چنانچہ وہ ہر ہر حرف کا سننے میں امتیاز کرتا کہ یہ جملہ قرآن مجید کا ہے۔ یہ نہیں، بظاہر ایک ہی لہجہ اور ایک ہی قرأت میں سناتے مگر اسے اندازہ لگتا کہ یہ جملہ بیضاوی کی عبارت اور یہ جملہ کلام الٰہی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کے لفظ کے ادا ہونے کے وقت عرش سے اسفل السافلین تک روشنی کی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے جو مجھے محسوس ہوتی ہے۔ اور جب دوسرے الفاظ ادا کئے جائیں تو وہ روشنی اور چمک ختم ہو جاتی ہے۔

ہمارے گاؤں اکوڑہ خٹک کے مشہور اور معزز شخص خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک مرحوم نے ایک واقعہ سنایا، گو وہ بھی عالم نہیں تھے، وقائق حقائق سے لاعلم تھے مگر بصیرت اور ذہانت حد درجہ تھی۔ انہوں نے کہا کہ لاہور میں ایک دفعہ ایک شخص کی تقریر سن رہا تھا عجیب دقائق [illegible] بیان کر رہا تھا جسکو سن کر حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن چہرہ پر نورانیت کا نام نہیں تھا بلکہ نحوست [illegible] رہی تھی [illegible] سیاہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہم نے جب بعد میں معلوم [illegible] کہ لاہوری مرزائیوں کے محمد علی لاہوری مفسر قرآن [illegible] اب اہل بصیرت سمجھ جاتے ہیں کہ اس کے چہرہ

پر بایں ہمہ علم و دانش تحقیق کے نورِ ایمان نہیں ہے۔ اور واقعی لوگوں کا خیال ہے کہ اگر محمد علی لاہوری نے قرآن کے بعض مقامات کی تفسیر میں تحریف و تبدیل نہ کی ہوتی اور مرتد نہ ہوتا تو اسکی تفسیر انگریزی زبان میں ایک مفید اور کار آمد تفسیر ہوتی تو علم کا مدار ظاہری فہم و دانش نہیں باطنی چیز ہے اور جس کا باطن اس روشنی سے متصف ہو وہی خشیتِ خداوندی کو بھی جانے گا۔

علم نافع وغیر نافع اب علم کی کثرت کے باوجود بدعملی عام ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے: اللّٰھم انی اعوذبک من علم لا یخشع (الحدیث) اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے قلب میں خوف پیدا نہ ہو، بدعملی زائل نہ ہو اور جس سے نفع نہ ہو، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا علم تو ہمارے نزدیک علم ہی نہیں لیکن ہمارے قلوب سے بھی خشوع و خضوع اٹھ گیا ہے۔ علم ہے مگر خضوع و خشوع نہیں، علم نفع نہیں دے رہا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم کے زوال کی ابتدائی علامت یہ ہوگی کہ مساجد میں جاکر کسی شخص کے چہرے پر خشوع و خضوع کے آثار محسوس نہ ہوں گے تو ایسا علم علم نہیں جہل ہے۔ وانّ من العلم لجھلاً۔ جسطرح کالجوں کا علم ہے، اس طرح ہمارا علم بے سود بن گیا ہے۔

ایک عالم فرماتے ہیں کہ اتنا علم انسان کیلئے کافی ہے جس سے خدا کا خوف پیدا ہو اور اتنا جہل کافی ہے کہ اپنے علم و عمل پر غرور کرے یہ بڑا جاہل ہے۔ اب شیطان سے بڑا جاہل کون ہے کیونکہ وہ اپنے نفس اور علم پر مغرور ہوا خدا کے سامنے فروتنی اور ذلت اختیار نہ کی تو یقینی ہے کہ عالم نہیں بن سکتا۔ غلطی یہ ہوتی کہ علم دین کو مقصود بالذات اور مقصودی چیز سمجھ بیٹھے۔ غیر مقصود اور وسیلہ کو مقصود بالذات بنالیا، حالانکہ علم کی اضافت ہے دین کیطرف اور مضاف و مضاف الیہ دونوں میں تغایر ہوتا ہے، علم اس لئے افضل ہے کہ اس کا مضاف الیہ دین ہے۔ اور دراصل افضل اور بہتر یہی دین ہے۔ علم اس کے سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اور دین والا وہ ہے جو تمتّع بالدین حاصل کرے۔ تو مقصود دین ہے جو عبارت ہے۔ تعلق اور رابطہ مع اللہ سے جو بندے اور رب کے درمیان ہے جسکی دوسری تعبیر ہے عبودیت اور بندگی ارشادِ خداوندی ہے: وما خلقت الجنّ والانس۔ (اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو) الا لیعبدون۔ (الذاریات۔ پ۲۷)

پہلی منزل خوفِ خداوندی یہ علم وسیلہ ہے اس چیز کے حاصل کرنے کا اور ان طریقوں کے جاننے کا جو عبدیت اور غلامی کے راستے ہیں اور یہ چیز حاصل ہوئی ذلت سے تو گویا ذلت اور تواضع کی پہلی منزل خوفِ خداوندی ہے، اگر یہ نہ ہو تو یہ سفر و غربت اور مشقت و تکلیف سب رائیگاں ہے اور جو فضیلتیں اور منقبتیں ہیں سب بے کار ہیں۔ امام شافعیؒ کو پہلی وصیت اپنے استاذ نے ترک معاصی اور گناہوں سے اجتناب کی فرمائی۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی ۔ فاوصانی الی ترک المعاصی

اور جب اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع پیدا ہوگی تو اخلاقِ فاسدہ نکل جائیں گے۔ اللہ کے بندوں کے بارہ میں بھی قلب

سے تکبر اور بڑائی کے خیالات نکل جائیں گے اور علم کی برکتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔

تواضع وسادگی | حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ الا بچے کا پاجامہ پہنے ایک موٹی لکڑی گنواروں کی طرح کاندھے پر رکھ کر راستے پر چلتے کئی کئی دن مجلس میں باتیں نہ کرتے جب تک ضروری اور مجبوری نہ ہوتی شانِ تواضع کا یہ عالم تھا اور علم وحکمت میں کتنی اونچی شان تھی۔ ایک دفعہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے گئے تقریر فرمائی۔ معرکۃ الآراء تقریر تھی مگر اپنا نام ظاہر نہ ہونے دیا تقریر کے بعد لوگوں نے ان ہی سے مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا اور حالات دریافت کرنے لگے تو فرمانے لگے ہاں وضو اور نماز کے مسائل جانتا ہے۔

—— تو باایں ہمہ کمالات وھبیہ اور علوم دینیہ کے یہ تھی شانِ اخفاء۔

مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ | ہمارے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ (حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کو ہم نے خود دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کے ہنود وغیرہ کو خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ سفر میں راہ چلنے ساتھیوں کے لئے گاڑیوں میں پاخانے تک صاف کیے۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کو چلم اور حقہ بھروا کر پیش کیا۔ انتی شانِ تواضع اور انکساری، دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکراتے۔

خودداری | مگر خودداری تھی، خلاصہ یہ کہ انگریزی تو ٹیوشنوں اور غرور وتکبر سے بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ مگر علم دین، تواضع اور ذلیل ہونے سے حاصل ہوگا، ٹیوشنوں سے نہیں کہ اساتذہ گھر پر آکر تمہیں پڑھائیں اس کے لئے سفر اختیار کرنا عام مجالس اور حلقوں میں بیٹھنا ہوگا۔ بخارا کے حاکم خالد نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ مجھے اور میرے بچوں کو یہاں آکر پڑھایا کرو انہوں نے انکار کیا پھر حاکم نے کہا کہ میرے بچوں کو اپنے ہاں خصوصی مجلس میں پڑھایا کرو۔۔۔ لیکن امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی ان کے ساتھ درس میں شرکت کرے تو منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حاکم ناراض ہوا اور امام رحمۃ اللہ علیہ کو ملک بدر کیا، تکالیف برداشت کیں مگر علم کی عزت بچائی۔ مگر اس شانِ تواضع اور عجز وانکسار کے ساتھ ایک عالم اور طالب العلم کیلئے استغناء اور خودداری نہایت لازمی چیز ہے۔ اہل علم کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ اگر حکومت ومملکت اس شرط پر ملے کہ علم چھوڑنا پڑے گا۔ تو بھی اسے ٹھکرا کر علم کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور سچے اہل علم ایسا ہی کرتے ہیں۔ مال ودولت کی کوئی وقعت نہیں۔ اہل دنیا میں مال کی وجہ سے خودداری اور استغناء عن الخلائق پیدا ہو جاتی ہے۔ جو فانی چیز ہے۔ تو ہمیں تو علم جیسی اعلیٰ اور غیر فانی دولت اور اشرف واعلیٰ شئے جو کمال احسان اور نعمت خداوندی ہے۔ اسکی وقعت اور اس کا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مخصوص وراثت | نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ اور وارث اپنے مورث کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور نیابت وقائم مقام ہونے میں فرع کا حکم اصل جیسا ہوتا ہے اور میراث ایسی

اشیاء میں جاری ہوتا ہے. جو مورث کے ساتھ مختص ہوں. اگر مورث کے ساتھ کسی کی چیز عاریت یا امانت یا قرض ہو تو اس میں میراث جاری نہیں ہوتا غیر مخصوص اشیاء میں میراث جاری ہوتا ہی نہیں. اب مذکورہ حدیث العلماء ۔۔۔ الخ سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے ساتھ مخصوص چیز علم تھا. اور علماء کو یہ میراث و نیابت اس مخصوص صفت علم کی وجہ سے حاصل ہوا. اموال تو قارون و فرعون کے ساتھ مختص تھے اور عملی کمالات کیلئے بھی کمال علمی موقوف علیہ ہے. اگر علم نہ ہوتا تو اعمال کی افضلیت و اہمیت واضح نہ ہو سکتی اس کے لئے امام بخاریؒ نے مستقل باب باندھا ۔ کہ العلم قبل القول والعمل ۔ کہ علم ذاتی اور زمانی دونوں لحاظ سے مقدم ہے. یہ محتاج الیہ اور مقدم اور قول و عمل متاخر و محتاج ہے.

علم صفت کمال ہے، آئینہ جب مظہر شمس ہوا، تو اسکی خاصیتیں مثلاً روشنی، تحریق (جلانا) و سلب نظر وغیرہ اس میں متحقق ہو جاتے ہیں. اب جب علم مظہر اتم صفت خداوندی ہوا تو اس میں ایسے خصائل نہ آنے چاہئیں جو بطر، فخر، تعلی اور تکبر پہ دلالت کرتے ہوں. ہمارے شیخ الشیوخ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واللہ العظیم کہ قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ نادان اور جاہل ہے. اب طالب العلموں کے دماغ میں بہت جلد غرور کا نشہ آجاتا ہے. چند مسائل سے اتنا پندار آجاتا ہے کہ حد نہیں ہوتی. ہمارے استاذ شیخ حضرت مولانا مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مولوی صاحب جب بھی مجلس میں بیٹھ جاتے تو کہا کرتے کہ یہ عوام حشرات الارض ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، لوگوں کو کچھ نہ سمجھنا چاہیئے لوگوں کا کھاتے پیتے ہیں وہ ہمیں کھلاتے ہیں.

علمی نخوت و غرور اب ہم نے علم حاصل کیا یہ خدا کی دا ہے. تو اس میں ہمارا کیا کمال ہے کہ اس پہ غرور کیا جائے. ارسطو کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ سو جاتا تو نیند کی حالت میں کتے کی طرح بھونکتا اور لوگ اس کے قریب نہ سو سکتے. کہ ساری رات نیند خراب ہوگی. اس کے غرور اور علمی پندار کو نیچا کرنے کے لئے یہ عذاب اس پر مسلط کیا گیا تھا. جب لوگ اسے نیند کی یہ کیفیت سناتے تو وہ خود رویا کرتا اور کہتا کہ کیا کروں ؟ مجھے اتنا علم بھی نہیں ہو سکتا، کہ خواب میں بھونکتا ہوں. طلبہ کے غرور اور گھمنڈ کے بارے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ایک دفعہ عالمگیر مرحوم کا جلوس راستہ سے گذر رہا تھا، عالمگیر ایک علم دوست شخص تھا، ہزاروں احادیث یاد تھیں، جلیل القدر عالم تھا. راستہ میں جلوس کے ساتھ ایک طالب العلم کتاب لئے ہوئے جا رہا تھا، اور بار بار مسکرا دیتا، ہنس دیتا. عالمگیر کی نظر اس پہ پڑی تو وزیر کے ذریعہ اس سے دریافت کیا کہ سچ سچ کہو کس خیال کی وجہ سے تم بار بار ہنس رہے ہو. جیسے کسی کا مذاق اڑایا جاتا ہے. اس طالب العلم نے جواب دیا کہ سچ تو یہ ہے کہ اس بادشاہ پہ ہنس رہا ہوں کہ گھوڑے پر کس شان سے چڑھا بیٹھا ہے، لیکن اگر اب کافیہ کی ایک عبارت اس کے سامنے رکھوں تو جواب نہ دے سکے گا. تو اکثر مولویوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ معمولی چیزیں سیکھ کر گھمنڈ کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کو جاہل سمجھ بیٹھتے ہیں.

علم ضروری وغیر ضروری بہرحال علم وہ موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کرام کا ہو۔ سقراط و بقراط
ارسطو اور حکمائے یونان کے علوم نہیں، ہاں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہے، مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں
مثلاً گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں، لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بنا بر ضرورت بنانا پڑتا ہے، جس گھر میں نہ ہوں
تو وہ ناقص ہے۔ علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلاء و غسل خانہ کے ہیں۔ مگر آج کل طلباء و علماء
کی اکثر زندگی انہی غیر ضروری چیزوں میں بسر ہو جاتی ہے۔

علم منقولات علم انبیاء — علم معقولات علم اشقیاء
علم منقولات بندہ می کند — علم معقولات گندہ می کند

تو بہرحال اتنی بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے علماء کو عطا فرمائی، تو علماء کس وجہ سے احساس کمتری و کہتری میں مبتلاء ہوں
یہ تو مہلک چیزیں ہیں اور اس کے ساتھ احتیاج اور طمع کا اظہار بھی مہلکات میں سے ہیں۔

ہمارے حضرت شیخؒ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنون نظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے۔ اور
اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فراہم کرنا ہے۔ اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے اور علوم قرآن و
سنت بمنزلہ چھت کے ہیں، اس سے زیادہ ناسمجھ کون ہوگا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے۔

اُجرت علی التعلیم ہمارے اساتذہ و شیوخ اکابرین دیوبند پچاس، ساٹھ روپے کے مشاہرہ پر
گذر اوقات کرتے رہے اور ان حضرات کو اس زمانہ میں کلکتہ، حیدرآباد وغیرہ سے پندرہ پندرہ سو اور دو دو ہزار ماہوار
کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے ٹھکرا دیا علماء کے لئے یہ بات بہت باریک اور قابل احتیاط ہے، امام ابوحنیفہؒ کے
نزدیک تو اُجرۃ علی التعلیم کا سرے سے اجارہ ہی فاسد ہے۔ متاخرین و مشائخ بلخ نے بقدر ضرورت جواز کا فتویٰ
دیدیا ہے لیکن علم کی تعلیم اور دین کی تبلیغ کیلئے ان چیزوں کا موقوف علیہ بنانا تو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ علم کا مقصد تو
کمائی نہیں۔

(علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہچاننا نہیں بلکہ اس کا
مقصد اوروں تک پہنچانا اور دوں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کیلئے ابلاغ علم و حدیث
فرض ہے۔)

اگر اس طلب علم اور عالم بننے کا مقصد دنیا کا حاصل کرنا ہو تو اس کے لئے یہ راہ کیوں منتخب کی جائے۔
جس میں مشقتیں اور تکلیفیں ہیں اور پھر مال کا ملنا بھی موہوم ہے اور پھر زوال علم کے اس دور میں کہ عالم کو دنیا کے لحاظ
سے حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مال کی کمائی اور دنیاوی تعیش کیلئے تو اور بھی کئی طریقے تھے تجارت کرتے زراعت اور مزدوری
کرتے فوج میں بھرتی ہوتے تو قوت اور دولت تو یقیناً حاصل ہو جاتی اب اگر نفس کے ساتھ مشورہ کرو اور اس سے رائے

تو نفس یہی جواب دے گا کہ :

دنیا کی زندگانی فانی ہے ، دین کی بقاء و اشاعت اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے چلانے کیلئے جو ہر چیز سے محبوب ہے اس کیلئے بھی ایک زمرہ اور جماعت چاہیئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے ۔

اب نفس سے کہہ دو کہ تم نے دین کا نمونہ اور علم دین کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اگر تم اس علم کی لاج نہ رکھو اس کے احکام کی برملا پابندی نہ کرو تو اسلام اور دین پہ بدنما داغ آئے گا عوام کا دعویٰ دین کے نمائندہ ہونے اور نیابتِ رسول کا نہیں ایک شخص نے عالم اور مولوی کا لباس اختیار کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہوں اس کے لائے ہوئے دین کا سیکھنے والا اور پھیلانے والا ہوں۔ اب اگر اس کی نمائندگی کرنے والے ایسے بھی ہوں جو سال بھر نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام نہ کریں ، داڑھی کترائیں منڈھائیں اور سنّت کی پیروی نہ کریں (حالانکہ علماء کا اجماع ہے کہ قبضہ سے کم داڑھی کا ٹنا تراشنا اور منڈھوانا ایک ہی حکم ہے اور ایک ہی طرح سنّتِ رسولؐ کی مخالفت ہے ۔ گویا بالاجماع فاسق ہے جس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ۔)

عالم کے متعدی اثرات اب اگر کوئی اسلام کا نمائندہ دارالعلوم یا اور کسی دینی مدرسہ کا طالب العلم بن کر اس نسق کے بورڈ کو لگا کر بازار میں پھرتا ہے اور ایسی حرکات کر رہا ہے جو اسلام کے خلاف ہیں تو وہ تمام طبقہ علماء مدرسہ اور دارالعلوم ، اپنے اساتذہ اور دین کو بدنام کر رہا ہے ۔ اور جب اس علم کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا تو کس نے اسے مجبور کیا ہے کہ اس نے اس راستہ کو منتخب کیا اوروں کی غلطی تو ایک لازمی نقصان ہے ۔ مگر ایک مقتدا اور پیشوا کی غلطی سے متعدی نقصان ہوا اوروں کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے ۔ اس وجہ سے تو علماء نے لکھا کہ شیخ کا ریا بھی اور لوگوں کی عبادت سے افضل ہے ہمارے اخلاق اور عادات کا اثر لامحالہ عوام پہ ہوتا ہے ۔ اگر اچھے ہوں تو باعثِ تقویتِ دین ورنہ باعث بدنامی دین ہوں گے ۔

عالم کی قدر و منزلت کا غیبی نظم فتنوں کے اس دور میں بھی یہ لوگ جو ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اسی دین کے نام کی وجہ سے کہ ہم نے اس دین کی حفاظت و اشاعت کا دعویٰ کیا ہے جو خدا تعالیٰ نے حضور نبی کریمؐ پہ اتارا ہے ۔ فتنوں کا زور ہے پھر بھی دیکھو ایک عالم کی عزت ایک وزیر سے زیادہ ہے ۔ عزت موٹر اور بنگلے اور نوکروں سے عبارت نہیں ایک وزیر ہزاروں روپے کی تنخواہیں دیکر نوکر اور خدام رکھے گا ، پھر بھی ان کی وفاداری اور ہمدردی صرف ظاہری ہوگی ۔ لیکن ایک عالم کے ہزاروں وفادار ہیں ، لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی قدر و قعت موجود ہے ۔ گو پہلے سے کم ہے مگر پھر بھی جو کچھ ہے علم کی وجہ سے ہے حکومت کو بھی اس کا احساس ہے کہ عالم کی آواز میں جو اثر ہے اس کا دبانا آسان کام نہیں اس طبقہ کی ایک آواز سے حکومت بے چین اور پریشان ہو جاتی ہے ۔

مثال کے طور پر یہاں دارالعلوم حقانیہ میں دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے انتظام کرا دیا کہ آپ لوگوں کے کھانے پینے اور پڑھنے کا انتظام خود کرا دیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس طرف توجہ کا خیال ڈال دیا کہ یہاں بیٹھے تنخواہ ملتی ہے۔ روٹی ملتی ہے، گوشت سالن ملتا ہے، یہ ہماری نہیں علم کی قدر ہے، ورنہ بے کار بیٹھنے پر اپنے بھائی اپنے لڑکے کو کوئی دو چار دن روٹی نہیں دیتا عوام دن بھر مزدوری کر کے بمشکل پیٹ بھر سکتے ہیں۔ طلب علم کے لئے فراغت بالی، اور اطمینان بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری طاقتوں کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے اسباب میں سہولت اور فراوانی پیدا کر دی ہے۔

یہ محض اللہ کا فضل ہے اور انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ارشاد خداوندی کا مظاہرہ ہے کہ میں بلا اسباب دین کی حفاظت کرتا ہوں اور پھر اس ادارہ کے منتظمین بھی، مجھ جیسے بے سروسامان، کہ نہ عزت ہے نہ دولت ہے نہ طاقت ہے، اب جب عوام اس علم کی نمائندگی کے دعویداروں کو اس کے خلاف کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اعتماد کو کتنا صدمہ ہوگا۔

علم سراسر ادب آج حالت یہ ہے کہ جو طالب العلم مساجد میں رہتے ہیں وہاں ایسا اثر چھوڑ جاتے ہیں کہ اگلے سال پھر وہاں طلبہ کا قیام مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نہ نماز کے وقت جماعت کا خیال رہتا ہے، عوام آکر جماعت پڑھتے ہیں اور طلبہ حجروں میں گپیں لگاتے ہیں ــــ حضرت عمرؓ نے مسجد میں دو افراد کو دیکھا کہ ستون کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ انکی باتیں بھی علم ہی کی ہوں گی مگر انہوں نے ڈانٹا اور فرمایا کہ مسجد نمازیوں کیلئے ہے، اٹھ جاؤ۔ مسجد کے صحن میں چارپائی اور بستر ے ڈالے ہوئے ہیں۔ اذان کا وقت ہے مگر اذان دینے میں عار محسوس ہوتی ہے، حالانکہ یہ حضرت بلالؓ کا منصب ہے، موذنین کے لئے حضورؐ نے کتنی دعائیں دی ہیں اور کتنی منقبت بیان کی ہے۔ مساجد کا احترام نہیں اس کے آداب کی رعایت نہیں تو کیا عوام کا اعتماد نہ اٹھے گا۔ علم سراسر ادب ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے مسجد کا ادب ضروری ہے۔ اس کے ساتھ دوسری چیز احترام شیخ اور استاد کا ادب ہے۔ اور پھر کتاب کا ادب۔ ان تین چیزوں کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ مساجد کا ادب، استاد کا ادب، کتاب کا ادب۔ سلف میں ایسے بزرگ بھی گذرے کہ انہوں نے بلا وضو کسی کاغذ کو چھوا تک نہیں۔

برکات ادب ایک گنوار گرد قبیلے کے دیہاتی نے صرف ایک کاغذ جس پہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا۔ گندگی سے اٹھایا اس کو صاف و پاک کر کے باادب واحترام رکھا اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک عالم بنا دیا۔ صبح اٹھے تو عالم تھے۔ لوگوں کو کہنے لگے ؛ امسیت کردیاً واصبحت عربیاً۔ شام کو میں ایک کردی تھا اور صبح ایک عربی دان عالم بنا۔ اسی طرح یک جاہل راستہ میں جا رہا تھا، کتاب ساتھ تھی اچانک بارش شروع ہوئی تو کتاب کو دامن کے نیچے کر لیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند آئی تو وہ عالم بنے اور جب کتاب دیکھتے تو باوضو ہو کر ــــ تو علم وحفظ کیلئے تعلق مع اللہ کے ساتھ ساتھ اساتذہ اور شیخ کی خوشنودی حاصل کرنا بھی ضروری ہے کہ انکی دعائیں موجب ترقی وزیادتی ہوں۔

العِلمُ وَ العُلماء

علم وعمل اور علماء کی ذمہ داریاں

دارالعلوم کے تعلیمی سال کے آغاز اور اختتام میں ختم بخاری شریف کے مواقع پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ طلبا اور علماء سے فضیلت علم اور حصول علم کی راہ کی نزاکتوں اور اہل علم کی ذمہ داریوں پر بصیرت افروز خطاب فرمایا کرتے تھے پیش نظر خطاب میں بخاری شریف کے اختتام پر فارغ ہونے والے طلبا کو خطاب کیا گیا ہے۔

نئی زندگی اور نئی ذمہ داریاں | خوشی اور سرور کا موقع ہے کہ آپ بخاری شریف اور دورہ حدیث کے پڑھنے سے فارغ ہوئے آج بظاہر آپ علوم دینیہ کی تعلیم سے فارغ ہو چکے مگر درحقیقت آپ کی تعلیمی زندگی اور ذمہ داریوں کا آغاز آج ہی سے ہوتا ہے اب آئندہ آپ لوگوں کو درس و تدریس مطالعہ و تحقیق کا سلسلہ باالالتزام باقاعدہ اور محنت سے جاری رکھنا ہوگا۔ اس کے لئے محنت اور مشقت حوصلہ اور استقلال سے کام لینا ہوگا۔ حضرت امام بخاریؒ نے باوجود اتنے تبحر علمی، ذہانت و فطانت عظمت و مہارت کے بخاری شریف سولہ سال کے عرصہ میں تصنیف فرمائی۔ آپ نے جو علم حاصل کیا اب اس پر عمل کرنا اور کرانا ضروری ہے۔ آج کے بعد قوم کی رہنمائی و ہدایت جیسا عظیم کام تمہارے ذمہ سپرد ہو چکا ہے۔ اب آپ کا اصل کام ہے اسے اوروں تک پہنچانا جس کے لئے یہ ساری کوشش کی جاتی ہے۔ دین کی نشر و اشاعت کے لئے آپ کو گوناگوں تکالیف برداشت کرنے پڑیں گے۔ الحاد و دہریت کے اس طوفانی دور میں تمہاری ذمہ داریاں بہت نازک ہیں۔ اور تمہیں تمام مصائب پر صبر کرنا ہوگا۔ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ واصبر علیٰ ما اصابک (الآیۃ) کہ بڑے بڑے مصائب اور تکالیف برداشت کرنے ہوں گے۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں ہمت مردانہ اور بڑی قربانی کی ضرورت ہوگی۔

ادائے امانت | اس علم کو امانت خداوندی سمجھ کر دوسروں تک پہنچائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رُبَّ مبلَّغٍ اوعیٰ من سامع بسا اوقات جس حدیث کو پہنچایا گیا وہ بنسبت سننے والے کے اس سے زیادہ فائدہ لے گا۔

زیادہ حدیث کا حفظ و فہم رکھنے والا ہوگا۔ اگر صحابہؓ دوسروں کو نہ پہنچاتے تو آج حدیث کا یہ ذخیرہ کہاں موجود ہوتا۔ اور احادیث سے ہزارہا مسائل کا استنباط کس طرح ہوتا۔ چنانچہ مبلغین حدیث میں تابعین تبع تابعین اور ائمہ کرام وغیرہ نے احادیث سے کتنے باریک مسائل مواعظ و حکم کا استنباط کیا جن کو صحابہ سامعین کی رسائی نہ ہوئی تھی۔

پہلے پریس اور طباعت کا انتظام نہ تھا۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام احادیث کے لکھے ہوئے ٹکڑوں کو دل و جان اور مال و عزت سے زیادہ عزیز سمجھتے اور اپنے مکتوبات اور احادیث کے ذخیروں کو انمول خزانوں کی طرح اس کی حفاظت کرتے۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے۔ جب تک اس امانت کو اوروں تک نہ پہنچا دیتے تب تک پریشان رہتے۔ اپنے اخص ترین خدام پر اس بارہ میں اعتماد نہ کرتے کہ کہیں ان احادیث میں کوئی تغیر و تبدل اور ترمیم نہ کر دے۔ اب آپ لوگوں کے ذمہ اس کا پہنچانا ہے۔ آج سے آپ اس امانت کے بارہ میں یہ عہد کر لیں کہ جو بھی ہو اس امانت کو پہنچا کے رہیں گے۔ تکلیف اور بے عزتی ہونے کے خوف سے قرآن و سنت کی اشاعت کو نہیں چھوڑیں گے۔ چاہے گاؤں میں یا شہر میں، سکول میں یا کالج میں، بڑا مجمع ہو یا دو چار آدمی۔ ہمیں تو دین کی باتیں سنانی چاہئیں۔ لوگوں سے مال و عزت کی طمع نہ کیجئے۔ رزق کے متعلق فکر نہ کیجئے۔ دین کے متعلق فکر کرنا بہت ضروری ہے۔

اگر ہم تمام عمر زندگی کا ایک ایک لمحہ اس دین کی اشاعت میں لگا دیں تب بھی خداوند کریم کے اس عظیم احسان کا شکر ادا نہ کر سکیں گے جو اس نے ہم پر علم دین اور حدیث نبوی کے تعلیم و تعلّم کی صورت میں فرمایا۔ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا پھر ہم پر دین کی نعمت کی۔ پھر علم کی توفیق دی۔ جس کا درجہ بہ نسبت عمل کے اونچا ہے پھر علوم کے مختلف انواع و اقسام ہیں۔ بعض دینی علوم ہیں اور بعض دنیاوی۔

علماء محدثین کو بشارت | سب سے افضل ترین علم قرآن و حدیث کا علم ہے علم حدیث جو قرآن کی شرح ہے اس کے بارہ میں اور محدثین کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

نضر اللّٰہ امرءًا (فی الدنیا والاخرۃ والحیاۃ والقبر و بعد الممات) سمع مقالتی فوعاھا وحفظھا ثم اداھا کما سمعھا (اوکما قال علیہ السلام)

کہ جس نے میرا ایک حدیث اور قول سنا اور اس کو یاد رکھا۔ اس کی حفاظت کی۔ اور پھر اس کو اوروں تک پہنچایا۔ خداوند تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے دنیا و آخرت میں زندگی اور موت ہر حالت میں۔

اس کی زندگی اچھی رہے گی اور اس کا دل تر و تازہ اور سرشار ہوگا۔ اور یہ ذاتی تجربہ ہے۔ محدثین اور حاملین حدیث کی زندگی اطمینان اور سکون میں ڈوبی ہوئی زندگی ہوتی ہے۔ اہل اللہ اور علماء نے حلفیہ لکھا ہے کہ حدیث کے طالب علم کے چہرے سے شعاع نکلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اس گئے گذرے دور میں بھی ایک بڑے حاکم، فلسفی، انجینئر کی اتنی قدر و منزلت نہیں کی جاتی جتنی کہ ایک محدث اور طالب حدیث و خادم حدیث کی ہوتی ہے۔

احادیث دل کی روشنی اور جلاء یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور احادیث کی برکتیں ہیں۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے سننے کی توفیق دی جو اتنا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اگر ساری زندگی اس کے بدلے سجدہ ریزی میں بسر ہو تب بھی اس کا شکریہ ادا نہ ہو سکے گا۔

ہمیں اپنے دلوں کو روشن رکھنے کے لئے بھی ان احادیث سے رابطہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے اندر نقائص اور عیوب موجود ہیں۔ ہمارے جسم میں بداخلاقیوں اور برائیوں کے جراثیم دوڑتے رہتے ہیں۔ اور جب کمرہ میں روشنی نہ ہو تو کیڑے مکوڑے رینگتے رہتے ہیں، اور جب روشنی ہو جائے تو حشرات الارض نہیں نکلتے۔ تو جسم اور نفس کے بچاؤ کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم ان مہلک بیماریوں سے نجات حاصل کر لیں۔ ہم اپنے عیوب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور مرض کو بدن سے نکالنے کی تدابیر نہیں کرتے۔ اور اگر ایک ایک مہلک جرثومہ نکالنا بھی چاہیں تو اس سے علاج نہیں ہو سکتا یہ ایک نہیں کہ ختم ہو جائیں۔ اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ ہم اپنے دل کے کمرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور سنت کے چراغ سے روشن کر دیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ ہم ان کی حدیث سے ربط و تعلق قائم رکھیں اس کی صحیح اشاعت کرتے رہیں ہم نے جو امانت حاصل کیا ہے اس کی قدر کریں اور جو امور اس امانت کے تقاضوں کے خلاف ہوں اس سے اجتناب کرتے رہیں حضرت امام شافعیؒ نے اپنے شیخ امام وکیعؒ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے ترک معاصی اور اجتناب منکرات کی تاکید کی ؎

شکوت الی وکیعؒ سوء حفظی — فاوصانی الی ترک المعاصی

اپنے آپ کو کبھی عالم نہ سمجھیں اور نہ حصول علم میں عار و شرم محسوس کریں۔ امام مالکؒ سے ۴۸ مسائل کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے چھتیس کے بارہ میں لا ادری (میں نہیں جانتا) کہہ کر معذرت ظاہر کر دی۔ طلب علم کی منتہیٰ ایک عالم نے یہ بیان کی ہے:

ما دامت الحیاۃ تحسن بہ — یعنی جب تک زندگی رہے

فضلاء دنیوی مشاغل کے پیچھے نہ لگیں پہلے اساتذہ خود طلبہ کے پیچھے پڑ جاتے پھرتے علم کی پڑھنے پڑھانے کا ولولہ ہوتا اب ہمارے قابل ترین فضلاء فارغ ہو کر رزق و معاشی فراخی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ ٹیوشنوں کی تلاش ہوتی ہے اور جب جلد طلبہ نہ ملیں تو مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگریاں لے کر ملازمتوں میں لگ جاتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کی تمام قابلیت ضائع ہو جاتی ہے پڑھانے کے لئے وقت مانگتے ہیں مشقت اٹھا نہیں سکتے۔ پہاڑی علاقوں کے طلبا مشقتیں اٹھا اٹھا کر بڑے زیرک، ذہین، متبحر عالم و مدرس بن جاتے ہیں اور ہمارے ہاں تحریری افضلاء کے لوگ اپنی قابلیت ضائع کر دیتے ہیں۔

علم کی پختگی تدریس سے دیوبند میں ہمارے ایک مشفق مرحوم استاذ بڑے بزرگ تھے۔ اپنے لڑکے کو ہر کتاب تین تین سال پڑھاتے۔ میزان صرف سے کر آخر تک جب ہدایہ تین دفعہ پڑھی۔ اگلے سال پھر کسی نے خواہش ظاہر کی کہ اب اسے

کتاب تبدیل کروادو۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ ابھی اس نے پوری نہیں سیکھی ہے وفات کے وقت مجھے وصیت فرمائی کہ اس کا خیال رکھو اور اسی طریقہ سے انہیں چلائے رکھو۔ اب تو فارغ ہوکر دوسرے سال بخاری شریف اور صدرا شمس بازغہ سے کم پڑھانے پر راضی نہیں ہوتے۔ حالاں کہ علم کی بنیاد خلاصہ میزان سے پختہ ہوتی ہے یہی نتیجہ ہے کہ آج کل میزان وصرف میر کے پایہ کا کوئی کتاب بھی نہیں لکھا جا سکتا۔

ہندوستانی علماء میں بھی پڑھانے اور محنت کا بڑا اہتمام ہوتا ہے بلکہ اکثر پڑھنے کے ساتھ ساتھ اوروں کو بھی پہنچاتے ہیں۔ ہمارے حضرت مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھا کرتا تھا اور گھر جاکر والدہ صاحبہ اور جدہ محترمہ یعنی حضرت نانوتوی قدس سرہ کی اہلیہ کو سنایا کرتا۔ ہمارے اساتذہ میں سے جناب چکیسر صاحب حق تھے۔ ہم موضع امازو گڑھی (ضلع مردان) میں ان سے مُلا حسن پڑھتے تھے ہمارے استاذ بھی اس جگہ مسافر تھے اور بڑے تکالیف برداشت کرتے تھے میں نے ایک دفعہ ان سے اس بارہ میں پوچھا انہوں نے فرمایا کہ سردی کے موسم میں ہمارے ہاں پہاڑی علاقوں میں طلبہ ٹھہرتے نہیں اس لئے اساتذہ خود طلبہ کو پڑھانے کے لئے سفر اختیار کرکے یہ مشقتیں اٹھاتے ہیں اور علم کی قدر تب ہے کہ پڑھانے میں مہارت ہو جائے۔

<u>علم کے لئے سفر</u> | ہمارے اسلاف نے فراغت کے بعد بھی ایک ایک مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی۔ جزئی جزئی مسئلہ کے لئے سفر اختیار کئے۔ یہی احادیث جو آپ نے پڑھے صحابہ کرامؓ نے ایک ایک حدیث کے لئے دور دراز سفر کئے۔ حضرت جابرؓ ایک اولوالعزم صحابی اور حضرت انسؓ کے پایہ کے بزرگ ہیں آٹھ سال تک حضورؐ کے خدمت میں حاضر باش خادم رہے۔ ہزاروں کی تعداد میں احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنی ہوں گی اور سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا ہوگا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضورؐ کا ایک حدیث حضرت جابرؓ نے کسی سے سنا کہ قیامت کے دن زمین بالکل ایک ہی سطح اور ہموار ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اعلان فرمادیں گے کہ ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور مظالم کا عوض لے لے۔ الحدیث الی آخرہ۔ حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا کہ دمشق (شام) میں حضرت عبداللہ بن انیس علاماتِ قیامت کے ذیل میں یہ حدیث سناتے ہیں۔ اس کبرسنی اور ضعف میں اونٹنی لی اور دمشق روانہ ہوئے اور اتنا طویل سفر اختیار کیا صرف علم اور ایک ہی حدیث کے لئے پھر اونٹنی کا تکلیف وہ سفر راستہ کی خرابی کی وجہ۔ جب کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے بسوں میں ہمارا دل گھبرا جاتا اور سوچتے کہ وہ بھی مسلمان تھے جنہوں نے اسلام کی خاطر یہ دشوار گذار راستے اونٹنیوں پر طے کئے۔ حضرت جابرؓ جیسے اولوالعزم صحابی اور اتنا لمبا سفر صرف اس لئے کہ ایک حدیث بالمشافہ سُن لیں اور یہ شغف اور شوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل مصاحبت اور استفادہ کے باوجود حالانکہ عبداللہ بن انیس کا درجہ آپ سے بہت کم ہے۔

<u>ہر بڑے چھوٹے سے تحصیل علم</u> | حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے بارہ میں فرماتے کہ :۔

ان لہٗ لساناً و بلغۃً ۔ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ کس طرح اتنے بڑے عالم بنے فرمایا کہ میں نے ہر شخص سے پڑھنے اور سیکھنے کی کوشش کی بڑے اور چھوٹے کا امتیاز نہیں کیا خواہ بلال حبشی ہوں یا صدیق و فاروق یا صہیب رومی ۔ عالم دون عالم کو نہیں دیکھ بس علم کے حصوں کی کوشش کرتا رہا حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے تین مسائل اور وہ بھی تکوینیات کے سیکھنے کے لئے بر و بحر کا سفر اختیار کیا ۔ علم غیر ضروری کے لئے اتنی مشقت اٹھائی ۔ ہمارے اکابر میں ایسے حضرات گذرے ہیں جن کے لاکھوں کی تعداد میں مریدین و معتقدین موجود تھے مگر علم کے بارہ میں کسی تکلف سے کام نہ لیا اور بلا جھجک اپنے علم کے بڑھانے میں لگے رہے ۔

علم کی بھوک | دیوبند کے مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب مرحوم کو آیۃ کریمہ

وان لیس للانسان الا ما سعٰی ۔ اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے کوشش کی ۔ اور اس حدیث کے مضمون میں تعارض محسوس ہوا جس میں فرمایا گیا ہے کہ اموات کو اولاد صالح کے اعمال صالحہ اور خیرات و صدقات کا فیض پہنچتا رہتا ہے چارپائی میں لیٹے لیٹے اس مسئلہ کے بارہ میں پریشانی محسوس کی ۔ اور خیال ہوا کہ اگر اس رات موت واقع ہوئی تو ایک آیت کریمہ کے بارہ میں شبہ محسوس کرتے ہوئے مرجاؤں گا ۔ راتوں رات گنگوہ کے دور دراز سفر کا عزم کیا ۔ رات بھر پیادہ چلتے رہے دشوار گذار اور خطرناک جنگل طے کئے صبح سویرے گنگوہ پہنچے حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے ۔ مولانا نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ۔ حاضر ہوئے ۔ حضرت کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ عزیز الرحمان ہیں اور اس مقصد سے حاضر ہوئے ہیں ۔ کہ اس اشکال کو رفع فرمایا جائے ۔ حضرت گنگوہیؒ عظیم شخصیت تھے اللہ تعالیٰ نے تبحر اور تفقہ کی دولت عطا فرمائی تھی ۔ مختصر جواب دے کر اشکال رفع فرمایا کہ آیت میں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے ۔ پھر اشکال نہیں رہا اور اسی وقت دیوبند روانہ ہوئے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے :۔

منہومان لا یشبعان طالب الدین و طالب الدنیا

علم و دین کا طالب العلم کبھی علم اور دین سے سیر نہیں ہوتا ۔ ہمیشہ اسے طلب اور بھوک رہتی ہے ۔

دیوبند میں ہمارے ایک نہ کی عالم و فاضل استاد تھے تدریس کے دوران اگر طالب العلم کا شبہ زائل نہ ہوتا اور خود ان کو اطمینان نہ ہوتا تو اٹھ کر حضرت شاہ صاحب مرحوم یا کسی دوسرے بلند پایہ مدرس کی خدمت میں جا کر ان سے پوچھ لیتے اور واپس ہو کر طلبہ سے کہتے کہ فلاں مولانا سے پوچھ کر آیا ہوں انہوں نے یوں فرمایا ۔ یہ شان تھی کہ طلب علم میں نہ پوچھنے سے عار ہے نہ شرم محسوس ہوتی ہے ۔

رفع علم و اشاعت جہل | علامات قیامت میں سے ایک رفع علم اور ظہور و اشاعت جہل بھی ہے بظاہر اس کا سبب یہی ہے کہ علما مر جائیں گے اور آئندہ نسلوں میں علماء پیدا نہ ہوں گے ۔ طالب العلم پڑھے گا اور علم پڑھائے گا نہیں اس لئے آنے والی نسل جاہل بن جائے گی ۔ رفع علم کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ علماء کے سینوں سے علم لے لیا جائے

جاہل بن جائیں۔ اگرچہ بظاہر کثرت سے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اس صورت کو قدرت ہونے کے باوجود نہیں متحقق کرنے
حضرت ابوذر رضؓ فرماتے ہیں کہ اگر تلوار سر پر لٹکی ہو اور ابھی گرنے والی ہو لیکن میں ایک مسئلہ سیکھ سکوں تو اس
موقعہ کو غنیمت سمجھوں گا۔ ہمارے حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے وفات کی رات بھر مطالعہ کو نہ چھوڑا۔ ڈاکٹروں
نے بہت منع کیا مگر فرماتے یہ ایک مستقل مرض ہے اس کا کیا علاج کروں؟ تو حرص اگرچہ ممنوع ہے لیکن علم اور
دین کے لئے اس کا ہونا پسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ یہاں اسباب و مسبّبات کا سلسلہ ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر
تعلیم و تعلّم کے سب کو عالم بنا دے مگر یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے انّما العلم بالتعلّم۔ علم تعلیم ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا
ہے۔ پہلی صورت کا تحقق عام ہے۔ اشاعت جہل اور علم کے اٹھ جانے کا نمونہ آج ہمارے سامنے ہے اساتذہ پڑھاتے
نہیں طلبہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے۔ دنیا کا میلان دوسرے طرف ہے اس لئے علم کی وقعت کہاں رہے گی تمہاری کوشش
ہونی چاہئے کہ قیامت کے آنے کے اسباب دفع کئے جائیں۔ نہ کہ اسے اپنی طرف کھینچا جائے۔ تقدیر کا معاملہ تو الگ
چیز ہے مگر تقدیر کے باوجود اللہ نے اسباب پیدا کئے ہیں اور تقادیر اسباب سے معلق ہیں۔ تو بظاہر علم موجب تاخیر ساعۃ
اور جہل موجب جذب ساعۃ ہے۔ والعلم یشاعُ بالتعلیم والتبلیغ فی الخواص والعوام (بخاری)

ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

علماء کرام اللہ تعالیٰ کے عبید اور ملازم ہیں ان کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام اوروں تک پہنچانا ہے کوئی سنے یا نہ سنے مانے
یا نہ مانے۔ کوئی اس کی عزت کرے یا نہ کرے ہمیں اجر اللہ سے مانگنی ہے عوام سے نہیں۔ عوام کے ہم محتاج نہیں ہیں کہ ہماری
عزت کریں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے لئے تبلیغ کریں گے لوگوں کے لئے نہیں روٹی دیں یا نہ دیں گالی دیں یا ہمیں ماریں۔ دنیا کا معمولی
عہدہ دار۔ تھانیدار وغیرہ اپنے حاکم کے احکام پہنچانے کے لئے کسی کی گالی گلوچ ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے۔ وہ دنیاوی
حکام کے ملازم ہیں اگر لوگ بکتے رہیں مگر انہیں اپنا کام کرنا ہوتا ہے۔ پھر علماء تو احکم الحاکمین کے نائب اور غلام ہیں۔ اس نے
تمہیں حکم دیا کہ میرے احکام پہنچاتے رہو اب لوگ آپ سے درخواست کریں یا نہ کریں۔ اگر مال و دولت نہیں تو کوئی پرواہ
نہیں ساتھی نہیں تو کوئی فکر نہیں جس طرح تمام عالم کا نظام خدا کے ہاتھ میں ہے اسی طرح دین کا نظام بھی اسی کے
قبضہ میں ہے۔ اگر چاہے تو سب کے دلوں کو دین کی طرف پھیر دے مگر یہ اس کی حکمتوں کے خلاف ہے۔

رسول اللہؐ کی جو محبت و شفقت اپنی امت اور بحیثیت مطلق اُمّۃ دعوۃ کے ساتھ ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا
حضورِ اقدسؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میری امت کی مثال ایسی ہے کہ اندھیری رات میں آگ کا ایک الاؤ
جل رہا ہو۔ اور آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ روشن ہوا اور دنیا کے کونہ کونہ سے پروانے آ آ کر اس آگ سے خود کو
جلا کر راکھ کر رہے ہوں۔ چاروں طرف سے اس میں کود رہے ہوں اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے اس حال میں
میں ایک ایک کو کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں اور پکار رہا ہوں کہ سامنے آگ ہے اس سے

بچو جتنا بھی کوشش کرتا ہوں مگر بعض پروانے جل ہی جاتے ہیں۔ اتنی محبت تھی یہاں تک کہ بسا اوقات لوگوں کی اصلاح وہدایت کے غم سے کبھی سخت غمگین ہو جاتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لعلک باخعٌ نفسک علیٰ آثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا دوسرے جگہ اس طرح تسلی دی لست علیھم بمصیطر انما انت نذیر۔

ایک موقع پر حضور اقدسؐ کو ارشاد فرمایا

سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون ○ — اگر انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ان کے حق میں برابر ہے اگر تم انہیں ڈراؤ بھی مگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

لیکن تم اپنا تبلیغ جاری رکھو سواءٌ علیھم فرمایا سواءٌ علیک نہیں کہ تیرے حق میں نصیحت کرنا نہ کرنا برابر ہے بلکہ فرمایا کہ ان کے حق میں تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے مگر تم بیان کرتے جاؤ وعظ کرتے رہو تاکہ ان کے لئے اتمام حجت ہوتا رہے آج اگرچہ ہر طرف مایوسی پھیلی ہوئی ہے کہ دین کے باتوں کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

حالات کی ناسازگاری ایسا وقت ہے کہ تبلیغ کرنے کے اثرات نہ دیکھ کر ایک عالم اور مبلّغ کو مایوس ہونا پڑتا ہے کہ بظاہر بالکل پورے زور شور سے ترقی کر رہا ہے اور تبلیغ کا کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ایسے حالت میں حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ہمت کمزور ہو جاتی ہے لیکن ہمارے سامنے حضور اقدسؐ کا نمونہ موجود ہے کہ خدا نے تمام دنیا کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا وما ارسلنٰک الا کآفۃً للناس بشیرًا ونذیرًا اور ہم نے تجھے ساری بنی نوع انسانیت کے لئے بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ حضور اقدسؐ کے طرف سے ایک آواز نکلتی ہے تمام دنیا ہے مقابلہ میں باہر بھی خرابی ہی خرابی ہے اور اندر کی حالت بھی خراب ہے حالات ہر طرف سے ناساز ہیں۔ ادھر حضور اقدسؐ کی بے سروسامانی کا اندازہ بھی لگائیے کہ نہ دولت ہے نہ طاقت ہے۔ بچے پر اپنے باپ کا سایہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی موقع نہ دیا اور یتیم ہو گئے۔ کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ ان کے والد دولت مند اور طاقتور تھے۔ یا لوگوں کے ہمدرد تھے جس کی مدد سے حضور اقدسؐ نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ ظاہری اسباب کچھ بھی نہیں مگر اسلام کی تبلیغ شروع کی ایک ایک شخص کے گھر جا کر منت سماجت کی کہ پانی بھر دوں گا تم ہاتھ پاؤں دھو کر وضو کر لو۔ کپڑے دے دوں گا کہ پہن کر نماز پڑھ لو۔ تبلیغ ودعوت کے جتنے طریقے ممکن تھے سب آزمائے۔ خدمت کے طریقے منت سماجت کے طریقے سب آزمائے۔ کفار بھی سمجھے کہ اس طرح حضور اقدسؐ کامیابی سے ہمارے لوگوں کو ایک ایک کر کے اپنا ساتھی بنا رہے ہیں۔ تو مقابلہ کے لئے اٹھے کیونکہ اس طریقہ کی کامیابی ظاہر تھی۔ کن کن طریقوں سے مکہ کے چودہ سالہ زندگی میں دعوت و تبلیغ کا کام کیا؟ لوگوں کی مخالفت، گالی گلوچ، تو تو میں میں مگر اپنا کام نہیں چھوڑا۔ اصلاح کرتے رہے ایک طرف پتھر برس رہے ہیں دوسرے طرف سے پھولوں کا ہار بھی نہیں۔ ابو جہل تک کو بھی اس وقت بددعا کی جب کہ وہ

حضورؐ کے محبوب ترین عمل نماز میں خلل انداز ہوا۔ نماز حضورؐ کا طبعی تقاضا تھا اس میں آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اپنے رب کے ساتھ مناجات کے حالت میں جب اس نے شرارت کی تو اس کو بد دعا فرمائی۔ کہ جب بدن کا ایک پھوڑا اور ناسور علاج معالجہ سے بالکل ٹھیک نہ ہو سکے تو اس کو کاٹ دیتے ہیں تاکہ سارا بدن اس سے ضائع اور خراب نہ ہو جائے۔ ورنہ ابوجہل کے اس واقعہ کے علاوہ جتنی بھی مخالفت کی جاتی آپ دعا فرماتے کہ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون اے اللہ میری قوم ناسمجھ ہے ان کو ہدایت دیدے۔

حضورؐ نے بلا اجر خدمت کی | اور اس تمام جدوجہد اور قربانیوں کا ذرّہ بھر فائدہ اور اجر دُنیا میں حاصل نہ کیا۔ نیت رضائے خداوندی اور للّٰہ فی اللہ تھی۔ مخلص جاں نثار صحابہؓ کو بھی آپ نے یہی تعلیم دی کہ رضائے خدا مطلوب ہونی چاہیئے اپنے اور اپنے خاندان کو ذرّہ بھر نفع حاصل نہ کیا اپنے اولاد اور خاندان کو میراث سے بھی محروم کر دیا فرمایا

نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃً — ہم انبیاء کے جماعت میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے ساری امت پر۔

بوری کے ٹاٹ پر رات کو آرام فرماتے۔ کمرہ کی یہ حالت تھی کہ حسن بصری بعد از بلوغ ایک دفعہ اس کمرہ میں داخل ہوا تو سر جھکا کر داخل ہوئے تاکہ چھت کے ساتھ سر نہ لگے۔ دو دو ماہ تک فاقے کرتے رہے۔ گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہیں سلگی۔ مرض وفات میں گیہوں کی خواہش ہوئی تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی یہاں تک کہ جب وصال فرمایا تو

مات النبی ودرعنا مرھونۃ معیہودی — چند صاع جو کے عوض زرہ مبارک ایک یہودی کے ساتھ گروی تھی۔

یہ نہ کہ بیت المال میں کسی چیز کی کمی تھی سب کچھ موجود تھا لاکھوں روپے ایک ایک دن میں آتے۔ ۴ہزار بکریاں ۲ہزار اوقیہ ۲۴ہزار اونٹ ایک جنگ حنین میں آئے جس کے واحد متصرف آپ تھے لیکن اپنی زندگی جس طرح بسر فرمائی اس کا اجمالی ذکر آپ کے سامنے ہوا قناعت اور فقر کا یہ عالم۔

اختیاری فقر | خداوند قدوس نے آپ کے لئے پہاڑوں اور جبال کا سونا بننے کی پیش کش کی کہ اگر آپ چاہیں تو یہ پہاڑ آپ کے لئے سونا چاندی بن جائیں مگر آپ نے یہ چیز پسند نہ فرمائی غربت و فقر کو پسند فرمایا اپنے اولاد کے لئے دعا فرمائی کہ

اللّٰھم اجعل رزق آل محمدٍ قوتاً

خود دعا فرماتے کہ اے اللہ میری زندگی اور موت مسکینی کی حالت میں گذرے اور مجھے آخرت میں بھی مساکین کے زمرہ میں اٹھا دے اور دعا فرماتے کہ اللہ مجھے ایک دن کھانا دے تاکہ تیرا شکر ادا کرتا رہوں اور ایک دن بھوکا رکھ تاکہ تجھ سے سوال کرکے تجھے یاد کرتا رہوں اور آپ کی دعاؤں کا اثر ہے کہ اصلی سادات میں آج تک وہی توکل۔ للّٰہیت۔ غربت۔ اور سخاوت مال و دولت کی بے وقعتی پائی جاتی ہے ہمارے شیخ حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز کا سارا سرمایہ اُن کے

جیب اور بٹوے ہی میں رہتا تھا۔ سخاوت بے انتہا تھی ساری زندگی میں مکان تک نہ بنوایا نو سادات آمدنی کے باوجود فقیر رہتے ہیں۔ تو حضور اقدس کا منشا یہ تھا کہ اس ساری تبلیغ و جدوجہد کا کوئی دنیاوی ثمرہ اپنے اور اپنے اولاد کے لئے حاصل نہ کریں۔

تحمل و بردباری | اور پھر اس تمام تبلیغ کے دوران جس تحمل و بردباری کا ثبوت دیا اس کی نظیر بھی دنیا میں نہیں مل سکتی۔ اور رحم دلی اور حلم اور شان رحمت کے بنا پر کسی کو حتی الوسع اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا اس لئے کہ نبی کا مقتول یا نبی کا قاتل عذاب خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ جہاد کے سارے مواقع بلکہ ساری زندگی میں صرف ایک کافر ابی بن خلف کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جو بہت شریر اور سخت دشمن تھا۔ اور حضور اقدس کے قتل کرنے کا نذر اور حلف کر چکا تھا۔ حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اُبی کو آنے دیجئے کہ نذر پورا کر دے کب تک بھوکا پیاسا رہے گا۔ اُبی اپنے بُرے نیت پر آیا تو حضورؐ نے معمولی سا زخم اپنے نیزے کی انی سے اس کے گردن کے ساتھ لگایا جس سے وہ چیخنے اور چلانے لگا۔ اور اشد الناس عذاباً کا مستحق ہو کر مر گیا۔ پھر حضورؐ کے شجاعت کا یہ عالم کہ جہاد میں سارے لشکر سے آگے آگے اور بقول حضرت علیؓ اشجع الناس آپؐ ہی تھے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد و نیۃ خالصۃً ہدایۃ خلق اور رضائے خداوندی تھا اور ان واقعات سے حضورؐ کی حسنِ نیت واضح ہوتی ہے۔

حسن نیت کا ثمرہ | حضور اقدسؐ کی عمل اور قربانی نے مقبولیت اور بارآوری حاصل کی اور یہ حضورؐ کے عمل کے برکات و فوائد ہیں کہ سارے عالمین اس سے مستفید ہوئے وہ عمل دن بدن بارآور ہو رہا ہے۔ اسی کروڑ سے زیادہ مسلمان دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں آج ہم چودہ سو سال بعد بھی الحمدللہ پاکستان میں اسلام کا نام لے رہے ہیں ننانوے فی صدی اسلام حضور اقدسؐ کے نام لیوا ہیں۔ یہ چند تھوڑی لوگ جو انگریزیت کے وجہ سے نئے نئے الزامات اسلاف کے خلاف لگا رہے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں انگریزوں نے یہاں دو سو سال حکومت کر کے ایک تحریک چلائی مگر ان کے جانے کے ساتھ ہی وہ تحریک بھی زوال پذیر ہو رہا ہے۔ تو گویا ہر تحریک کا یہی انجام رہا۔ سوائے حضور اقدسؐ کے مساعی جمیلہ کے کہ دن بدن اس یتیم ابی طالب کی آواز پھیلتی جا رہی ہے جس نے آ کر بد عملی اور بد اخلاقی کی دنیا بدل ڈالی۔ ہر عمل کی مدار نیت پر ہے۔ اور جس ذات کے نیات اور عزائم کا یہ عالم ہو جو بیان ہوا اس میں کذب و افترا۔ اور خود غرضی کا شائبہ تک بھی نہیں آسکتا۔ پیغمبری کا مدار بھی نیت پر ہے اور بقدر نیت داد اور فیضان ہوتا ہے۔ اب آپ کا حسنِ نیت خاتم النیات ہے اس لئے نبوت بھی خاتم النبوۃ ہے۔ اور جو فیضان ہو وہ بھی خاتم الوحی اور افضل الوحی کے شکل میں موجود ہے۔ حسن نیت ایک ایسی دولت ہے کہ ایک غریب اور بے سر و سامان مولوی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد غربت میں رکھی اور اس کے عمل نے وہ مقبولیت حاصل کر لی کہ ہندوستان بھر میں اس کا فیض پھیل گیا۔

طلباء علوم نبوّت کے درجات اور فرائض

۲۵ رشوال ۱۳۹۷ھ دار العلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی پُر حکمت تقریر۔ ضبط قاضی عبدالحلیم کلاچوی

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔

محترم بزرگو! اس افتتاح کو اللہ تبارک وتعالیٰ تمام وابستگان دار العلوم اساتذہ عظام طلباء کرام اور تمام معاونین کے حق میں بابرکت بنا دے میں بوجہ بیماری کے تقریر کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ صرف خدا کی توفیق پر دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔

طلباء پر خدا کا احسان

آپ پر اللہ جل جلالہٗ کا بہت فضل اور کرم ہے، فرشتے سیاحین تمام ملک میں رحمت کی تقسیم کے لئے پھرتے ہیں جہاں طلباء اور علوم دینیہ کا درس ہو وہاں پر فرشتے آسمان تک قطار لگا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو رحمت ان طلباء پر آسمانوں سے برستی ہے ہم بھی اس کے میزاب اس کے طریق اور اس کے راستہ میں بیٹھ جائیں۔

حق و باطل کی جنگ

دنیا کا نظام ابتداء سے جو روانہ ہے مجموعہ اضداد ہے خیر اور شر حق اور باطل یہ دو نظام ہیں دو سلسلے ہیں دو زنجیریں ہیں جیسے ظلمت اور نور، رات سیاہ ہے دن منور ہے۔ ابتداء عالم سے اسی طرح تقسیم ہے۔ اسی طرح حق اور باطل کا ٹکراؤ حق اور باطل کی موجودگی ابتداء عالم سے ہے۔ یہ نظام اب بھی موجود ہے۔ حق کے مقابلہ میں باطل خیر کے مقابلہ میں شر۔

انسان دو قسم کے ہیں

انسانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک نے سلسلہ شر کو پکڑا ہوا ہے

سلسلۂ شر زنا، قتل بے دینی شرک ہے تو کوئی تو اس کی کڑی ہے، ہر شریر آدمی اپنی جگہ میں شر کی کڑی مضبوط رکھتا ہے اور ایک انسان وہ ہے کہ جس نے سلسلۂ خیر کو اپنایا ہوا ہے۔ سلسلۂ خیر کی کڑیاں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے اور بھی خیر کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ ہزارہا افراد خیر ہو سکتے ہیں۔

خیر کی افضل ترین کڑی

مگر خیر کے سلسلہ میں اور خیر کی تمام کڑیوں میں خیر کی بہترین کڑی تعلیم و تعلّم ہے۔ یہ تمام سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جہاد سے بھی افضل ہے۔ اس میں بحث ہے کہ جہاد افضل ہے یا علم امام ابو حنیفہؒ علم کو ترجیح دیتے ہیں۔ ترمذی میں اور حدیث کی دوسری کتب میں آپ پڑھیں گے خیرکم من تعلم القرآن وعلمہٗ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تخصیص نہیں کرتے۔ فرمایا خیرکم یعنی جو بھی ہو جہاں بھی جس وقت بھی ہو جس زمانہ میں بھی ہو وہ بہترین ہے کہ جس کا مشغلہ قرآن مجید کا تعلیم و تعلّم ہو قرآن مجید کا سیکھنا اور سکھانا ہو۔

علوم مدوّنہ کی تعلیم بھی قرآن کی خدمت ہے

تم جتنے بھی یہاں علوم حاصل کرتے ہو۔ سب قرآن کی تعلیم ہے۔ اور اس حدیث کے مصداق ہو۔ اس لئے کہ صرف ونحو وغیرہ بھی اس لئے تو پڑھا جاتا ہے۔ کہ قرآن مجید کا اعراب صحیح ہو۔ منطق بھی قرآن کی خدمت ہے کہ منطق میں صغریٰ کبریٰ طرز دلیل سیکھ لو اور فلسفہ بھی سیکھ لو کہ قرآن مجید کے خلاف فلاسفۂ یونان نے جو کچھ کہا ہے ان کی خرافات کی تردید بھی علمی منطقی اور فلسفی انداز سے کرو۔ غرض یہ ہے کہ ان سب علوم کا پڑھنا قرآن کی خدمت ہے۔ اور خیرکم من تعلم القرآن وعلمہٗ میں داخل ہے۔

حضور اقدس صلعم کی دعا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے نضر اللہ امرءًا سمع مقالتی فوعاھا واداھا کما سمعھا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام تر و تازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جس نے میرا مقالہ سنا اور یاد کر دیا۔ پھر یہ عام ہے کہ سینہ میں یاد کر دیا یا کتاب میں دونوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا شامل ہے۔ اس دعاء کا مصداق آپ کو اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ بنا دے۔ آمین۔

علماء کا مقام

بھائیو! خدا کا شکر کرو یہ دور تو فتنوں اور الحاد کا ہے۔ ہم طلباء کی معاشی زندگی متوسط عوام سے اچھی ہے۔ عوام صبح سے شام تک اور صبح سے صبح تک سر پٹ دوڑتے ہیں اور بمشکل روٹی کماتے ہیں۔ اور جو علم اور حدیث کے شائقین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تیار مطبخ دیا ہے۔ تیار روٹی اور سالن ملتا ہے۔ صرف یہ نہیں طلباء علماء محدث کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں ہے اور یہ تو طلباء علماء محدثین کا ظاہری مرتبہ ہے۔ اصل قدر و منزلت تو آخرت میں ہوگی۔

دیکھو امام بخاریؒ جس وقت وفات ہوئے ان کے قبر مبارک سے مشک و عنبر سے بھی بہترین خوشبو آنے لگی۔ لوگ مٹی سے جانے لگے۔ شام تک امام بخاریؒ کی قبر ایک گڑھا بن جاتی، چھ ماہ تک یہ کیفیت جاری رہی اس کے بعد امام بخاریؒ کے متعلقین نے یہ دعا کی کہ اس کرامت کو مخفی فرما دیا جائے۔

تو یہ کیا ہے۔ یہ نضّر اللہ امراً" والی دعا ہے جو مقبول ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن فرمایا یا اللہ میرے خلفاء پر رحم فرمادے صحابہؓ نے دریافت کیا آپ کے خلفاء کون ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خلفاء وہ لوگ ہیں جو حدیث پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں۔

حدیث شریف میں علماء کا مقام

بخاری شریف میں آپ پڑھیں گے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء یہ مقام طلباء اور علماء کا کتنا اونچا ہے۔ معمولی بات نہیں یہ وارث الانبیاء ہیں وراثت اس چیز میں چلتی ہے جو مخصوص ہو اس کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مخصوص چیز کیا ہے وہ وحی ہے متلو ہو یا غیر متلو جو قرآن میں اور کتب احادیث میں موجود ہے بہر حال بہت بڑا انعام ہے جو آپ کو ملا ہے۔

علماء کی ذمّہ داری

اب میں اتنا عرض کروں گا کہ فضیلت کے لحاظ سے تو مقام بہت اونچا ہے۔ اب صحیح طور پر آپ اس کے مصداق تب ہوں گے کہ تمام طرز و طریقہ نشست و برخاست کھانا پینا سونا جاگنا پیغمبر کی طرح ہو کیونکہ آپ وارث الانبیاء ہیں۔

اہل مکہ کی اصلاح

اہل مکہ کی حالت آپ کو معلوم ہے کہ کیا تھی مگر اصلاح اس طرح ہوئی کہ

فرمایا اصحابی کالنجوم آسمان کے ستارے ہوگئے تو جب آپ لوگ انبیاء کے وارث ہیں تو آپ
کا کام بھی لوگوں کی اصلاح کرنا ہوگا ______ نبی کے ورثاء کو ہر بات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا اتباع کرنا ہوگا جنگِ اُحد میں نبیؐ کے دانت مبارک شہید ہوئے تو آپ نے اصلاح یہ فرمائی
کہ بجائے غصہ ہونے کے فرمایا اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ہم کو تو کوئی گالی دے
ہم پتھر مارتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین اصلاح کا نتیجہ تھا کہ یہ جو شرک کے بڑے
ستون تھے جب اسلام میں داخل ہوئے تو اسلام کے عظیم راہنما بن گئے ایک لاکھ سے
زیادہ صحابہؓ کی مقدس جماعت پیدا ہوگئی اور تمام دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا۔ یہ کابل اور پاکستان
میرے خیال میں ابوداؤد شریف میں آجائے گا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح ہوا ہے۔

صحابہؓ کا مقام

صحابہؓ کا مقام بہت بلند ہے۔ مکہ کے کفار سردار جمع ہوگئے اور انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم آپ کی باتیں سننے کا ارادہ رکھتے
ہیں، لیکن یہ شرم کی بات ہے کہ یہ دُور دراز کے غریب لوگ یہ حبش کے رہنے والے یہ پھٹے
پرانے کپڑوں والے لوگ بھی ہوں اور ہم بھی ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر ہو اور ہمارے
لئے علیحدہ۔ یہ مطالبہ ہوا سرداران مکہ کا۔

اللہ کی نظر میں صحابہؓ کی بہت بڑی شان ہے جہاں صحابی کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے
تو وہاں اللہ نے ان کی توصیف کی ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا ۔۔۔ الخ دیکھو ذکر چھیڑا تو سارا رکوع تعریف میں لگا دیا صحابہؓ کی قربانیوں
کے پیش نظر اللہ نے فرمایا کہ سرداران قریش کے مطالبہ کو ٹھکرا دو اور واصبر نفسک مع
الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی جو لوگ صبح و شام اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ کی عبادت
کرتے ہیں۔ ان کی درسگاہ میں بیٹھ جاؤ بڑے لوگ ہیں اس درسگاہ میں ان کے ساتھ بیٹھنے
ہیں تو بیٹھ جائیں، نہیں بیٹھتے تو نہ بیٹھیں۔

امام بخاریؒ کی نظر میں علم کا مقام

امام بخاریؒ کا اللہ تعالیٰ درجہ بلند کردے، بخارا کا
امیر کہتا ہے میرے پاس تشریف لاؤ اور مجھے
حدیث پڑھاؤ، امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا علم لوگوں کے دروازوں پر نہیں جایا کرتا

لوگ علم کے دروازہ پر آتے ہیں، پھر کہا کہ میرا شہزادہ آپ کے پاس آئے گا مگر دوسرے طلباء کے علاوہ اس کو خصوصی وقت دو، آپ نے جواب میں فرمایا یہ رحمتِ خداوندی ہے اس میں تخصیص نہیں جب سبق شروع ہو جائے تو امیر وغریب تمام اس میں بلا امتیاز شریک ہو سکتے ہیں۔ آپ اور ہم کو بھی ان روایات کو باقی رکھنا ہو گا۔ تب وارث الانبیاء ہوں گے آقا کے طرز پر چلیں گے کیونکہ ہم تو غلام ہیں سنّت کی ایسی پیروی کرنی چاہیئے کہ دیکھنے والا تعجب میں پڑے۔

جنید بغدادیؒ کا شوقِ سُنّت

حضرت جنید بغدادیؒ مرض الوفات میں ہیں وضوء بھی شاگرد کرا رہا ہے خلال باقی رہ گیا۔ آپ کی انگلیاں کشادہ تھیں منضم نہ تھیں کہ خلال واجب ہو بلکہ خلال مستحب تھا لیکن فرمایا کہ میرا وضو دوبارہ کرا دو، شاگرد نے کہا کہ خلال تو مستحب ہے۔ فرمایا مستحب کے آداب کی وجہ سے تو اس مقام تک پہنچا ہوں اور اب اللہ سے ملنے والا ہوں۔ تو اگر اللہ پوچھے کہ مستحب کو آخر میں کیوں چھوڑا تو کیا جواب دوں گا۔

مسلمانی کا بیبل

ان لوگوں کا یہ حال تھا اور ہم تو بڑی سی بڑی چیز کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہر دکان پر ایک بورڈ ہوتا ہے، یہ داڑھی بورڈ ہے مسلمانی کا۔ تو مسلمان کی مسلمانی کی نشانی داڑھی ہے کتابوں میں ہے کہ داڑھی کا منڈانا یا قبضہ سے کم قینچی کرنا دونوں کا ایک حکم ہے دونوں فاسق ہیں ——— پھر طلباء کو تو خاص خیال رکھنا ہے۔ والدین نے آپ کو اپنی خدمت سے معاف کر دیا قوم قبیلہ چھڑا دیا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ دین کے محافظ ہیں۔ الحاد زندقہ وغیرہ علمی فتنوں کا مقابلہ کریں گے۔ پرویز کے متبعین کا مقابلہ کریں گے کہ حدیث حجت ہے اگر آپ خود اس کی مخالفت کریں تو پرویز کہے گا کہ خود تو مانتا نہیں اور میرے اوپر منواتا ہے۔

اتباعِ سنّت

اتباعِ سنّت صرف نماز روزہ میں نہیں ہے، تمام زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا ہو گا۔ دنیا آج امام بخاریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی عزت اس لئے کرتی ہے کہ وہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا تھے۔

دنیا حقیر چیز ہے اس کے لئے بھی محنت کرتے ہیں۔ تو اتباع سنّت کے لئے تو بہت ہی
کوشش کرنی ہوگی ورنہ دنیا کا تو یہ حال ہے کہ کل بھٹو کی قدر تھی کل کہتا تھا کہ میری طرح دوسرا
نہیں آج پابجولاں ہے۔

قارون کا انجام

دنیا تو قارون کی بہت زیادہ تھی، ابھی قاری صاحب نے تلاوت
فرمائی کہ انّہٗ لذو حظّ عظیم بڑی دولت تھی، لیکن نتیجہ یہ نکلا
کہ نخسفنا بہٖ وبدارہ الارض۔ زمین اس کو نگل گئی اور امام بخاریؒ نے اتباع سنّت کیا
تو چھ ماہ تک قبر سے خوشبو آتی رہی۔ یہ حضورؐ کی وہی دعاء ہے کہ نضّر اللہ امرأً جس
نے بھی دین کی خدمت کی ہے، اللہ نے ہمیشہ اسے آباد رکھا ہے۔

ادب و احترام شیخ

بھائیو! اس نعمتِ عظمیٰ کے حاصل کرنے کے لئے ادب بہت
ضروری ہے۔ کتابوں کا اساتذہ کا مدرسہ کے خدّام کا دل میں
ادب و احترام رہے، حصولِ علم و حصول فیض کے لئے ضروری ہے کہ یا تو استاد کے عاشق
بن جاؤ یا اُستاد کے معشوق بن جاؤ۔ یا تم کسی کو اپنے دل میں جگہ دے دو یا کسی کے دل
میں اپنی جگہ پیدا کر دو۔ اخلاص للّٰہیت ادب و احترام میں اگر کمی ہوگی تو پھر کامیابی مشکل ہے۔

مدرسہ کی حقیر خدمات

اس میں شک نہیں کہ اس دار العلوم کے ساتھ اور اسی طرح
دیگر مدارس کے ساتھ حکومت کی کوئی امداد نہیں ہے۔ یہ
خدا کے فضل اور عوام کے چندوں پر چلتے ہیں مدرسہ سے آپ کی جو حقیر خدمت ہو سکتی
ہے، اس میں کوتاہی نہ کی جائے گی آپ کو یہ خیال کرنا ہوگا کہ یہ آپ کا اپنا ہی گھر ہے اور گھر
میں انسان ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتا ہے، تو یہاں بھی آپ کو للّٰہیت اخلاص حوصلہ
سے کام لینا ہوگا۔ اور خدا نہ کرے اگر کوئی تکلیف آئے بھی تو خندہ پیشانی سے اسے قبول
کرنا ہوگا۔

طلباء کی کثرت

آپ دیکھتے ہیں طلباء کثیر تعداد میں ہیں، اب کمروں میں گنجائش نہیں
مساجد میں بھی جگہ نہیں اگر ممکن ہو اور مساجد میں کوئی گنجائش نکل
سکے تو مساجد کے ساتھی، یہ قربانی برداشت کریں اور ساتھیوں کو جگہ دیں انشاء اللہ گنجائش

بھی ہو جائے گی اور ویؤثرون علی انفسہم پر بھی عمل ہوگا، ایثار کا جذبہ بھی پیدا ہوگا۔ اور ایثار پھر طبیعت ثانیہ بن جائے گا۔ اور بعد میں پھر ایثار کرنے پر تکلیف بھی محسوس نہ ہوگی۔

طلباء کیساتھ عظیم شفقت

خدا کی قسم اگر میرے بس میں ہوتا، میری طاقت ہوتی اور گنجائش نکل سکتی تو میں ایک کم سن طالب علم کو بھی جواب نہ دیتا، لیکن کیا کیا جائے وسائل محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرما دے۔

وقت کا تقاضا

خط و کتابت اور تجوید و قرأت اس دور میں بہت ضروری ہے آپ کتب کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بھی قائم رکھیں ایک طالب علم کابل سے آیا تو والد نے یا کسی اور نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو تو کہا از قابل آمدم۔ اس نے کہا کہ آپ کا امتحان ہو گیا۔ آپ کا علم معلوم ہو گیا علم شمارا از ذات قابل شناختم۔ آپ جب گھر جائیں گے تو نماز پڑھانی ہوگی، تقریر بھی کرنی ہوگی، تو ان چیزوں کا خصوصیت سے خیال رکھا جائے۔ قاری صاحب مدرسہ میں آپ کی خدمت کے لئے موجود ہے، آپ ان سے استفادہ حاصل کریں۔

آخری نصیحت

بھائیو! ان چیزوں کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس بہت ضروری ہے۔ اخلاق ذمیمہ سے متنفر ہو جاؤ ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ تزکیہ ایک مستقل چیز ہے۔ قلب کے اوصاف ذمیمہ بدن کے افعال قبیحہ و ذمیمہ کو ختم کرنا یہ تزکیہ ہے قلب کی مثال برتن کی ہے اگر برتن میں گندگی ہو اور آپ اس میں شہد گھی بھی ڈالدیں تو پلید ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض طلباء معاذ اللہ دیوبند کے بھی قادیانی ہو گئے۔ ظرف جب پلید ہوتا ہے تو مظروف بھی پلید ہو جاتا ہے جسد، کبر، بڑائی یہ تمام دل سے نکال دو۔ آپس میں خلوص محبت اور ہمدردی کیساتھ رہو، جھگڑے جو ہوتے ہیں وہ زر، زن، زمین کے اشتراک کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ طلباء میں ان چیزوں کا اشتراک نہیں، پھر جھگڑے کا کیا معنی ہے، چاہیے کہ ہم ایک دوسرے پر اپنے آپ کو قربان کریں۔

نماز کا خیال رکھو

نماز کا پورا خیال رکھا جائے ہم پر بوجہ عدم استطاعت حج و زکوٰۃ نہیں ہے تو اسلام کا یہی ایک عمل ہے۔ اور وہ نماز ہے۔ اگر یہ بھی معاذ اللہ ختم ہو جائے یا اس میں سستی آجائے تو پھر کیا باقی رہ گیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

علمِ دین اور علمائے حق

وہ خطاب گرامی جو آپ نے جامعہ مدنیہ کیمبلپور کے افتتاحی اجلاس میں فرمایا جسے احقر نے ٹیپ ریکارڈ سے مرتب کیا۔ محمد ارشد الحسینی نائب مہتمم و مدیر الارشاد کیمبلپور

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔

میرے محترم بزرگو! میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے نیز اکابر علماء یہاں موجود ہیں خصوصاً میرے بزرگ محترم حضرت مولانا محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم اللہ ان کے علم میں عمر میں برکتیں رکھے۔ یہ ان کی ذرہ نوازی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا کی ہستی اس موجودہ دور کے علماء میں وہ ہستی ہے کہ دریا میں تیرتے ہوئے ان کے کپڑے پانی سے نہیں بھیگے اور یہ بڑی مشکل بات ہے۔ یہ چیزیں آپ حضرات نے دیکھی ہوں گی۔ ہمارے بہت سے رفقاء جو فاضل دیوبند بھی ہیں۔ فضلائے حقانیہ بھی جب وہ کالجوں میں سکولوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو وہاں کا رنگ لے لیتے ہیں نتیجہ ہمیشہ ارذل کے تابع ہوتا ہے منطقیوں کے ہاں مگر حضرت مولانا نے اپنی زندگی بھی انہیں کالجوں میں گزار کر ان کی اصلاح کی اور ان کا نقش نہیں لیا۔ بلکہ اپنا دینی نقش ان کے اوپر بٹھایا یہ ایک بڑی خصوصی شان ہے۔

ایمان اور معنوی زندگی کی حفاظت کا خدائی نظم

اور اس کے علاوہ بھی عرض کردوں۔ اللہ کا بڑا کرم اور بڑا احسان ہے کہ جس طریقے سے دریا اور سیلاب، پانی کہاں کابل کے پہاڑوں پر پانی برسا اور گلگت کے پہاڑوں پر پانی برسا تو وہاں سے پانی بہنے لگا تو چھچھ کے لوگ سندھ کے لوگ، پنجاب کے لوگ۔ کراچی تک لوگ سیراب ہو رہے ہیں۔ پانی آرہا ہے۔ دریائے کابل بہہ

رہا ہے۔ لوگ سیراب ہو رہے ہیں۔ خشک زمین سیراب ہو رہی ہے اور یہ بھی اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ ہمارے پاس تو خدا کی نعمتوں کی قدر نہیں ہے حقیقت ہے کہ اس پانی کی ہمارے پاس کوئی قدر نہیں جیسا کہ دین کی قدر آج ہمارے پاس نہیں ہے۔ پانی مدار حیات ہے۔ پانی کو اگر اللہ تعالیٰ صرف گلگت کے پہاڑوں پر برساتا اور ہمیں کہتا کہ لے جاؤ لوٹا وہاں سے لاؤ۔ اب اندازہ لگ سکتا کہ پانی کی کیا قدر و قیمت ہے۔ اس رب کریم نے اس پانی کو زمین کے اوپر بہانا شروع کر دیا اور زمین کے اندر رگیں پیدا کیں کہ وہ ہمارے لیے جذب کرے اور پھر ہم کنوؤں اور ٹیوب ویل کے ذریعے سے پانی کو حاصل کریں۔ تو زمین کے اوپر بھی بہہ رہا ہے۔ اور دس بیس گز زمین کے نیچے ہمارے پاؤں تلے بھی پانی بہہ رہا ہے۔ تا کہ ہمیں زندگی گزارنے میں کوئی دقت نہ ہو ہم پیاسے نہ رہ جائیں۔ جیسا کہ بارش کا صاف اور شفاف پانی ہے۔ اوپر سے آتا ہے اسی طریقہ سے دینی تعلیم بھی مدار حیات ہے۔ پانی بھی مدار حیات ہے۔ دین میں بھی کسی قسم کا غل اور غش نہیں ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ اور آج تک اعلان ہے وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا۔ کسی کو کوئی شبہ ہو تو آج بھی چیلنج ہے فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ تو حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ مہینے میں ایک اتوار کو ایبٹ آباد درس قرآن دیتے ہیں۔ اور وہ پانی دین کا فیض پہنچاتے ہیں۔ ایک اتوار کو واہ کینٹ میں اور ایک اتوار کو پشاور میں اور خدا معلوم کہ کہاں کہاں وہ درس دیا کرتے ہیں تو جیسے دریا کا پانی تشنوں کے پاس پہنچ رہا ہے۔

علماء کنواں نہیں دریا ہیں

آج کل ہم لوگ کہتے ہیں۔ کہ کنویں کے پاس پیاسے آتے ہیں۔ ہم مولویوں کے ہاں یہی مثال ہے۔ بھائی کنویں کے پاس لوگ جاتے ہیں۔ کنواں کسی کے پاس نہیں جاتا۔ یہ اچھی مثال نہیں ہے کنواں تو جماد ہے دیوار ہے۔ پتھر ہے۔ حیات اس میں نہیں ہے۔ حیوان بھی نہیں ہے۔ انسان تو گویا وہ تو جماد ہے۔ تم بھی جماد بننا چاہتے ہو؟ تم بھی دیوار بننا چاہتے ہو؟ کہتے ہو ہم کنواں ہیں۔ ہمارے پاس لوگ آئیں۔ ہم نہیں جاتے۔ نہیں دریا بنو۔ دریائے سندھ بنو۔ دریائے کابل بنو اور دنیا کو سیراب کر دو۔ اور یہ ہے۔ بڑی مشکل چیز۔ آسان کام نہیں ہے بڑی مشکل بہت مشکل۔

علم حقیقی انانیت کا نہیں تواضع کا ذریعہ

لیکن یہ ان کو نصیب ہوگا۔ جن
میں تواضع ہو۔ حقیقت ہے جن
میں انانیت آجائے۔ جن میں اس قسم کی خوداری آجائے۔ یہ خوداری نہیں تکبر ہے۔ امام بخاری
رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ علم اللہ کی صفت ہے، حیات ہے تو اللہ کے تمام صفات
عالی علو کے مقتضی ہیں۔ اللہ تو عالی ذات ہے۔ دیکھو! جہاں آگ موجود ہو تو گرمی بھی موجود ہوگی۔
جہاں برف ہو تو ٹھنڈک بھی ہوگی۔ تو جو چیز جہاں ہوگی تو اس کا تقاضا بھی ظاہر ہوگا۔ تو کہیں علم
آجائے۔ تو علم ہماری صفت نہیں ہے۔ خدا کی صفت ہے۔ اس کا پرتو پڑا۔ اس کی تجلی ہوئی
تو جو نادان ہوتا ہے۔ وہ تو سمجھتا نہیں وہ سمجھتا ہے۔ میں بڑا آدمی ہوں سا نانیت آجاتی ہے۔
تو ختم ہو جاتا ہے۔ ابلیس ختم ہوا یا نہیں؟ دیکھو ابلیس بہت بڑا عالم ہے۔ شیطان! جانتے ہو نا!
اور آپ کہیں گے کیا دلیل؟ تو سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ علماءً کو آج بھی گمراہ کرتا ہے یا نہیں
تو جو علماء کو گمراہ کرتا ہو۔ آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ وقت ہے نہیں کہ بیان کروں۔

امام رازیؒ اور شیخ نجم الدینؒ کا واقعہ

امام رازی بڑا متکلم، فلسفی اور
بڑا عالم گزرا ہے۔ آخری عمر
میں ان کے عجیب حالات ہو گئے تھے۔ ان کے زمانے میں شیخ نجم الدین کبریٰ ایک بہت بڑے
بزرگ، صوفی اور عالم تھے۔ اس نے یہ چاہا کہ اس سے بیعت کر دں۔ پرانے زمانے کی بیعت اور آج
کل کی بیعت میں بڑا فرق ہے۔ آج کل تو لوگ اس لیے بیعت ہوتے ہیں کہ کوئی تعویذ دے دو تاکہ
دکان چل جائے۔ اور مقدمہ جیت لیں نوکری مل جائے اور کوئی وظیفہ بتائیں کہ دس روپے مصلے
کے نیچے شیطان رکھا کرے۔ آج کل کی بیعت نہیں وہ تو اخلاق کی درستگی اور اپنے آپ کو مٹاتا اور
یہ بڑا مشکل کام ہے تو حضرت امام رازیؒ جب بیعت کے ارادے سے آئے تو جہاں مسجد میں ڈھیلے
رکھے تھے استنجا کے لیے تو وہ ملنگ بن کر وہاں بیٹھ گیا۔ اب ڈھیلوں کو اپنے چہرے کے ساتھ
ہموار کر رہا ہے تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ لوگ آتے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہوگا کوئی دیوانہ بیٹھا
سے ڈھیلے توڑ رہا ہے۔ پھر اس کو ہموار کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا ہوگا کوئی دیوانہ۔ دوسرے دن اسی
طریقہ سے گزرے۔ ایک عیسائی آیا شہر میں اس نے اعلان کیا کہ میرے ساتھ کوئی مولوی مناظرہ

کرے میرے اسلام کے اوپر چند اعتراضات ہیں۔ ان کا کوئی جواب دے۔ اب اس نے اعلان کر دیا شہر کے جس قدر علماء ہیں ان کے پاس جواب نہیں تھا نہیں لوگ اور علماء دوڑے شیخ نجم الدین کے پاس کہ حضرت معاملہ بڑا خراب ہے۔ عیسائی آئے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں کہ میرے ساتھ کوئی مناظرہ کرے اور یہ اعتراضات ہیں تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ بھئی! امام رازیؒ بہت بڑے فلسفی اور علم کلام کے بہت بڑے امام ہیں اس کا جواب تو وہی دے سکتے ہیں۔ کسی قاصد کو بھیجتا ہوں کہ وہ جائے اور ان سے جوابات لے کر آئے کہ شیخ نجم الدینؒ نے رقعہ لکھا امام رازی کے نام کہ اس طرح پادری آیا ہے۔ اور اعتراض کر رہا۔ امام رازیؒ تو وہاں بیٹھ کر سن رہا تھا۔ جب وہ قاصد شہر سے باہر نکلا تو یہ بھی اس کے پیچھے دوڑا اور اس سے پوچھا کہ بھئی کہاں جا رہے ہو؟ اس سے کہا ارے امام بیٹھ دیوانے تو کیا پوچھتا ہے؟ اس نے کہا بھئی اس میں کونسی ناراضگی کی بات ہے۔ مجھے بتا تو دو ذرا۔ خیر قصہ یہ کہ اس نے بتا دیا کہ اس طرح پادری آیا ہے۔ اس نے اعتراضات کیے ہیں۔ اور مجھے شیخ نے امام رازیؒ کے پاس بھیجا ہے۔ اب میں اس کے شہر کو جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے کاغذ دکھلاؤ۔ کاغذ لے کر اس کی پشت پر جوابات لکھ دیئے وہیں کھڑے کھڑے اور اس سے کہا یہ کاغذ شیخ کے پاس لے جاؤ۔ اگر انہیں جوابات پسند نہ آئے تو پھر امام رازی کے پاس لے جانا۔ اگر یہیں سے کام بن جائے تو بہتر نہیں ہے؟ وہ کاغذ لے گیا۔ شیخ نجم الدین کے پاس اسے جوابات دکھائے آپ نے فرمایا یہ جوابات کس نے لکھے ہیں؟ یہ شخص تو امام رازی کے بغیر اور کوئی ہو، نہیں سکتا کون ہے۔ یہ؟

امام مالکؒ کا خواب اور ابن سیرینؒ کی تعبیر

اور ایک بات کے ضمن میں دوسری بات یاد آئی ہے۔ وہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ جانتے ہیں نا؟ مدینہ منورہ کے بڑے امام ہیں وہ حج کے دنوں میں اس ڈر سے حج کو نہیں جاتے تھے (فرض حج تو ادا کیا ہوا تھا) نفل حج کے لیے اس لیے نہیں جاتے کہ انہیں خطرہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر نہ مر جاؤں اور مسئلہ یہ ہے کہ جہاں آدمی مر جائے وہیں اس کو دفن کر دیا جائے تو یہ عاشق رسولؐ کتنا ہے کہ اگر میں باہر مر گیا یا مکہ مکرمہ میں تو مجھ سے مدینہ منورہ رہ جائے گا۔ اب وہ بے چارہ تڑپ رہا ہے مکہ مکرمہ

کو حج کے لیے جی چاہتا ہے اور مدینہ منورہ سے نکل بھی نہیں سکتا۔ ڈر کی وجہ سے تو خواب دیکھا
اس نے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو عرض کیا حضور میں کتنا عرصہ زندہ
رہوں گا؟ آپ نے دل کی بات پوچھ رہے ہیں۔ کہ حضرت! میری زندگی کتنی ہے؟ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک کا اشارہ کیا خواب سے بیدار ہوئے۔ تو پتہ نہیں چلتا کہ یہ پانچ دن ہیں
یا پانچ گھنٹے زندہ رہے گا۔ یا پانچ برس تو امام مالکؒ متحیر ہوئے۔ جواب تو ملا۔ لیکن معلوم نہ ہوا کہ میری
زندگی کتنی ہے؟ اس نے اپنی باندی سے کہا کہ دیکھو ابن سیرینؒ ایک بہت بڑے عالم ہیں۔ تعبیر کے
بیلے ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ایک شخص نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا۔ میرا نام نہ لینا اور صرف تعبیر پوچھنا قاصد نے خواب پیش کیا۔
تو اس نے کہا کس نے خواب دیکھا؟ تو قاصد نے کہا حضور! میں نام نہیں بتا سکتا۔ آپ نے فرمایا
یہ بغیر امام مالکؒ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ یہ نہ پانچ منٹ ہیں
نہ پانچ گھنٹے نہ پانچ دن اور نہ پانچ مہینے ہیں۔ بلکہ تم نے خواب دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا تو حضور نے جواب فرمایا۔ فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهِ اس کا جواب
ان پانچ چیزوں میں ہے جو خدا کو معلوم ہیں۔ اور کسی کو معلوم نہیں۔ کیونکہ عالم الغیب تو اللہ ہے اور
زندگی کا بھی اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں۔ تو یہاں بھی شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا کہ یہ جواب تو بغیر امام
رازیؒ کے کوئی اور نہیں دے سکتا تو شیخ نے قاصد سے پوچھا کہ یہ جواب کس نے دیا ہے اس نے
کہا کہ جی! یہ جو دیوانہ بیٹھا ہے۔ ڈھیلے ہموار کر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا ہے اب شیخ نے امام
رازیؒ کو بلایا۔ پھر اندر کمرے میں لے گئے۔ پھر کہا تو امام رازیؒ ہے؟ اس نے کہا کہ جی میں امام
رازیؒ ہوں۔ فرمایا یہ تو کیا کر رہا ہے؟ عرض کیا حضرت! میں بیعت ہونے کے لیے آیا ہوں اور پہلے
اپنے نفس کا علاج کر رہا ہوں۔ میں دنیا میں مشہور ہو گیا ہوں کہ بڑا فلسفی ہے۔ بڑا عالم ہے بڑا متکلم
ہے۔ میں اپنے نفس کو توڑ رہا ہوں اور شیخ کے دروازے پر ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ پھر شیخ نے
پوچھا کہ کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا جی بیعت کرنے۔ فرمایا اچھا تو مراقبہ ہو جا۔ امام رازیؒ مراقب
ہوئے۔ مراقب ہونے کے بعد امام رازیؒ اچھل گئے۔ اچھلے۔ اچھلنے کے ساتھ شیخ نجم الدینؒ
نے پوچھا کیوں اچھلے ہو؟ اس نے کہا حضور! مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے سینے میں پہاڑ

گر رہے ہیں۔ پہاڑ میرے دل میں نکل رہے ہیں۔ فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ تمہارے دل میں جو بڑے بڑے پہاڑ منطق، فلسفہ اور علم کلام کے موجود ہیں اور نئی تعمیر تب ہوگی۔ جب پرانی کو ویران کرنا چاہیے نئی تعمیر کے لیے پرانی کو ویران کرنا ہوگا۔ امام رازیؒ نے عرض کیا۔ حضور! میں بوڑھا ہوگیا ہوں ان فنون میں منطق، ریاضی فلسفہ میں زندگی ختم کردی۔ اب میں کس طرح ان چیزوں کو چھوڑ دوں میرا تو جی نہیں چاہتا۔ شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے۔ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری دین کا محافظ بنا دیا ظاہری محافظ بھی تو دین کے ہونے چاہئیں۔ کوئی منطقی اور فلسفی بھی تو ہونے چاہئیں تو آپ دہریوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ فرمایا اور پھر امام رازیؒ کو رخصت کر دیا۔ دیکھو دیہ شیطان پر بات بھی ہوگئی۔

استدلال سے نہیں وجدان سے

جب امام رازیؒ کو موت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ انہوں نے سیکڑوں دلائل توحید کے تیار رکھے تھے۔ تاکہ نزع کی حالت میں شیطان سے مناظرہ کروں گا تو امام رازیؒ نزع کے وقت میں بہت پریشان ہوئے۔ لوگوں نے پوچھا پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس جتنے دلائل ہیں ان سب پر شیطان اعتراض کرتا جا رہا ہے۔ ادھر دور شیخ نجم الدینؒ وضو کر رہے تھے۔ آپ کو مراقبے میں معلوم ہوا تو آپ نے لوٹا زور سے پھینکا اور فرمایا:

”بگو من خدا را واحد بلا دلیل شناسم تو چہ بگوئی ابلیس“؟ بس قصہ ختم کرو۔ دلائل کو کیا کرو گے؟ تو کہہ دے کہ میں خدا کو بلا دلیل کے ایک مانتا ہوں۔

دلائل نہیں ایمان کی لاٹھی

وہ ہمارے ہاں ایک علاقہ ہے ”لغمان“ کہتے ہیں ابلیس وہاں گیا کہیں جنگل میں ایک سے پوچھا تو خدا کو مانتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا تیرے پاس خدا کی دلیل ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا ہاں ہے اور کہا اگر ایک راستے سے اونٹ یا سائیکل یا موٹر یا آدمی خود پیدل چلا جائے تو دوسرا آدمی دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ یہاں سے ضرور کوئی چیز گزری ہے۔ تبھی تو پتہ لگتا ہے اور کیا یہ آسمان و زمین، پہاڑ، شمس، قمر، شجر اور یہ سارا نظام ویسے ہی چل رہا ہے؟ اور پھر بڑی ساری لکڑی اٹھا کر دے ماری اور کہا ٹھہر جا میں تجھے دلیل بتاؤں

ابلیس دوڑنے لگا اور کہا کہ بھی تمہاری دلیل سب سے بڑی ہے۔ حقیقت ہے ایسے شیطانوں کے ساتھ دلائل سے تو کچھ بنتا نہیں۔ بس ان پر لاٹھی چلاؤ۔ تو شیخ نجم الدین رح نے امام رازی رح سے کہا چھوڑو اس کے ساتھ مناظرہ۔

مجھے خود یاد ہے دیوبند میں ایک طالب علم ہیضہ میں بیمار تھا نزع کی حالت تھی اور بول رہا تھا اور پھر ہنسنے لگا اور کہا بھاگ گیا ہم نے سمجھ لیا کہ شیطان کے ساتھ مناظرہ ہوا ہے اور اب شیطان بھاگ گیا ہے۔

تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ یہ ابلیس اپنے علم پر مغرور ہو گیا اور کہنے لگا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مردود ہو گیا۔ تو ہمارے اکابرین میں تواضع اور انکساری بہت تھی حضرت شیخ العرب والعجم مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ العزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اس دیوار سے بھی زیادہ ناواقف ہوں۔

دیکھیں! اب اس دیوار پر روشنی پڑ رہی ہے۔ تو ہم جیسا ناواقف آدمی سمجھتا ہے کہ یہ دیوار روشن ہے۔ لیکن سمجھدار آدمی کہے گا نہیں یہ دیوار کی روشنی نہیں سورج کی روشنی ہے۔ تو عالم کے پاس علم کی صفت خدا کی دی ہوئی امانت ہے اس پر غرور اور تکبر نہیں کرنا چاہئے

حفاظت قرآن کے شعبے اور علوم

تو میرے محترم بزرگو! اللہ تعالیٰ نے اس، "قرآن مجید کو نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کلام مجید کے الفاظ کی حفاظت کرنے والے حافظوں کو پیدا فرمایا۔ کچھ عرصہ پہلے قرآن مجید کے حافظوں کو شمار کیا گیا تو کئی لاکھ ان کی تعداد تھی اور قرآن مجید کے لب و لہجہ کو محفوظ رکھنے کے لیے قراء کو پیدا فرمایا۔ یہ قاری لوگ اس کے لہجے کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اور قرآن مجید کے صیغے کو زیر، زبر، پیش، اس کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے علم صرف کے ماہرین کو پیدا فرمایا اور اعراب اور بناء یعنی ضمہ پڑھی جائے یا زیر پڑھی جائے یا زبر پڑھا جائے یا جزم ہو اس کے لیے علماء نحو کو پیدا فرمایا۔ اور اس قرآن مجید میں وجوہ اعجاز یعنی

دنیا اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ ایسی جامع کتاب اس کی نظیر کوئی انسان کیا بلکہ ساری دنیا کی مخلوق جمع ہو جائے۔ تو اس قرآن مجید کی ایک آیت کی نظیر نہیں لا سکتی اس کے اندر فصاحت و بلاغت اور جو خوبیاں ہیں۔ الفاظ کے لحاظ سے اور اس کے اندر جو لطائف اور نکتے ہیں۔ تو المعانی اس کے لیے الگ فن بنایا۔ قرآن تو اصول اور آئینی کتاب ہے۔ اس سے قوانین کا استنباط ہوتا ہے اس سے کلیات معلوم ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر ہر جزئی کا حکم معلوم ہوتا ہے ان جزئیات کے حکم کا معلوم کرنا اس کو کہتے ہیں۔ استنباط۔ اس کے لیے الگ اللہ تعالیٰ نے ایک زمرے کو پیدا فرمایا۔ ان کا نام ہے۔ علمائے اصول فقہ جس طرح آپ نے سنا اصول الشاشی اصول بزدوی وغیرہ

تو گویا یہ سارے علوم قرآن مجید کے خادم ہیں۔ ایک علم یعنی علم الاصول یہ تو استنباط کے طریقے تبلاتا ہے۔ اور علوم معانی قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو بتاتا ہے۔ اور علم نحو یہ قرآن مجید کے اعراب اور تراکیب کو بتاتا ہے۔ یہ قرآن مجید کے خادم علوم ہیں اب اس طریقہ سے ہزاروں علوم ہیں یہ خادم علوم قرآن مجید کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے۔

میرے محترم بزرگو! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ دین کے محافظ اللہ تعالیٰ خود ہیں۔ لیکن جس محفل اور اجتماع میں آپ یہاں جمع ہیں۔ یہ آپ اس لیے جمع ہوئے کہ یہاں چند علماء بزرگ موجود ہیں اور چند طلباء بھی دین کا علم سیکھنے کے لیے یہاں آئے آپ کہیں گے کہ اس اجتماع سے ہمیں دنیوی فائدہ کیا ہوا؟ یا اخروی فائدہ ہمیں کیا ملے گا۔

طالب علم کی قدر و قیمت

میرے محترم بزرگو! اس کی قدر و منزلت تو آپ فرشتوں سے پوچھیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ جس راستے پر طالب علم جاتا ہے۔ اس راستے پر فرشتے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔ آپ کسی امیر کے استقبال کے لیے قالین بچھاتے ہیں۔ یا پھول نچھاور کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کر دیا۔ لیکن ان دینی طالب علموں کے لیے جو علوم قرآنی حاصل کرتے ہیں اور علوم احادیث حاصل کرتے ہیں۔ فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں آپ نے یہاں تشریف لا کر جامعہ کے اساتذہ رفقاء اور دوسرے معاونین کی پشت پر ہاتھ رکھا ان کے سر کے اوپر ہاتھ رکھا فرشتوں

نے پر بچھائے۔ آپ نے ان کے سر کے اوپر ہاتھ رکھا اور یہ بتایا کہ آپ اکیلے نہیں ہیں اور آپ جو دین کا کام کر رہے ہیں یہ صرف آپ کا کام نہیں۔ بلکہ سب مسلمانوں کا دین ہے۔ یہ اکیلا آپ کا فریضہ نہیں بلکہ دینی فریضہ ادا کر کے ہم سب کی طرف سے کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

وراثت انبیاءؑ

میرے محترم بزرگو! اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ دیکھو عالم جو یہ پیغمبر کے وارث ہیں۔ دیکھیے کتنا بڑا درجہ ہے۔ وارث وہی شخص بن سکتا ہے۔ جس کی خصوصیت ہو مورث کے ساتھ اور جو چیز مخصوص ہو میت کے ساتھ وہ وارث کو ملتی ہے۔ آج اگر کوئی دولت مند بن جائے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ وارث الانبیاء ہے۔ ہاں یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ وارث قارون ہے۔ اگر آج کسی کو حکومت ملے صدارت ملے، وزارت ملے، کرسی ملے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ وارث الانبیاء ہے۔ ہاں! یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ نکسن کا وارث ہے یہ ماؤزے تنگ کا وارث ہے۔ یہ فرعون کا وارث ہے۔ یہ ہامان جو وزیر اعظم تھا۔ اس کا وارث ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

میرے محترم بزرگو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث میں علم کو چھوڑا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بازار تشریف لے گئے۔ بازار دل میں لوگ بیٹھے ہیں۔ دکانوں پر لوگ موجود ہیں۔ آپ نے چلا کر فرمایا کہ اے لوگو! تم یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ اب لوگ خوش ہوئے اور کیوں نہ خوش ہوئے! سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی لوگ دوڑے کہ آج ہی نبی کریمؐ کے جبہ مبارک کا کوئی ٹکڑا مبارک ہمیں بھی مل جائے گا۔ ٹوپی مبارک کا کچھ حصہ مبارک ہمیں بھی مل جائے گا۔ جوتی مبارک کا کوئی تسمہ مبارک ہمارے ہاتھ بھی آجائے گا۔ تو سب لوگ دوڑ کر آئے دیکھا مسجد میں جس طرح آپ سب لوگ بیٹھے ہیں۔ آپ بھی اس وقت طالبعلم ہیں۔ خدا کا شکر ادا کریں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جہاں طالب علم بیٹھے ہوں۔ وہاں سے لے کر آسمان تک فرشتے ایک دوسرے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو رحمت اوپر سے اترتی ہے۔ طالب علموں پر فرشتے یہ چاہتے ہیں کہ یہ رحمت ہمارے واسطے سے آئے۔ یعنی ہم بھی اس میں شامل ہیں اور ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں

یہاں آؤ مقصود یہاں ہے۔ اس وقت ہم سب طالب علم ہیں۔ تو لوگ دوڑ کر آئے مسجد میں دیکھا کہ طلباء بیٹھے ہیں۔ قال اللہ اور قال الرسولؐ ہو رہا ہے۔ واپس جانے لگے حضرت ابو ہریرہؓ سامنے آئے۔ لوگوں نے کہا حضور آپ فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ یہاں تو سبق ہو رہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار اور درہم کو تو نہیں چھوڑا۔ یہی تو حضورؐ کی میراث ہے انّ الانبیاءَ لَمْ یُوَرِّثُوا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْھَمًا حضور اکرمؐ نے ایک دن عصر کی نماز پڑھی۔ جلدی گھر تشریف لے گئے۔ سونے کا ایک ٹکڑا آپؐ کے ہاتھ میں تھا۔ گھر سے باہر تشریف لے گئے فرمایا مجھے یاد آگیا کہ ہمارے گھر میں یہ سونے کا ٹکڑا پڑا ہوا ہے۔ رات آنے والی تھی اور یہ پیغمبرؐ کی شان کے مناسب نہیں کہ رات آئے اور نبیؐ کے گھر میں سونے کا ٹکڑا ہو۔ چاندی کا ٹکڑا ہو۔ اور دیکھو! حضور اکرمؐ نے اپنے پیچھے درہم اور دینار تو نہیں چھوڑے۔ انہوں نے کیا چھوڑا تو جو علم دین کو پڑھے اور جو پڑھائیں۔ وارث بنایا۔ کتنا مرتبہ ہے۔ کتنی قدر ان کی ہونی چاہیئے۔

علم دین اور علماء حق بقائے عالم کا ذریعہ

اور میں یہ بھی عرض کردوں آپ کہیں گے کہ اس کا دنیا میں کیا فائدہ؟ آپ کو معلوم نہیں حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے علماء کم ہو جائیں گے۔ علم دین کم اور ختم ہو جائے گا اشرار الناس گمراہ اور برے لوگوں کی حکومت ہوگی۔ وہ قاضی ہوں گے مفتی ہوں گے، امام ہوں گے، حاکم ہوں گے فَضَلُّوا فَاَضَلُّوا خود بھی گمراہ لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے کہ علماء پڑھاتے رہیں اور طالب علم محنت کریں کہ پڑھیں اور آپ لوگوں کو چاہیئے کہ علماء طلباء کو مجبور کریں کہ ٹھیک پڑھیں پڑھائیں۔ ورنہ قیامت آئے گی۔

میرے دوستو اور بزرگو! میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ دیکھو! اگر ایک آدمی نے کسی شخص کا مکان بم سے اڑا دیا تو وہ ظالم ہے یا نہیں سب کہیں گے ظالم ہے اور اگر ایک شہر کو تباہ کر دے۔ ایٹم بم سے تو وہ بڑا ظالم ہے نا اور اگر ایک مسجد کو تباہ کر دے اور اگر وہ خانہ کعبہ

کو تباہ کر دے تو وہ بہت بڑا ظالم ہے۔ اور اگر وہ آسمان کی طرف ہائیڈروجن بم پھینک کر ان کو تباہ کر دے تو اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟ دیکھو! قیامت جانتے ہو کیا چیز ہے؟ قیامت نام ہے۔ اس کا کہ تمام آسمان ٹوٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ جائیں گے۔ چاند سورج مٹ جائیں گے۔ زمین فنا ہو جائے گی۔ شہر تباہ ہو جائیں گے۔ مقبرے، معابد اور مساجد ختم ہو جائیں گے۔ خانہ کعبہ نہیں رہے گا۔ سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اسی کا نام قیامت ہے اس کا نام کون ہے؟ جب علم دین مٹ جائے گا یہ ہے ہم سمجھے اب آپ اس کا فائدہ دیکھیں اگر علم دین روئے زمین پر ہوگا۔ اور اگر علم دین ہوگا تو دین بھی ہوگا تو آپ نماز پڑھیں گے ایک شخص نماز نماز کرتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ نماز کیا چیز ہے؟ رکوع کسے کہتے ہیں۔ قیام کیسے ہوتا ہے۔ رکوع، سجدہ کیسے ہوتے ہیں اَلْحَمْدُ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ کیسے پڑھی جاتی ہے؟ تو وہ نماز کیسے پڑھے گا۔ علم ہوگا تو حج کو سمجھے گا۔ علم ہوگا تو زکوٰۃ کو سمجھے گا علم ہوگا تو دین ہوگا اور جب دین ہوگا تو دنیا بھی باقی رہے گی۔ اللہ کا نام لینے والا ہوگا۔ دنیا باقی رہے گی۔ اور جب علم نہیں رہے گا سب گمراہ ہو جائیں گے۔ سوائے قتل، مقاتلے، شراب، زنا بربادی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ دین ختم ہو جائے گا۔ تو یہ تمام عالم بھی فنا ہو جائے گا۔ اور دیکھیے اس کا ایک نکتہ اور بھی ہیں آپ سے عرض کروں آپ لوگوں میں سے اکثر زمیندار ہوں گے۔ زمیندار آدمی گائے بھینس کو رکھتا ہے۔ اس کے لیے گھاس، چارہ اور دیگر سامان بھی رکھتا ہے اور یہ گائے بھینس اس لیے رکھتا ہے کہ دودھ دے مکھن دے، اب اگر وہ گائے بھینس نہ دودھ دیتی ہے نہ وہی ہوتا ہے نہ مکھن ہوتا ہے تو کیا آپ چارے کو اس پر مفت ختم کر دیں گے کبھی نہیں کریں گے، آپ دوسرے دن اس کو لے کر قصاب خانے مذبح خانے لے جائیں گے اور قصاب سے کہیں گے مہربانی کر کے اس کو لے لو۔ اس گرانی کے زمانے میں میں اپنے لیے روزی نہیں پیدا کر سکتا تو اس کو کہاں سے کھلاؤں۔ اسی طرح ہوتا ہے یا نہیں؟

علم دین مقصد تخلیق کائنات کے حصول کا ذریعہ

تو میرے بزرگو! بنی آدم پیدا ہوئے عبادت کے لیے اور جب یہ عبادت

نہیں کرتا اور یہ سارا کارخانۂ عالم انسان کے لیے اور انسان عبادت کے لیے ہے اور جب عبادت نہیں کرے گا تو انسان ہی نہیں رہے گا۔ تو بارش کیوں برسے گی، غلہ کیوں سستا ہوگا؟ آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے ہر چیز ختم ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ دین ہوگا تو دنیا آباد ہوگی۔ اور تمام رحمتیں نازل ہوں گی۔ دین ختم ہوا تو کچھ نہیں اور دین کب ختم ہوگا۔ جب علم دین ختم ہوگا۔ تو امام بخاری نے باب باندھا کہ علماء اگر علم دین کو چھوڑ دیں اور آپ حضرات ان کی پشت پناہی نہ کریں۔ جیسا آج کل ہمارا حال ہے۔ تو فرمایا پھر اس کے لیے تیار رہو جائیے کیونکہ پھر آپ چند برسوں میں یا چند دنوں میں دُنیا کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور آپ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ کہ آپ دنیا کی فنا کا سبب بنے یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ آپ یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ قیامت اپنے وقت مقررہ پر آئے گی اگر یہی بات ہے تو پھر کھانے کا وقت مقرر ہے۔ جب وقت پورا ہوگا آپ کو کھانا مل جائے گا پھر آپ کھانے کی فکر اور تلاش کیوں کرتے ہیں۔ جو وقت جس چیز کا مقرر ہو وہ ملتی ہے۔ لیکن یہ اسباب بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں تو قیامت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ اسباب پیدا کیے ہیں۔

بہر صورت میرے دوستو اور بزرگو! اسی علم دین کو حاصل کر کے ابوبکر صدیقؓ بنے عمر فاروقؓ بنے حضرت عثمانؓ پیدا ہوئے، حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ اگر آج ہم بھی اسی دین کے دامن کو پکڑیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ثم ان شاء اللہ تعالیٰ ہم میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں یہ وہی قرآن مجید مکمل موجود ہے۔ جس نے دور جاہلیت میں انقلاب پیدا کیا۔

مادی عروج کے باوجود زوال

میرے بزرگو! اگر آپ سوچیں آج دنیا میں جتنی تعداد مسلمانوں کی ہے۔ اتنی پہلے نہ تھی۔ تقریباً ۸۰ کروڑ مسلمان ہیں۔ آج مسلمانوں کی جتنی ریاستیں ہیں، انڈونیشیا اور ملائیشیا سے لے کر پاکستان، افغانستان، عراق، شام، لبنان، ایران، سعودی عرب، مصر، یوگنڈا اور دوسری تقریباً چھتیس ریاستیں ہیں۔ آج مسلمانوں کی اور سب ایک قطار میں۔ بالکل متصل لگی ہوئی اور خدا

خدا کی قسم! جتنی دولت آج ہمارے پاس ہے۔ اتنی دولت ساری تاریخ میں کبھی مسلمانوں
کے پاس نہیں تھی۔ آپ کو اپنی دولت کی قدر نہیں، چار پانچ مہینے پہلے آپ کو معلوم ہے کہ
جب ان عرب ممالک نے پٹرول بند کیا تو یہ تمام یورپ چلانے لگا یا نہیں؟ آج مشینی اور
سائنسی دور ہے۔ لیکن دو مہینے عرب ممالک نے پٹرول بند کیا تو تمام مشینیں ختم، پھر
ایک ایک ریاست کھربوں کی مالک ہے۔ اور آج سعودی عرب میں سونے کی کانیں ہیں
لیکن وہ نکالتے اس لیے نہیں کہ وہ کہتے ہیں، پٹرول کے پیسے ہم نہیں سنبھال سکتے تو یہ
سونے کی رقم ہم کہاں لے جائیں گے؟ اس لیے نہیں نکالتے اور جس قدر اسلحہ کا درج آج مسلمانوں
کے پاس ہے اتنا پہلے کبھی نہ تھا۔ آج دولت کے لحاظ سے ہم زیادہ۔ آج تعداد میں
ہم زیادہ آج آزادی کے لحاظ سے ہم زیادہ۔ غلام نہیں ہیں آج ہم بحمد اللہ تھوڑے نہیں جیسے
ہندوستان میں چند کروڑ ہیں۔ اللہ ان کو بھی آزاد کر دے۔ اکثریت آزاد ہے لیکن میرے
دوستو! سب سے زیادہ ذلیل بھی ہم ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ٹانگیں توڑ رہا ہے، ایک
حکومت دوسری حکومت کی جڑوں کو کاٹ رہی ہے مسلمان ہی تباہ ہو رہے ہیں۔ کیوں؟ میں
آپ سے عرض کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جزیرہ عرب چاروں
طرف دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ ایک طرف قیصر روم ہے ایک طرف کسریٰ، ایک طرف
نجاشی اور ایک طرف مقوقس اندرون عرب کچھ بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نعرۂ توحید بلند فرماتے ہیں اور چاروں ریاستوں کو فتح کرتے ہیں اور اسلام کو مشرق و مغرب
میں پھیلا دیا۔ آج ہم یہ کیوں نہیں کر سکتے؟ حالانکہ انہیں کے غلام ہیں انہیں کے نام لیوا ہیں
لیکن ہمارے اندر وہ جذبات نہیں اگر وہ
جذبات آ جائیں۔

حضرت عمرؓ خلیفہ نے نو بارہ پیوند ان کے کرتے مبارک پر لگے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں
لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ میں تم سے کوئی
تنخواہ نہیں لیتا میری تنخواہ اللہ کے ذمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف
لے جا رہے ہیں۔ تمام جزیرۂ عرب آپؐ کے زیر نگیں ہے لیکن آپ کی زرہ مبارک ایک
یہودی کے پاس ساٹھ صاع جو کے بدلے رہن تھی

اتمامِ حجّت

میرے دوستو اور بزرگو! آج یہ دین مکمل اور کامل ہمارے پاس ہے۔ اتمامِ حجّت ہو گئی ہے۔ کل ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یا اللہ! ہم کیمبل پور میں تھے تو بے دین تھے۔ اور اکوڑہ خٹک میں بے دین تھے، پاکستان میں بے دین تھے اور اس لیے بے دین تھے کہ ہمیں دین بتلانے والے کوئی نہیں تھے۔ خدا کہے گا کہ کیوں مولانا محمد زاہد صاحب ایبٹ آباد پہنچ جاتے تھے، پشاور اور واہ کینٹ پہنچ جاتے تھے اور علماء منبروں پر لاؤڈ سپیکروں پر اذانوں میں بھی یہی کہتے تھے۔ دین بتاتے تھے اور تو کہتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ اتمامِ حجّت کے بعد جاؤ جہنم میں۔

آج اگر ہمیں ڈاکٹر کہہ دے کہ اس امرود میں جراثیم ہیں، مت کھاؤ۔ آج اگر کوئی بھنگی بھی کہہ دے کہ اس راستے پہ بدمعاش بیٹھا ہے، خطرہ ہے مت جاؤ تو ہم نہیں جائیں گے اور اس کی بات مان لیں گے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ یہ چیز ناجائز ہے۔ سود ناجائز ہے۔ شراب حرام ہے۔ مسلمانوں کا باہمی لڑائی جھگڑا کرنا ناجائز ہے۔ لیکن ان باتوں کا کوئی مسلمان پرواہ ہی نہیں کرتا کہ کیا ہے؟۔

دین کی برکات

اور یہ بھی عرض کر دوں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ فرماتے ہیں کہ طلباء کا سبق کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت اور اسفار سے عذاب ٹلتے ہیں۔ یہ ڈیم کی جو مصیبت تھی تربیلا ڈیم کی۔ اس عذاب سے اللہ نے ہمیں بچایا یہ گودڑی میں جو لعل ہیں۔ اس کے سبب سے ہے۔ اگر آپ جیسے چند نمازی نہ ہوتے۔ چند نیک نہ ہوتے۔ چند دین کے طالب نہ ہوتے، تو اسلام کیا ہوتا۔

بہر تقدیر بھائیو! دین کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دین کی خدمت کرنی چاہیئے۔ دین کی برکت سے ہم زندہ رہیں گے اور اگر دین کی خدمت ہم نے نہ کی تو دین تو زندہ رہے گا۔ لیکن خدانخواستہ ہم نہ مٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو اور تمام دینی مدارس کو ترقی فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

علم کی نعمت اور اس کے تقاضے

(۲۲ رشوال ۱۳۸۵ھ)

طلبہ دارالعلوم حقانیہ سے خطاب

عزیز بھائیو! علم کی نعمت فضلِ خداوندی سے میسر ہوتی ہے جو آپ کو حاصل ہوئی۔ علومِ نبوت ہی کی بدولت حضرت بلالؓ حبشی کو فضلِ خداوندی نے یہ مقام دیا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے بلالؓ کو دیکھا کہ جنت میں مجھ سے (بطور خادمِ خاص) آگے آگے جا رہے ہیں صہیب رومی روم سے آکر اس فضلِ خداوندی کی بدولت صحابہؓ کے محبوب اور حضرت امیرالمومنین عمرؓ کے قابلِ فخر دوست بنتے ہیں۔ یہاں تک کہ فاروقِ اعظمؓ کے نمازِ جنازہ پڑھانے کا شرف بھی انہیں حاصل ہوتا ہے۔

طلبۂ دین پر اللہ کی نعمتیں

تو آپ طلبہ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ مسلمان بنایا پھر زمرۂ علماءؒ میں محسوب کیا۔ اور علم کی خاطر اپنے اوطان چھوڑ کر یہاں آنے کی توفیق دی کہ جہاں کا سارا ماحول علمی اور دینی ہے۔ اپنوں کے علاوہ کوئی غیر نہیں۔ نہ نئی تہذیب کا ہنگامہ اور شور و غوغا ہے۔ آج دنیا میں علمی اور دینی ماحول ناپید ہوتا جا رہا ہے۔ دیندار شہروں میں ترستے ہیں کہ دین و علم کا ماحول میسّر ہو طلبۂ علم کے مقامات و درجات کے کیا کہنے۔ اللہ جل مجدہ نے مدرسۂ کائنات کو پیدا فرمایا۔ عابدین و زاہدین کی کمی نہ تھی جو ملائکہ جیسی پاکیزہ مخلوق تھی کہ جن سے معصیت کا صدور نا ممکن تھا۔

آدمؑ مدرسۂ علم کے پہلے طالب علم

مگر اپنی صفتِ علم ظاہر فرمانے کے لیے حضرت آدمؑ علیہ السلام خلیفۃ اللہ کو پیدا فرمایا۔ جو اس مدرسۂ علم کے پہلے طالب علم تھے۔ یہ سارا عالم ایک مدرسہ ہے کہ اس میں کمرے درسگاہیں، اقامت گاہ، پانی، ہوا، غذا اور دیگر تمام ضروریاتِ تعلیم و تعلم کا سامان فراہم کیا گیا ہے اس درس گاہ کے پہلے استاذ و معلم خود اللہ جل مجدہٗ ہیں۔ وعلم آدم الاسماء کلھا۔

(اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے) اس سے مقام علم کی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت
ظاہر ہوتی ہے۔

طلبہ کی خصوصیت کیا ہے

اگر آپ کروڑپتی بھی ہوتے تو زیادہ سے زیادہ نمرود و
قارون کے ساتھ مالداری میں شریک ہوتے اگر سلطنت
ملی ہوتی تو فرعون و شداد کو سیمن جانسن اور دیگر سلاطین کے برابر ہو جاتے جو
اور جو کافروں کو بھی حاصل ہے۔ آپ کی خالص خصوصیت و نعمت حضور اقدسؐ اور دیگر انبیاء کی فخر کا مقام نہیں
وراثت ہے کہ انہوں نے مال و دولت نہیں چھوڑی بلکہ اپنے ترکہ میں علم کی میراث چھوڑی۔
حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے بازار میں جاکر آواز دینے لگے کہ مسجد میں حضورؐ کی
میراث تقسیم ہو رہی ہے اور آپ لوگ بے خبر بازار میں گھوم رہے ہیں۔ لوگ مسجد کی طرف دوڑے
اور دیکھا کہ علم و ذکر کے حلقے ہیں قرآن و حدیث کی تعلیم اور مذاکرے ہو رہے ہیں۔ لوگوں نے
متعجب ہو کر ابوہریرہؓ سے دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ حضورؐ کی میراث یہی ہے۔ وہ نہیں جس میں تم
مشغول ہو۔ تو حضورؐ کی مخصوص میراث قرآن و سنت اور علوم نبوت ہیں اور یہ قرآن و سنت اتنی عظیم
دولت ہے کہ واللہ العظیم دنیا و آخرت کی ہر خیر و خوبی اس میں پائی جاتی ہے اور ہر نقصان و تباہی
سے بچنے کا طریقہ بھی قرآن و سنت ہے۔ جن لوگوں نے دنیا کے کاروبار مشاغل گھربار چھوڑ کر
خالصۃً للہ اس کے لیے اپنے زانو تہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت کے ہر خیر سے
مالا مال کر دیا۔

دنیا کی آسودگی

دنیاوی لحاظ سے آج سب سے بے فکر اور مطمئن الحال طبقہ آپ طالب
علموں کا ہے۔ اہل دنیا دن رات تلاشِ رزق و معاش میں سرگرداں
رہتے ہیں۔ اور آپ لوگ بڑے اطمینان سے رزق کی پریشانیوں سے بے خبر حصولِ علم میں
مشغول ہیں۔ یہ علم کی دنیاوی برکات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حفاظتِ دین کے وعدوں کا ظہور
ہے کہ آپ کو مسخر کر کے علم کی راہ میں لگا دیا۔ کر خوب سمجھتے ہیں کہ دنیاوی مناصب اور وجاہت
کے مفادات اس راہ میں نہیں پھر بھی تمہاری گردن علم کے لیے جھکا دی اور ایسا مسخر کر لیا کہ مثلاً
اگر دورۂ حدیث کے کسی محنتی طالب علم کو مقابلہ میں دنیا کی حکومت پیش کر دی جائے۔ تو

وہ ایسی درس حکومتوں کو علمِ نبوی کے حصول میں ٹھکرا دے گا۔ گویا اس گئے گذرے دور میں اللہ تعالیٰ کا اتمام حجت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے قیامت تک نئے نئے پودے لگاتے رہیں گے۔ ان اللہ یغرس لھذا الدین غرسا (الحدیث)

مرحبا اور خوش آمدید

ترمذی میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس علم دین کے طلبہ دُور دراز کے علاقوں سے اونٹوں اور سواریوں کے جگر مار مار کر مدینہ طیبہ آئیں گے تو آپ لوگ انہیں مرحبا کہیں اس حدیث مبارک کی بنا پر میں بھی آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہتا ہوں۔ دارالعلوم میں آپ حضرات کی آمد ہمارے لیے خدا کی عظیم سعادت ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کی خصوصیت

اور اس مدرسہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی تاسیس ہی طلبہ کے ہاتھوں سے ہوئی تقسیم ہند کے فوراً بعد طلبہ نے ہی یہاں جمع ہو کر ایسے حالات میں مدرسہ کا آغاز کیا کہ اس ملک میں مدرسہ کا تصور بھی مشکل تھا اس وقت بھی طلبہ کا یہ اخلاص اور عامۃ المسلمین کی امداد اور دعائیں ہیں کہ یہ سب کام ہو رہا ہے۔ کسی حکومت کی طرف سے ایک پیسہ بھی امداد اہل اللہ کی محبت اور اخلاص اور وعدہ خداوندی إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کا ظہور ہے۔

غرباء کی امداد اور مدارس

غرباء اور عامۃ المسلمین کی امداد ایسی بابرکت شے ہے کہ بقول حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس سے اللہ پر اعتماد اور بھروسہ قائم رہتا ہے۔ مستقل آمدنی اور امراء و حکام کی سرپرستی کی صورت میں یہ دولتِ اعتماد زائل ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ علومِ دین جس کی تمام دنیا کو ضرورت ہے اور جس پر دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اسے بہت ہی آسان بنا دیا ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے علم کے حصول میں ہر طالب علم کو سَو، ڈیڑھ سو روپے ماہوار لگانے پڑتے ہیں۔ اور علمِ نبوی کے طالب علموں کو کوئی فیس و خرچ کے بغیر تمام انتظامات مہیا فرما دیئے ہیں اور اپنے بندوں کے دلوں کو آپ کی امداد کی طرف متوجہ کیا۔ اب آپ کا فریضہ کیا ہے؟ اس علم کا تقاضا ہے کہ دین کی حفاظت اور اغیار سے اس کا تحفظ عملی شکل میں کیا جاوے۔

خود اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیں اگر محض تعلیم ہو صورت اور عمل کی شکل نہ ہو تو جتنے انعامات اور اکرامات زیادہ ہیں اتنا ہی اس کا عذاب اور وبال بھی ہوگا۔ وراثت نبوت کا مقام سب سے اونچا ہے مگر اس کے تقاضے اور ذمہ داریاں بھی بہت نازک ہیں۔ جو لوگ اپنے پیٹ کو کاٹ کر آپ کی ضروریات پوری کرتے ہیں وہ آپ سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ آپ وارث نبوت بن کر ان کے سامنے پیش ہوں۔
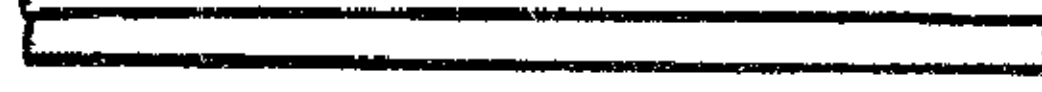
فضیلتِ علم

(تعلیمی سال کے آغاز شوال المکرم میں خطاب کا ایک حصہ)

(خطبہ مسنونہ) دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ افتتاح باعث خیر و برکت بنادے اور اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے کلام اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر سب کو عالم اور عامل بنائے اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کے بقا و ترقی کے اسباب پیدا فرمادے۔ اس کا اصل روح علم اور تعلیم ہے اور یہ سلسلہ ان اساتذہ کرام سے پہنچا جن کے خدمت میں ہم اور آپ رہے ہیں۔ ان اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے حکذا تابعین اور صحابہ کرام اور حضور اقدس ؐ سے ہم تک وہ ذخیرۂ علوم پہنچایا گیا تو روحِ رواں تو وہ اساتذۂ سلسلہ ہیں تو پہلے ان کے حق میں دعا اور پھر اس دارالعلوم کی معاونت اور خدمت کرنے والوں کو دعا کریں۔

دین کا پاکیزہ ماحول نایاب ہے

محترم بھائیو! خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ فتنوں اور الحاد کے اس دور میں اللہ نے ہمیں اور آپ کو یہاں ایک ایسا ماحول دیا کہ اگر یہاں تھوڑا سا بصیرت کے نگاہ سے زندگی گذارنا چاہیں تو زندگی بدل سکتی ہے یہ ماحول بالکل دینی ماحول ہے۔ اور مجلس کا بہت بڑا اثر اور تاثیر ہے۔ دوست کا اثر دوست پر پڑتا ہے۔ ہمارے ایک مہربان مخلص دوست تھے، بنگال کے باشندہ تھے اللہ انہیں بخشش دے نومسلم تھے۔ لاکھ پتی باپ کے بیٹے تھے اسلام لائے تو والد نے ہر چیز سے محروم کردیا۔ خود بھی محروم تھے کہ المسلم لا یرث الکافر وہ تبلیغی جماعت میں بھی بہت حصہ لیتے تھے۔ دیار عرب حرمین وغیرہ بھی آتے جاتے رہے۔ پچھلے سال یہاں آئے اور بخاری و ترمذی کے درس میں بیٹھ گئے۔ سبق ختم ہوا۔ دعا

ہوئی اس سے بھی کہا کہ دیارِ مقدس اور تبلیغ سے ہو آئے ہو ان طلبہ کو علم و عمل کی سعادت نصیب ہونے کی دعا کریں۔ دعا کے دوران وہ بہت روتے گریہ طاری تھا ان پر۔ میں نے سوچا کہ آج خلافِ معمول بہت زیادہ روئے۔ اس نے کہا اس لئے رویا کہ میں ایران و عراق اور سال ڈیڑھ سال دیگر بلاد و ممالک اسلامیہ میں جماعت کے ساتھ گھوما پھرا۔ مگر میرے دل کو خوشی، سرور اور اطمینان حاصل نہ ہوا۔ کپڑے فرنگیوں کے، کوٹ پتلون فرنگیوں کا۔ طرزِ رہائش، خوراک فرنگی۔ ہر جگہ یہی حال تھا کیا ہوا کہ مسلمان کہلاتے۔ سرور کیسے حاصل ہوتا۔ یہاں آیا تو اس درس میں سارے طلباء پر نظر دوڑائی سب کی داڑھی ہے متشرع ہیں شکل و شباہت حضورِ اقدس ﷺ کے سنتوں کے مطابق ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ یا اللہ اپنے اس سفر میں کم از کم ایک جگہ تو ایسی دیکھ لی کہ سارا ماحول دینی ہے وہ صاحب پھر گھر نہ پہنچ سکا راستہ میں ان کا انتقال ہوا۔

تو عرض کر رہا تھا کہ اس دَور میں اللہ نے جو ہم پر احسان کیا ہے کہ ایسا ماحول دیا کہ ملاقات بھی کرو گے تو کسی طالب علم ہی سے۔ تم بخاری شریف پڑھتے ہو وہ مشکوٰۃ شریف اور جلالین پڑھتا ہے۔ تم ترمذی پڑھتے ہو تو وہ ہدایہ اور شرح جامی۔ طالب علم ہی ہے نا۔ تو سارا ماحول الحمدللہ تمہارا دین کا ہے۔

صحبت اور ماحول کا اثر

ایک طالب علم دوسرے طالب علم سے یہ اثر نہیں اخذ کر سکتا ہے۔ کہ اس کا کوٹ پتلون بہت شاندار ہے۔ اس کی شکل و شباہت یہود و نصاریٰ یا ہنود جیسی ہے میں کیوں ایسا نہ بنوں؟ شیخ ابو علی سینا فرماتے ہیں کہ طبائع انسانی سراق ہیں۔ ایک دوسرے سے سرقہ کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایک سیکنڈ کے لئے اگر کسی بے دینی کے ماحول میں بیٹھ گئے تو ضرور اس سے اثر لے گا وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نصف النہار کے دائرے سے چلے ایک مغرب کے طرف چل پڑے دوسرا مشرق کے طرف اور چلتے چلتے انتہائی بعد آگئے ہیں متوازی ہیں۔ اگر کہیں ایک دوسرے کے کراس ہو گئے تو اس ایک سیکنڈ میں ایک دوسرے [illegible] گزرنے سے بھی ایک دوسرے سے اخذ کریں گے۔ یہ ماہرین کی

رات ہے تو بُری مجلس اور بری صحبت کی تاثیر لازمی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہم اور آپ پر اس ماحول کا کتنا بڑا احسان کیا۔ دیندار طبقہ پاکیزہ ماحول کے لئے تڑپتا ہے۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ کتنے دیندار انسان ہیں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے پریشان ہیں کوئی کہتا ہے میرا بچہ آٹھویں پڑھتا ہے۔کوئی دسویں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے شہروں کے بُرے ماحول میں برباد نہ ہوں اور یہاں دارالعلوم میں ان کی نشو و نما ہو جاتے۔ مگر اسباب و وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ہم معذرت کر لیتے ہیں۔ گو ارادہ تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی دی تو چھوٹے بچوں کی رہائش کے لئے ایک الگ ماحول ہو جس میں بڑے عمر کے لوگ نہ ہوں اس کا تربیت کنندہ نگران اور اساتذہ متدین معمر افراد ہوں مگر ہمارے پاس گنجائش نہیں۔ تو اس سے اتنا اندازہ لگتا ہے کہ دین کی تڑپ جن لوگوں میں ہے وہ بے حد پریشان ہیں۔ شہری ماحول میں وہ دینی ماحول تلاش کرتے ہیں مگر ملتا نہیں۔ اور آپ پر اللہ نے بہت بڑا فضل کیا ہے۔ بھائیو حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا ما اجتمع قوم فی بیتٍ من بیوت اللہ (الحدیث)

سکون و اطمینان کا غیبی انتظام

ہماری اس جماعت کو اللہ تعالیٰ اس حدیث کا مصداق بنا دے حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک قوم جو خدا کے کسی گھر میں جمع ہو جائے جیسے مسجد یا یہ مدرسہ جو اللہ کا ملک ہے، وقف ہے۔ اللہ کے گھر میں ہم سب جمع ہیں تو غشیتھم الرحمۃ اس مجلس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں ہے صحابی تلاوت فرما رہے تھے دیکھا کہ پاس ہی گھوڑا بدکنے لگا۔ دیکھا تو انوار اور شعاع فضا کو گھیرے ہوئے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ سکینہ ہے۔ سکون و اطمینان کی تشریح تو احادیث میں پڑھو گے مگر ہم لوگوں پر اللہ کا جو فضل و کرم سکون کا ہے کہ جب گھروں کو چلے جاؤ گے تو اپنے گھر میں انسان کو جتنی بے اطمینانی ہوتی ہے گو یہ لاکھوں کروڑوں کا مالک کیوں نہ ہو اور جو مجھ جیسا غریب ہو وہ تو حیران اور سرگردان ہے کہ جَو، مکئی کا ٹکڑا ابھی کہاں سے میسّر ہو گا۔ آٹا ہے تو دال کہاں سے آئے گا۔ دال ہے تو لکڑی اور مسالحہ کہاں سے لاؤں گا۔ اس ایک نانِ جویں اور سالن کے ایک چمچہ کے لئے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک پریشانی اور فکر دامنگیر ہوتا ہے۔ اور ہم اور آپ پر اللہ کا کتنا فضل اور مہربانی ہے کہ

اطمینان سے اپنا سبق پڑھتے ہی فارغ ہو کر مطبخ گئے اور تیار روٹی اور سالن مل گیا۔ یہ عوام اپنے بھائی کو، بیٹے کو بھی روٹی نہیں دیتے۔ یہ تین چار سو طلبہ تو دار العلوم میں رہنے والے ہیں۔ یہ قوم چندہ تنخواہ کھانے پینے کا انتظام بھی کر لیتی ہے مگر یہی قوم اپنے بھائی اور بیٹے کو کھانا نہیں دیتی یہ کیا چیز ہے۔ یہ اللہ نے ان کے دلوں میں القاء کیا ہے کہ دار العلوم میں ملک کے متعدد طلبہ جمع ہوتے ہیں اور خود کو دین کے لئے وقف کر دیا ہے تو ان کے سکون و اطمینان کے اسباب مہیا کریں اور یہی وہ سکینت ہے کہ اللہ کا فضل و کرم ہے ورنہ یہ بھی عرض کروں کہ ساری دنیا میں اس وقت مخالفت الحاد اور بے دینی کا لہر علم دین علماء اور طلباء کے برخلاف انتہائی کوشش ہے۔ باوجود اس انتہائی کوشش کے اللہ کا کرم ہے۔ یہ سب اطمینان سے اس دار الحدیث میں بیٹھے ہوئے ہیں یہ کوئی اور وجہ نہیں اس کے ظاہری اسباب کچھ بھی نہیں ظاہراً تو چاہیے تھا کہ ہم لوگوں سے زیادہ غیر مطمئن دنیا میں اور کوئی طبقہ نہ ہوتا۔ ہم سے زیادہ حاجت مند ہم سے زیادہ پریشان کوئی نہ ہوتا۔ مگر میں ایماناً کہتا ہوں کہ صبح سے شام تک دار العلوم میں ہوں تو بالکل اطمینان سے اور شام کو گھر گیا تو دسیوں مطالبات اور ضروریات سامنے آجاتی ہیں۔ وہاں احساس ہوتا ہے کہ یہ کتنی بڑی نعمت تھی جو خدا نے میسر فرما دی تھی۔ ہماری زندگی تو بے حد اطمینان کی ہے تو یہ برکت اس کی ہے اسی ماحول کی ہے جس میں اللہ نے ہی اسی مقصد علم پر جمع کر دیا ہے۔

رب کا ممنون ہونا چاہیئے

یہ اللہ کی مہربانی ہے اور حضورؐ کا وہ ارشاد ہے کہ ما اجتمع قومٌ فی بیت من بیوت اللّٰہ تو محترم بھائیو یہ اللہ کا ایک بڑا فضل و کرم ہے کہ اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے نہ اس کا حق بہر تقدیر آیت یمنون علیک ان اسلموا کے مطابق اللہ پر ہمارا احسان نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارا قوم اور ملک پر اں باپ پر بھی احسان نہیں ہم تو ہر وقت اللہ کا احسان اپنے اوپر سمجھیں کہ یا اللہ تو نے ہمیں اس دین کے سیکھنے کی طرف مائل کر دیا۔ اور اللہ کا احسان ہے کہ اس نے علم کی طرف رُخ موڑ دیا تو بھائیو یہ ماحول ایک بہت عجیب ماحول ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ طالب علم کی زندگی بڑی اطمینان کی زندگی ہے۔

اب ہمیں چاہیئے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کریں۔ خدا کے نزدیک، رسول اللہ کے نزدیک علم کا کیا مقام ہے۔ طلبار، علمار کا کیا مقام ہے اس کی تفصیل کا وقت نہیں ارشاد نبویؐ ہے کہ فرشتے طالب قرآن و حدیث کے گرد گھیرا ڈالتے ہیں حفتھم الملائکۃ انسان کو خلافت کا عہدہ دیا گیا انسان کو اللہ نے خلیفہ بنا دیا

طالب علم اور جہاد کی فضیلت پر بحث

انی جاعل فی الارض خلیفۃ ۔ وعلم ادم الاسماء کلھا تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ علم کی برکت ہے اللہ نے انسان کو مظہر علم بنایا تو فضیلت دی تو اس جماعت انسانی میں جو افراد و اشخاص نے علم کے لئے اپنے گھٹنے ٹیک دئے، علم دین کے لئے تو اختیار کرے تو اللہ کے ہاں کتنا بڑا مقام ہوگا۔ اختلاف و بحث ہے کہ جہاد جو فرض عین نہ ہو عام نہ ہو۔ جہاد فرض کفایہ ہو تو ایک جماعت جہاد کرے گی اور ایک جماعت مثلاً دار العلوم حقانیہ طلب علم کے لئے آئی۔ تو اس میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبل کا بحث ہے، کون افضل ہے۔ غالباً امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ طالب علم کا مقام درجہ و منزلت مجاہد سے زیادہ ہے۔

مجاہد اور طالب علم کا بہ لحاظ عبادت

بہر تقدیر علماء کا اتفاق ہے کہ مجاہد کا تو بڑا مقام ہے۔ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے دریافت کیا کہ مجاہد کا ہمسر کوئی ہو سکتا ہے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دائماً صائم الدہر اور قائم اللیل بن سکتا ہو تو وہ مجاہد کے برابر ہو سکے گا۔ لیکن یہ تو تعلیق بالمحال ہے۔ غروب آفتاب سے طلوع تک کون مستقلاً قائم اللیل رہ سکے گا۔ وضو، کھانا پینا استنجا ضروریات تو کرے گا۔ رات بھی مشکل ہوگا۔ صائم الدہر تو ممکن ہے مگر ایام منہیہ میں تو نہیں رکھ سکے گا۔ پانچ دن سال میں تو رکھ نہیں سکتا۔ تو حقیقتاً صائم الدہر بن سکتا ہے نہ قائم اللیل۔ تو امامؒ فرماتے ہیں کہ طالب علم کا مقام مجاہد سے زیادہ ہے تو مبالغہ نہیں۔ کہ جب طالب علم گھر سے نکلا تو کھاتا ہے پیتا ہے استنجا کرتا ہے

سوتا ہے۔ یہ سب تیاری ہے حصولِ علم کی تعلیم اور تعلّم کی۔ جیسے جی بھر کر آرام کرتا ہے۔ اس سونا کھانا پینا جہاد میں شمار ہوتا ہے حتیٰ کہ گھوڑے کا لید بھی عمل میں شمار ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور اقدس صلعم بلکہ تمام انبیاء کا وارث ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء ساری مخلوقات میں افضل انبیاء اور سارے انبیاء میں افضل سید الکائنات ہیں۔

تو آپ اس لئے جمع ہیں کہ حضورِ اقدس صلعم کا وارث اللہ بنا دے۔ اب اتنا اونچا مقصد ہے سامنے تو اسی مقصد کے مقابلہ میں کوئی چیز کیسے ہو جاتے ؟ اس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ؛

مقام وراثت نبوت | رسول اللہ کا ارث جو علم ہے اس کے حصول کے لئے ہم آپ یہاں جمع ہوئے ہیں اور یہ وہ مقام ہے جس کے ساتھ نہ تخت و تاج نہ بادشاہت برابری و ہمسری کر سکتا ہے اگر وارث نبی کریم بننا ہے تو اس مقصد کے لئے جتنی بھی جد و جہد، کوشش اور بلند حوصلہ ہو تو کم ہے۔ وارث کا کام مورث جس کے میراث حاصل کرے اس کے طرز اور نقشِ قدم پر چلے گا جب گھر سے نکلے تو نفس کو کہہ دیں کہ اب میں نے تیرے خواہشات کی تکمیل چھوڑ دی مجھے اب رسول اللہ کے طریقوں کے مطابق زندگی گذارنی ہے۔ انہی کے علوم حاصل کرنے ہیں۔ تو بھائیو ان کے علوم حاصل کرنے آپ آئے ہیں۔ تو ایک برتن یا ظرف میں اگر کتے نے پیشاب کیا ہے تو وہ گندہ ہو گیا تو اس میں دودھ یا گھی یا پانی ڈال سکیں گے ؟ ہرگز نہیں۔

حدیث میں دودھ پینے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر علم سے فرمائی تو جو قلب، جو جسم، جو دماغ گندہ ہو اس میں آیت کا ترجمہ تو آسان ہے کہ آجائے لیکن قرآن کی نورانیت اس میں آ سکے گی ؟ ہرگز نہیں۔ الفاظ الگ چیز ہیں وہ تو کاغذوں پر بھی لکھے ہوتے ہیں بجائے کاغذ کے دماغ بھی ایک کاغذ ہے اس میں بھی سما جائیں گے۔ مگر جسے نور کہتے ہیں فضل کہتے ہیں۔ اس فضل کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ اور زندگی میں جتنی تقویٰ زیادہ ہو گی تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ تھوڑے علم میں بھی بہت خیر و برکت اللہ ڈال دے گا ؛

دین کی حفاظت اور علماء کی ذمہ داری

جنوری ۱۹۶۹ء میں آپ نے دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ ڈھاکہ کا سفر کیا اس موقعہ پر سیاسی پارٹیاں بھی ڈھاکہ میں جمع تھیں کانفرنس کے اختتامی نشست پر جمہوری مجلس عمل کی تشکیل ہوئی اس دوران جمعیۃ علمائے اسلام نے ڈھاکہ میں اپنی کانفرنس منعقد کی ۔ ۴ جنوری کو آپ نے اختتامی صدارتی خطاب فرماتے ہوئے کہا :۔

میرے محترم بزرگو! وقت بہت کافی گزر چکا اب دعا کریں گے ۔ ایک واقعہ مجھے یاد آیا دیوبند میں ہم پڑھ رہے تھے ۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے ۔ اختتامی ایام میں عصر کے بعد بھی سبق ہوا کرتا تھا ۔ اس وقت پاؤں میں پھوڑا بھی تھا ۔ کسی دوسرے کو ہوتا تو شاید چارپائی سے بھی نہ اترتا ۔ اس وقت جمعیۃ نے غالباً شاردا ایکٹ یا کسی ایسے مسئلہ پر احتجاجی پروگرام طے کیے تھے ۔ وہ تو ایک مسئلہ کی بات تھی ۔ اب تو پورے مسلم پرسنل لاء کو عائلی قوانین کے آرڈیننس کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا ہے ۔ تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے جمع ہو کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اس وقت آپ اپنے کسی نائب کو پروگرام میں لگا دیں ۔ ہزاروں غلام موجود ہیں ۔ اس طرح پڑھائی میں بھی حرج نہ ہو گی شوریٰ والوں نے انہیں منت کی ۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ جیل جاؤں تو حدیث پڑھانے کا

انتقام کون کرے گا، اور بڑھاپے کا عذر پیش کرتے ہو۔ تو صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین بھی تو بوڑھے اور ضعیف تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس عمر میں اور کتنے بڑھاپے میں خیبر کا سفر کیا۔ دین کی حفاظت کے لیے بڑھاپے، گرمی، اور دیگر مشاغل کا عذر نہ کیا اور تمام غزوات میں تشریف لے گئے۔ وہاں تو سارے دین کا مدار تھا۔ آپ نے دونوں، مسند اجہاد اور تعلیم حدیث کو سنبھالے رکھا اور پھر فرمایا کہ اگر حسین احمد زندہ نہ رہے تو پھر حدیث کون پڑھائے گا؟

پھر آپ نے کسی کے استدلال و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی تشریح فرمائی کہ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ تم دفاع اور اشاعت کے کام سے ہاتھ نہ روکو۔ آگے بڑھتے رہو۔ اگر جہاد اور دین کے جدوجہد سے ہاتھ روک دیا پھر کافر اور دشمن کا تسلط ہوگا۔ پھر تمہاری یہ زراعت اور تجارت کوئی چیز نہ بچ سکے گی اور تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اس لیے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں (یہ نہیں کہ جہاد سے ہاتھ روک کر گھر میں محفوظ بیٹھ جاؤ) الغرض ہمارے اسلاف نے دین کے لیے جو تکالیف اور مصائب برداشت کیے مجاہدے کیے، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم بزرگو! آج آرڈر[1] جاری کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص مرزا غلام احمد کے شیطانی الہامات کی تردید نہیں کر سکتا تو دیکھیے اس ملک کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ میرے ایک شاگرد نے جو فوج میں امام ہیں آئے اور رونے لگے کہ آیت خاتم النبیین پڑھنے پر مجھ سے باز پرس کی گئی۔ معاملہ سنتوں کا نہیں سارے دین کا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ فتنہ کے عہد میں کسی ایک سنت زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ وہاں تو سنت کا لفظ ہے یہاں تو واجبات اور فرائض کا معاملہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج دے دیا جائے تو پھر بھی دین کی اشاعت اور سربلندی کے کام میں ذرہ برابر تبدیلی اور تغیب برداشت نہیں کروں گا۔ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی۔ الآیۃ

---

[1] اس وقت صدر محمد ایوب نے قادیانیت کے بارہ میں اس قسم کے احکامات جاری کیے تھے۔ اور کئی جرائد کو اس "جرم" میں ضبط کر دیا تھا۔ مرتب۔

محترم بھائیو! ہمارا نصب العین اور دستور صرف اسلام ہے۔ ہم اسلام کی کسی ایک جزیہ
میں بھی ترمیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر ہم نے اس دین کے لیے جہاد نہ کیا تو خداوند تعالیٰ
فرماتے ہیں۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ الآیۃ
یاد رکھو! یہ امتحان کا دور ہے۔ یہ چنگیز اور ہلاکو کیوں مسلط کیے گئے۔ یہ علماء کی سستی بھی اس میں
شامل تھی۔ تو یستبدل کا ظہور ہوا اگر قوم اور علماء سب نے دین کو پشت پھیر لی تو خدا کسی اور
کو لے آئے گا۔ تو وہ تم جیسا نہیں ہوں گے۔ آیت میں خطاب عرب سے تھا۔ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ فارسی کی طرف اشارہ کیا۔ امام ابوحنیفہؒ جیسے لوگوں کی طرف
بھی اشارہ تھا کہ لوکان الایمان بالثریا لتنالہ رجالٌ من فارس۔
تو یہ ہمارے موت اور حیات کا سوال ہے۔ خدا نے ہمیں آزادی دی قدرت اور حکومت
دی تو اب آزادی ملی تو یا تو دین اختیار کرو گے۔ یا اسلام کو چھوڑ دو کسی اور نعرے کو اختیار کر دو
عالمگیر کے حالات علم و تقویٰ آپ کو معلوم ہے۔ ایک بہروپیہ نے مذہبی لبادہ اوڑھ کر اسے
دھوکا دینا چاہا۔ عالمگیر نے بڑی رقم ہدیہ پیش کیا۔ اس نے لینے سے انکار کیا۔ پھر اصل صورت
میں سامنے آکر انعام مانگنے لگا۔ کہ اب تو تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ عالمگیر نے کہا کہ اس وقت
تو اس سے بڑی رقم ہدیہ کر رہا تھا۔ اسے کیوں نہ لیا۔ کہا کہ دل میں آیا کہ فقیروں اور زاہدوں
کے مصلیٰ پر بیٹھا ہوں۔ زہد و تقویٰ، سجادہ پر میرے وجہ سے دھبہ لگ جائے گا اس کی لاج
رکھ لی اور بڑی رقم ٹھکرا دی۔ وہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

یا مکن با فیلبانان دوستی

یا بنا کن خانہ برانداز فیل

یا تو اسلام کا دعویٰ چھوڑ دو۔ اللہ کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں کہ مروڑوں بھی اس خدائی
کا انکار کر دیں تو خدا کی خدائی میں ذرہ برابر کمی نہ آئے گی۔

تو اسلام کو چھوڑتے اس لیے نہیں ہو کہ ووٹ بھی تمہارے قبضے میں رہے اور اس
پر عمل بھی نہیں کرتے کہ وہ تو اچھے لوگوں کے لیے ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسلام اسلام
کا نعرہ مولوی لگاتا ہے اور پورا ملک جذباتی نعرہ ہے۔ تو بھائی یہ تو جذباتی نعرہ نہیں۔ چودہ

سو سال کا نعرہ ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامَ اگر اسلام جذباتی نعرہ ہے تو اس نعرہ پر قیام پاکستان کے وقت لاکھوں کروڑوں کو قربانی کیوں کرایا۔ آج ہم تم سے وہی اسلام مانگتے ہیں جو ۲۲ سال پہلے تمہارا بھی نعرہ تھا۔ آج کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں کئی فرقے ہیں۔ کون سا اسلام نافذ کیا جائے۔ تو کیا اس وقت فرقے نہیں تھے۔ پھر کیوں پاکستان کا معنی اسلام اسلام سے کرتے رہے۔ اگر کرتے ہیں تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ما انا علیہ واصحابی بناء پر جمہور کا اسلام مانگتے ہیں۔ کیا فضل الرحمان، غلام احمد پرویز اور غلام احمد قادیانی کی فرقہ بندیوں کی وجہ سے ہم فرقہ بندی کی آڑ لے کر اسلام کو چھوڑ دیں۔ ہمارے فروعی اختلاف والے فرقوں میں بنیادی باتوں پر اتفاق ہے۔ اللہ واحد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ بت پرستی تو کفر ہے۔ شراب نوشی زنا اور قتل ناجائز ہیں۔ ان پر کیا کسی فرقہ کا اختلاف ہے! کون مسلمان ہوگا جو انہیں جائز سمجھتا ہو۔ فروعی اختلافات میں کسی کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کسی پرسنل لاء میں کسی کو مداخلت کی کیا ضرورت ہے۔ اسلام میں تو اتنی فراخی ہے کہ ہمارے ہاں ذمی بھی رہ سکتے ہیں۔ تو ان کو بھی مراعات شہریت کے ملیں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ لَھُمْ مَا لَنَا جو ہمارے لیے ہے وہ ان کے لیے بھی ہے۔ جو حقوق ہمارے تحفظ کے ہیں۔ وہ ان کے بھی ہیں۔ تو ہمارے ہاں تو ذمیوں کو آزادی ہے۔ دیگر فرقوں کو جائز آزادی ہوگی۔ مگر فضل الرحمان اور پرویز کا اسلام آخر کون سا ہے؟ وہ تو یہودیت اور عیسائیت کا چربہ ہے۔ پھر یہ فرقے پاکستان قائم کرتے وقت تھے یا نہیں۔ اگر تھے تو پھر کروڑوں کو ملک بدر کیوں کرایا واللہ اسلام میں سب کے لئے۔ ہر شخص کے لیے سہولت ہے۔ لیس علیکم فی الدین من حرج لوگوں نے اسلام کی بھلائیاں لے کر اس سے امن قائم کیا اور ہم اسے اپنے ملک سے نکال رہے ہیں۔ پھر وکلاء اور ججوں کا خیال ہے کہ اسلام آیا تو ہماری پریکٹس ختم ہو جائے گی۔ پھر تو علماء ہی کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے۔ تو یہ بھی ان کی غلط فہمی ہے۔ بھائی تم اسلامی قوانین نافذ کرو اور خود ہی اسے چلاؤ۔ ہم کرسی پر نہیں آئیں گے علماء نے قانون وراثت وغیرہ کا اجراء کر دیا آج وہ قوانین عدالتوں میں ججوں اور وکلاء کے

ذریعہ چل رہے ہیں۔ علماء کے ذریعہ نہیں خدا کی قسم تم اسلام نافذ کردو تم ہی فیصلے کراؤ تم ہی تنخواہیں دیتے رہو۔ کوئی مولوی عدالت میں نہیں گیا کہ ہم یہاں بیٹھ کر قوانین وراثت پر عمل کرائیں گے۔ اگر آج اسلام نافذ نہیں تو پھر کیوں طلباء وکلاء سب بے چین ہیں۔ پھر کیوں انتشار اور ہنگامہ ہے۔

آج علماء کرام بھی سوچتے ہوں گے کہ بڑے مشکلات ہیں۔ اس وقت بھی کہا جاتا تھا کہ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ صحابہ یہ کہتے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہم تو ضرور چلیں گے۔ ہمارا بھروسہ ٹینک اور توپوں پر نہیں اللہ پر ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی کیا کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے مشکلات ہیں مگر سیدنا یوسف علیہ السلام نے خلاف شرع اور منکر دیکھا۔ سات دروازے بند تھے قفل لگے ہوئے تھے۔ وہ چل پڑے جس قفل کو ہاتھ لگا وہ کھلتا چلا گیا۔ بھاگ پڑے۔ برائی کے قفل تو کھل گئے۔ آج ہمارے اردگرد بھی مقفل دروازے ہیں مگر کچھ حرکت تو کرنی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق کامیابی ہمارے حصہ میں آئے گی۔

تو اس حیلہ سے کہ طاقت نہیں ہم نہیں چھوٹ سکتے قفل کھولے۔ دوڑ پڑو کوشش تو کرو کھل گئے تو بہتر نہ کھلا تو جہاد اور شہادت کا درجہ تو مل جائے گا۔ یہ ملک جو ہے یہاں آپ جیسے مخلص مسلمانوں کی وجہ سے دین کا چرچا ہے یہ مدارس یہ جمعیۃ العلماء اسلام یہ تبلیغی جماعت وغیرہ کی برکت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مشائخ کو کامیاب کرے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث

کراچی میں دو چار ماہ زیر علاج رہنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ طویل وقفہ کے
بعد دار الحدیث میں تشریف فرما ہوئے طلباء کے لئے مسرت کا موقع تھا، اظہار عقیدت کے طور پر پشتو اور
عربی میں قصیدے اور سپاسنامے طلبہ نے پیش کئے اور شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے دورۂ حدیث
کے طلبہ نے ترمذی شریف کے اوائل اور اواخر کچھ حصے پڑھ کر سنائے کہ سماعاً شرف تلمذ حاصل ہو
اس موقع پر دار الحدیث اساتذہ طلبہ و مشائخ سے بھرا ہوا تھا، حضرت مدظلہٗ نے اس مجلس میں ضعف
کے باوجود حسب ذیل ارشادات سے نوازا۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ گذشتہ دور میں احادیث شریف پڑھنے کے دو طریقے
ہوتے تھے، ایک بڑا طریقہ سرد الحدیث، حدیث کی عبارت پڑھنا، ان کی درسی زبان عربی تھی اور قرآن کے بعد فصاحت
اور بلاغت احادیث میں ہے۔ تو ابتدائی دور میں ہمارے ہاں رائج لفظی تحقیقات پر بحث نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ صرف
احادیث کا اتصال سند کے لحاظ سے ایک اہم اور ضروری امر تھا۔ تاکہ ہر حدیث کا سند متصل ہو جائے۔ سند کی مثال
ایسی ہے جیسے کہ دریا بہتا ہے اور ہمارے دار العلوم کے سامنے ایک زمین ہے جو اس دریا سے سیراب ہونا چاہتی ہے
اس کے سیراب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ درمیان میں سے ایک چھوٹی نہر نکالی جائے جس کے ذریعہ پانی آکر زمین سیراب
ہو جائے گی۔ ارشاد ہے: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ اللہ جل جلالہ نے آپ اور ہماری ہدایت کیلئے وحی بھیجی:
تنزیلٌ من حکیم حمید لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو نہایت حفاظت
سے محفوظ بنا کر بھیجا۔ جب وحی آتی ہے تو خود جبرائیلؑ پر بھی شیطان یا اس کے ذریعہ اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ جبرائیلؑ کو
ایک بنی نے کہا کہ آپ ساتویں آسمان سے وحی لاتے ہیں اور اتارتے ہیں تو کیا آپ کو کوئی تکلیف اور مشقت تو
نہیں ہوتی تو جبرائیل نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی قسم کا تردد اور مشقت محسوس نہیں کیا ہے۔ مگر صرف اس وقت
جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا تو میں ساتویں آسمان پر تھا کہ امر ہوا کہ جاؤ یوسف علیہ السلام
کو پکڑ لو تاکہ پانی میں ڈوب نہ جائے یہ مسافت تو دو زمین گز ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کا امر تھا کہ پانی تک پہنچنے سے قبل پکڑ
لو۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین۔ جبرائیل علیہ السلام نے انگلی
سے قوم لوط جس کی چھ لاکھ سے زیادہ آبادی تھی آسمان تک پہنچائی اور پھر اسے پھینک دیا۔ اولاً تو جبرائیلؑ ذی قوۃ اور
عند ذی العرش مکین ہے۔ دنیا کے عناصر اربعہ مرکب چیز تو انفعال کا اثر قبول کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ تو قوی اور مضبوط
ہے قدرت کا مالک ہے اور جو ذی العرش کے ساتھ مکین ہے وہ منفعل نہیں اس پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ متنازع

سردار ہے۔ جب جبرائیلؑ کہیں جاتے ہیں تو ان سے آگے پیچھے ہزاروں ملائکہ کا باڈی گارڈ ساتھ جاتا ہے اس کیلئے ضرورت نہیں لیکن یہ صرف قانونی انتظام ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حفاظت وحی کیلئے کیا گیا ہے۔ تو یہ حدیث جو ہے یہ وحی غیر متلو ہے۔ وحی ایک متلو ہے جو کہ قرآن مجید ہے قدیم ہے اور دوسری غیر متلو ہے جو نماز میں نہیں پڑھی جاتی حادث ہے اور اس وجہ سے حدیث کو حدیث کہا جاتا ہے الحدیث ما نسب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر القرآن قولاً او فعلاً او تقریراً و ثبوتاً۔

احادیث بھی وحی ہے لیکن وحی غیر متلو ہے اور یہ وحی غیر متلو جوامع اور سنن کی شکل میں آپ کو درسگاہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ ترمذی شریف جوامع میں سے ہے اس میں آداب، عقائد، احکام، تفسیر، سنن، اس میں جملہ آٹھوں انواع حدیث جمع کی گئی ہیں۔ اوّل جوامع میں بخاری شریف ہے۔ دوسرے درجہ میں مسلم شریف، تیسرے درجہ میں ترمذی شریف ہے۔ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ سنن میں سے ہیں۔ جن احادیث کی کتابوں میں احکام ذکر کئے جاتے ہیں، کتاب الحدود سے وصایا تک اس کو سنن کہا جاتا ہے اور جن کتابوں میں آٹھوں اقسام بیان ہو کم ہوں یا زیادہ جیسا کہ مسلم شریف جوامع میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو یہ مشغولیت فی الاحادیث مبارک بنادے۔ اور انشاء اللہ اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا کما سمعھا۔ تر و تازہ رکھے اس آدمی کو جس نے میری بات سن لی جیسا کہ آپ پڑھتے ہیں فوعاھا پھر یاد کیا اداھا کما سمعھا۔ پھر پہنچایا، جیسا کہ سنا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت اور قبر میں تر و تازہ اور آباد رکھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے میرے خلفاء پر۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ آپ کے خلفاء کون ہیں۔ حضور اقدس صلعم نے فرمایا میرے خلفاء وہ ہیں جو حدیث پڑھتے ہیں پھر اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ رحم اللہ خلفائی۔

—— تو یہ ایک بڑی سعادت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرف فرمایا ہے۔ بدقسمتی سے اس دفعہ میں (بوجہ امراض کے) آپ کی خدمت کرنے سے محروم ہوگیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علم نافع نصیب فرمادے یہ کمال ورجہ محبت انشاء اللہ بار آور ہوگی۔ اور آپ کیلئے ذریعہ انعام و اکرام دنیا اور آخرت میں بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فضلائے دارالعلوم کو بالخصوص اور دیگر علماء کو بالعموم اور اس کے ممدو معاونین کو بہتر کامیابی اور فلاح نصیب فرمادے۔ میرے حق میں بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کا اہل بنادے۔ بینائی واپس کردے اور بصارت و بصیرت نصیب فرمادے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے علم و عمل میں ترقی نصیب فرمادے، اور اللہ تعالیٰ دنیا اور عقبیٰ کی کامیابی نصیب فرمادے میں چونکہ کمزور ہوں فی الحال سینہ میں طاقت نہیں کہ آپ کے خدمت میں زیادہ عرض کرسکوں۔ (تقریر دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔)

ضبط و ترتیب

ادارۂ الحق

ختمِ بخاری شریف

۲۳ رجب کو دار الحدیث میں بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھ کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے حسب ذیل ارشادات سے حاضرین اور فارغ ہونے والے فضلاء کو نوازا۔

اما بعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ واحسن الھدی ھدی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ وبالسند المتصل الی الامام الحافظ امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن مغیرۃ۔ باب قول اللہ عزوجل ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ وان اعمال بنی آدم یوزن۔۔۔
۔۔۔کلمتان حبیبتان الی الرحمن۔ الحدیث۔

محترم بزرگو! جس وقت میری صحت اچھی تھی تو ختم یا افتتاحِ بخاری کے وقت کچھ معروضات پیش کرتا تھا۔ الحمد للہ کہ حدیث مبارک کے پاک الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ ــــ سبحان اللہ العظیم۔ یہ دو کلمے ہیں کہ رحمان کو جس کی صفت رحمانیت ہے یہ کلمات ان کو بہت قریب ہیں۔ ان کا پڑھنے والا بھی رحمان کے نزدیک بہت محبوب ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ یہ دو کلمے ہیں یعنی کلام ہے یا کلمتان ظاہر یہ ہے۔ اگرچہ اور بھی توجیہات ہیں اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔ اور ہر صفت کمال کے ساتھ متصف ہے، اللہ عظمت و بزرگی کا مالک ہے جتنی بزرگیاں عالم میں ہیں مخلوقات میں ہیں، یہ تمام منجانب اللہ ہیں، مخلوقات کا کچھ بھی نہیں ہے۔ بخشش و مغفرت اسکو محبوب ہے۔ جب اللہ کو یہ دو کلمے محبوب ہیں تو جب پڑھنے والا اس کا نماز کے بعد یا ویسے راستہ میں جاتے ہوئے پڑھا کرے تو یہ شخص بھی اللہ کو محبوب ہوگا۔ یہ کلمات میزان میں بہت بھاری ہوں گے۔ وزن میں بھاری ہوں گے۔ آپ نے وہ حدیث پڑھی ہے کہ ایک قرطاس پہ لا الہ الا اللہ ہوگا وہ میزان میں قیامت کے دن ڈالا جائے گا۔ دوسرے پلڑے میں کتابوں کی بڑی بڑی جلدیں رکھی جائیں گی مگر وہ اس پہ بھاری ہوگا، اسی طرح یہ سبحان اللہ وبحمدہ کا ہے۔ اس کا وزن قیامت کے دن بھاری ہوگا۔ انسان کے تمام اعمال قول ہو یا

فعل ہو وہ تو سے جائیں گے۔ انسان جو تلفظ کرتا ہے یہ انسان کا فعل ہے۔ تو یہ بھی تولا جائے گا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ملفوظ بہرحال خود ہو لیکن تلفظ اس کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ حادث ہے وارد حادث ہوتا ہے۔ اور مورود بہرحال خود قدیم ہوتا ہے۔

ثقیلتان فی المیزان خفیفتان علی اللسان۔ بہت آسان ہیں زبان پر یعنی ان کی ادائیگی زبان پر بہت آسان ہے۔ قرا کے نزدیک اسکی جو ادائیگی ہے وہ بہت آسان ہے۔

محترم بھائیو! سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ یہ بخاری کی آخری حدیث ہے بخاری شریف وہ کتاب ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری۔ قرآن وحی متلو ہے اور بخاری و دیگر کتب احادیث وحی غیر متلو ہے۔ وحی دونوں ہیں۔ قرآن وحی متلو ہے جس کے معانی مضامین ترتیب الفاظ کا مرتب اللہ تعالیٰ خود ہیں تو وہ قدیم اور متلو ہے۔ اور نماز میں اس کے پڑھنے سے نماز درست ہے۔ اور وحی غیر متلو کے معانی مضامین من جانب اللہ ہیں لیکن ترتیب والفاظ پیغمبر کے ہوتے ہیں، اب روایات میں جس کو ہم دین کہتے ہیں جو کہ پیغمبر سے نقل ہے۔ آج ہم تک دین پہنچا ہے۔ امام بخاریؒ تک پہنچا ہے۔ اور مصنفین تک پہنچا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے وہ تمام شرائط اپنی کتاب کے اندر ملحوظ رکھی ہیں۔

ما رواہ عدل تام الضبط بسندٍ متصل خالیاً عن الشذوذ والعلۃ۔ یہ کہ راوی و شاگرد و استاذ کے مابین ملاقات صحیح سے بھی تو معلوم ہوتا ہے اگرچہ ایک دفعہ ملاقات ہو لیکن علماء نے تتبع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں طویل الملازمۃ مع الشیخ ہو۔ ہر شاگرد اپنے شیخ کے ساتھ طویل الملازمۃ ہو۔ امام مسلمؒ بھی یہ کہتے ہیں کہ ما رواہ عدل تامّ الضبط بسندٍ متصلٍ خالیاً عن الشذوذ والعلۃ۔ لیکن امام مسلمؒ امکانِ ملاقات استاذ شاگرد میں کافی سمجھتے ہیں جب دونوں ہم عصر ہوں۔ اگر ملاقات انکی یقیناً ثابت نہیں لیکن ہم عصر ہیں امکانِ ملاقات موجود ہو تو اس کو اتصال پر حمل کرتا ہے۔ اور اس کا اندراج کرتا ہے۔

بہرتقدیر بخاری شریف تمام صحاح اور تمام احادیث کی کتب میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ اور بخاری یہ وہ کتاب ہے کہ امام محمد بن احمد مروزیؒ ایک عالم اور بہت بڑے محدث ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں رکن اور مقام ابراہیمؑ کے مابین بیٹھا تھا کہ مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ یا اللہ مجھے یہ موقع ملا۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا کہ اے مروزیؒ تم شافعیؒ کی کتاب کب تک پڑھو گے۔ تابکے اسکو پڑھو گے۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے۔ محمد بن احمد مروزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کی کتاب کونسی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: الجامع الصحیح البخاری۔ امام بخاریؒ کی کتاب جامع صحیح آٹھ انواع حدیث اور اقسام پر مشتمل ہے۔ تو حضورؐ نے اس کو اپنی کتاب کہا۔ اپنی طرف منسوب کیا

یہ کتنی بڑی شرافت ہے۔ کتنی بڑی عظمت اور عزت ہے۔ ٹھیک ہے قول فعل تقریر وقوف احادیث میں یہی بیان ہوتا ہے۔ لیکن صحیح سند کیساتھ جو بیان امام بخاریؒ نے کیا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں اپنے ایک غلام محمد بن احمد مروزی کو فرماتے ہیں کہ تم کب تک امام شافعیؒ کی کتاب پڑھوگے۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے۔ تو یہ یقینی شے ہے۔ آپ نے شمائل میں پڑھا ہے۔ من رآنی فی المنام فقد رآنی یا فقد رأی الحق۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے خواب میں دیکھا وہ بالکل صحیح ہے۔ اللہ نبوت کا حافظ ہے۔ خواب اور بیداری میں شیطان آپ کا متمثل نہیں ہو سکتا۔ شکل پیغمبر میں نہیں آسکتا۔

میرے محترم بھائیو! بخاری کا مقام اتنا بلند ہے۔ تقریباً چھ لاکھ احادیث سے اس کا انتخاب ہوا ہے۔ غالباً سات ہزار دو سو چوہتر (۷۲۷۴) احادیث غالباً امام بخاریؒ نے چھ لاکھ سے انتخاب کرکے اس میں جمع کی ہیں۔ اس میں اگر تعلیقات شمار کی جائیں تو نو ہزار بنتی ہیں۔ کچھ اوپر۔ اور اگر اس سے مکررات نکالے جائیں تو چار ہزار سے بھی کم بنتی ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب اس بڑے ذخیرے سے جو کہ میرے پاس ذخیرۂ احادیث تھا میں نے اس سے منتخب کیا ہے۔ سولہ سال میں اس کو مکمل کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ جیسے حافظے کا مالک کہ ابھی بچپن کی عمر ہے، درس حدیث میں شمولیت کرتے ہیں۔ پرانے زمانے میں درس حدیث جہاں ہوتا تھا۔ اس میں مسلمانوں کا جم غفیر جمع ہو جاتا تھا۔ چار چار ہزار افراد امراء وزراء اور دولتمند جب ان کو یہ پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں جگہ احادیث کا بیان ہوتا ہے۔ فلاں جگہ بخاری کا ختم ہے جیسا کہ آج ہمارے معزز مہمان شاید انہوں نے اخبار میں دیکھا ہوگا۔ اس شوق سے اس گرمی میں آپ کے ملاقات اور بخاری کی ایک حدیث سننے کیلئے آئے ہیں۔ تو اس زمانے میں یہ عام جذبہ تھا۔

—— تو امام بخاری دس بارہ سال کے ہیں کہ درس میں شامل ہوتے تھے۔ طلباء ان پر ہنستے تھے، کہ جاؤ کھیلو، آپ اس درس میں کیا کرتے ہیں۔ پھر آپ تو لکھتے بھی نہیں۔ آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے درس کے ساتھیوں کو آواز دی کہ آؤ سن لو۔ میں نے سولہ دن شرکت کی ہے اس درس میں اس میں کتنی احادیث ہوتی ہیں۔؟ دس پندرہ ہزار احادیث ہوتی تھیں۔ اب جو طریقہ ہے درس حدیث کا اس میں لفظی تحقیق، فقہی تحقیق، صرف نحوی تحقیق یہ تمام اس میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ہم عجم ہیں اور ہماری زیادہ تر مناسبت اور الفت عربی کے ساتھ نہیں۔ مگر وہ تصحیح سند کیا کرتے تھے۔ اتصال سند کیا کرتے تھے، اسے سرد الحدیث کہا جاتا ہے۔ اسنادیات اگر دعبارت حدیث پڑھتے تھے اور اس کو سنتے تھے کہ ہمارا اس حدیث میں حضور اقدسؐ کے ساتھ اتصال آجاتا ہے۔ آج میں کہتا ہوں کہ حدثنا اور رسول اللہؐ سے نقل کرتا ہوں۔ تو میں نے حضورؐ سے کہا سنا ہے۔ میرے اور حضورؐ کے درمیان تو چودہ سو سال ہیں۔ تو درمیان میں رواۃ ہیں، اسناد ہیں عن یا حدثنا

جو لاتے ہیں یہ رواۃ وسائط ہیں اس لئے کہ دریا سے جب آپ اپنے کھیت کو پانی لاتے ہیں تو ندی کھودتے ہیں، نہر کھودتے ہیں تب اس ندی میں پانی آتا ہے۔ اور اس سے کھیت سیراب کرتے ہیں۔

تو اللہ کا علم وحی آپ سے جبرائیلؑ کو جبرائیلؑ سے رسول اللہ ﷺ کو اور آپ سے حضرۃ ابوبکر صدیقؓ اور دیگر ایک لاکھ دس ہزار کم و بیش صحابہ کرامؓ موجود جنہوں نے روایت کی ہے، جنہوں نے مجلس میں شرکت کی ہے۔ اور ان سے نیچے جو رواۃ ہیں الیٰ یومنا ھذا۔

تو میرے محترم ساتھیو! پندرہ ہزار احادیث سولہ دن میں ہوئی تھیں اور امام بخاری نے فرفر انکو سنا دیں۔ اللہ کو یہ منظور ہے کہ یہ قرآن محفوظ رہے۔ اور احادیث بھی محفوظ رہیں۔ ورنہ اس دورِ فتن میں جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس سے پہلے دور انگریزوں کا گزر چکا ہے، جو قرآن و حدیث دنیا سے مٹانا چاہتے تھے۔ اس قرآن و حدیث کا ایک حافظ ایک طالب اور ایک محب بھی نہ ہوتا، نہ یہ مدارس ہوتے اور نہ یہ طالب علم ہوتے اور نہ یہ ہمارے ممبران صاحبان اور چندہ دہندگان ہوتے اور نہ طلباء کے سرپرست اور طلباء سے محبت رکھنے والے، ان میں سے ایک بھی نہ ہوتا۔ لیکن اللہ جل مجدہٗ کو یہ منظور تھا کہ یہ قرآن مجید محفوظ رہے۔ اس کے لئے چودہ لاکھ سے زیادہ حفاظ پیدا کئے اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ یہ حدیث محفوظ رہے۔

تو ہزاروں کی تعداد میں اللہ نے حدیث کے فہم اور دفاع کیلئے افراد پیدا کئے۔ اس کے خادمان پیدا کئے اس کے یاد کرنے والے پیدا کئے۔ اس کی اشاعت کرنے والے پیدا کئے اور اس پر جانی و مالی قربانی دینے والے پیدا کئے۔ ہر قسم جان نثاری کرنے والے پیدا کئے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ پرانے زمانے میں جب ایک پیغمبر ہوتا تھا تو اس کے تشریف لے جانے کے بعد دوسرا پیغمبر آتا تھا، تو وہ حدیث یا وہ کتاب متغیر اور متبدل ہوتا تھا۔ حضورِ اقدس ﷺ کے بعد تو قیامت تک دوسرا پیغمبر نہیں۔ تو قرآن و حدیث اللہ نے محفوظ کئے۔ تو امام بخاریؒ نے پندرہ دن تک روزانہ ایک ہزار احادیث یاد کیں۔ اور یہ اس وقت دس گیارہ سال کا بچہ تھے۔

تو زمانہ شیخوخت اور کہولت میں کیا حالت ہوگی۔ بیکندی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوست مہمان آیا، حدیث کا سبق ہو رہا تھا، جب طالب علم چلے گئے تو بیکندی نے ان کو کہا کہ اگر تم ذرا پہلے آتے تو میں آپ کو ایک طالب علم دکھاتا کہ ابھی تک اس کی داڑھی نہیں آئی ہے۔ اس کو ستر ہزار احادیث یاد ہیں۔ اور ہمیں ایک بھی حدیث یاد نہیں۔ لیکن ہمارے لئے اللہ جل جلالہ نے جب سینہ کا حفاظت نہ ہوا، دماغ سے حفاظت نہ ہوا۔ تو کاغذ میں اور کتابوں میں حفاظت کا انتظام کیا طالب علم کے بغل میں بخاری ہے۔ پرانے زمانے میں ایسا نہ تھا۔ بہرتقدیر امام بخاریؒ کا طالب علمی کے زمانہ میں فہم اور حافظہ تھا۔ اور

یہ ذکاوت تھی ، اور آپ جب کتاب بخاری کی تالیف و ترتیب کرتے ہیں۔ تو سولہ سال میں ۔ ہم تو تین چار مہینے میں اسکو ختم کر دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کو سب کچھ آگیا۔ عالم فاضل ہوگئے۔ جب سولہ سال میں آپ نے احادیث اور تراجم باندھے ہیں اور جمع کئے ہیں تو اگر ہم ساٹھ سال تک اس کو بار بار غور سے پڑھیں تب بھی حق ادا نہ ہوگا۔ اساتذہ نے تو ہم کو ایک طریقہ بتلایا کہ حدیث سے مسئلہ ایسا نکلتا ہے ، اور تراجم ابواب میں ان کو اشارہ ہے ۔ لیکن آگے اب یہ ہمارا اور آپ کا کام ہے کہ ہم اس پر غور کرتے رہیں۔

بہر تقدیر بھائیو ! امام بخاریؒ جب یہ کتاب لکھتے تھے تو ہر حدیث کے لئے غسل فرماتے ، پھر عطر لگاتے ، پھر اس کے بعد دو رکعت استخارے کے نفل ادا فرماتے اور مکہ معظمہ میں جب ہوتے تو ابواب اور تراجم مقام ابراہیم کے پاس لکھتے ۔ دو رکعت پڑھتے پھر مراقبہ ہوتے اس کے بعد اندراج کرتے ۔ حدیث کا اندراج اس طریقہ سے ۶ لاکھ احادیث سے انتخاب ہؤا ۔ اس کتاب کو اللہ جل مجدہٗ نے بہت شانِ مقبولیت دی ہے۔

حدیث و قرآن کی برکات و انوار | جہاں پر حدیث اور قرآن پڑھایا جاتا ہو تو وہاں پر انوار و برکات نازل ہوتے ہیں جہاں قرآن مجید پڑھایا جاتا ہو اس جگہ سے انوار شعاعِ شمس کیطرح نکلتے ہیں ، سورج کی طرح شعاع قاری اور سامع پر پڑتے ہیں ۔ اور جہاں حدیث پڑھائی جاتی ہے وہاں انوار چاند کی مانند شعاع گرتی ہیں اسی طرح شعاعِ حدیث مبارک جس مجلس میں ہوں ، اور حدیث کے پڑھاتے وقت ہوتی ہیں حضرۃ شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ صوفی اور بہت بڑے عالم گزرے ہیں ، انہوں نے وصیت کی کہ جب موت کا وقت آئے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا ۔ کہ آپ بخاری شریف کی احادیث میرے سامنے تلاوت کرتے رہیں ۔ میری نزع کے وقت احادیث کی تلاوت شروع کریں ۔ تو میرے ذہن میں اس وقت یہ بات آئی کہ آپ نے کہا کہ میرے پاس حدیث کی تلاوت کریں اور یہ نہ فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کریں تو فوراً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ قرآن پاک کی تجلیات جلالی ہیں ۔ جلالی شعاع ہیں اور حدیث کی تجلیات جمالی ہیں وہ شعاعِ قمر کی طرح ہیں ۔ اور حالتِ نزع میں جمال کی ضرورت زیادہ ہے ۔ اس لئے کہ یہ سخت وقت ہے ۔ خیر جو بھی لطیفہ ہو مجھے اس کا کوئی خاص علم نہیں ۔ ویسے میرے ذہن میں یہ بات آئی ۔

طلب علم کی راہ کا اجر | بھائیو ! یہ آپ تمام اور خاصکر اس وقت جو مہمان آئے ہیں گاؤں سے تو بھائیو حدیث ہے کہ من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سہل اللہ لہٗ طریقاً الی الجنۃ ۔ (الحدیث)

کہ جس نے علم کے لئے راستہ طے کیا، علم کے راستہ پر چلا، اس دارالعلوم کو آئے، اپنے گھر سے آیا، اپنے گھر اور دکان سے آیا۔ اپنے گاؤں سے آیا۔ کماً یا کیفاً جیسا بھی ہو۔ اس نے سلوک طریق کیا۔ تو اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔ آپ تو ہر روز اور آج ہمارے یہ مہمان بھی اس وقت تمام طالب علم ہیں بخاری شریف کے اور بخاری کی آخری حدیث کے۔ اللہ جنت کا راستہ ان تمام کیلئے آسان کر دے۔

حدیث کے پڑھتے وقت انوار اور برکات نازل ہوتی ہیں۔ قرآن کے پڑھتے وقت انوار و برکات نازل ہوتی ہیں۔ جہاں بخاری کا ختم ہوتا ہے یا ہو جائے وہاں بہت سے مصائب دور ہو جاتے ہیں۔ طاعون جیسی وبا اور بہت سی بیماریاں اللہ تعالیٰ ختم بخاری کی برکت سے دور کر دیتا ہے۔ جب بارش نہیں ہوتی اور ختم بخاری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بارانِ رحمت نازل فرماتے ہیں۔ شیخ جمال الدینؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد شیخ اثیر الدین فرماتے ہیں کہ: میں نے ۱۲۰ دفعہ ختم بخاری شریف کیا اور اللہ نے مجھ کو مقاصد میں کامیابی دی اور اللہ نے میری مشکل حل فرما دی۔ پھر خاصکر احادیث کیلئے جنہوں نے تکلیف اٹھائی، بھائیو آج آپ بہت خوش ہیں۔

صحابہؓ کا ذوق حدیث | حضرت ابوایوب انصاریؓ نے دس سال حضورؐ کی خدمت کی ہے حضورؐ کے خادم حاضر باش ہیں مگر آپ نے جب حضورؐ کے وصال کے بعد سنا۔ کہ مصر میں ایک صحابی ہے۔ اس کے پاس ایک حدیث ہے۔ جو کہ میں نے اپنے کانوں سے نہیں سنی ہے۔ تو علو سند کیلئے حضرت ابوایوب انصاریؓ مدینہ منورہ سے مصر روانہ ہوتے ہیں۔ چالیس دن کا سفر طے کرتے ہیں۔ پیدل سفر کیا کہ میں مدینہ منورہ سے ایک حدیث کیلئے آیا ہوں۔ جو آپ کے پاس ہے۔ سنا دیجئے تاکہ میری سند متصل اور عالی ہو جائے۔ انہوں نے آپ کو وہ حدیث بیان کی اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ اللہ اس وقت تک اپنے بندہ کی امداد کرتا ہے جب تک بندہ دوسرے بندوں کی مدد کرتا رہے۔ تم دوسرے بندوں کی مدد کرو۔ دوسرے انسان کی مدد کرو۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ تم اپنے آپ کو بھوکا رکھو، پیاسے رہو۔ اپنے آپ پر تکلیف اٹھاؤ۔ اللہ جل جلالہ آپ کی تمام ضروریات پوری کریں گے

محترم بھائیو! طالب علم کیلئے ملائکہ اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور طالب علم کس کو کہتے ہیں۔ آپ تو اصطلاحی طالب علم ہیں اور جو ہمارے بزرگ ہیں ہمارے ساتھ امداد کرتے ہیں، ہم سے محبت کرتے ہیں، ہمارے لئے گھروں سے آتے ہیں۔ یہ بھی طالب علم ہیں، ان کے لئے بھی ملائکہ پر بچھاتے ہیں احترام کے طور پر انکے لئے بھی یہ خوشخبری ہے۔ من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سھل اللہ لہ طریقاً الی الجنۃ۔ آپ تقریباً سو ڈیڑھ سو طلباء نے ختم بخاری کیا تو یہ گویا تقریباً ڈیڑھ سو ختم جمع ہو گئے۔ تو آپ کی دعائیں اپنے حق

اپنے والدین اور ہمدردوں کے حق میں اپنے خیر خواہوں کے حق میں اور دین کے خادموں کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ بہت مہربان ہے۔ وہ ہمارے نقائص کو نہیں دیکھتے۔ بہر تقدیر بھائیو! مختصراً عرض ہے کہ میرا تو بیماری کی وجہ سے کوئی خاص حصہ خدمت کا اس سال بدقسمتی سے نہیں۔ اور التجا کرتے ہیں، امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت پہ دوبارہ کامیاب و سرفراز فرمائے۔

سندِ حدیث | بہر تقدیر بخاری شریف میں نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجاہد اعظم حافظ الحدیث صدر المدرسین بدار العلوم دیوبند حضرت مولانا و بالفضل اولانا حضرۃ مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی کا زیادہ حصہ حضرۃ مدنیؒ سے دیوبند میں پڑھا ہے۔ حضرۃ مدنیؒ حدیث کے امام تھے حافظ الحدیث تھے، اور صاحب الکرامات تھے، ولی اللہ تھے۔ ان کی کرامت کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اس پاکستان میں تقریباً جتنے مدارس ہیں ان میں آپ کے تلامذہ ہی خدمتِ دین میں مشغول ہیں اور دین کی اشاعت کرتے ہیں۔ حضرۃ مدنیؒ مدینہ طیبہ میں درسِ حدیث دیتے تھے، ان کو معلوم ہوا کہ ان کے استاد حضرۃ شیخ الہندؒ گرفتار کئے گئے تو اس وقت کی حکومت کو کہا کہ جس دفعہ کے تحت آپ نے میرے استاد کو گرفتار کیا ہے۔ میں بھی اسی دفعہ کا مجرم ہوں۔ تو اپنے آپ کو ان کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کرلیا۔ حافظ ایسا تھا کہ بخاری شریف آپ کو متن سند کے ساتھ یاد تھی۔ لیکن اخفاء کیا کرتے تھے یہ ظاہر نہ کرتے تھے۔ کہ کسی کو معلوم ہو جائے۔ جس وقت بخاری پڑھاتے تھے۔ اپنے سامنے قسطلانی رکھتے تھے ــــ وہ فرماتے تھے: خلق الانسان من عجل۔ آپ جو سبق پڑھاتے آپ کی تقریر تشریح آپ کی متانت آپ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آتا تھا۔ بڑے اطمینان سے آپ حقِ حدیث ادا کرتے تھے۔

بہر تقدیر حضرۃ مولانا مدنی نے حضرۃ شیخ الہندؒ حضرۃ مولانا محمود الحسن جن کا قرآن پاک کا ترجمہ اردو میں بھی موجود ہے اور فارسی میں بھی ترجمہ شیخ الہند ہوا ہے بہت بڑا تبحر علمی اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ آزادیٔ ہند میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ تو حضرۃ مدنیؒ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرۃ شیخ الہندؒ سے پڑھی ہے۔ یہ دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں۔ استاذ کا نام بھی محمود ہے اور شاگرد کا نام بھی محمود حسن جو کہ آگے چل کر حضرۃ شیخ الہند ہو گئے۔

حضرۃ شیخ الہندؒ نے بخاری اور ترمذی حضرۃ مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند سے پڑھی ہیں۔ حضرۃ مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند پاکستان اور ہندوستان بلکہ اسلامی ممالک میں جہاں علوم دینیہ آپ دیکھتے ہیں جہاں علماء آپ دیکھتے ہیں جہاں پہ زمرۂ اہل حق ہے یہ تمام فیض حضرۃ مولانا محمد قاسم صاحب کا ہے

ان کا تمام وقت کچھ تو جہاد میں کچھ تدریس میں کچھ مناظروں میں گزرا۔ حضرۃ مولانا محمد قاسمؒ نے حضرۃ مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ مہاجر مدنی سے بخاری اور ترمذی شریف پڑھی۔ اور ان سے اجازت لی ہے یہ شاہ عبدالغنی مجددی شاہ ولی اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ یہ حضرۃ مجدد الف ثانی کے نواسے ہیں اور مہاجر مدنی ہیں۔ حضرۃ مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے بخاری اور ترمذی حضرۃ مولانا محمد اسحاق صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ حضرۃ مولانا محمد اسحاق صاحب نے حضرۃ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے بخاری و ترمذی پڑھی اور شاہ عبدالعزیز نے شاہ ولی اللہ سے اور حضرۃ شاہ ولی اللہ نے شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ ابو عبداللہ مکی سے ایک استاد مکہ کے ہیں اور دوسرے مدینہ کے آپ نے ترمذی کی ابتداء میں شیخ ابو طاہر کا نام دیکھا ہے۔ اور بخاری کے خطبہ میں جو حاشیہ لگا ہے اس میں سند لکھا ہے۔ وہاں سے بخاری تک سند چلتا ہے۔ اور بخاری و ترمذی کے بعد سند حضور اقدسؐ تک کتاب میں ہر حدیث کے متن سے پہلے مذکور ہے۔ حضورؐ نے عام طور سے حضرت جبرئیل علیہ اسلام سے لیا ہے۔ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین ۔ اور حضرت جبرئیل نے اللہ جل مجدہٗ سے لیا ہے۔ تو آج جو حدیث آپ نے سنی اس کا سند اللہ تک پہنچا۔ کس سے ہم نے سنا؟ کون راوی ہے؟ کس سے یہ بات کرتا ہے کس سے نقل کرتا ہے۔ یہ سند ہے یہ اجازت حضرۃ مدنیؒ نے شفقت کی بناء پر دی اور اسے مقید کیا تھا کہ جب تک آپ کا یقین نہ آئے، کسی حدیث کا مطلب نہ پڑھائیں۔

زریں نصائح | اس پر آپ مغرور نہ ہوں کہ میں نے دورہ پڑھ لیا میں تو فارغ ہوگیا، مولوی بن گیا۔ امام ابو حنیفہؒ اپنے فضلاء کو فرمایا کرتے تھے کہ آپ لا ادری پر ناراض نہ ہوں۔ کہ کوئی عیب نہیں کہ آپ سے کوئی شخص پوچھے کہ فلاں مسئلہ کیسا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ لا ادری مجھے نہیں آتا۔ امام مالک سے چالیس مسائل کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے چھتیس مسائل میں لا ادری فرمایا۔ تو جب تک تمہیں یقین نہ ہو۔ اس وقت تک یہ کہہ سکتے ہیں کہ لا ادری۔ تکلف سے اپنے آپ کو عالم نہ بنائیں۔ جب آپ نے مطالعہ کیا، شروح دیکھ لئے حواشی آپ نے دیکھ لئے تو اپنے ذہن ثاقب سے آپ پر مسئلہ واضح ہوا تب، تو اس کے بعد ہمیں اور صحاح ستہ موطائین اور طحاوی شریف کی اجازت دی گئی تھی۔ وہ اجازت حضرۃ شیخ المکرمؒ کو اپنے اساتذہ اور شیوخ سے ملی تھی وہ انہوں نے ناچیز کو دی اور اب میری طرف سے آپ کو بھی اجازت ہے۔ آپ بڑی تحقیق کے ساتھ پڑھائیں۔ یہ دین ہے تاکہ اس میں کسی قسم کی غلطی نہ آجائے۔

جتنا تقویٰ ہوگا، پرہیزگاری ہوگی اور دینداری ہوگی جتنا حزم اور احتیاط ہوگی اتنا ہی اللہ کا فضل آپ کا شامل حال ہوگا ــــ آپ کا عزیز وقت میں نے لیا۔ میرا اتنا خیال نہ تھا۔ انشاء اللہ اب مل کر دعا کریں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

افاداتِ ختمِ بخاری شریف

۲۳ رجب ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۱ جولائی بروز پیر دار الحدیث میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ختم بخاری شریف کی تقریب میں علالت کے باوجود حسب ذیل خطاب فرمایا۔ اس سے قبل آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی۔ اس خطاب میں دار العلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے تقریباً ایک سو تیس فضلاء سے آئندہ کی علمی وعملی زندگی سے متعلق نہایت قیمتی نصائح فرمائے گئے۔

"محترم بزرگو! علماء، اساتذہ، اراکین اور بعض مہمانوں کا اجتماع ہے۔ کل اور پرسوں بھی ختم بخاری کا ارادہ تھا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ انشاء اللہ پیر کے دن تمام اساتذہ کی موجودگی میں ختم ہو۔ ایک دو اساتذہ کا انتظار رہا۔ عذر کی وجہ سے میرا ارادہ تھا کہ ختم شریف کے لئے بعض حضرات اکابر کو بلایا جائے۔ پھر خیال ہوا کہ دار العلوم حقانیہ کے سارے امور بغیر کسی تکلف کے ہیں ۳۰ سال سے نہ افتتاح کے لئے کوئی اہتمام کیا گیا ہے۔ نہ اختتام کے لئے بلکہ اپنے ساتھی جمع ہو کر دعا فرما لیتے ہیں، محض سادگی ہے، اس سادگی کو ملحوظ رکھ کر بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اگرچہ کمزوری اور بیماری ہے مگر آخری حدیث کی تلاوت کر لوں۔

علماء کے مورث

محترم بھائیو! تقریر کی نہ ضرورت ہے نہ اس کا اہل ہوں۔ کہ آپ کے سامنے کچھ عرض کروں۔ بخاری شریف اور دیگر کتب آپ نے ختم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آج آپ علماء ہیں اور نئے مقام پر ہیں اور علماء دولت مندوں کے، حکومت کے اور بڑے بڑے لوگوں کے وارث نہیں ہوتے، نہ ہم

میں سے کوئی قارون کا وارث ہے، نہ کوئی نمرود کا وارث ہے، نہ شدّاد کا۔ اور شکر الحمد للہ کہ بھٹو سے بھی اللہ تعالیٰ نے خلاصی دے دی۔ ایک بھی ہم میں ایسا نہیں مگر آج خدا کے نزدیک آپ لوگوں کا جو درجہ ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء معمولی درجہ نہیں، کل مخلوقات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ بلند ہے۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام میں درجہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا بلند ہے تفصیل کا موقعہ نہیں اور تفصیلات آپ پڑھ بھی چکے ہیں۔ آج آپ وارث الانبیاء بن گئے، آپ کے سروں پر وراثت انبیاء کا تاج رکھ دیا گیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ کل مخلوق میں اونچا ہے، مرتفع ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تو بہت اُونچا مقام ہے۔ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کے بارہ میں کسی نے ایک عالم سے پوچھا، غالباً امام شافعیؒ سے کہ مجدّد اوّل حدیث کے مدّون حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بہت بڑی ہستی ہیں۔ ان کا درجہ اُونچا ہے، یا حضرت معاویہؓ کا۔ انہوں نے نہایت غصہ میں جواب دیا کہ حضرت معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اقدسؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اُس گھوڑے کی نتھنوں کی گرد وغبار بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے بہتر اور افضل ہے۔ صحابیت کا بڑا مقام ہے۔ تو نبوت کا تو حد سے بڑھ کر اونچا مقام ہے۔ اور آج آپ لوگوں کو اللہ جل مجدہ نے ان کے وارث کا درجہ اپنے فضل وکرم سے دے دیا۔

بخاری شریف کے لئے مصنّف کا اہتمام

یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا۔ اور پھر طالب العلم بنایا۔ اور وہ بھی حدیث کی طالب العلمی امام بخاریؒ اس آخری حدیث —— سبحان اللہ وبحمدہٖ —— کی شکل میں اس نعمتِ عظیمہ پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا فرما رہے ہیں۔ حمد پر مشتمل جملے امام اسی لئے لا رہے ہیں کہ شکریہ ادا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کتاب کی تصنیف کی توفیق دی۔ لاکھ احادیث سے امام بخاریؒ نے انتخاب فرمایا۔ اور ایسے طریق سے کہ ہر ترجمۃ الباب کے لئے رکن ومقام کے درمیان مواجہہ شریف میں روضۃ من ریاض الجنۃ کے سامنے استخارہ کر لیتے، غسل کر لیتے، صاف اور نئے کپڑے پہن لیتے، خوشبو لگا لیتے، پورا اطمینان ہو جانے کے بعد حدیث درج فرماتے۔ سولہ سال میں یہ کتاب آپ

نے تصنیف فرمائی، آپ تو سال آدھ سال میں پڑھ لیتے ہیں۔ مگر امام جیسی ذہین شخص نے اتنا اہتمام فرمایا۔

امام بخاریؒ کی ذکاوت

بچپن میں درسِ حدیث سننے کے شوق میں آکر حلقۂ درس میں سب سے پیچھے بیٹھ جاتے، لوگ احادیث لکھتے، آپ لکھتے بھی نہیں ویسے ہی خاموش بیٹھے رہتے، بڑے طلبہ مذاق کرتے کہ آپ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں لکھ بھی نہیں سکتے تو فائدہ کیا ہے؟ جاؤ اپنا کھیل کود کیا کرو۔ لیکن سولہویں دن امام بخاریؒ نے اپنے رفقاء درس سے کہا کہ آپ وقت کی بربادی کا الزام مجھ پر لگاتے ہیں۔ ان پندرہ دنوں میں پندرہ ہزار احادیث استاذ نے سنائی ہیں۔

سرد الحدیث اور سلسلہ سند

اس زمانہ میں درس حدیث میں لغوی اور اعرابی تحقیقات فقہی تحقیقات نہ ہوا کرتی بلکہ عبارت اور قرأت اور سماع پہ اکتفا ہوتا۔ اسے سرد الحدیث کہتے ہیں۔ اور اصل دورہ بھی یہی ہے۔
مقصد سند کا حضورِ اقدسؐ سے اتصال ہے۔ یہ علم اللہ بخشتا ہے۔ واللہ یعطی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم کی تقسیم فرماتے ہیں۔ وہ تقسیم شدہ علم صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوا پھر ان سے تابعین کو، ان سے تبع تابعین هكذا الى يومنا هذا اساتذہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ اب ہمارے ان سینوں میں جو علوم ہوں گے، وہی ہوں گے جو اساتذہ سے حاصل ہوئے اور اساتذہ نے تابعین اور تابعین نے صحابہؓ سے اور صحابہؓ نے حضورِ اقدسؐ سے حضورؐ نے جبرائیل امین علیہ السلام سے اور جبرائیل نے اللہ مجدہٗ سے حاصل کئے۔ فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ یہ احادیث۔ سرد الحدیث سے سند متصل ہو جاتی ہے جیسے کسی کھیت کو سیراب کرانا ہو تو دریا اور سمندر سے نالہ کھیت کو لے آتے ہیں، اب اس نالے کے ذریعے پانی آکر کھیت کو سیراب کر لیتا ہے اور اگر نالہ نہ ہو پائپ لائن نہ ہو اس دریا یا نالے کے متصل کوئی کھیت ہو مگر ذریعہ اتصال نہیں تو دریا سے کھیت کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو اساتذہ کی سند اساتذہ سے لے کر حضورِ اقدسؐ تک اور اللہ رب العزت نے یہ وحی نازل فرمائی۔
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ۔

پر دہی ذریعہ اتصال ہے۔ یہی سرد الحدیث اصل چیز ہے، آج طلبہ کہتے ہیں کہ چلئے اساتذہ فلاں مقام پر تحقیق نہیں کریں گے ویسے عبارت پڑھی جا رہی ہے، جا کر کہیں کمرہ میں آرام کریں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ جو حدیث درس میں استاذ سے نہ سنی کل اس کے بارہ میں۔ حدثنا یا اخبرنا۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو پڑھا نہیں اس کی سند اسناد سے متصل نہیں ہو سکتی۔

غرض یہ کہ امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث اگر پندرہ دن میں سن لیں تو تعجب نہیں اس لئے کہ وہ دور — سرد الحدیث — کا تھا صرف حدیث کی عبارت اور سند سنائی جاتی، تو امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث ساتھیوں کو حافظے سے سنا دیں انہوں نے بھرپور امتحان لیا۔ اس سے امام بخاریؒ کی ذہانت کا اندازہ لگتا ہے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں امام عبداللہ بن مبارک وکیع اور امام ابو حنیفہؒ جیسے ائمہ کے علوم ازبر ہو گئے۔ امامؒ نے اس کتاب کی تصنیف سولہ برس میں فرمائی چھ لاکھ احادیث سے انتخاب اور زبردست شرائط کے ساتھ کہ — ما رواہ عدلٌ تام الضبط بسند متصل خالیًا عن الشذوذ والعلۃ — پھر طالب اور استاذ کے درمیان ملاقات یقینی ہو، طویل ملاقات طویل الملازمۃ مع الشیخ — کتنی کڑی شرائط امام مسلمؒ نے تو اتنا کہا کہ، ملاقات ہوئی ہو، مگر تتبع علماء کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے نہ صرف ملاقات بلکہ طویل الملازمۃ مع الشیخ راویوں کا بھی التزام رکھا ہے۔

امام بخاریؒ اور آپ کے والدین کا زہد و تقویٰ

امام بخاریؒ کے علم اور زہد کی نظیر اپنے دور میں نہ تھی۔ ایک دفعہ آپ بہت بیمار ہو گئے، حکماء نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو کسی ایسے راہب کا قارورہ ہے، جس نے عرصہ سے کوئی سالن نہیں کھایا۔ امام سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک مدت سے سالن کے بغیر بجو کی روٹی خشک کھا رہا ہوں۔ تو حکماء کے اصرار و منت سماجت سے شب و روز میں تین بادام کھانا قبول کر لیا۔ یہ غربت کی وجہ سے نہیں، وہ خود بھی اور ان کے والد ماجد بھی امراء میں سے تھے۔ کسی نے ۲۵ ہزار روپیہ ان سے چھین لیا یعنی رقم

دیالی، کسی نے کہا گورنر آپ کا مرید ہے، اس کے ذریعہ وصولی کا انتظام کریں۔ فرمایا گورنر کے ذریعہ میں قرض نہیں وصول کرتا یہ حاصل تو ہو جائے گا مگر کل گورنر مجھ سے بھی کوئی توقع رکھے گا۔ اور عالم سے تو یہی طمع ہو سکتی ہے۔ کہ فلاں مسئلہ پہ دستخط کر دو، فلاں فتوے دے دو۔ تو فرمایا میں اپنا دین دنیا کے عوض نہیں بیچ سکتا، پچیس ہزار روپے چلے جائیں تو کوئی بات نہیں۔ والدین بھی اللہ نے ایسے دئے۔ حضرت اسماعیل ان کے والد ماجد ہیں ان کے ایک شاگرد ابوحفص ہیں غالباً فرماتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل نے وفات کے وقت مجھ سے کہا کہ میں جبکہ اللہ کے دربار میں جا رہا ہوں تو مجھے چونی کے برابر بھی محاسبہ کا فکر نہیں کہ اللہ اس کی باز پرس کرے گا۔ وہ اتنے مطمئن ہیں کہ الحمدللہ زندگی میں میرے ہاتھوں ایک چونی کے برابر بھی خیانت نہیں ہوئی نہ کسی کی حق تلفی ہوئی کہ اب خدا اس کا حساب مانگے۔

حق العبد اور حق اللہ کے بارہ میں اتنا محتاط تھے ـــــــ امام کی والدہ ماجدہ بھی ولی تھیں، بچپن میں اور پھر جوانی میں ان کی بینائی زائل ہوئی۔ تو مائیں دعائیں دیتیں۔ تو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس قرۃ العین کو نور بصر دیدے، ایسی پاکباز ہستی امام بخاریؒ کا گذر اوقات خشک روٹی اور تین بادام سے ہے۔ یہ روٹی ہے اور یہی سالن ہے۔ ان ایام میں طلبہ حدیث پر ۵۔۵ سو درہم روزانہ خرچ کر دیتے اللہ کی راہ میں انفاق کا یہ عالم مگر خود زہد و تقشف کی ایسی زندگی۔ اور پھر تصنیف ایسی کہ ہر حدیث لکھنے سے قبل غسل اور دو رکعت نفل۔ تقریباً تمام روایات بخاری مقطوعات اور غیر مقطوعات ملا کر نو ہزار بنتے ہیں اور مسندات کچھ اوپر سات ہزار مکررات نکال لینے کے بعد کوئی دو ہزار بتلاتا ہے۔ کوئی چار ہزار تو کئی لاکھ احادیث میں چار ہزار کا انتخاب، اتنا سخت معیار اور کڑی شرائط، اگر ۹ ہزار احادیث سمجھیں تو گویا اس کے لئے اٹھارہ ہزار رکعت نو نفل ادا کئے گئے۔

بخاری شریف کے شروح

تو اس کتاب کی عظمتوں کی نظیر نہیں، متقدمین کی ۵۳ سے زائد شروح ہیں۔ مگر آج بھی علماء کہتے ہیں کہ ابھی بخاری کے ابواب و تراجم کی تشریح کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ حضرت شیخ الہندؒ کا ابواب و تراجم

کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جب عینی، قسطلانی، فتح الباری اور ایسی بڑی بڑی شروح دیکھ کر پھر شیخ الہندؒ کا وہ مختصر رسالہ دیکھو تب حیرانگی ہو جاتی ہے اور تب پتہ چلتا ہے کہ کتنی نئی باتیں ابھی تک مخفی تھیں۔

اپنے کو عالم نہ سمجھیں تو کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے بخاری پڑھ لی تو اس کے سارے علوم بھی حاصل کر لئے چھ ماہ کی دوڑ میں ہم فضلاء بن گئے کسی بھی وقت اپنے آپ کو فاضل نہ سمجھیں، جو اپنے آپ کو فاضل اور عالم کہے وہ تو تباہ ہی تباہ ہے اپنے آپ کو عالم کہنا اور مدرک کہنا بڑی جہالت ہے۔ امام مالکؒ کا کتنا بلند مقام ہے۔ چالیس مسائل میں ان سے دریافت کیا گیا تو ۳۶ مسائل میں انہوں نے کہا لا ادری (مجھے معلوم نہیں) اور چار مسائل کا جواب دے دیا۔ اور اب تو ملا آں باشد کہ چپ نہ شود والی بات ہے۔ دو کتابیں پڑھ کر ہر بات میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ اور کوئی جرح کرے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کد کے اوراق تو نہیں پڑھے کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم چوں من دیگرے نیست۔

——— تو یہ کتاب جو تقریباً ۳۴۵۰ تراجم ابواب پر مشتمل ہے، علامہ جزائری نے اتنا تخمینہ لگایا ہے ان عنوانات سے حدیث کا ربط اور مسائل متعلقہ کا استنباط اور مناسبت چند ماہ کے درس و مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ذکاوت اور فہم دے۔ جب امام جیسے ذہین و فطین نے سولہ برس میں اسے مکمل کیا تو ہم اگر ساٹھ سال بھی اس سے مزاولہ اور مطالعہ کا تعلق رکھیں تو شاید کوئی مناسبت پیدا ہو جائے۔

شیخ الہندؒ اور احادیث آپ نے دورہ پڑھ لیا، تو الحمد للہ احادیث کا ایک راستہ معلوم کر لیا کہ ائمہ کرام کیسے استنباط فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے ایک دفعہ ایک طالب العلم نے ذکر کیا، آپ مسلم پڑھا رہے تھے تو سبق میں اس نے کہا حضرت اس حدیث سے امام نوویؒ نے اتنے مسائل مستنبط کئے ہیں، تو حضرت شیخ الہندؒ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اب میں اس حدیث سے استنباط کرتا ہوں۔ تو چالیس سے زیادہ توجیہات اور مسائل کا استنباط فرمایا۔ یہ اس مطالعہ اور تعلق کا ثمرہ

تھا جو کتاب کے ساتھ قائم ہو چکا تھا۔

مطالعہ اور باہمی اختلافات سے گریز

کی تاکید تو یہ حدیث بخاری شریف، ترمذی شریف طحاوی شریف، ابوداؤد شریف، مسلم شریف، موطائین سنین الشریفین میں ہم نے صرف راستہ معلوم کر لیا۔ اب تتبع اور استقراء کبھی نہیں چھوڑو گے، ایک بات یہ ہے کہ بہت گہرا اور بہت ٹھوس مطالعہ کیا کرو۔ بغیر مطالعہ کوئی چیز مت پڑھاؤ۔

دوسری بات یہ کہ حتی الوسع علماء کے باہمی اختلافات اور جھگڑوں سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ امام بخاریؒ سے تین دن لوگ بار بار آکر پوچھتے رہے کہ ما تقول فی خلق القرآن۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ تو امامؒ تین دن تک فرماتے ہیں، ٹالتے رہتے ہیں۔ پھر محمد بن یحیی الذہلی نے مجبور کر دیا۔ تو اتنا زبان سے نکلا کہ لفظی بالقرآن مخلوقؒ جس کی تشریح کے لئے علماء کے مباحث ہیں اور بخاری کے تیسویں پارہ میں آپ تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔ بہر تقدیر امام بخاریؒ جیسی بڑی ہستی نے کتنا دامن بچایا کہ اختلافی مسائل میں الجھ نہ جائیں اور امام ابو حنیفہؒ اپنے تلامذہ کو رخصت کرتے تو نصائح فرماتے کہ نماز کی پابندی کرو گے۔ اور من جملہ نصائح کے یہ بھی فرماتے کہ اگر کہیں گئے تم لوگ اور کسی نے پوچھا کہ فلاں مسئلہ میں ابو حنیفہؒ کی کیا رائے ہے، تو تم میری رائے چند مزید علماء کی آراء پیش کرنے کے بعد پیش کیا کرو۔ صرف میری رائے مت بتلایا کرو مثلاً امام مالکؒ وکیع وغیرہ کے ساتھ ابو حنیفہؒ کی رائے بھی پیش کر دی، اسے حق چھپانا نہیں کہا جاتا۔ یہ تبلیغ ہے علی وجہ الحسن

مقامی علماء کی قدر کرو

امام ابو حنیفہؒ کا مقصد یہ تھا کہ جب اپنے بلاد و اوطان جاؤ تو وہاں کے علماء و مشائخ کی قدر کیا کرو۔ آپ اگر جا کر وہاں کے علماء کی تحقیر کرنے لگ جائیں کہ ہم تو دارالعلوم کے فضلاء ہیں اور ان لوگوں نے آپ کے زعم میں تو خلاصہ اور مستخلص سے زیادہ کچھ نہیں پڑھا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نے تو عوام میں ایک حلقہ قائم کیا ہے، اس کا اعتماد ہے، عوام اس عالم کی قدر کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں اس

سے بگاڑیں۔

——— تو عوام کب آپ سے وابستہ ہو سکیں گے۔ تو امام ابو حنیفہؒ نے شاگردوں کو یہی فرمایا کہ اگر جاتے ہی میرا مسلک اور رائے پیش کر دی تو جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گا۔ وہاں کا حکم لگ جائے گا۔ شیخ الہندؒ سے کسی شاگرد نے کہا کہ حضور ہمیں کچھ نصیحت کیجئے، انہوں نے فارغ ہونے والے طلبہ سے مختصر سی نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ جو پگڑی آپ کی وجہ سے ہمارے سروں پر رکھی گئی ہے۔ اُس پگڑی کو ہمارے سروں سے نہ چھینیں۔ یہ عزت کی پگڑی طلبہ کی وجہ سے ہے۔ تو تقوی زہد احتیاط بہت زیادہ ملحوظ رکھو گے، طالب العلمی تو آزادی کا زمانہ ہوتا ہے آگے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ

بہر تقدیر یہ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں نے حضرت مرشد شیخ العرب والعجم استاذ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ یہ وہ ہستی ہیں کہ استاذ کی خدمت میں مالٹا میں قید تھے تو اطلاع آئی کہ آپ کی اہلیہ انتقال فرما گئیں، پھر بچوں کی وفات کی پھر والد ماجد کی وفات کی تو کہا گیا کہ اگر آپ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے استاذ شیخ الہندؒ ضعیف ہیں بڑھاپے میں ہیں ان کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ لوگ تو انتقال فرما گئے اب جا کر کیا فائدہ، شیخؒ کو اکیلے چھوڑ دوں۔

شیخ مدنیؒ کی زبان سے ہم نے ساری زندگی میں کوئی ناشائستہ کلمہ نہیں سنا نامناسب کلمہ نہیں سنا۔ اسباق میں۔ اور ان کا درس بھی عجیب تھا کبھی عشاء کی نماز کے بعد رات ایک بجے تک نماز عصر کے بعد مغرب تک سبق ہوتا۔ ۲ بجے دوپہر سے دو بجے تک سبق صبح کی نماز کے بعد پہلے گھنٹے تک سبق ہوتا۔ آخری ایام میں بخاری اور ترمذی شریف۔ شیخ ختم فرماتے ایسے حالات میں جتنا کوئی متحمل شخص بھی ہو تو تحمل سے باہر ہو جاتا ہے۔ مگر ہم نے اپنے شیخ مدنیؒ سے غصہ میں ——— اگر کوئی بڑا غصہ فرماتے تو صرف خلق الانسان من عجلٍ ۔ کہہ دیتے حضرت حسن بصریؒ کی بھی یہ عادت تھی گویا ناگواری بھی یہ آیت کریمہ پڑھ کر ظاہر فرما دیتے۔ اس کے باوجود تحقیق مذاہب فقہی تفصیلات ——— اور ——— وجوہ ترجیح میں کوئی کسر نہ چھوڑتے

حضرت مدنیؒ کا درس

حضرتِ اقدس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے درس کا عجیب عالم ہوتا ۔ چار مذاہب تو ہیں ہی مشہور باقی وہ مذاہب جو تر مذی میں آپ نے پڑھے اس کی بھی تحقیق کرتے لغت کی بھی، اعراب کی بھی تحقیق کرتے حتیٰ کہ عبارت بھی اکثر خود پڑھتے جب بہت سوالات طلبہ کرنے لگتے تو فرماتے کیوں جلدی کرتے ہو خلق الانسان من عجل مجھے خوب یاد ہے اتنے استقلال اور اتنی ہمت کے ساتھ پڑھاتے کہ کبھی بھی جلدی اور عجلت ان پر نہ ہوتی۔ کل بخاری کا ختم تھا اور رات کو سبق ہو رہا تھا۔ ہم طلبہ تھے۔ شوخی سوجھی کہ آج سوالات کریں گے کہ استاذ غصہ ہوں کہ وقت کم ہے اور آپ سوالات میں لگ گئے، کل ختم ہے اور کتاب ختم کرنی ہے تو اُس حالت میں بھی تبسم فرماتے اور کہتے کہ خلق الانسان من عجل۔

اخلاق کا عالم

اور اخلاق کا کیا عالم تھا؟ بخاری شریف میں کتاب العلم میں پڑھا ہو گا کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، حیات کے بعد، تو لزوم کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ تو جب علم ہو تو تکبر بھی آ جاتا ہے۔ مگر ہمارے مولانا مدنی صاحبؒ ایک دن ریل گاڑی میں ایک شاگرد خادم کے ساتھ جا رہے ہیں۔ شاگرد اٹھ کر بیت الخلاء گئے۔ اندر جھانک کر واپس ہوئے، دروازہ بند کیا اور آ کر بیٹھ گئے۔ تو حضرت مولاناؒ نے دریافت کیا جو شیخ الحدیث ہیں۔ صدر مدرس ہیں دارالعلوم دیوبند کے، وہ دریافت کرتے ہیں کیوں بھائی جلدی واپس ہوئے اس نے جواب میں کہا کہ حضرت پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ گندہ ہے اس لئے واپس ہوا۔ فرمایا: اچھا سو جاؤ۔ حضرت بھی بظاہر سو گئے، کچھ دیر کے بعد اٹھ کر پاخانہ تشریف لے گئے پانی وغیرہ سے جگہ صاف کر دی۔ پھر آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ جب طالب العلم اٹھا تو فرمایا: اندر پاخانہ تو بالکل صاف ہے۔ یہ گویا خود چپکے سے جا کر صاف کر لیا تھا۔ ہم کسی کے قاذورات کو دیکھ بھی نہ سکیں۔ مگر اخلاقِ عالیہ اور خدمتِ خلق کا عجیب عالم تھا۔ یہ اخلاق کا وہ بلند مقام ہے۔ کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ تو شیخ مدنیؒ میں ایک بڑا کمال ہم نے یہ دیکھا۔ یہ موجودہ وقت میں جو بھی احادیث کا درس آپ دیکھتے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر اساتذہ تو ہیں ہی سارے، پاکستان، افغانستان، ایران و عرب جائیں، جس نے بھی حضرت مدنی قدس سرہٗ کے سامنے زانو تہ کئے اللہ نے آگے لے

درس وتدریس کی دولت دی ہے۔ اور وہ درس میں لگے ہوئے ہیں۔

روٹی کا مسئلہ

اور ایک مسئلہ آج اور بھی بتلا دوں نہیں اب یہ فکر ہے کہ یہاں سے فارغ ہو گئے تو اب روٹی کا کیا ہوگا۔ دارالعلوم دیوبند کے اول صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مجذوب تھے۔ ایک دن درس میں تشریف لائے تو فرمانے لگے۔ منوا کے چھوڑا، منوا کے چھوڑا ـــــ طلبہ نے وجہ پوچھی کہ کیا بات ہے؟ فرمایا ہر رات تہجد کر کے اللہ کے سامنے روتا اور دعا کرتا کہ دارالعلوم کے جتنے بھی طالبان اور فضلاء ہیں ان کو اتنا ملے کہ روٹی اور معاش کی فکر سے فارغ ہوں۔ فرمایا یہ دعا ہر رات کرتا مگر آج رات خدا سے یہ دعا منوالی۔ گویا دستخط اللہ رب العزت سے لے لیا۔ تو میں کہتا ہوں کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ سے جس کا تعلق ہے۔ خدا نے ایک تو اس کے علمی فیض درس وتدریس کو جاری رکھا ہے۔ دوسرا رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اس پر تنگی نہیں لائی۔ خدا ہر چیز کا رازق ہے تو آپ علماء بالخصوص حدیث کے علماء پر رزق کے معاملہ میں انشاء اللہ العزیز تنگی بالکل نہیں آئے گی، آپ اسے مقصدِ زندگی نہ بنائیں بلکہ حدیث کی اشاعت اور خدمتِ دین کو مقصد سمجھیں۔ باقی امور اللہ پہ چھوڑ دیں۔

میری سندِ حدیث

الغرض یہ ترمذی شریف اور بخاری شریف میں نے حضرت شیخ العرب والعجم مولانا مدنیؒ سے پڑھی ہیں اور مولانا شیخ العرب والعجم نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے جو شیخ الہند کے نام سے معروف ہیں اور ان کا ترجمہ قرآن ہر جگہ مروج ہے۔ کابل گورنمنٹ نے فارسی میں بھی اس کا ترجمہ کیا ہے۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ایک رئیس شخص کے گھر پیدا ہوئے ان کے والد کافی زمین کے اور باغات کے مالک تھے۔ مگر شیخ الہندؒ نے اپنے اساتذہ کی خدمت اور تحصیل علم کے لئے زندگی وقف کر دی۔ انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب نانوتوی سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھی حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے سند کئی ہیں، مشہور سند یہ ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے پڑھیں۔ شاہ عبدالغنی صاحبؒ ایک تو شاہ ولی اللہ کے فرزند ہیں وہ مراد نہیں یہ مجددی ہیں۔ اور شاہ ابو سعید

فرزند ہیں، وہ شاہ شفیع القدر کے فرزند تھے اور وہ شاہ محمد معصوم صاحب کے جو حضرت
مجدّد الف ثانیؒ کے فرزند ہیں۔

تو حضرت نانوتویؒ نے شاہ عبدالغنی سے بخاری ترمذی پڑھی، شاہ عبدالغنی مجدّدی
نے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی سے بخاری اور ترمذی پڑھی۔ حضرت مولانا محمد اسحاق
دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں۔ انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھیں
اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی سے
استفادہ کیا۔ اور آج جو کچھ بھی حدیث کے درس دیکھ رہے ہیں یہ سب صدقہ ہے حضرت
شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حرمین الشریفین میں مکّہ مدینہ میں حدیث پڑھ
کر ہندوستان آکر اس کی اشاعت کی اور ان کا یہ درس آج ہندوستان اور بیرون پھیلا ہوا
ہے۔ خداوند تعالیٰ اسے اور بھی چار دانگ عالم میں پھیلا دے۔ ان سے آگے سند امام بخاری
اور امام ترمذی تک کتابوں کے آغاز میں منقول ہے۔ ترمذی اور بخاری سے حضورِ اقدس ﷺ تک
ہر حدیث کی ابتداء میں حدثنا اور اخبرنا کے ساتھ ذکر ہوتا ہے تو گویا ایک سند تو احقر تا چیز
اور دیگر اساتذہ سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک ہے۔ اور اس کا دوسرا سلسلہ شاہ ولی اللہؒ سے
امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے۔ اور تیسرا سلسلہ مصنّف کتاب امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ
سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک ہے۔

خدّام حدیث کے لئے بشارتیں

اب اللہ کا ایک بڑا اکرم ہے کہ آپ کو علم حدیث کے حصول کی توفیق دی۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی
ہے نضر اللہ امرأً سمع مقالتی فوعاها ثمّ اداها کما سمعها ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو
تر و تازہ رکھے۔ اسے خوش و خرّم رکھے جس نے میری کوئی حدیث سن لی اور اسے یاد کر لیا پھر
جیسے اُسے سنا تھا اسی طرح اوروں تک پہنچا دیا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے
فرمایا: اللّٰھمّ ارحم خلفائی یا اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا: قلنا من
خلفائك یا رسول اللہ ﷺ آپ کے خلفاء کون لوگ ہیں۔ فرمایا: الّذین یحفظون الحدیث ویبلّغونہٗ
جو لوگ حدیث کو یاد کرکے پھر اُسے اوروں تک پہنچائیں گے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سهل الله له طريقاً الى الجنة راو كما قال ع)
جس نے علم کا راستہ کھول دیا، اس پر چل پڑا جیسا کہ آپ حضرات نے اس مدرسہ کا سلسلہ
قائم کیا، اب اسے کوئی چندے دیتا ہے۔ کوئی خدمت کرتا ہے۔ کوئی پڑھتا ہے۔ اور پڑھاتا
ہے۔ کچھ نہ کچھ تعلق بھی علم سے ہے تو اللہ اسے جنّت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔

ختم بخاری کے برکات بخاری شریف کے اختتام کے موقعہ پر کی گئی دعائیں تو
اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ شیخ جمال الدین فرماتے
ہیں کہ میرے استاذ شیخ اصیل الدین نے فرمایا کہ میں نے ایک سو بیس مشکلات کے لئے
ختم بخاری شریف کو آزمایا اور خدا نے میری ان مشکلات کو ختم فرمادیا۔ حضرت شیخ فضل الرحمٰن
گنج مرادآبادی ایک عظیم صوفی اور بزرگ گذرے ہیں انہوں نے اپنی وفات کے وقت
اپنے شاگردوں سے کہا کہ میرے سرہانے وفات کے وقت بخاری شریف کی تلاوت کرتے رہو
یہ حدیث جب زبان سے ادا ہوتی ہے تو اس کی روشنی ایسی ہے۔ جیسا کہ آفتاب بدر کی رات
چودھویں چاند کی اور قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کے تلفظ سے ایسا نور نکلتا ہے۔ جیسا کہ
آفتاب عالمتاب کی روشنی۔ اب دعا فرمایئے اس سے قبل دیگر اساتذہ سے بھی گذارش ہے کہ
جنہوں نے دورۂ حدیث پڑھانے میں حصّہ لیا وہ بھی آپ حضرات کو اپنی سندات اور
اجازت عطا فرمادیں۔ اس کے بعد دعا کی جائے گی۔

دُعا اللّٰھم لاتدع لنا ذنبا الا غفرته، ولا ھما الا فرجته، ولاحاجة
من حوائج الدنیا والاٰخرة الا قضیتھا ویسرتھا یا ارحم الرحمین۔ اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا
واکرمنا ولا تھنا واٰثرنا ولا تؤثر علینا وارضنا وارض عنا۔ اللّٰھم یا رب العلمین یا غیاث المستغیثین یا اللہ ان سب کو
بخاری شریف کا یہ ختم مبارک کردے تمام کتابوں سمیت۔ اتنی گذارش ہے کہ حضرت شیخ
نے بخاری شریف ترمذی شریف کے علاوہ بھی تمام صحاح ستّہ کی اجازت مجھے دی۔ مجھ میں کچھ
بھی نہیں۔ ان اکابر کی دی اجازت تمام کتابوں کی آپ سب کو منتقل کرتا ہوں۔ پروردگار
سب کی دین و دنیا عقبیٰ بہتر کردے۔ یہ دارالعلوم اس پرفتن دور میں ایسی شان سے چل رہا ہے
تو یہ محض اللہ کی مہربانی اور فضل ہے، اللہ کا کرم ہے ورنہ ہم کسی قابل نہیں ہم اللہ کی حمد

اللہ کی ثناء اللہ کی تعریف کرتے ہیں۔ یا اللہ آپ نے ہم اندھوں، بوڑھوں، عاجزوں بیماروں اور مساکین اور مسافروں پر کتنا عظیم رحم فرمایا۔ اس کے چندہ اراکین، اساتذہ اور چندہ دہندگان جو پاکستان اور بیرون پاکستان بھی ہیں ان کے تعاون سے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال و جان اولاد اور عزت و آبرو کو محفوظ رکھے اور رحمتیں اور برکتوں سے نوازے۔ یا اللہ ان سب بیماروں کو صحت دے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نعمت سے محروم نہ کرے۔ اللہ شفاء دے اللہ پروردگار جل جلالہٗ سب پر رزق کی وسعت دے آمین، پروردگار سب کی مشکلات حل فرما دے، پروردگار سب کا حسن خاتمہ نصیب فرما دے۔

جن لوگوں نے خطوط اور پیغامات کے ذریعہ دعاؤں کے لئے کہا ہے۔ ان کے لئے بھی دعا ہے کہ پروردگار ان کو مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب کرے۔ اور دین اور دنیا کی خوشیاں نصیب فرما دے۔ اللہ تعالیٰ سب کے ساتھ بھلائی کرے سب کی دین و دنیا بہتر کرے۔ اللہ سب کے درجات بلند کرے۔

پروردگار تو ہم سب مساکین کے گناہ معاف فرما، یا اللہ ہمیں ابتلاء اور امتحانات میں نہ ڈال۔ یا اللہ جیسا کہ تو نے امام بخاریؒ کو بصارت اور بصیرت کی دولت دی اسی طرح ہمیں بھی ان کے طفیل نصیب فرما دے یا اللہ صلحاء کی دعائیں ہمارے حق میں بھی قبول فرما، یا اللہ ان سب کو قرضوں سے نجات دے، تجارتوں میں عمر میں صحت میں ہر دینی مقصد میں برکت ڈال دے اور دارین کی سعادت مندی اور سرفرازی نصیب فرما دے۔ یا اللہ ناموں کی ضرورت نہیں ہمیں یاد بھی نہیں مگر خدایا سب تیرے علم میں ہیں، چھوٹے بڑے مرد و عورت طلباء علماء بیمار اور تندرست سب کی دین و دنیا بہتر کر دے اس بخاری شریف کی برکت سے سب کی مشکلات حل فرما اور سب کے مقاصد پورا فرما۔ شرور سے محفوظ رکھ جن کی اولاد نہیں انہیں اولاد عطا فرما۔ سب کی اولاد کو نیک عمل اور صالح بنا۔ اللّٰھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

برصغیر کے دینی تشخص کے بقائیں
علماء اور مدارس عربیّہ کا حصّہ

(۱۸ مئی سنہ ۹ھ بروز پیر بعد از عصر جامع مسجد میمن سنگھ بنگلہ دیش سابق مشرقی پاکستان)

(خطبہ مسنونہ کے بعد) بھائیو اور بزرگو! جس ملک میں انقلاب آتا ہے تو نہ صرف اعزہ اذلہ اور مالدار فقیر ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے ان الملوك اذا دخلوا قریۃً افسدوها وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلّۃ یہ انقلاب کے اثرات ہوتے ہیں اور صرف اتنی بات نہیں ہوتی بلکہ اس محکوم قوم کا مذہب اور تمدّن بھی حاکم بدل دیتا ہے محکوم حاکم کے نقشِ قدم پر چلنے لگتے ہیں دلائل کی ضرورت نہیں آپ میں سے جو اکابر یہاں موجود ہیں ان کو معلوم ہے کہ عالم اسلام پر جہاں بھی غیر اقوام کا قبضہ ہوا وہاں کی تہذیب و تمدّن بھی بدل دی گئی سب کچھ یورپ کی طرح ہو گیا کھانا پینا چلنا پھرنا بھی بدلا اور جذبات و نظریات بھی خواہ کوئی ملک فرانس کے اقتدار میں رہا یا برطانیہ اور امریکہ کے مگر وہاں اسلامی آثار تبدیل ہو گئے مگر ایک ملک جو ہمارا ہے برصغیر جو پاکستان اور ہندوستان کے نام سے دو حصّے ہوا پہلے متحدہ ہند تھا گیارہ کروڑ مسلمان ہمارے ہاں اور ۵ کروڑ یا اس سے زیادہ بھارت میں تو یہاں جب انگریزی انقلاب آیا تو انہوں نے تلوار کے زور سے دولت سے اور مختلف طریقوں سے اور تعلیمی منصوبوں سے یہ کوشش کی کہ یہ ملک سارے کا سارا عیسائی ہو جائے ——— مگر ہم دیکھتے ہیں کہ الحمدللہ اس ملک میں یہ اتنے نورانی چہرے ایک ایک جگہ جمع ہوئے ملتے ہیں۔ الحمدللہ ہمارے اس ملک میں دین محفوظ ہے قرآن کریم اوّل تا آخر سیکھنے کے لئے اور وہ لہجہ جو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور حضورؐ سے صحابہؓ نے ان سے تابعین و تبع تابعین نے ——— الیٰ یومنا ھٰذا حفاظت تک پہنچا دیا۔ قرآن کریم کے لہجۂ قرأت کے علاوہ قرآن کے زیر زبر

اور اس سے بھی بڑھ کر اس کے معانی کی حفاظت کے لئے بھی خدا نے علماء کے زمرہ کو پیدا فرمایا دوسرے ممالک جہاں دین کے مراکز تھے مگر آج وہ اوروں کے خوشہ چین ہیں روس اور سمرقند وبخارا کی مثال لیجئے۔ وہاں جائیں تو دینی شعائر آپ کو کم ملیں گے اور یہاں محفوظ ہیں باوجودیکہ ہمارا دشمن انگریز بہت قوی اور بڑا عیار تھا مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ علمائے کرام میدان میں آئے۔ علماء نے قربانیاں دیں سینکڑوں علماء سور کے چمڑوں میں باندھ کر پھانسی پر لٹکائے گئے مگر علماء حق نے دین کو نہ چھوڑا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے میدان میں آکر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا اس جہاد میں علماء کرام شہید ہوتے رہے جلاوطن ہونے لگے تعداد کم ہونے لگی تو دارالعلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور اور اس طرح کے دیگر مدارس کی بنیاد رکھی گئی حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہی نے شاملی وغیرہ کے جہاد کا اہتمام کیا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے قربانیاں دیں پھر ہجرت فرمائی تو یہ لوگ دین کے تحفظ کے مختلف صورتوں کو سوچنے لگے کہ اب تو ظالم کے پنجہ میں ہم گھر گئے تلوار سے اور بندوق سے مقابلہ مشکل ہے طاقت ہمارے پاس نہیں تو ایک مسجد میں جو دیوبند کی مسجد چھتہ کہلاتی ہے ایک درخت کے نیچے ایک استاد بیٹھ گئے اور ایک شاگرد اس سے مدرسہ کی داغ بیل پڑی اُس وقت تو لوگ مذاق اُڑاتے ہوں گے کہ ایک مولوی اور ایک اُس کا شاگرد ؟ یہ انگریز کا مقابلہ کس طرح کریں گے مگر آج الحمدللہ اس مجلس میں بھی کم از کم دو سو شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ایسے ہوں گے جو اُس ذات والا صفات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ سے منتسب ہوں گے ہم اپنے علاقہ میں پہاڑوں میں گئے وہاں مولوی کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ فاضل دیوبند ہے شیخ جمال الدین کا بیٹا تاتاریوں کے امیر کے ہاں گئے اور اذان دیا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر——

اللہ سب سے بڑا ہے ہلاکو اور چنگیز سے بھی بڑا ہے یہ اُس کے مقابلہ میں کیا چیز ہیں ؟۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ ، میرا معبود صرف اللہ ہے اُس کے سوا کوئی نہیں۔

واشھد ان محمدا رسول اللہ ، اور رسول اللہ ہمارے ہادی اور رہنما ہیں کل عالم کے رہنما ہیں اُسی کو اللہ نے اپنا دین دے کر بھیجا ہے وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس اور اللہ نے عالم ارواح میں جب وعدہ میثاق الست لینا چاہا—— الست بربکم کہ

تمہارا خالق رازق مالک رب کون ہے؟ آسمان کا زمین کا بنانے والا کون ہے تو کہتے ہیں
کہ سب کے ارواح نے حضور اقدسؐ کے روح اطہر کی طرف توجہ کی کہ کیا جواب ملتا ہے
تو آپؐ نے فرمایا بلیٰ انت ربنا تو سب نے یک زبان ہو کر یہی جواب دیا۔ یہی
مطلب ہے کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین کا ــــ ارشادِ ربانی ہے۔ وما ارسلناک
الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً۔ جن وانس سب کو بشارت دینے والا سب کو ڈرانے
والا کون ہے؟ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت وہی معتبر ہو گی جو حضور اقدسؐ
بتلائیں معاملات وہی کریں گے جو حضورؐ کے اسوہ کے مطابق ہوں ہماری شادی غمی زندگی
کے تمام امور انہی طریقوں پر ہوں گے جو حضورؐ بتلائیں گے نماز میں جیسا کہ خانہ کعبہ کی طرف
رُخ کرنا لازمی ہے اسی طرح مسلمان کی ساری زندگی بھی ایک نماز ہے اس میں اس کا رُخ
حضور اقدسؐ کے ذات کی طرف رہے گا تب زندگی درست و بامراد ہو گی نماز میں قصداً
قبلہ سے مُنہ موڑنے کو بعض ائمہ کفر قرار دیتے ہیں اسی طرح حضور اقدسؐ کے
سے قصداً روگردانی کا حال ہے اور دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر ہر گوشہ
محفوظ ہے کسی اور نبی اور رسول کا محفوظ نہیں کچھ عرصہ قبل ایک بڑا فاضل عیسائی لاہور آیا تو
کسی مولوی صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو اسے لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن
صاحب مرحوم کے پاس لے گئے وہ اپنی بصیرت سے سمجھ گئے تو فرمایا کہ کچھ پوچھنا چاہتے
ہو تو تمہاری مرضی مگر اتنی بات بتاؤ کہ انجیل کون سی زبان میں اتارا گیا عبرانی میں یا سریانی میں
یا کسی اور زبان میں اتنا بتایئے کہ خدا کی طرف سے نازل شدہ زبان کون سی ہے؟ اُس نے
جواب میں کہا کہ صاف بات تو یہ ہے کہ اب تک ہمیں صحیح معلوم نہیں کہ کون سی زبان تھی۔ اور
ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا اس لئے کہ حضور اقدسؐ کی سیرت قیامت تک آنے والوں کے لئے
تھی آپ خاتم النبیینؐ تھے تو اور چیزوں کے حفاظت کی ضرورت نہ تھی کوئی بات ایسی نہ
تھی امارت ہو یا غربت ہو، اقتصادی مسائل ہوں یا معاشی اور سیاسی حکومتیں ہوں یا انفرادی
جس میں حضورؐ کی سیرت کا کوئی گوشہ ہماری رہنمائی نہ کر رہا ہو ــــ تو تاریخ انسانی

نے پوچھا یہ کیسی آواز ہے اور کون اشہد ان لا الٰہ الّا اللہ کی آواز سے پکار رہا ہے؟ کیا ابھی تک ملّا زندہ ہے؟ اسے معلوم ہوا کہ جیسے دریا برد کرنے کی کیسی ہی کوشش کیوں نہ کریں مگر مولوی جنگل جنگل میں اور صحراؤں میں اللہ کے دین کو بلند کر رہا ہے —— تو دین کی حفاظت چاہو تو ان مدارس کی آبیاری کرو مدارس اور علم دین کی سرپرستی حکومتوں اور قوت وطاقت والوں نے نہیں جیسا کہ عیسائیت کی تبلیغ دولت اور حکومت کی رہین منّت ہے (افسوس کہ اس سے آگے خطاب قلمبند نہیں کیا جا سکا۔ مرتب)

تحفظ واتحاد مدارس عربیہ

(خیر المدارس ملتان میں اتحاد المدارس العربیہ کی تشکیل کے موقعہ پر کی گئی)

خطبہ مسنونہ :۔ صدر محترم واکابرین۔ آپ کے سامنے بزرگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اس وقت حکومت کا جو ارادہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دین کا استحصال کرے کارخانوں کا زمینوں کا استحصال کرلیا اب وہ دین کو بھی اپنی لونڈی بنانا چاہتے ہیں جیسے اکبر نے دین کے نام سے لادینی تحریک چلائی بالکل یہی مقصد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک میں انگریز کے ساتھ اصل جہاد علماء نے کیا ہزاروں علماء پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے بڑے مقدس لوگ شہید ہوئے لیکن اس کے نتیجہ میں عیسائیت اس ملک میں قدم جمانے کے سعی میں کامیاب نہ ہوئی۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے جہاد کے ان مرحلوں کے بعد دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی ایک استاد ملا محمود اور ایک شاگرد محمود جو آگے چل کر شیخ الہندؒ بنے درخت کے نیچے بیٹھ کر —— اور انگریز نے تشدد سے کام لیا ۵۷ء کے جہاد میں —— اس کے بعد سرسید نے علی گڑھ کی بنیاد رکھی اور بے شمار مشن بھی یورپ سے تبلیغ کے لئے آتے رہے مگر اسلام ان تمام مخالفتوں اور آلات حرب وضرب کے باوجود باقی ہے۔ دارالعلوم دیوبند اور اس زمانے کے دیگر مدارس عربیہ کی برکت تھی حکومت یہ سمجھتی ہے کہ اس ملک میں جب تک یہ مدارس ہوں گے اس کے شاطرانہ چالوں کو قطعاً غلبہ نہیں ہوسکتا، ایوب خان جیسے جابر حاکم نے جب دین میں مداخلت کی عائلی قوانین آرڈیننس کے ذریعہ نافذ کئے تو اس موجودہ وزیر اعظم (بھٹو) نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ جتنے مولوی ہیں ان کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دو محمد ایوب خان نے اس دور میں کسی سے کہا تھا کہ ہم ایک

دارالعلوم دیوبند کا واویلا کرتے تھے اب تو پاکستان میں گھر گھر میں دارالعلوم بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ
دین کی حفاظت فرماتے ہیں انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ لیکن وہ ہمارا امتحان بھی
لینا چاہتے ہیں کہ ان کی ہمتیں کتنی ہیں بس یہ ہمارا امتحان ہے وان تتولوا یستبدل قوما
غیرکم ثم لایکونوا امثالکم اگر ہم نے اس وقت سستی کی کچھ پرواہ نہ کی تو بخارا جیسا انجام
ہو سکتا ہے بخارا پر علماء طلبہ کا غلبہ تھا مگر غفلت کا یہ حال کہ چند طلبہ ناچ گانے کے لئے رنڈیاں
لاتے ہیں وہ گاتے ہوئے اشعار میں کہتی ہیں نفس بتو بخشیدم۔ نکاح طلاق تو جدل اور ہزل
دونوں سے ہو جاتا ہے ایک طالب علم کو یہ نکتہ سوجھا اور اٹھ کر جواب میں ناچتے ہوئے کہنے لگا
قبول کردم، قبول کردم پھر اس پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح ہو گیا یہ ایک جھلک ہے اس دور کے
غفلتوں کی۔ جس وقت تاتاریوں نے حملہ کیا عالم اسلام پر تو شوافع اور احناف کے باہمی جھگڑے
اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ ایک شافعی المسلک حاکم وقت کے سامنے حنفی نماز پڑھتا ہے تکبیر کی
جگہ خدائے تعالیٰ بزرگ است کہہ کر کھڑا ہوا پھر جلدی جلدی زمین پر ٹونگے مارے بیٹھ کر کہا یہ
ہے حنفی نماز پھر ایک حنفی شخص نے منی سے جسم اور کپڑوں کو پلید کیا اور اس حالت میں نماز پڑھ
کر کہا یہ ہے شوافع کی نماز اور اسالۃ دم کی وجہ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا یہ حالت تھی ایک دوسرے
کے توہین و تذلیل کی تو دشمن نے قبضہ کیا کہتے ہیں کہ دریائے دجلہ کتابوں سے بھر گیا اور پانی
سیاہی بن گیا عرصہ تک بغداد کی گلیوں میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا ——— اس وقت ہم میں بھی
کوتاہیاں ہیں لیکن آج ہم اس ارادے سے جمع ہوئے ہیں کہ ان حالات کا ایمانی قوت سے
مقابلہ کرتے رہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا ——— اجبار فی الجاھلیۃ و
خوار فی الاسلام دین کے ایک مسئلہ میں اتنا سخت موقف اختیار کیا اسی طرح فرمایا کہ جن
کے ہاتھ میں حضورؐ نے جھنڈا دیا وہ میں واپس نہیں لے سکتا یہ فوج اب ضرور جائے گی اس
سنت کا احیاء ہوگا اگر درندے آکر مدینے میں ہماری ہڈیاں کیوں نوچنے نہ لگیں مگر دشمن پر لشکر
کشی ہوگی۔ آج تو ہم فوری اور ہنگامی طور پر یہاں جمع ہو گئے لیکن یہاں سے اٹھنے کے بعد پھر
اپنے کاموں میں لگ گئے تو ناکام ہوں گے کامیابی تب ہوگی کہ دل و جان سے تہیہ کریں اتفاق
قائم رکھیں اپنے فروعی اختلافات اور شکر رنجیوں کو بالائے طاق رکھیں یہ نہ سوچیں کہ

صدارت اور نظامت ملی یا نہیں یا نام آیا نہ ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر جسد واحد اور ایک مٹی
ہوتا ہے اگر کراچی کے کسی مدرسہ پر حملہ ہو تو سرحد والے سمجھیں کہ یہ حملہ ہم پر ہوا ہے اور اگر وہاں کسی دور
کے قبیلے میں کسی مدرسے پر حملہ ہو تو سب اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اگر ہم اس راہ میں جیل جانے
گولی کھانے تختہ دار پر چڑھنے کے لئے تیار ہوں گے تب فریضہ ادا ہوگا حضرت ابوبکرؓ تو حضورؐ
کے ایک حکم ایک سنّت کے تعمیل کے لئے اس بات پر تیار ہیں کہ درندے ہماری ہڈیاں بھی نوچ
ہیں تو کوئی بات نہیں تو ان مدارس میں تو کل دین ہے تو صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاہدہ
کر کے تیار ہوں اور تیاری کریں۔ انگریز اسی وجہ سے صدیوں میں دین کو ختم نہیں کر سکا۔
پاکستان میں ۲۶-۲۷ برس سے مختلف حکومتیں آئیں قیام پاکستان کے بعد ایک وزیر تعلیم
سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے ہاں دینی تعلیم کا منصوبہ کیا ہوگا اس نے کہا تم کس دینی تعلیم کو سوچ
رہے ہو۔ ہاں ہم یہاں یورپ سے اور ازہر سے علماء لائیں گے اور ایسے علماء تیار کریں گے
مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا آزاد جیسے علماء کے شاگرد نہیں ——— مسٹر جناح نے
تہیہ کیا تو ملک کو الگ کر کے چھوڑا تو ہم یہ تہیہ کیوں نہ کریں کہ ہمیں دین کی تحفظ ہر حالت میں کرنی
ہے اور دین کے لئے مرمٹنے والے ہی تیار کرتے ہیں جو حکومتوں کی پیش کش ٹھکرائیں گے ہمیں
کہا جاتا ہے کہ ہم سے امداد لے لو ہم دیں گے مگر ہم جھونپڑی نشینوں کا جواب ہونا چاہیے کہ ہمیں
مت چھیڑو ہم ایک پیسہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ آپ سب حضرات علماء اور منتظمین ہیں اللہ تعالیٰ
دین کا محافظ بنائے مگر ہماری غلطیوں کوتاہیوں کی وجہ سے امتحان سر پہ آگیا ہے یہاں ہم انابت
الی اللہ کے ساتھ توبہ تائب ہوں کہ جتنا بھی ہو سکے گا جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں ہوگا
مناسب ہے کہ چند اہل الرائے کی کمیٹی ہو جو مناسب تجاویز عشاء کے بعد عصر کے بعد سوچ
لے تاکہ طریق کار واضح اور منقح ہو۔

مدارس عربیہ اور اس کے بوریہ نشین

۲۰ ذالحجہ ۸۶ھ یکم اپریل ۱۹۶۷ء دارالعلوم میں مولانا عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین لاہور کی آمد کے موقع پر۔

محترم بزرگو! ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؔ اکابر اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ جیسا کہ ان بزرگوں کی ہمارے اوپر شفقتیں تھیں۔ اسی طرح یہ بھی دعاؤں میں یاد فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دنیا و عقبیٰ کے بلند سے بلند درجات پر انہیں فائز کر دے۔

تقریباً ایک ہفتے کا واقعہ ہے کہ ایک صالح نوجوان نے مجھ سے ایک بات بیان کی (اور غالباً حضرت مولانا کو اس کا علم نہیں) اس نوجوان نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ میں کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں اس تلاش میں سرگرداں تھا کہ خواب میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہٗ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ میں ان سے لپٹ گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم لاہور کیوں نہیں جاتے؟ جب تک میرے بچے میری سنت کی پیروی کریں گے یہ فیوضات جاری رہیں گے۔ تو اس نوجوان نے لاہور جا کر حضرت مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت سے ذکر کیا؟ اس نے کہا نہیں۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے تعلق

اس دارالعلوم کے ساتھ حضرت لاہوریؒ کو جو قلبی تعلق اور خصوصی توجہ تھی اور مجھ ناچیز کے ساتھ جو شفقت فرماتے تھے میں کیا عرض کروں۔ یہ موجودہ بلڈنگ

جو آپ دیکھ رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس کی پشت پر نہ کوئی دولت مند ہے، نہ حکومت کا تعاون ہے۔ نہ رجالِ کار ہیں۔ بس چند افراد کا خلوص ہے۔ جن کے ظاہری وسائل کچھ بھی نہیں یہ کام اللہ چلا رہا ہے اور ان بزرگوں کی روحانی توجہات اور دعاؤں کی برکات ہیں۔

رمضان المبارک میں اس دارالعلوم کے اکثر و بیشتر فضلاء حضرت لاہوریؒ کے دورہ تفسیر میں شرکت کرنے کے لیے لاہور جایا کرتے تھے۔ حضرتؒ ہر خطبے میں بڑی عنایت اور شفقت سے دارالعلوم حقانیہ کے لیے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

جب اس دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی، حضرتؒ تشریف لائے تھے، اور سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے تقریر فرمائی اور کہیں تشریف لے گئے، ہم ساری رات ان کی تلاش میں گھومتا رہا، ہجوم زیادہ تھا، آخر معلوم ہوا کہ آپ نے دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد میں آرام فرمایا تھا۔ نہ بستر نہ چارپائی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب فالج کا اثر تھا، ایک دفعہ یہاں آنے کے لیے ٹکٹ لیا ہوا تھا۔ اور گاڑی بھی تیار تھی مگر فالج کے اثر کے باعث زیادہ بیمار ہو گئے، اور تار دے دیا کہ آنے سے قاصر ہوں مگر دل تمہارے ساتھ ہے۔

اکابر کی جدوجہد کا نتیجہ

آج آپ حضرات جو تھوڑے بہت مسلمانوں کے نمونے دیکھ رہے ہیں، یہ انہیں اکابر کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ ہے۔ جہاں، جس ملک میں انقلاب آتا ہے۔ وہاں حالات بدل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مذہب بھی بدل جاتا ہے۔ ہندوستان جب متحدہ تھا، ۱۸۵۷ء کے جہاد کے بعد کس قدر مظالم یہاں ہوئے۔ علماء کو ختم کیا گیا، مناظرے کئے گئے۔ ایسی کوئی کمی نہیں جو برطانیہ نے چھوڑی ہو کہ ہندوستان سے اسلام ختم ہو جائے لیکن الحمد للہ اس ایک سو پچاس سال کے عرصہ میں اسلام باقی رہا اور آج بھی پہلے سے زیادہ درخشاں ہے۔

دیوبند کے علماء و فضلائے نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرح لکھی ہے۔ کہ اس کی نظیر نہیں ملتی، لیکن اللہ کی شان ہے، پہلے زمانہ کے لوگ بڑے ذہین تھے، وہ اشارے سمجھتے تھے، اہم مجمل ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے جواہرات کو نکھار دیا۔

آج اسلام پہلے سے زیادہ درخشاں ہے۔ کسی بھی مسئلہ کو آپ لیں، ان شاء اللہ دارالعلوم دیوبند کے علماء کی وضاحت اور تفاسیر ملیں گی۔ انقلاب ہندوستان پر آیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مذہبی انقلاب سے بچا یا۔ اگر ۱۸۵۷ء کے بعد یہ مدرسہ دیوبند میں قائم نہ ہوتا تو جیسا کہ ایران، عراق، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام نہیں، ہندوستان میں بھی اسلام ختم ہو جاتا، جہاں الٹ پلٹ ہوئے ہیں وہاں مذہب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔ کوئی چاہے کتنا بھی اسلام کو مٹانے کی سعی کرے، ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گا۔

ہمارے شیخ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ اس وقت وہ طائفہ حق ہندوستان میں ہے لیکن وہ بھی اب رخصت ہو رہا ہے۔

برصغیر میں دین کے حصار جس وقت پاکستان بنا تھا، اس وقت بزرگوں نے فرمایا تھا۔ کہ ہم غلامی سے آزاد ہو گئے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ مذہب سے بھی "آزاد" ہو جائیں۔ اگر دین کے مراکز نہ ہوں تو اس ملک سے دین ختم ہو جاتا ہے۔ بے دینی آجاتی ہے۔ کیمونزم پھیل جاتا ہے۔ یہ ان بزرگوں کی فراست تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے۔ کہ اس سے سارا عالم راہ ہدایت دیکھ سکتا ہے۔ ان بوریہ نشینوں، ان بھوکوں اور فقیروں نے امت پر وہ عظیم احسانات فرمائے کہ آج ہماری نظریں فرطِ ادب سے ان کے مقدس نام بھی لیتے وقت جھک جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑ ہا رحمتیں ہوں ان قدسی صفات بزرگوں پر جنہوں نے دینِ احمدؐ کی آبیاری فرمائی۔

عبداللہ بن ابی جو بڑا مالدار تھا۔ وہ کہتا تھا کہ "عزت والے" "ذلیلوں" کو نکالیں گے۔ آج عبداللہ بن ابیّ، فرعون، اور ابی لہب کا نام و نشان بھی نہیں رہا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی چار دانگ عالم میں اب تک گونج رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت گونجتا رہے گا۔

ابھی ابھی میں نے ایک جملہ سنا کہ پہلے ایک دیوبند تھا، اب ہر شہر میں دیوبند بن گیا ہے[۵]۔ خدا

---

[۵] یہ بات اس وقت کے صدر جناب محمد ایوب خان نے کہی تھی۔

کرے کہ یوں ہی ہو۔ اب ہم سمجھے کہ حضرت لاہوریؒ فالج کے مارے ہوئے بھی اکوڑہ خٹک آتے تھے۔ ان کی دوربین نگاہیں بھانپ چکی تھیں کہ دین کی حفاظت کرنی ہے۔ تو پھر دین کے حصار جگہ جگہ بنانے چاہئیں۔ یہی دینی مدارس ہی تو دین کے قلعے ہیں۔ یہ مدارس اگر ترکی، ایران کابل میں ہوتے تو یہ حالت وہاں نہ ہوتی۔ آج چلا کر کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا کہ ہر جگہ مدرسہ بن گیا ہے اور مولوی جو بات منہ میں آتی ہے کہتا ہے۔ خدا کی بات ہی کہتا ہے۔ مولوی اور کیا کہتا ہے! دراصل دکھ اس بات کا ہے۔ کہ مولوی ایسا کہنے والوں کے دل کی تمنا نہیں پوری ہونے دیتا۔

اکابرؒ نے آزادی کے فوراً بعد اس وادیٔ غیر ذی زرع میں دار العلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی ایک دفعہ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے ان کو لکھا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو۔ آپ حقانیہ کی سرپرستی فرماتے رہیں، اس مدرسہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہ مدرسہ دین کی حفاظت کے لیے ایک مرکز ہے۔

ہمارے بزرگ صاحبزادہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؒ اسی نقش قدم پہ چلتے ہوئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ ان کے آنے سے ہمارے دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ ان کا یہاں آنا ان شاء اللہ ہمارے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ ہمیں اخلاص عطا فرمائے۔ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔

(ضبط، محمد عثمان غنی بی اے)

جہاد اور دینی تعلیم و مدارس کی اہمیت

(۲ر اکتوبر ۱۹۶۵ء)

مجلس شوریٰ کے سالانہ اجلاس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ' نے تحریری رپورٹ کے تمہیدی نوٹ میں جہاد اور دینی تعلیم و مدارس کی اہمیت پر روشنی ڈالی جسے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)
۲ر اکتوبر ۱۹۶۵ء

معزز حضرات! ایسے اندوہناک ماحول میں جب کہ مصائب اور خطرات کے سیاہ بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں اور ہمارے مقدس ملک کی سرحدات پر حق اور باطل برسر پیکار ہیں۔ آپ حضرات کا یہاں ایک دینی علمی ادارہ کے استحکام و ترقی پر غور و خوض کے لیے جمع ہونا جہاد ہی کا ایک شعبہ ہے۔ دورانِ جہاد میں قرآن و حدیث کی اشاعت و حفاظت کے فرائض اور بھی مؤکد اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔ فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (الآية) خداوندِ کریم کا ارشاد ہے کہ دوران جنگ میں بھی ایک طائفہ علم دین کی تحصیل میں مشغول رہے تاکہ جہاد میں مشغولیت کی وجہ سے دینی بقاء کے تسلسل میں فرق نہ آئے اور مجاہدین کی فتح و کامرانی کے بعد مفتوحہ ممالک میں مبلغین اسلام کے وفود علوم و ہدایت اور احکام اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے لیے پھیل جائیں اور اعلاءِ کلمۃ اللہ جس کے لیے شہداء کرام کی جانیں قربان ہو گئی ہیں، کا فریضہ ادا ہو سکے یہ حقیقت ہے کہ حقیقی اسلام کی بقاء سے پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کی ترقی و استحکام وابستہ ہے۔ بحمد اللہ پاکستان میں دینی مدارس کی بدولت قرآن و حدیث کی صحیح ترجمانی ہو رہی ہے اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت سے مسلمانانِ پاکستان روحِ اسلام

موجود ہے۔ اور اس اسلامی رشتہ ہی نے پاکستان کے مسلمانوں کو یک جا ہو کر ہر باطل کے ظلم و استبداد کے سامنے سربکف ہو کر کھڑا کر دیا ہے اور ملتِ پاکستانیہ نے پورے جوش و خروش سے کفر کو للکار کر اسے عبرتناک شکست دے دی ہے ــــــ پاکستان کے علاوہ اکثر دوسرے اسلامی ممالک علومِ دینیہ سے ناآشنا اور بیگانہ ہوتی چلی جا رہی۔ اس لیے کہ ان میں دینی درسگاہیں مفقود ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان میں اسلامی رشتہ کا اتنا احساس باقی نہیں رہا۔ اور قومیت کا بت ان کا معبود بن گیا ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن سے کوسوں دور ہو گئے ہیں مسلمانوں میں جب حقیقی اسلام، قرآن و حدیث کے علوم ناپید ہو جائیں تو وہاں نہ دین رہے گا نہ اسلامی رشتہ اور نہ مذہب و ملت کی حفاظت کے لیے جہاد کرنے کا جذبہ ــــــ پیش شدہ حالات و خطرات سے ایک ہوشیار قوم پر یہ حقیقت آشکار ہوتی چاہیئے کہ اگر پاکستان کا استحکام اور بقاء و حفاظت مطلوب و محبوب ہے تو ملک و ملت کو اسلامی اقدار و کردار، قرآنی تعلیمات و ارشادات اور سنتِ نبوی کی روشنی سے معمور و منور کر دیا جائے۔ قرآن و سنت کی تعلیم و تربیت جتنی بھی عام ہو گی، مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد، جذبۂ جہاد اور بھی بڑھتا جائے گا اور اسلامی روایات زندہ ہوتی جائیں گی۔ اور جب ملتِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی ایک تابعدار فرمانبردار امت بن جائے گی تو بھارت تو کیا سارے باطل نظام اور استعمار و استبداد کے سارے طاغوت اکٹھے ہو کر بھی پاکستان سے آنکھ تک نہ لڑا سکیں گے۔ اسلام اور مسلمان غالب ہونے کے لیے ہے۔ کلمۂ حق زیر ہونے کے لیے نہیں بلکہ حق کے لئے ہمیشہ فتح اور کامرانی ہی مقدر ہے ــــــ

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو دارالعلوم حقانیہ اور دیگر مدارس دینیہ کی اہمیت و ضرورت اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور اسلامی اقدار اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے لیے یہی ادارے ہیں جو دن رات ملتِ مسلمہ کے دینی، مذہبی، علمی، تبلیغی خدمات سرانجام دینے میں مصروف رہتی ہیں۔ اور امت کی خشک رگوں کو قرآنی تعلیمات اور اسلامی روح سے شاداب و سرشار کر رہی ہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا کہ علومِ رسالت کے یہ مراکز علمی جہاد میں مصروف نہ ہوں۔

کرم فرمایانِ محترم! یہ حقیقت بھی آپ کی نگاہ سے مخفی نہیں کہ باطل سے مقابلہ نے اگر ایک طرف ہمیں دینی علوم اور دینی اداروں کی اہمیت کا احساس دلایا ہے تو دوسری طرف اہلِ خیر اور دستِ تعاون بڑھانے والے اہلِ درد مسلمانوں کو اقتصادی مشکلات اور تنگ دستیوں میں مبتلا کر دیا ہے جو لازمی طور پر ایک دینی ادارہ کے مصارف پر اثر انداز ہوں گے۔ ایسے نازک حالات کا سامنا دینی علوم اور دینی ادارہ کے بند کرنے یا اس کے تعلیمی مشاغل کو محدود کرنے سے تو نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ نازک وقت ہمیں اور ہمارے مخلص سرپرستوں اور سراپا اخلاص اراکین کو زیادہ سے زیادہ توجہ، مستعدی اور جوش و خروش سے اِس دینی مرکز اور دیگر دینی اداروں کی استحکام و ترقی کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت کا احساس دلا رہا ہے۔

نظامِ تعلیم مدارسِ عربیہ شریعت بنچ اور اجتہاد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک

اخبار جنگ کراچی کو انٹرویو

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک ملک کے جانے پہچانے ان ممتاز علماء میں سے ہیں جنکا حلقۂ فیض نہ صرف پورے ملک بلکہ باہر کے ممالک تک پھیلا ہوا ہے تقسیم سے قبل آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے، تقسیم کے بعد آپ نے اپنے شہر اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا جو آج پاکستان کا ایک ممتاز تعلیمی ادارہ ہے۔ مولانا قیام پاکستان سے اب تک اس دارالعلوم میں دورۂ حدیث پڑھاتے رہے ہیں۔ اب تک یہاں مولانا سے تین ہزار علماء باقاعدہ سند حدیث حاصل کر چکے ہیں آپ ۱۹۷۰ء سے قومی اسمبلی کے رکن چلے آ رہے تھے پچھلے الیکشن میں بھی آپ نے اس وقت کے صوبائی وزیر اعلیٰ نصر اللہ خٹک کو بھاری اکثریت سے شکست دی۔ اور جیت گئے۔ مولانا کی ممتاز تعلیمی، سماجی اور سیاسی وقومی خدمات کے اعتراف کے لئے پچھلے دنوں پشاور یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی، مولانا کافی عرصہ سے شوگر و امراض قلب میں مبتلا ہیں جسکی وجہ سے آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوگئی ہے۔ اب جب مولانا مدظلہ آنکھوں کے علاج کے لئے کراچی تشریف لائے ہیں تو یہاں کے بیشمار علماء، فضلاء، زعماء اور عقیدت مندوں نے ملاقات کا موقع غنیمت سمجھ لیا ہے۔ میں نے بھی اس موقع پر مناسب سمجھا کہ مولانا مدظلہ سے قارئین جنگ کے لئے انٹرویو لیا جائے۔ مولانا نے جناح ہسپتال میں میرے دو چار سوالات کا حسب ذیل مختصر جواب دیا۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے مولانا کے لئے مزید کہنا مشکل تھا۔ اور میں نے بھی اسی پر اکتفا کرنا مناسب سمجھا۔ (محمد جمیل۔ جنگ۔ کراچی)

☆

پہلا سوال موجودہ نظام تعلیم کے بارے میں تھا۔ اور یہ کہ عصری تعلیم گاہوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرنے کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے۔ مولانا نے فرمایا:

اسلامی تعلیمات ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہیں اور اس میں کوئی نقص اور کمی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اب میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل و مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔ اس لئے اسلامی بنیادی

تعلیمات کو تو بغیر کاٹ چھانٹ کے لیا جائے۔ اگر قدیم علوم اور اسلامی علوم کے ماہرین اور جدید علوم کے ماہرین یکجا بیٹھ کر ایسا مجموعہ مرتب کر دیں جسکی وجہ سے قدیم و جدید کا بُعد و تنافر کم ہو جائے تو بہتر ہوگا، قدیم اور جدید علوم میں بنیادی طور پہ کوئی تنافر اور تضاد بھی نہیں جدید علوم انگریزی زبان میں ہیں اور قدیم اکثر عربی زبان میں۔ قدیم علوم میں منطق، فلسفہ، ریاضی، جغرافیہ، حساب، صرف و نحو اس میں شامل ہیں۔ کچھ طب اور علاج کے علوم بھی ہیں۔ ایسے علوم عصری علوم میں کچھ ترقی یافتہ شکل میں موجود ہیں نئی تعلیم گاہوں کو قرآن و سنت، فقہ و اصول فقہ اور عربی ادب و گرامر کی طرف بھی توجہ دینی چاہیئے۔ اگر کوئی کمیٹی ایسی بن جائے جو جدید و قدیم دونوں علوم کے ماہرین پہ مشتمل ہو تو اس وقت دونوں علوم کے خلاصہ کو نکال کر دیکھ لیا جائے تاکہ ان میں تنافر اور تباعد نہیں رہے۔

سوال:۔ دینی مدارس کے نصاب میں بنیادی تبدیلی اور نئے علوم داخلِ نصاب کرنے کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔؟

دینی مدارس کا اوّلین اور بنیادی مقصد و مطمع نظر اسلام کے بنیادی اصول قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی ہے باقی علوم عربی ادب نحو و صرف بھی اس لئے پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ علوم قرآن و سنّت کے حصول کا ذریعہ ہیں اگر موجودہ جدید علوم کو بھی ان مدارس میں داخل کر دیا گیا۔ تو پھر یہ خطرہ ہے کہ ان مدارس میں اسلامی علوم کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جائے گی۔ جبکہ پہلے سے جدید علوم کا تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں پہ ملک میں قبضہ ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ان دینی مدارس میں کہیں فرق نہ آجائے اور یہ خطرہ ہے کہ وہ جدید علوم کے بھی ماہر نہ ہو سکیں گے۔ اور قدیم علوم سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ دینی مدارس کی افادیت کی دلیل یہی ہے کہ اب تک یہ مدارس اسلام کی اصل شکل میں حفاظت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور اب بھی اسلام اپنی صحیح حالت میں ان مدارس کی بدولت باقی ہے۔ اگر ان میں سرکاری عمل دخل شروع ہوا تو خطرہ ہے کہ ان میں نہ جدید علوم رہیں گے نہ قدیم اور اس کے فضلاء نہ قدیم علوم کے ماہر ہوں گے نہ جدید کے۔

سوال:۔ دینی مدارس میں سرکاری اور حکومتی مداخلت کے بارے میں دونوں کی رائے سامنے آرہی ہے۔ مولانا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔؟

میری رائے میں دینی مدارس حکومتوں کی سرپرستی سے آزاد رہنے چاہئیں۔ حکومتیں کرسی بچانے کی فکر میں رہتی ہیں اور بدلتی رہتی ہیں۔ دینی مدارس کے اکثر فضلاء حق کو تختہ دار پہ چڑھ کر بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر ان مدارس میں حکومت کا عمل دخل شروع ہو گیا تو یہ مدارس حکومت کی پالیسیوں کی تابع بن کر رہ جائیں گے۔ جو نہایت مہلک ہے۔ البتہ کسی بھی حکومت کو ملک کے تمام شعبوں اور اداروں کے حساب و کتاب چیک کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔ مدارسِ دینیہ کا حساب کتاب صاف رہے گا تو انہیں محاسبہ کا کیا ڈر ہوگا۔

سوال:۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جو کچھ کیا اور کہا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ مطمئن ہیں

موجودہ حکومت نے شریعت بنچوں کے قیام کا جو قدم اٹھایا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان بنچوں کے رکن ایسے علماء بھی ہونے چاہئیں جو اسلامیات کے ماہر، شریعت کے جزئیات و کلیات پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ جید علماء ہوں، عربی زبان پر پورا عبور رکھتے ہوں۔

سوال :۔ مولانا اس کے لئے اجتہاد کیا جائے گا اور کیا صورت ہوگی۔؟

شریعت کے اصول و کلیات محفوظ ہیں، ہزاروں، لاکھوں مسائل و جزئیات کی بھی تخریج ہو چکی ہے۔ فقہ اسلامی کا عظیم الشان ذخیرہ ہمارے پاس ہے جو جزئی مسائل سامنے آتے ہیں ان کا انطباق ان اصولوں کے تحت ہر زمانے کے علماء کیا کرتے ہیں۔ بنیادی اصولوں کو ملحوظ و محفوظ رکھا جائے۔ یہ انطباق ہے "تخریج ہے" اجتہاد نہیں، اجتہاد کی اہمیت آجکل کہاں ؟ اب تو ہر شخص اپنے آپ کو مجتہد سے کم نہیں گردانتا۔ اگر لوگوں کے دعوؤں کو دیکھا جائے تو ایک ایک محلہ میں "سو سو" مجتہد نکل آئیں گے ہر شخص یہ کہے گا کہ مجھے بھی حق ہے کہ اجتہاد کروں تو ملت میں انتشار اور اختلاف ختم کرانے اور مسلمانوں میں اجتماعیت اور جمعیت برقرار رکھنے کی خاطر اجتہاد کو اہلیت کے شرائط کا پابند کرا دیا گیا ہے۔ البتہ اجمال کی تفصیل و تشریح کی جا سکتی ہے۔ موجودہ حوادث و نوازل کے نظائر فقہ اسلامی میں موجود ہیں ہر مسئلے کا مقیس علیہ (نظیر) موجود ہے یا پھر حکم و مصالح کے لحاظ سے اس سے بہتر دوسرا حکم موجود ہوگا۔ ایک حکم نہیں چل سکتا تو متبادل صورت اختیار کر لی جائے گی۔

مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے اپنی صحت کے بارے میں کہا کہ عام صحت میں قدرے افاقہ ہو رہا ہے۔ آنکھ کے آپریشن کی کامیابی کی دعا کرنی چاہئے۔ انہوں نے علاج و معالجہ کے سلسلے میں جناح ہسپتال کی انتظامیہ اور تمام ڈاکٹروں کی گہری دلچسپی اور مخلصانہ جدوجہد پر بے حد اطمینان اور شکریہ کا اظہار کیا۔ اور ان تمام لوگوں کے لئے دعا کی جو مولانا کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

■■

پشاور یونیورسٹی کی طرف سے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں

ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری

(خصوصی تقریب کے چشم دید رپورٹ)

۳۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء بمطابق ۲۸ ذیقعدہ کا دن متعلقین دارالعلوم حقانیہ کے لئے خصوصاً اور ملک کے دینی و علمی حلقوں کے لئے عموماً خوشی اور اعزاز و افتخار کا دن رہے گا کہ آج پاکستان کے ممتاز ترین تعلیمی مرکز پشاور یونیورسٹی نے دارالعلوم حقانیہ کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں ان کے شاندار تعلیمی خدمات اور امتیازی کارناموں کے اعتراف کے طور پر ڈاکٹریٹ کی ممتاز ڈگری پیش کی۔ پشاور یونیورسٹی پچھلے سال ڈیڑھ سال سے یہ فیصلہ کر چکی تھی مگر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اپنی طبعی افتاد کی بنا پر یونیورسٹی کی اس خواہش کو ٹالتے رہے مگر اس دفعہ اصرار کی بنا پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تقریب یونیورسٹی کے وسیع اور شاندار نیم کانوکیشن ہال میں منعقد ہوئی۔ جو یونیورسٹی کے طلباء و طالبات، ممتاز دانشوروں، سکالروں، پروفیسروں اور حکومت کے اہم شعبوں کے سربراہوں اور معزز مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ تقریب کی صدارت صوبائی گورنر لفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے کی جو یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ رواج کے مطابق حضرت شیخ الحدیث کو گورنر اور سنڈیکیٹ کے ممبران کے ساتھ جلوس کی شکل میں ڈائس پر لانا تھا مگر آپ کی ضعف و علالت کی بنا پر پہلے ہی سے آپ کو ڈائس پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث کے علاوہ ایک نامور جرمن مستشرق خاتون ڈاکٹر این میری شمل کو بھی ڈگری دی گئی جنہیں مشرقی علوم بالخصوص مولانا رومی اور اقبالیات پر دسترس حاصل ہے۔ ڈگری دینے سے قبل پشاور یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر جناب اسمٰعیل سیٹھی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث کے مختصر مطبوعہ سوانح اور خدمات سے انگریزی میں روشناس کیا اور کہا کہ

مولانا عبدالحق حقانی نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ موصوف مجاہد حاجی صاحب ترنگ زئی سے بھی فیض حاصل کیا۔ درس نظامی کی سند دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ پھر بطور مدرس اپنے مستقبل کا آغاز دیوبند سے کیا۔ اور ہزاروں طالب علموں نے وہاں مولانا سے فیض حاصل کیا۔ مولانا صاحب نے ۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے

بہت سی اسلامی کتابیں لکھیں۔ مولانا صاحب سوشل ریفارمر (سماجی مصلح) کی حیثیت سے بھی بہت خوب پہچانے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب کی خدمات اسلام کی تدوین و ترویج معاشرے کی اصلاح و تعلیمی ترقی میں بہت نمایاں ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کی ان گوناگوں ناقابلِ فراموش خدمات کو دیکھتے ہوئے سنڈیکیٹ آف پشاور یونیورسٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ مولانا صاحب (DOCTOR OF DIVINITY) ڈاکٹر الہیات کی ڈگری پانے کے مستحق شخصیت ہیں۔

اس کے بعد صوبائی گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق صاحب نے مختصر الفاظ میں مولانا مدظلہ العالی کو خراجِ تحسین پیش کیا اور مصافحہ کے بعد مولانا کو چاندی کے منقش کیس میں ڈگری پیش کی۔ اور ہال حاضرین کے زبردست تالیوں سے کافی دیر تک گونجتا رہا۔ اس کے بعد منتظمین کی خواہش پر مولانا مدظلہ نے حسب ذیل مختصر تقریر فرمائی۔ اور دعائیہ کلمات سے اختتام کے بعد گورنر صاحب نے تقریب کے اختتام کا اعلان کیا۔ مولانا کی تقریر یہ ہے :-

تقریر

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم — محترم بزرگو! میرے پاس الفاظ نہیں کہ چانسلر صاحب، وائس چانسلر صاحب، سنڈیکیٹ کے ممبران، اساتذہ، طلبہ اور آپ سب حاضرین کا شکریہ ادا کرسکوں کہ مجھ جیسے ادنیٰ ترین طالب علم کو ایسے اونچی جگہ پر جہاں علماء اور فضلاء کا اجتماع ہے اور جو پاکستان کے ممتاز اور عظیم تعلیمی یونیورسٹی ہے حاضر ہونے کا موقعہ دیا اور ایسے اعزاز سے نوازا۔ حضرات یہ علم کا مرکز ہے ہم اور آپ سب طالب علم ہیں اور علم کو اللہ نے بڑی فضیلت دی ہے ہم سب کے دادا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تو علم کی وجہ سے، وہ اپنے وقت کے سائنس کے بھی عالم تھے۔ وعلم آدم الاسماء کلھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حقائق وخواص اشیاء کا علم دیا۔ سائنس بھی حقیقتوں کا موجد نہیں ہے مظہر ہے۔ مخفی چیزوں سے پردہ ہٹانا اس کا کام ہے انکشاف و ظہور۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کا ہے جو ہر چیز کے موجد ہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ موجودہ زمانے کی سائنس سے قرآن کی تائید ہو رہی ہے۔ پہلے جب کہا جاتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج آسمانوں کی طرف گئے تو یہ فلاسفر مذاق اڑاتے تھے مگر جدید سائنس نے ثابت کردیا کہ انسان جب چاند ستاروں، زہرہ اور مریخ تک پہنچ سکتا ہے تو ایک نبی روحانی اور خدائی طاقت کے ذریعہ آسمانوں سے بھی یقیناً اوپر جا سکتا ہے۔ جیسے کہا جاتا کہ عرش معلیٰ کی بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں تو لوگ مذاق اڑاتے کہ مولوی کیسی بات کرتا ہے مگر اب راکٹ میں سوار فلکیات کے اونچے مقامات پر چاند پر جانے والے افراد کو زمین سے ہدایات دی جاتی ہیں۔

محترم بزرگو! علم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت وحی متلو یعنی قرآن مجید سے واضح ہوجاتی ہے کہ اس کا سب سے پہلا لفظ اِقرأ ہے یعنی پڑھ، اللہ کا نام لے کر پڑھ۔ قرآن مجید میں وحدانیت کا مسئلہ بھی ہے معاشیات کا بھی مسئلہ ہے۔ اخلاقیات بھی ہیں مگر اللہ کا پہلا فرمان ہے :- اقرأ باسم ربک الذی خلق (الآیۃ) — اور اسی علم کی وجہ سے طالوت کا انتخاب ہوا تو مخالفین

تجارت کی اہمیت اور اس کے اُصول

یہ تقریر ربیع الاول ۱۳۸۶ھ میں پشاور کے ایک تجارتی فرم کی افتتاحی تقریب کے موقعہ پر کی گئی۔ حاضرین کی اکثریت تجارت پیشہ افراد پر مشتمل تھی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ایک تجارتی فرم کی افتتاحی تقریب پر ہم اور آپ سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اسلام نے زندگی کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا وہ جس طرح عبادات اور اعتقادات کی تعلیم دیتا ہے۔ اس طرح معاملات اور تجارت کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ اسلام نے تجارت کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ ہمارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے خود تجارت فرما چکے ہیں، مضاربت کے طریقہ پر یعنی مال ایک کا اور عمل دوسرے کا ہو۔ اور آمدنی ونقصان ثانی کے طریقے پر دونوں کو ہے۔

صحابہ کرامؓ اور تجارت

حضورؐ نے امت کے سامنے ایک نمونہ پیش فرمایا اور تمام امتوں میں افضل امت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے اور

پھر اس امت کے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر الصدیقؓ تجارت ہی کیا کرتے تھے خلیفہ بننے کے بعد کپڑوں کی گٹھڑی کندھوں پر اٹھائے جا رہے ہیں حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بچوں کے لیے تلاشِ رزق کی خاطر کپڑے فروخت کرنے جا رہا ہوں جو شریعت کا حکم ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب مسلمانوں کے تمام امورِ خلافت تمہارے سپرد ہیں اگر آپ کا سارا وقت امورِ خلافت کے لیے فارغ ہو جائے تو بہتر ہوگا چنانچہ صحابہؓ کے مشورہ سے ان کے لیے آٹھ آنہ یومیہ وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا گیا حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ عطار تھے یعنی عطر کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت سیدنا عثمانؓ بھی کھجوروں کی تجارت کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلہ کی تجارت کی خود ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ جن کے ہم مقلد ہیں بہت بڑے تاجر تھے مشترکہ کمپنی کی شکل میں ان کی تجارت چلتی تھی۔ وصال کے وقت ۵ کروڑ روپیہ لوگوں کی مضاربت کا پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ صفائی معاملات کا یہ حال تھا کہ ایک ایجنٹ کو کپڑا فروخت کرنے کو دیا اور اس میں جو عیب تھا اس کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے تاکید کی کہ خریدار کو یہ عیب بتلا دیا جائے۔ اسلام کا حکم ہے کہ مبیع کا عیب بتلایا جائے وہ ایجنٹ کسی دوسرے شہر میں کپڑا فروخت کر آیا مگر فروخت کے وقت عیب بتلانا بھول گیا غالباً امام ۳ ہزار منافع ہوا تھا اسے خیرات کر دیا۔

غرض جن لوگوں کو حلال تجارت کی توفیق ہو جائے وہ ان کی خوش قسمتی ہے سب کچھ نیت کی اصلاح پر ہے اگر نماز یا کوئی عبادت بھی خدا کی رضا کے لیے نہ ہوں تو وہ بھی وبالِ جان ہو جاتی ہیں۔

اسلام اور ترقی

اسلام ہمارا مذہب ترقی پسند ہے دارالمذہب ہے اگر اس پر صحیح عمل ہو جائے ہاں یہ معنی نہیں کہ ایک شخص صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے۔ دنیا بھی کماؤ مگر اس کے ساتھ فرائضِ بندگی سے بھی غفلت نہ ہو۔ آیت بالا جو ہم نے پڑھی جمعہ کے بارہ میں ہے۔ آج بھی اتفاقاً جمعہ ہی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں ابتغاء فضل اللہ کے لیے پھیل جاؤ مگر ذکر خدا سے غفلت کسی حال میں بھی نہ ہو۔ اللہ سے ڈرا کرو۔ آیت میں تجارت کی

اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

جس قوم میں تجارت ہوگی وہ خود بخود پھیلتی اور بڑھتی جائے گی۔ انگریز تجارت کے نام سے ہندوستان آیا اور دو سو سال تک ہندوستان پر قابض رہا۔ اور آج بھی تجارت کے ذریعے ہی نو آبادیات پر قبضے جمائے جاتے ہیں۔ یہ تمام لڑائیاں اور بین الاقوامی سیاست اس لیے ہے کہ مال کی فروخت اور استحصالِ زر کے لیے منڈیاں فراہم ہوں۔

تجارت میں کامیابی کا گُر

حدیث میں ہے کہ:۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، شہداء اور صدیقین کی معیت میں ہوگا)

حضور اقدس نے گُر بتلا دیا کہ تجارت کی کامیابی کا گُر صداقت اور امانت ہے دولت نہیں۔ ان آنکھوں سے دیکھا کہ سرمایہ کے باوجود دوکانیں ختم ہوئیں۔ خیانت کی کاروبار ختم ہوا۔ اگر تاجر نے وعدہ کیا کہ فلاں وقت مال یا پیسے دے دوں گا اور اسے سچا کر دکھایا تو اگر پہلی بار کسی نے اس پر اعتبار نہ کیا ہو تو دوسری دفعہ خود بخود اس پر اس کی صداقت عیاں ہوگی۔ اگر تم نے مال فروخت کرتے وقت اس کی حقیقت سچائی سے بتلا دی تو ناممکن ہے کہ آپ کامیاب نہ ہوں۔

امانت و دیانت کی ایک عجیب مثال

بخاری شریف[1] میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اسے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار قرض چاہئیں وہ اسے تکنے لگا کہ یہ کون ہے اور کس بھروسے پر اسے مال دوں چنانچہ اسے گواہ طلب کرنے کا کہا اس نے کہا۔ کفیٰ باللہ شہیداً۔ اللہ ہی میرا گواہ ہے پھر اس کے قرض مانگنے والے کو ضامن پیش کرنے کا کہا۔ اس نے کہا کفیٰ باللہ وکیلاً۔ اللہ تعالیٰ ہی میرا بہتر ضامن ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ پر بھروسہ کرکے ایک ہزار دینار دے دیئے اور قرض کی واپسی کا ایک خاص وقت مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں ریل موٹر اور لاری نہ تھی

---

[1] بخاری شریف جلد اول ص۲۰۷

نہیں آ بیچ میں دریا حائل تھا۔ ادھر میعاد مقررہ سر پر آئی۔ وہ شخص دریا کے کنارے آیا مگر کوئی کشتی اسے نہ مل سکی تو اس نے ہزار دینار ایک بانس میں بھر دیئے اور ایک رقعہ بھی ساتھ رکھ دیا۔ اس کا سرا بند کر کے اس بانس کو یہ کہہ کر دریا میں ڈال دیا کہ اے اللہ میرے پاس گواہ تھے نہ ضامن۔ میں نے آپ کا نام ضامن بنا دیا ہے۔ اور وقت مقررہ تک اب اسے پہنچانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں تو اسے مالک کے پاس پہنچا دیجئے۔ ادھر وہ مالک مال کی امید میں پریشان دریا کے دوسرے کنارے اس کے انتظار میں ہے کہ اچانک اسے دریا میں ایک بانس بہتا نظر آیا۔ اسے اٹھا کر گھر لے گیا کہ جلانے کے کام آئے گا۔ وہاں جا کر اسے چیرا تو اس سے ہزار دینار اور رقعہ برآمد ہوا۔ دوسرے دن وہ شخص خود بھی ہزار دینار لیے ہوئے اس کے پاس پہنچا اور معذرت کرتے ہوئے سارا واقعہ سنایا کہ میں مجبوراً نہ آسکا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ نے آپ کی امانت پہنچا دی ہے۔ اور آپ کا قرض خدا نے پہنچا دیا ہے۔ غرض جب ادائیگی کا ارادہ اور اللہ پر اعتماد ہو تو خدا ہر طرح مدد اور دستگیری فرماتا ہے۔ مگر یہاں تو دوسرا حال ہے۔ ہر چیز میں ملاوٹ، ہلدی میں مٹی اور چائے میں بھوسہ ڈالتے ہیں۔ شیطان نے عجیب طریقے سکھائے ہیں۔ پھر نتیجہ صفر ہوتا ہے۔ کوئی برکت نہیں ہوتی۔ ملک بھر میں بدنامی الگ اور بے شمار پریشانیوں میں خدا اسے مبتلا کر دیتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سچا اور دیانتدار تاجر انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔

اشاعت اسلام میں تجار کا حصہ

میں نے خود طالب العلمی میں یہ حدیث سنی تو حیران ہوا کہ ایک سچے اور دیانتدار اور معاملات میں صفائی رکھنے والا مسلمان تاجر چلتا پھرتا مبلغ بن سکتا ہے۔ یہ اسلام دور دراز ممالک میں جو پھیلا اس میں خداترس تجار کا بھی بڑا حصہ ہے۔ جاوا، سماٹرا جو اب انڈونیشیا میں شامل ہے میں چند مسلمان تاجر گئے اور اپنی صداقت و امانت اور اعمال صالحہ سے اسلام پھیلانے لگے۔ مقامی تاجر جو ہر طرح لوٹ کھسوٹ کرتے تھے انہوں نے شور مچایا کہ یہ باہر کے لوگ ہماری تجارت پر قابض ہو رہے ہیں عوام جو ان کے عدل و انصاف اور سچائی کے گرویدہ ہوئے تھے وہ ان کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر مسلمانوں کو نکالا گیا تو ہمارے

ترک وطن کا بھی انتظام کر دیا جائے بغرض ان چند مسافروں کے ذریعے وہاں اسلام پھیلا کہ جو مذہب اس سچائی اور دیانت کی تعلیم دے اُسے اپنانا چاہیئے وہاں کے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ اب سے کچھ عرصہ قبل نوجوان جو طرابلس نہ کر لیتا تو ان کی شادی نہ ہو سکتی۔ عربی زبان اپنائی اور اب بھی وہاں دیگر ممالک سے زیادہ بولی جاتی ہے۔

مال حصول رضائے آخرت کا ذریعہ

حضورؐ نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح (نیک آدمی کے لیے پاکیزہ مال بہت بہتر ہے)

——— مقصدِ زندگی دنیا اور دولت نہیں آخرت اور رضائے الٰہی ہے۔ اور اگر یہ مال اس کے حصول کا ذریعہ بنے تو بہت بہتر ہے۔ دنیا کی مثال دریا۔ اور زندگی کشتی کی مانند ہے۔ یہ کشتی اگر پانی کے اوپر چلے تو کامیابی ہے اور اگر اس میں پانی داخل ہو تو کشتی ڈوب جائے گی اسی طرح اگر مسلمان کا دل خدا کی یاد سے معمور ہو تو دنیا کا اثر نہ ہوگا اور جب دنیا کو دل میں جگہ دی اسلام خدا اور رسول کو دل سے نکال دیا۔ اپنے پیٹ اور خواہش کے بنے تو ایسا شخص غرق ہوا اور ایسی قوم بالآخر صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔

قارون کو خدا نے بڑی دولت دی موسیٰ علیہ السلام نے اسے بار ہا کہا کہ۔ وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا اور تلاش کر اللہ کے دیئے ہوئے میں دار آخرۃ اور دنیا سے اپنا حصہ اٹھانا مت بھول (یعنی دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنا) مگر وہ نہ مانا، وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ یہ سب میری محنت اور تدبیر کا نتیجہ ہے۔ خدا نے زمین کو حکم دیا کہ نگل جاؤ۔ اسے زمین نے مع خزانوں کے نگل لیا۔ اسی طرح یہ تجارت اور دولت اللہ کے دین کی اشاعت کا ذریعہ بننا چاہیئے۔ اسلام کی خدمت زیادہ تر اسی متوسط طبقہ تجارت پیشہ افراد نے کی حکومتوں نے کبھی اسلام کی اشاعت اور خدمت میں اتنا حصہ نہیں لیا الا ماشاء اللہ تاجروں میں غرور کم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حاکم نہیں ہوتے پھر غریب بھی نہیں ہوتے کہ دوسروں کے دستِ نگر ہوں ——— آج عیسائیت پھیل رہی ہے تو یہ اس کی صداقت یا حقانیت کی وجہ سے نہیں بلکہ دولت کا زور ہے۔ کروڑوں روپے حکومتیں مشنریوں کی پشت پر ہیں۔ خدا کو منظور تھا کہ اسلام اپنی صداقتوں کی بنا پر

غریبوں کے ذریعے پھیلے ورنہ آج کہا جاتا کہ اسلام بھی حکومتوں اور دولت کے زور سے پھیلا ہے۔ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ سچے تاجر کو انبیاء و صدیقین کی معیت حاصل ہو گی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ گاڑی میں فسٹ، سیکنڈ، ایر کنڈیشنڈ، انٹر اور تھرڈ ہر قسم کے ڈبے الگ الگ ہوتے ہیں، مگر جو بھی اس گاڑی میں سفر کر رہا ہے، سب اکٹھے منزلِ مقصود کو پہنچتے ہیں۔ ایسی معیت کی سعادت اور برکت وہاں بھی نصیب ہو گی گو درجات مختلف ہوں۔ بغرض آپ لوگ زندگی کے جس شعبہ کو بھی اختیار کریں، تجارت ہو یا زراعت ملازمت ہو یا کوئی اور کام، اس کے بارہ میں دین سے ہدایت حاصل کریں۔ خود عامل بنیں اور دنیا کو بتائیں کہ اسلامی تجارت اس طرح ہوتی ہے نہ وہ تجارت جو شیطانی طریقوں سے ملوث ہو اور نہ یورپ جیسی تجارت جس نے دنیا کو تباہی، بے توازنی اور بدحالی میں مبتلا کر دیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔